

اعلان

اس کتاب کا حق تالیف
 رجب پوری کے ذریعے سے محفوظ رکھا گیا
 ہے اس واسطے کوئی صاحب سکونہ چھاپین۔
 قیمت عام اس کتاب کی تین روپیہ ہے جبکہ
 نسخوں کی ضرورت ہو۔ ہم سے طلب
 فرمائیں۔ محصول ڈاک نہ خریدار۔
 تاجرانہ کمیشن پچیس فی صدی

خادم ملک

حکیم برہم مالک خاں شرق

گورکھ پور

توجہ اور مہربانی کے ساتھ سلوک کرتے رہے ہیں۔ ہمارے اس جلسہ کا
افتتاح اس طرح ہوا کہ قاری صاحب نے چند آیات آپ کے مذہبی کلام
پاک میں سے پڑھے۔ میں اب اُن سے درخواست کرتا ہوں کہ چند مناسب
موقع آیات قرآن شریف کی پڑھ کر اس کام کی انجام دہی کے لئے دعائے
خیر و برکت کریں اور بعد اس کے میں سنگ بنیاد نصیب کروں گا۔ اور میری خواہش
ولی ہے کہ جو دارالعلوم یہاں قائم ہو اُس میں ہر طرح کا میاں بی حاصل ہو۔



تحقیقات اس وقت ایک منصف عدالت کر رہی ہے۔ اور مجھے توقع ہے کہ وہ ایسا تصفیہ کر سکے گی جن سے یہ اختلافات ہمیشہ کے لئے جاتی رہیں گے اب ایسا زمانہ ہے کہ پیر و ان مذہب اسلام کو مناسب ہے کہ اتفاق کر کے چھوٹے چھوٹے امور باعث اختلاف کو فراموش کر دیں اور متفق و متحد ہو کر کل قوم کی عام بہبود و رفاه کے لئے سعی و کوشش کریں۔ میں توقع کرتا ہوں کہ کل صاحبان ذی رسوخ جو آج یہاں موجود ہیں پوری کوشش جو ان کے امکان میں ہے اس غرض سے کریں گے کہ اُس کمیٹی کی سعی و محنت کا جو فی الحال منعقد ہے یہ نتیجہ ضرور نکلے کہ مستقل قسم کا تصفیہ امور زعمی کا ہو جائے جس تپاک و گرمجوشی سے آپ سب اصحاب نے میری آمد کی تعظیم کی ہے اُس کا ممنون ہوں اور آپ کے اُس اظہار شکریہ سے مجھ کو بہت مسرت ہوئی جو اُس زمین کے ملنے کی نسبت آپ نے کیا ہے جو گورنمنٹ نے آپ کو عطا کی ہے۔ تمام ملک ہند سے آپ کے مذہب کے اور لوگوں نے بھی میرے پاس مراسلات بغرض اظہار مشکوری بھیجے ہیں اور اس موقع پر میں ان کے موصول ہونے کا شکریہ کے ساتھ اعتراف کرتا ہوں۔ اس امر کے معلوم ہونے سے مجھ کو خوشی ہوئی کہ آپ کے مذہب کے والیان ملک سے بہت فیاضانہ مدد آپ کو ملی ہے۔ اور بالخصوص ہرمانس بیگم صاحبہ بھاوپور سے انہیں بیگم صاحبہ کی اعلیٰ فیاضی سے ہم اس قابل ہوئے ہیں کہ آج یہ رسم نصب سنگ بنیاد ادا کر رہے ہیں جس کی غرض سے ہم سب جمع ہوئے ہیں یہ معلوم ہونے سے مجھ کو بہت خوشی ہوئی کہ لکھنؤ کے حکام سول آپ کے ندوہ سے

ترقی میں خلل پڑتا رہتا ہے اور ملک انگلستان کی تاریخ میں بہت سی جنگ و جدل اور نزاعات کا حال لکھا ہے جو اختلافات مذہبی سے پیدا ہوئے تھے اس کی امید معلوم ہوتی ہے کہ اب وہ زمانہ آگیا ہے جس میں لوگوں کو دوسروں کے عقاید و رسوم کا پاس و لحاظ ہوتا جاتا ہے اور اب لوگ یہ سمجھنے لگے ہیں کہ ایسا اتفاق و اتحاد جو باہمی درگزرِ حلم و تحمل سے پیدا ہوتا ہے۔ رفاه عام کے لئے بہ نسبت اس کے زیادہ مفید ہے کہ ہر فریق اور فرقہ اپنے ہر ایک عقیدہ کی تعمیل پر خواہ وہ نہایت ضروری نہ بھی ہو پورا زور دے اور اصرار کرے۔ گو اس دوسروں کو ملال پہونچنے کا اندیشہ ہو۔ ابھی دو ہی روز ہوئے کہ دولتِ برطانیہ کے وزیرِ سرشتہ تعلیم سے یہ معلوم ہوا کہ اُن کو یہ توقع ہے کہ نئے مسودہ قانون متعلقہ تعلیم عام میں جو ابھی پارلیمنٹ کے ہاؤس آف کامنس (یعنی جماعتِ قائم مقامان عوام) میں پیش ہوا ہے ایسا تصفیہ باہمی داخل ہوگا جو مستقل قسم کا ہوگا کیونکہ کسی ایک فریق کو دوسرے پر غلبہ نہیں ہوا ہے اور اس میں سب دوسروں کے خیالات کے لحاظ سے رعایات مد نظر رکھے ہیں۔ آپ صاحبو کو معلوم ہے کہ لکھنؤ میں شیعہ اور سنّیوں کے نزاعات کی وجہ سے جو عرصہ سے مسلسل چلے آتے ہیں اضطراب و پریشانی پھیلی ہے۔ آپ نے فریق کے ساتھ جو بالکل بجا ہے بیان کیا ہے کہ دارالعلوم کے طلباء اور مدرس ان قابل افسوس اور حقیر جھگڑوں میں شریک ہونے سے محترز رہے ہیں اور نیز یہ بیان کیا ہے کہ آپ کے ندوہ کے علما ہمیشہ صلح و اتحاد کا وعظ و نصیحت کرتے رہے ہیں۔ دونوں فرقوں کے درمیان جن معاملات کی نسبت نزاع ہوا اُن کی

ان خیالات کے لحاظ سے اور اس امید سے کہ آپ کے دارالعلوم سے ایسے عربی اور فارسی کے عالم دستیاب ہوں گے جو اسکولوں میں پڑھانے کے کام کے لئے مفید ہو سکتے ہیں۔ گورنمنٹ نے یہ تجویز کر لیا ہے کہ آپ کو وہ زمین دے جس پر اس وقت ہم سب موجود ہیں اور آپ کے دارالعلوم کو قائم رکھنے میں مدد دینے کے لئے سالانہ ایک عطیہ دے۔

ایسے دارالعلوم میں جس کا مقصد و تعلیم ایسی ہو جیسی کہ ندوہ دینا چاہتا ہے کچھ عجب نہیں ہے کہ آئندہ زمانہ میں ایسی استعداد کے عالموں کا فرقہ پیدا ہو جو وحی و الہام کا سائنس زمانہ حال کے ساتھ اور روایات کی ایجادات کے ساتھ اور پرانے کتب دین کی نئے خیالات کے ساتھ مطابقت و اتحاد ظاہر کر سکیں۔ ایسی جماعت علما کی ضرورت اس وقت بھی اس غرض سے ہے کہ وہ اختلافات پیدا نہ ہونے دے جائیں جو ہمیشہ درمیان اُن لوگوں کے جو سخت اصول کے پابند ہیں اور اُن کے جو تعبیر ہر رعایت کرتے ہیں پیدا ہوتے رہتے ہیں۔

بے تحلی اور تعصب ترقی و اصلاح میں سب سے زیادہ خلل انداز ہوتے ہیں اور اس سے نہ صرف رعایا بلکہ حاکم کو بھی بہت فائدہ پہنچ سکتا ہو کہ ایسے وسیع الخيال علماء مذہبی کی جماعت پیدا ہو جن کے اثر سے ضرور اُن اشخاص کثیر التعداد کی ترقی اور تہذیب میں مدد ملے گی جو علماء سے ہدایت چاہتے اور مشورہ کیا کرتے ہیں۔ آپ سب صاحب اس سے واقف ہیں کہ ممالک مشرقی اور مغربی دونوں میں اختلافات مذہبی ہو دنیا کی

اُس میں زمانہ موجودہ کے اُس میلان کی نسبت کہ تعلیم کو مذہب کے بے تعلّق کر دیا جائے
 میں نے افسوس ظاہر کیا تھا۔ آپ نے اپنے ایڈریس میں یہ بیان کیا کہ آپ کا سب سے
 اہم و ضروری کام یہ ہے کہ عموماً تعلیم عربی میں اصلاح کی جائے اور اس طرح ایسے
 علماء زمانہ حال کے ضروریات کے موافق طبکار کئے جائیں جو عام خلّات کے معاملہ
 مذہبی میں ہدایت کریں۔ آپ کی یہ کوشش کہ اُن لوگوں کو جو آپ کے دارالعلوم میں
 پڑھیں جہاں تک کہ طرز قدیم کے ساتھ ساتھ ممکن ہو ایسی تعلیم دی جائے جو بہ نسبت
 سابق کے بہتر اور زیادہ وسیع خیالی پر مبنی ہو۔ آپ کی قوم کے لئے بہت مفید
 کام ہے جس کی سخت ضرورت تھی اور یہ ایسا کام ہے جو صدق دل سے اعانت
 اور حوصلہ افزائی کے قابل ہے۔ اُس تقریر میں جس کا میں نے ابھی ذکر کیا میں نے
 یہ ظاہر کیا ہے کہ میں عموماً اس تجویز اور اسی قسم کی ایسی دوسری تجویزوں سے ہمدردی
 اور اتفاق رکھتا ہوں جن کا مقصد یہ ہے کہ علم کے ساتھ نیک خلقی و پاک دلی
 شریک کئے جائیں اور تعلیم سے مذہب کو الگ کر دینے کا میلان روکا جائے
 ملک ہند میں گورنمنٹ برطانیہ نے یہ عہد کر لیا ہے کہ بلحاظ مذہب کسی کی جانب
 داری ہوگی۔ مگر اس اصول میں اس سے خلل نہیں آتا ہے کہ آپ کی سی جماعت متعلقہ
 علوم مذہبی کو اس غرض سے اعانت و بجائے کہ مذہبی تعلیم کے ساتھ دنیوی تعلیم
 بھی دیا کرے۔ بشرطیکہ وہ امداد جو گورنمنٹ سے ملے محض دنیوی تعلیم کے غرض
 کے کام میں لائی جائے اور مذہبی تعلیم اور دنیوی تعلیم میں صاف فرق کر دیا جائے
 اور جو درجے بہبود تعلیم کی غرض سے ہوں اُن کا ایسے عہدہ داران گورنمنٹ
 کو جو معائنہ کی غرض سے مقرر کئے جائیں ہر وقت معائنہ کرنے دیا جائے۔

مدرسہ عربی ممالک متحدہ میں سب سے بہتر اور مکمل ہے۔ صرف اسی مدرسہ میں عربی بطور مروج زبان کے سکھائی جاتی ہے اور علم ادب عربی کی محض بغرض تحصیل علم تعلیم دی جاتی ہے۔ میں یقین کرتا ہوں کہ کل ملک ہند میں صرف ہی ایسا مدرسہ اعلیٰ ہے جہاں مولویوں کو درس دینے کی تعلیم دی جاتی ہے۔ آپ کا منشاء یہ ہے کہ یہاں کے طلبہ کو عمدہ تربیت و تعلیم دی جائے اور ان میں امانت و دیانت اور وفا شعار کی خیالات قائم کئے جائیں۔ اس کے ساتھ ہی چونکہ آپ کی رائے میں قوم مسلمانان کی بہبود و آئندہ بلجائز تمدن و اخلاق اس اثر پر موقوف ہے جو جماعت علماء و عام لوگوں پر ڈال سکتی ہے اس وجہ سے آپ نے یہ دانشورانہ فیصلہ کیا ہے کہ طلبہ کو یہ موقع دیا جائے کہ مذہبی تعلیم کے ساتھ ساتھ علوم جدید سے بھی کچھ بہرہ یاب ہوں جن کے بغیر وہ دوسری قوموں کے تعلیم یافتہ لوگوں کی برابری نہیں کر سکتے ہیں۔ نصاب تعلیم میں علم ادب انگریزی داخل ہے مگر انگریزی کی تحصیل علم کم ضروری قرار دی گئی ہے اور جیسا کہ ہونا ہی چاہئے تھا۔ عربی تعلیم کی طرف زیادہ توجہ کی جاتی ہے۔ آپ کی اس خواہش سے کہ ملاؤں اور واعظوں کی تعلیم میں دنیوی علوم بھی شامل کر دیئے جائیں۔ آپ کا منشاء یہ ہے کہ ان لوگوں کے لئے جواب بھی قدیم اسلامی طرز کی تعلیم زیادہ پسند کرتے ہیں کاروبار معاش کی تعلیم کا اس سے بہتر سامان کر دیا جائے جیسا کہ تنہا ایسے علوم کی تحصیل میں مصروفیت ہو سکتا ہے۔ جن میں محض قدامت ہی کے باعث علم سائنس جدید کی طرف سے بے پروائی بلکہ مخالفت بھی ہے۔

حال میں یونیورسٹی الہ آباد کے جلسہ کانووکیشن میں جو انگریزین نے کی

طور پر مانتے ہیں۔ آپ پولیٹیکل یعنی سیاست ملک کے معاملات سے احترا کرتے ہیں اور ندوہ کے قیام کے متعلق قواعد میں سے ایک یہ ہے کہ آپ پولیٹیکل معاملات سے کچھ تعلق نہ رکھیں گے بجز اس حالت کے کہ گورنمنٹ خود کسی مسئلہ کی نسبت آپ کی رائے دریافت کرے۔ یہ سنکر بہت خوشی ہوئی کہ آپ نے گورنمنٹ برطانیہ کی نسبت خیالات و فاشخاری کا اظہار ایسے صاف الفاظ میں کیا ہے جن کے معنی میں کچھ شک نہیں ہو سکتا ہے اور محکوم یقین ہے کہ آپ کا ندوہ اپنا اثر اس طرح ڈالے گا کہ حکام کی تائید ہوا و شورش و فساد و خیالات بداندیشی کی مخالفت کی جائے۔

آپ کی جماعت کو جو بہ لحاظ اپنی سرشت ہی کے تبدیلات و تغیرات کے خلاف ہے۔ حالات موجودہ کی سخت ضرورتوں کے باعث یہ تجویز اختیار کرنی پڑی ہے کہ عربی تعلیم کے نصاب قدیم میں اس طور پر ترمیم کرے کہ آپ کی مذہبی زبان کے طلبہ ایک حد تک اہل یورپ کے سائنس اور علم ادب اور فنون کی بھی تعلیم پائیں جو زمانہ حال میں ملک ہند کے لئے نہایت ضروری ہو گئی ہے۔ مگر جس سے آپ کے ہم مذہب گذشتہ پشتون میں بہت ہی کم بہرہ مند تھے۔ دس سال ہوئے ایک دارالعلوم ابتدائی مدرسہ عربی کے طور پر قائم کیا گیا تھا۔ یہ جلد ترقی پا کر بہ نسبت پیشتر کے زیادہ اعلیٰ درجہ کا مدرسہ ہو گیا اور آج کے دن ہم ان عمارات کا سنگ بنیاد نصب کر نیکے لیے جمع ہوئے ہیں جو آپ کے کالج یعنی اعلیٰ دارالعلوم کا مقام ہو گئی۔ صاحب ڈاکٹر سر شہ تعلیم سے یہ معلوم ہو کہ محکوم نہایت مسرت ہوئی کہ مشہور عالم زبان عربی ڈاکٹر ماروز صاحب کی رائے میں آپ کا

ہزار کی تقریر دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں (۲۸- نومبر ۱۹۰۸ء)

صاحبو

میں نے آپ کے اُس ایڈریس کا ترجمہ بہت شوق سے سنا جس کی اصل آپ نے میرے پاس اپنی شرح شریف کی زبان عربی میں پیش کی ہے۔ آپ کا ندوہ جیسا کہ اُس کے نام سے ظاہر ہوتا ہے۔ ابتداً علم الہیات کے درس کی غرض سے قائم ہوا تھا مگر جو حال اُس کے اغراض و مقاصد کا آپ نے بیان کیا اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے ندوہ نے بدین غرض کہ تغیرات زمانہ کے مطابق ترقی کرے اور زمانہ موجودہ کے حالات و ضروریات کے لئے موزون ہو جائے نہایت عقلمندی سے یہ امر طے کیا ہے کہ اپنے منشاء و کارروائی کو وسعت دے سرجمیس لائوش صاحب بہادر نے جو مجھ سے پیشتر اس منصب لفٹنٹ گورنری پر ممتاز تھے۔ آپ کے ایک ایڈریس کے جواب میں اس وقت سے چھ سال پیشتر یہ فرمایا تھا۔ ”وہ آپ کا منشاء و مقصد تعلیم سے تعلق رکھتا ہے۔ یعنی تعلیم دنیوی کا اوصاف مذہبی و اخلاقی کے حصول کے ساتھ شریک کیا جانا۔ یہ مقصد نہایت اعلیٰ ہے۔“ بیشک آپ نے جو مقاصد ندوہ کے قائم کیے ہیں یعنی تعلیم کی ترقی اور نصاب تعلیم عربی کی اصلاح اور مسلمانوں کے اخلاق کی درستی اور علمائے دین کے باہمی اختلافات کا دور کیا جانا اور مسلمانوں کی عام فلاح و بہبود کی ترقی یہ نہ صرف اس قابل ہیں کہ پیروان مذہب اسلام ان کی حمایت و اعانت کریں بلکہ یہ ایسے کل شخص کی حمایت و اعانت کے بھی قابل ہیں جو دوسرے مذہب کو صدق دل سے مگر غیر متعصبانہ

افسوس معلوم ہوتا ہے کہ یہ آخری جلسہ یا ملاقات ہے جس میں ہم لوگ سرکاری طور سے ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ دنیا کی تمام الوداعیں دردناک ہوتی ہیں۔ اور میں یقین دلاتا ہوں کہ کمایون اور اہل کمایون سے رخصت ہوتے وقت مجھ سے زیادہ دوسرا غمگین نہ ہوگا۔ میں اپنے اور اپنے بال بچوں کی طرف سے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اپنے میری آئندہ زندگی کے حق میں کلمات خیر کہے۔ اب میں اس ہسپتال کا افتتاح کرتا ہوں۔



چرائی کے حقوق اور منظوری پھل اور پھول کے متعلق وہی قواعد ہیں جو آج کل مروج ہیں۔ دیہاتیوں کے جو حقوق موسیٰ چرانے، پڑی گری لکڑی لیجانے، گھاس کاٹنے اور معمولی پھل پھول توڑنے کی بابت جنکا اندراج بند و بست میں ہے اس میں کوئی سختی یا قید نہیں ہے۔ اس میں کوئی دخل نہیں دیا جائے گا۔

اور طبقہ سی میں اور سر یا بنجر زمین جو جنگل کے ساتھ ہے۔ اس میں یہ باتیں کو سولے حق مالکانہ کے اور سب کچھ حاصل ہے اور یہ خطہ سرکاری نگرانی اور اثر سے باہر ہوگا۔

آج کل محکمہ جنگلات کے دو افسر اسی اصول پر تقسیم اور ترتیب دے رہے ہیں۔ امید ہے کہ اس طرح آمدنی $\frac{1}{4}$ لاکھ تک پہنچ جائے۔ یہ اضافہ آمدنی موڑہ، گڑھوال اور نینی تال کے حاجتمند بورڈ کو عطا کیا جائیگا۔ جسے وہ اسکول، ہسپتال اور وسائل آمد و رفت میں خرچ کریں۔ اور رعایا کی آسائش اور آرام کو بڑھائے۔

جنگلات کے محکمہ کی ترقی سے جگہیں اور ملازمتیں بھی نکلیں گی۔ اور کمایوں کے مزدوروں میں بہت کچھ روپیہ مزدوری کی صورت میں بھی تقسیم ہو سکے گا۔

کشنر سے سنڈیکیٹ (جماعت منتظمین) نے عرض کیا ہے کہ جنگلات کا انتظام ہونا چاہیے۔ جب تک کہ رعایا کے حقوق بند و بست جنگل کی ترتیب نہ ہو لیگی۔ جماعت مذکور سے اور کوئی قطعی بات نہیں کہی جاسکتی۔

اسی بنا پر کچھ زمانہ گزرا گورنمنٹ نے قواعد اور ضوابط بنائے کہ ان جنگلوں میں کس طرح لکڑی کاٹی جائے۔

اس سے غرض یہی تھی کہ جنگلات سے جتنا فائدہ اب ہوتا ہے اس سے زیادہ لوگوں کو فائدہ ہو۔

یہ باتیں میرے عہد سے پہلے ہوئیں اور جب یہ باتیں ہوئیں تو کمایون کے لوگوں کو سمجھا دیا گیا کہ آئندہ وہ جنگل کی لکڑی جنگل کے درخت گرانے اور آگ لگانے کے مجاز نہ ہوں گے۔ لیکن جنگلات محض سرکار کی منفعت کے لیے نہیں درست کیے جائیں گے۔ بلکہ رعایا کے فائدے کے لیے کام میں لائے جائیں گے۔

گورنمنٹ ہند نے ایک ترکیب سوچی ہے۔ اس کے مطابق جنگلات آئے۔ جی۔ اور۔ سی۔ میں تقسیم ہوں گے۔

طبقہ آے میں جنگل کا وہ حصہ ہوگا جہاں اسکی حفاظت اس لیے ہوگی کہ اسکی لکڑی محفوظ ہو۔ رعایا کو جتنی ضرورت ہو اسکو سمیا کرے اور باہر کے لوگوں کی خریداری کے لیے کفایت کرے۔

طبقہ بی۔ کا اہتمام محکمہ جنگلات کرے گا۔ یہاں اتنی سختیاں نہ ہوں گی۔ جتنی طبقہ آے میں ہیں۔

اس طبقے میں چارہ اور ایندھن کے لیے جنگل کی حفاظت رہیگی اور نہایت باقاعدہ اصول کے ساتھ اسی طبقے سے مزرعہ نکالا جائے گا۔

جنگلات کے زیرِ نظام ہے اور کچھ ضلع کے حکام مال کے تحت میں۔ ان جنگلات کا حق مالکِ انہ حکومت شاہی کو حاصل ہے۔ ملکِ ملت کی بھلائی کے لیے گورنمنٹ کو اکثر دخل دینا پڑتا ہے کہ جنگل کی لکڑی اور گھاس محفوظ ہے۔ اور یہ خیال کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ لوگ پہلے سے گھاس اور لکڑی بری طرح کام میں لانے کے عادی ہیں۔ سرکار کو جنگلات کا تحفظ محض بہاری لوگوں کے خاطر نہیں منظور ہے۔ بلکہ جو لوگ میدان کے لئے واپس ہیں انکے فائدے کے لحاظ سے بھی۔ اگر یہ پہاڑی جنگلات سے خالی رہیں گی تو بڑا نقصان ہوگا۔ دریا کی نقل و حرکت اور قلتِ ابر رحمت سے میدان والوں کا نقصان عظیم ہوگا۔ جب کبھی میں نے پہاڑی قطعات کا دورہ کیا۔ تو مجھے شکایت کی گئی کہ درختوں کے کاٹنے کی اجازت نہیں ملتی اور ہم جس طرح جائیں لکڑی کاٹیں اس سے باز رکھے جاتے ہیں۔ غریب کیا یونی اور کڑھوالی لوگوں کو آسانی سے یہ نہیں بتایا جاسکتا کہ وہ کیوں نہیں جس درخت کو چاہے کاٹ سکتا ہے۔ وہ کیوں نہیں جہاں چاہے خشک گھاس پر جہاں کچھ کام کے بھی درخت ہیں آگ سلا سکتا۔ اور کیوں نہیں جس سمت اسے مناسب معلوم ہو درختوں کو کاٹ کر مزرعہ بنا سکتا ہے۔

لیکن جو لوگ ان باتوں پر غور کریں گے انھیں خود معلوم ہو جائے گا کہ مذکورہ بالا طریقے سے اگر ہم جنگلات میں لکڑی کاٹیں گے یا مزرعہ بنائیں گے تو اپنے کو جتنا فائدہ پہونچائیں گے اس سے کہیں زیادہ دوسرے کو نقصان پہونچائیں گے۔

سرمایہ سے کچھ اس کام میں مدد کروں۔ میں نے یہ خیال پسند کیا کہ اسکے
 ساتھ ریزے۔ میکڈانلڈ اور رابرٹ صاحب تینوں حکام سابق کا نام بطور
 نشانی کے وابستہ کیا جائے۔ یہ ہسپتال بہت اچھا بنا ہے اور آسپین کا فی
 سامان ہے۔ محکمہ تعمیرات فسر وائلڈ بلڈ اور نارٹھ کوٹ صاحب نے اس کام
 میں بہت محنت کی۔ میں خوش ہوں کہ جب میں اس صوبے سے رخصت
 ہوں تو لاہور تو ترائی کے ضلاع اور یہاں کے باشندوں کے آرام اور فائدہ
 کے لیے ایک مرکزی ہسپتال قائم ہو گیا۔ جہاں ہر طرف کے لوگ آبائی
 پہنچ سکتے ہیں۔ یہ عمارت ہسپتال کی بہت بڑی ضرورت کو پورا کرے گی۔
 ملیر یا اس حصہ ملک میں بری طرح تباہی اور موت کا سبب ہوتا ہے۔ گواتی
 شدت نہیں ہے جتنی پہلے تھی۔ آپ لوگ مجھے اطمینان دلاتے ہیں کہ
 بورڈ کو جس طرح یہاں کے حفظ صحت اور طبی امداد کا خیال ہے اسی طرح
 اس تعلیمی اور دوسری ضرورتوں کا بھی اسکو خیال ہے۔ لیکن کمیون ایسے
 کو ہستانی مقام سے جو کچھ قلیل آمدنی بقابلہ ان مقامات کے جو میدان میں
 ہیں ہوتی ہے۔ وہ تعلیمی اخراجات کے لیے کفایت نہیں کرتی۔ میں اسکو
 مانتا ہوں اور آپ کی ضرورت اہم کے ساتھ ہمدردی کرتا ہوں۔ کمیون کے
 ڈسٹرکٹ بورڈ کی صلاح مالی کی طرف میری توجہ کچھ زمانے سے مبذول
 رہی۔ اور چونکہ اسکا دارم وارجنکلات کی آمدنی پر ہے۔ اس لیے میں بتانا
 چاہتا ہوں کہ گورنمنٹ کا اسکے بارہ میں کیا خیال ہے۔ اس قسمت
 کمشنری میں بڑا حصہ زمین کا جنگلات سے بھرا ہے۔ اسکا کچھ حصہ محکمہ

ترقی پر قدم بڑھانے کی توفیق دے۔

ہزار نر کی تقریر بلڈ امی مین

(۱۵ اپریل ۱۹۷۷ء)

مینی تال ڈوسٹر کٹ بورڈ کے چیرمین اور ممبر صاحب۔
جس جوش مسرت کے ساتھ آپ نے مجھے اپنے یہاں ہسپتال کے افتتاح کرنے کے لیے مدعو کیا۔ اس جوش کے ساتھ مجھے میرے تمام عہدین کسی نے مدعو نہیں کیا۔ میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے میرا ایسے تپاک کے ساتھ خیر مقدم کیا۔ صرف ایک ذی عہدہ کی حیثیت سے نہیں۔ بلکہ اس ضلع کے ایک پُرانے دوست کی حیثیت سے شکریہ ادا کرتا ہوں جب میں ابتداء خدمت سرکاری کے سلسلہ میں یہاں متعین ہوا۔ تو اسی وقت سے یہاں کے رہنے والوں کی طرف سے میرے دل میں جگہ ہوئی اور یہاں کے میدان اور پہاڑ کی قدرتی دلفریبیوں نے میرے عہد شباب میں منواؤ جوش کی صورت پیدا کی۔ اور وہ حالت امتداد زمانہ سے دل سے محو نہیں ہوئی۔ مجھے یاد تھا کہ ضلع کی ترائی کے مشرقی جانب ملیس یا بڑی طرح پھیلتا ہے۔ مجھے خیال تھا کہ لوکل شفا خانے کے علاوہ یہاں ایک ایسا بڑا ہسپتال قائم ہو۔ جو بہت بڑے پیمانے پر کوئین تقسیم کرنے کا انتظام کرے اور ہر دیہات میں اسکی رسائی ہو۔ مگر برقعہ کی غمناک وفات کے بعد ایک ہسپتال انکی یاد میں قائم ہونیا لایا تھا۔ اس وقت میں نے ارادہ کیا کہ اس صوبے کے

تجاویز پر عمل درآمد ہوا ہے انہیں سے بعض آپکے مقبول ہوئیں۔ آپنے جو کچھ فرمایا ہے
اُسکے لیے پورے طور پر آپ کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا ہوں۔ صرف اسقدر کہوں گا
کہ میں اسکو اپنی عزت افزائی سمجھتا ہوں کہ اسقدر صاحب نے میرے عہد حکومت
کی ہر درجہ تعریف کی ایک ہی شخص کے دو فرائض ہونا یعنی اس کونسل کی صدارت
وزیر لوکل گورنمنٹ کا حاکم بالا دست ہونا ممکن ہے کہ کسی وقت میں باعث پریشانی
ثابت ہو۔ مگر میرے زمانہ صدارت میں ایسا نہیں ہوا۔ یہ نتیجہ اس باعث سے
ظہور میں آیا کہ ممبران کونسل نے اپنے فرائض منصبی قابل تعریف طور پر محسوس کیے۔
سرجان ہیوٹ صاحب بہادر کا جانشین

جانشین ان صوبجات کے معاملات کی رفتار کو نہایت تیز روانی کی حالت میں
پائین گئے۔ آپ انسے بخوبی واقف ہیں اور وہ خود ان صوبجات و ریہان کی
رعایا سے واقف ہیں وہ ہر ایک پبلک معاملہ سے بالتفصیل واقف ہیں لیکن
وہ نظم و نسق کی دو خاص شاخوں میں کامل ہیں یعنی فنانس۔ ریونیو۔ اس ملک کی
پبلک سروس میں انسے بہتر مقرر اور رعایا کے جائز مقاصد کا سرگرم ہمدرد دوسرا
نہیں ہے اور نہ دوسرا شخص انسے زیادہ قابل یہ اندازہ کرنے کے لائق ہے
کہ کس طرح سے زراعت پیشہ جماعت کی قسمت سدھر سکتی ہے۔ جس کو وہ
اسی قدر اہم سمجھتے ہیں۔ جسقدر میں سمجھتا ہوں۔ انکے تقرر پر تمام فرقوں نے
ایک زبان ہو کر خوشنودی ظاہر کی ہے۔ اس استحکام امید کے ساتھ کہ انکے زیر ہدایت
یہ صوبجات ترقی کر کے آسودہ حال ہو جائیں گے۔

اب میں بارگاہ خدا میں یہ دعا کرتا ہوں کہ وہ آپ تمام صاحبوں کو راہ

ہموار کرنا زیادہ مشکل کام ہوگا۔ جس قدر زیادہ گہرا زخم ہوگا علاج اس قدر زیادہ
 گہرا نشتر لگائیگا اور زخم کے اندمال میں زیادہ وقت صرف ہوگا۔ پس میں
 سرغنائون سے کہتا ہوں کہ وہ ہندو و مسلمان جماعتوں میں مصاحبت پیدا
 ہونے کے لیے حتی المقدور کوئی دقیقہ و کوشش اٹھانہ رکھیں۔ یہاں سلطنت برطانیہ
 کا وجود اسی لیے ہے کہ کمزور و زبردست کے دستِ نظم سے بچایا جائے۔
 سب کے ساتھ مساوی انصاف ہو۔ تمام ملک میں امن و امان رہے اور
 موجودہ اختلافات اس درجہ بڑھنے نہ پائیں کہ بدامنی کی نوبت آئے۔ ممبران
 جماعت کا کام ہے کہ وہ لحاظ رکھیں کہ اختلافات دور ہو جائیں۔

کونسل کی قدر افسران مختلف محکمہ جات و دیگر افسران صوبجات ہذا کا میں ممنون
 شکر گزار ہوں کہ انھوں نے ۵ سال گزشتہ میں ان صوبجات کے نظم و نسق میں
 بلا تزلزل اپنی وفاداری و حمایت میرے ساتھ ظاہر کی۔ میں ممبران کونسل ہذا کا
 بہترین شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اس مدد کے لیے جو آپ نے اس کونسل میں گورنمنٹ کو
 دی ہے اور جس طریقے سے آپ نے اپنے شان اور قاعدے کے ساتھ اس کونسل
 انجام پانے میں اضافہ کیا ہے۔ آج کے مباحثے میں بہت سے اصحاب نے
 جس مہربانی اور قدر دانی کے ساتھ میرے ان خدمات کا ذکر کیا ہے جو میں
 ان صوبجات کے لیے اپنے زمانہ ففٹنٹ گورنری میں انجام دینے کے قابل
 ہوا ہوں۔ اُس کے لیے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اس کونسل میں میرے
 بہت سے پُرانے دوست ہیں اور یہ دوستی اُس احساسِ مسرت میں اضافہ
 کرتی ہے جو مجھ کو یہ معلوم کر کے حاصل ہوئی ہے کہ گزشتہ ۵ سال میں جن

رعایا کے دلون میں اس موقع پر وہ اُمنگ پائی جاتی تھی جبکی کسی توقع نہ تھی۔ بالذات میرا یہ خیال ہے کہ شاہی ورود کا مفید اثر جسقدر عام حیثیت کا ہوا ہے اسیقدر زیادہ دیر پا بھی ثابت ہوگا۔

سوشل رفارم | میں کسی قدر پس و پیش سے ایک ایسے معاملے کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جس میں گورنمنٹ کو براہ راست دخل نہیں ہے۔ میرا مطلب سوشل رفارم سے ہے۔ اسکا مختصر ذکر کروں گا۔ اس باب خاص میں بہت سے سرگرم کوشش کرنے والے ہیں اور اسے میں دل سے ہمدردی رکھتا ہوں اور انکا خیر سگال ہوں ممکن ہے کہ وہ بعض اوقات سوشل ترقی کی آہستہ روی سے مایوس ہوں۔ مگر یہ ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ اگرچہ انکی رفتار سست لیکن وہ جلد جلد اپنا قدم آگے بڑھا رہے ہیں

ہندو مسلمانوں کو نصیحت | آخری نصیحت میں جو کرنا چاہتا ہوں اور جو شاید پہلی نصیحت ہونی چاہیے تھی وہ بصورتِ اہل ہے جو میں ہندو مسلمانوں کے رہنماؤں سے کرتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ اپنے اختلافات دور کیجیے۔ سال بھر سے زیادہ گزرا کہ مجھے امید ہوئی تھی کہ ان دونوں بڑی جماعتوں میں مصالحت ہو جائے گی مگر ایسی حالتیں پیدا ہوئیں جن سے یہ ناممکن ہوا۔ حالتِ ذریعہ ابتر ہوتی جاتی ہے نتیجہ یہ ہوا کہ اب جبکہ ہندوستان سے نصحت ہوئی والا ہوں۔ یہ دیکھ کر صدمہ ہوتا ہے کہ بمقابلہ اس زمانے کے جب میں یہاں آیا تھا۔ ان صوبجات کے دونوں جماعتوں کے باہمی تعلقات زیادہ سنگین اور خیالات کشیدہ ہوتے جاتے ہیں۔ یہ غارِ جسقدر وسیع ہوتا جائیگا اسی قدر اس کو

انتظام ملتوی کرنا پڑا۔ حالانکہ میری طبیعت اسکو کسی طرح گوارا نہیں کرتی تھی۔ بعد ازاں مین نے یہ انتظام کیا کہ سیاہ اور سفید تصویریں دکھائی جائیں اور اُسکے واسطے مین نے کلکتہ کی میٹن کمپنی سے خط و کتابت کی۔ اس کمپنی نے ان عروجیات کے بڑے بڑے شہروں میں نہایت کم صرفہ میں بائسکوپ کے ذریعے سے تصویریں دکھانا منظور کیا۔ لوکل گورنمنٹ میٹن کمپنی کی اس پبلک سپرٹ کی نہایت ممنون ہے۔ ایک ہفتہ ہو ا میں نے خود یہ تماشا دیکھا اور معلوم کیا کہ ۱۲ سو بچے جو اس موقع پر جمع تھے۔ ان تصاویر کو دیکھ کر مستغرق ہوئے۔ انھوں نے جس قدر جلد حضورِ پاک معظم و ملکہ معظمہ کو پہچان لیا اور انکے بار بار نظر آنے پر جس جوش و خروش کے ساتھ نعرہ ہائے غوشی بلند کیے۔ وہ سنان قابل دید تھا۔ مجھے یقین کامل ہے کہ ان عروجیات کے مختلف مقامات میں جن طلبہ نے یہ تصویریں دیکھی ہیں انکا شمار ۵ ہزار سے زائد ہوگا۔ وہ اس روز کو اپنی زندگی کا ایک مبارک دن سمجھیں گے اور اُسکی یاد انکے دل سے کبھی نہ ٹیگی۔ شاہی درود سے شہروں اور دیہات کے ہر فرقہ سوسائٹی پر جو اثرات پڑے ہیں اُسکے بہت سے ثبوت ہیں اور اس تشریف آوری کو وہ نمایان کامیابی مہم ہے۔ جو حیرت پیدا کرنے والی ہے۔ ان عروجیات میں یہ تماشے نہایت جوش و خروش کے ساتھ دیکھے گئے۔ انکا انتظام غیر سرکاری ذرائع سے ہوا اور پبلک نے اپنی مرضی سے روپیہ جمع کر کے اسکا خرچہ دیا۔ قریب قریب ہر ایک موضع اور چھوٹے سے رسم ساجیوشی منائی تھی۔ جو باشندوں کی زندگی کا ایک قابل یادگار واقعہ تھا

ہوں جو اس طریقے سے نکالی جائے کہ جو سرمایہ جمع کیا جائے۔ اس کے سود کی
 ارزانی کے ذمہ وار ڈسٹرکٹ بورڈ ہوں۔ شہدرا سہارنپور لائن نہایت کامیاب
 ثابت ہوئی ہے اور اس نتیجہ کا باعث زیادہ تر یہ ہے کہ ایجنٹ نے مقامی جروں
 سے ربط و ضبط بڑھایا ہے۔ اس صوبے میں بہت سی اس قسم کی لائنیں نکلی
 سکتی ہیں اور ہر طرح سے یہ امید ہوتی ہے کہ مالی لحاظ سے انکو کامیابی ہوگی۔
 مدراس میں اس مفہوم کا ایک ایکٹ نافذ ہے کہ سود کی ذمہ داری کے لیے
 ڈسٹرکٹ بورڈ اپنے ابواب میں اضافہ کرتے ہیں۔ پس اس طرح کا ایک قانون
 یہاں بھی نافذ کر کے نیز وہی مالی انتظام عمل میں آسکتا ہے۔ میرا خیال یہ ہے
 کہ دراصل کوئی ٹکس بڑھانے کی ضرورت نہ ہوگی۔ لیکن یہ واقعہ کہ ڈسٹرکٹ
 بورڈ کو اس کا اختیار ہے اور بروقت ضرورت وہ یہ کر سکتے ہیں کہ سرٹیفکٹ
 میں اس قسم کی ریلوے لائن کے لیے اپنا سرمایہ لگانے کی جواز دلائے
 دربار اور قضا ویر دربار | سال گزشتہ کا ایک ہم واقعہ جس کے سامنے تمام دیگر واقعات
 پہنچ نظر آتے ہیں۔ مملکت ہند میں اعلیٰ حضرت ملک معظم و ملکہ کی تشریف
 آور ہی ہے۔ صاحبو! منجملہ آپ کے بہت سے اصحاب دہلی گئے ہوں گے
 اور دربار میں شریک ہوئے ہوں گے۔ لیکن دہلی میں جو لوگ جاسکے۔ وہ
 کل آبادی کا نہایت قلیل جزو ہیں۔ ایک مرتبہ مجھے یہ امید تھی کہ میں یہ انتظام
 کر سکوں گا کہ خاص خاص شہروں میں گورنمنٹ کے صرفہ سے کتا ماکر کمپنی
 کی رنگین تصویریں اسکول کے ہندو طلباء و دیگر اشخاص کو برائے نام مکلف
 پر دکھائی جائیں۔ لیکن اس انتظام میں دقت ہوئی۔ اور اس وقت مجھے یہ

ان طلباء کو کافی مدد ملے۔ جو اصلی تحقیقات میں مشغول ہیں۔ سائنٹیفک مشورہ
 دینے والے بورڈ نے حال میں اس جانب توجہ مبذول کی ہے کہ کتب خانے کھولے
 جائیں جنہیں سائنٹیفک سائے بہم کیے جائیں۔ اس معاملے میں مجھے دل سے
 یہ فکر ہے اور لکھنؤ والہ آباد میں پبلک کتب خانہ کی کمیٹیوں کو رتین دی گئی ہیں کہ وہ
 اس سے ان رسالوں کا سلسلہ پورا کر لیں جنہیں سائنٹیفک تحقیقات کے تازہ
 نتائج درج ہوتے ہیں۔ ان رسالوں کی خریداری کے لیے سالانہ رقوم منظور ہوئے
 ہیں۔ کانپور میں جہان زراعتی کالج کھولا گیا ہے اور صنعتی درس گاہ جلد کھلنے والی
 ہے۔ ایک کتب خانہ کھولنے کا انتظام ہو رہا ہے جس کے واسطے معقول سالانہ عطیہ
 منظور ہوا ہے۔ اس کتب خانے کا انتظام ایک کمیٹی کے سپرد ہوگا۔ جس میں محکمہ جات
 زراعت اور صنعت و حرفت کی تعلیم کے نمائندے شریک ہوں گے۔ اور ایک
 ممبر پراپرٹیا کے ایوان تجارت سے نامزد ہو کر شریک کیا جائیگا۔ یہ کتب خانہ
 عوام کے واسطے کھلا رہیگا اور پبلک یہاں سے معمولی شرائط کے ساتھ ٹرنے
 کے لیے کتب لے سکیں گی۔ اسی سال جو بچت ہوئی ہے اسی میں سے آلہ آباد کے
 قانونی کالج کے کتب خانے کی درستگی کے واسطے بھی روپیہ دیا گیا ہے۔

ذرائع آمد و رفت | دوسرا معاملہ جس کو اس صوبے کی خاص ترقی سے تعلق ہے
 ذرائع آمد و رفت کی درستگی اور خصوصاً توسیع لائن ریلوے ہے۔ بحریرہ سبق
 دیتا ہے کہ مقامی چھوٹے آدمیوں کو بڑی وسیع ریلوے لائن پر سفر کرنے
 کی جرات نہیں ہوتی ہے جو انکو چھوٹی لائنوں پر ہوتی ہے جو ان کے گھروں
 تک جاتی ہیں۔ کئی سال سے نئی لائن ریلوے کے واسطے زور دے رہا

زراعت پیشہ جماعت میں ابتدائی تعلیم کو وسعت دے۔ بلاشبک روپیہ کی وقت پیش آئیگی۔ گورنمنٹ ہند نے وقتاً فوقتاً ہماری مدد فرمائی ہے اور اس باب میں ہم پر جو بار احسان تھا اس میں مزید اضافہ ہوا ہے۔ لیکن جب تک موجودہ مالی تصفیہ قائم رہیگا۔ میری رائے میں لوکل گورنمنٹ اپنا یہ فرض پورے طور پر انجام نہ دے سکیگی یعنی زراعت پیشہ جماعت کی تعلیم کا انتظام نہ کر سکے گی۔

صنعتی و حرفتی تعلیم | اسکے بعد جو اہم مسئلہ پیش آتا ہے صنعتی و حرفتی تعلیم کی جو افزائی کا ہے۔ میں بسا اوقات اس مسئلہ پر اس قدر بیان کر چکا ہوں کہ اب میں اس موقع پر صرف اس بات سے آگاہ کرنے پر اکتفا کروں گا کہ اس ملک کے طریقہ صنعتی و حرفتی تعلیم میں ایک نقص پیدا ہونے کا اندیشہ پایا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ بجائے عملی تعلیم کے قیاسی تعلیم زیادہ ہوتی ہے۔ میرا مستحکم بیان اس باب میں یہ ہے کہ جب تک اہل ہند عملی تربیت صنعتی تعلیم کی واجبی قدر نہ کریں گے اس وقت تک ہندوستان صنعتی ترقی کی راہ میں تیزی کے ساتھ قدم نہیں بڑھا سکتا ہے۔ وہ لوگ البتہ بہتر صنعتی کام انجام دیتے ہیں۔ جو پہلے اپنے ہاتھ سے کام کرتے ہیں اور بعد ازاں اسکی تھیوری سیکھتے ہیں۔ اس ملک میں بہت سے ایسے آدمی نظر آتے ہیں جو یہ امید رکھتے ہیں کہ وہ صرف تھیوریٹیکل سائنس پڑھ کر سہجہ ترقی کر سکتے ہیں کہ کارخانے کے قابل ہو سکتے ہیں۔

ایک عام شکایت یہ ہے کہ کوئی ایسا کتب خانہ موجود نہیں ہے جس سے

کہ گورنمنٹ ہر شخص کو طاعون کے ذریعے سے مارنا چاہتی ہے۔ خاص قسم کی پیداوار کی کاشت کے متعلق بھی توہمات بڑھے ہوئے ہیں۔ منجملہ انکے میں ایک کا ذکر کروں گا جو چند روز ہوئے میرے علم میں آیا ہے۔ اودھ کے ایک رقبہ کشیزمین یہ خیال عام ہو رہا تھا کہ بھوت نے شکر پر ایسا جادو کر دیا کہ نیشکر کے رس سے دانہ دار شکر پیدا نہیں ہوتی ہے۔ اس سحر کے توڑنے کے لیے گرد و نواح کے کاشتکاروں نے اوجھا کو بلایا۔ یہ واقعہ منجملہ ان واقعات کے ہے جسے ثابت ہوتا ہے کہ معمولی کاشتکار واقعات کو صحیح نکتہ نظر سے دیکھتا ہے۔

لیکن ان واقعات سے وہ جو نتیجہ اخذ کرتا ہے۔ باتشناے معدودے چند حالتوں کے سراسر غلط ہوا کرتا ہے۔ اس واقعہ میں مطلق کلام نہیں ہو سکتا ہے کہ بوجہ چند در چند نیشکر کا رس دانہ دار شکر نہیں بناتا ہے لیکن اس نقص کے دفعہ کی جو تدبیر کی گئی وہ ہرگز ایک ایسا شخص اختیار نہ کرنا جو کچھ بھی تعلیم سے مستفید ہوا ہوتا۔ ہر ایک نکتہ نظر سے بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ذراعت پیشہ آبادی کو اس معیار تعلیم سے دوچار کرنے کے لیے کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھا جائے۔ کہ جس سے وہ اُن ضعیف اور کمزور عقائد اور قصبات سے معاملات ذراعت میں دور ہیں جو بسا اوقات ذراعتی کاروبار میں روڑے اٹکاتے ہیں اور وہ محسوس کرنا شروع کرے کہ بہت سی ذراعتی ترقیان جن سے وہ دور بھاگتے ہیں۔ انکے حق میں کس درجہ مفید ثابت ہوں گی۔ میری نظر میں گورنمنٹ کا ایک مقدم فرض یہ ہے کہ وہ

حاصل نہیں ہوئے ہیں۔ لیکن میں چند بیش قیمت اعداد کے لیے اپنے آئینہ
دوست مٹربن صاحب کا ممنون ہوں۔ جو ۱۹۰۱ء کے نقشہ جات مردم
شمارہی سے اخذ کیے گئے ہیں۔ منجملہ ۴ کروڑ باشندگان صوبہ ہذا ایک کروڑ و بیس
ہندو تھے۔ اور انہیں ۲۰ فیصد مرد لکھ پڑھ سکتے تھے۔ ۲ کروڑ پاک شودر ذاتوں
کے کاشتکار و کاریگر تھے۔ انہیں صرف ۲ فیصد لکھ پڑھ سکتے تھے۔ بعد ازاں
ایک کروڑ ناپاک ذات والے مثلاً چار۔ ہتر۔ وغیرہ درج کیے گئے تھے۔ اور
فرقے میں ۲ فیصد سے کم لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ یہ اعداد اس قدر دکھانے
کے لیے کافی ہیں کہ قبل اسکے کہ ان باتوں کی قدر کرنے کے قابل ہو۔ جو ترقی
زراعت کے لیے صریحاً ضروری ہیں۔ رعایا کی اس قدر شمار عظیم کی جہالت مٹائی
ہوگی۔ جاہل آدمیوں کے دلوں کی خاص حالتیں واقع ہوئی ہیں۔ جو ترقی
کے باب میں بہت زیادہ باعث نقصان ہیں۔ اول خیال تو یہ ہے کہ جو
کام بزرگوں کے وقت میں نہیں ہوا ہے۔ کوئی وجہ نہیں ہے کہ اب وہ کام
کیا جائے۔ دوسرا خیال یہ ہے کہ بہت جلد اس بات کا یقین کر لیا جاتا ہے
کہ اور اشخاص یا گورنمنٹ جو جدید کارروائی شروع کرتے ہیں۔ اس سے اسکا
مقصد درپردہ کچھ اور ہے۔ جب قدر زیادہ یہ پھر خیال ہے اس قدر اس کی
شہرت وقتاً فوقتاً ہوتی رہتی ہے۔ آپ سب جانتے ہیں کہ ایک بڑی مدت
دس سال سے گورنمنٹ حتی المقدور رعایا کو طاعون سے بچانے کی فکر میں
کر رہی ہے۔ با اینہم چند روز کا ذکر ہے کہ ایک ضلع میں جو لکھنؤ سے شاید
سومیل کے فاصلے پر واقع ہوگا۔ ادنی فرقوں میں یہ افواہ مشہر ہوئی تھی کہ

گردنواح کی کاشتکاری کی حالت دیکھے اور یہ معلوم کرے کہ اچھی آراضی میں جو آج کل بہت ہی قلیل پیداوار ہوتی ہے۔ قدرے قلیل کھا دیکھا اشد کھا سکتی ہے بجائے ناقص زراعتی اوزاروں سے کام لیے جانے میں بھی کچھ ترقی نہیں ہوئی اور یہ حالت مایوسی پیدا کرنے والی ہے اگرچہ شکر کارس نکالنے کے لیے لکڑی اور پتھر کی کل کی جگہ عمدہ لوہے کی کل کام میں لائی جاتی ہے لیکن جدید خیالات کے مطابق جو کل اس کام کے لیے نہایت کارآمد ہو سکتی ہے اس سے کام نہیں لیا جاسکتا ہے۔ اس وقت تک محکمہ زراعت نے جدید کلون کی صرف ایک قلیل تعداد فروخت کی ہے۔ جو دھپسی ظاہر کی گئی تھی اس باب میں حوصلہ بڑھانے والی علامت ہے۔ بہت سے جدید خیالات ظاہر کیے گئے ہیں۔ اور بہت سی عام باتیں قطعی صورت میں دکھائی گئی ہیں اور محکمہ مسٹر مورلیٹ صاحب ایسے مستند اہل الرائے نے کہا کہ ترقی کے لیے اعلیٰ اور متوسطہ احوال فرقوں کا میلان طبع تبدیل ہو گیا ہے یہ نتیجہ نہایت اہم ہے کیونکہ کاشتکار پر مقابلہ سرکاری محکمہ کے اپنے زمیندار کا معقول اثر براہ راست ظہر سکتا ہے اور غالباً زراعتی کورٹ کے دیکھنے سے کاشتکاروں کے شمار عظیم کے خیالات وسیع ہوئے ہوں گے۔

کاشتکاروں کی تعلیم | بلا زراعتی تعلیم کی ترقی کے زراعت میں کسی قسم کی خاص ترقی ہونے کی توقع نہیں ہو سکتی ہے۔ میں ذکر کر چکا ہوں کہ یہ صوبجات ابتدائی ورنیکولر تعلیم کے باب میں کس قدر پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ گزشتہ سال جو مردم شماری ہوئی تھی اسکی بنا پر ہکو ہنزور تعلیمی حالت کے متعلقہ اعداد

مطلق فکر کندہ کی نہیں ہے۔ اسکا صرف یہ ایک علاج نظر آتا ہے کہ شہر میں بجائے دیگر اشیاء سوختنی کے کوئلہ سے کام لیا جائے اور اس امید پر کم کوئلہ کے استعمال کو ہر شخص پسند کرے۔ تماشیش الہ آباد نے ایسے چولھون کو انعام دیے ہیں جنہیں کوئلہ معمولی کھانا پکانے کے لیے کام دے سکتا ہے۔ ان صوبجات کے شہروں میں خانگی کاموں میں کوئلے سے بہت کم کام لیا جاتا ہے جیلخانوں میں اس سے پورے طور پر کام لیا جاتا ہے اور وہاں یہ تجربہ ہوا ہے کہ اس سے بڑھکر اذراں اور کارآمد کوئی دوسرا ایندھن نہیں ہو سکتا۔

ہم نے ہنوز اس حد تک ترقی نہیں کی ہے کہ مصنوعی کھاد سے عام طور پر کام لینا شروع ہو جائے۔ اگرچہ فرخ آباد میں ریڈی کی کھلی آج کل نہایت کامیابی کے ساتھ کھاد کے کام میں لائی جاتی ہے۔ سر دست مجھے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ کاشتکار اس بات کو محسوس کریں کہ دیہات میں جب قدر کھاد قدرتی طور پر پیدا ہو وہ کھیتوں میں واپس جائے اور گوبر سے لکڑی یا کوئلہ کا کام لینا گویا اس مہنس کو مارنا ہے جو سونے کا انڈا دیتا ہو۔

ترقی زراعت بہت سی قوموں کو ایک مدت کے بعد یہ سبق حاصل ہوا ہے کہ وسائل آراضی کو ایک غیر محدود مدت تک صرف کرنا اور اسکے عوض میں کوئی شے ارضی میں داخل نہ کرنا کہ اسکی تلافی ہو رہی ہے ایک نہ ایک وزیر تباہی کا سامان پیدا کر گیا۔ اور یہ کوئی حیرت کی بات نہیں ہے کہ ہندوستانی کاشتکار اس سبق کو آہستگی کے ساتھ سیکھ رہا ہے۔ لیکن کوئی اور تدبیر اس سبق کو سوا اس تدبیر کے اسکے ذہن نشین نہیں کر سکتی ہے۔ کہ وہ بڑے بڑے شہروں کے

اس کام پر معین فرمایا ہے کہ آپ اس امر کی تحقیقات فرمائیں کہ ان مختلف مقامات کی مختلف ضرورتوں کے لیے جہان نیشکر کی کاشت ہوتی ہے۔ کس قسم کی مکین اور دیگر لوازمات درکار ہیں۔ صاحب موصوف آج کل اس تحقیقات میں مصروف ہیں۔ ہیکو یہ ضروری یاد رکھنا چاہیے کہ اگر نیشکر کے کاشتکاروں کے واسطے نفع دینے والی پیداوار بنانا مقصود ہے تو شکر بنانے کے لیے بہت سے کارخانے ہونا چاہیے۔ امسال گورکھپور میں اچھی فصل ہوئی ہے اور گڑ کی قیمت اس درجہ گری ہوئی ہے کہ نیشکر کے رس کو نکال کر اُبالنے میں کوئی نفع نظر نہیں آتا ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ مسٹر موم صاحب دوران تحقیقات میں اس قسم کے کارخانوں کی تدبیر نکالیں گے۔ کہ جو ان صورجیات میں بہت سے قلیل سرمایہ دار حلا سکیں کیونکہ اس قسم کے سرمایہ داروں کو اس کاروبار سے دلچسپی ضرور ہے۔ لیکن وہ بڑے کارخانوں کے باعث سے اس کام میں ہاتھ ڈالنے کی جرات نہیں کرتے ہیں۔

پیداوار کی ترقی سے زیادہ اہم مسئلہ آراضی کو زرخیز بنانے کا معاملہ ہے۔ اصلی مسئلہ حل طلب یہ ہے کہ کیونکر آراضی میں کھاد قائم ہے۔ پہاڑوں کے دامن کے قطعات آراضی میں جہان جنگل کی افراط ہے۔ کھاد ڈالنے کا طریقہ ترقی پر ہے اور بڑے بڑے شہروں کے گرد و احاطہ میں جہان مصنوعی کھاد پھیرے باغات لگانے میں نہایت نفع ہوتا ہے۔ عام طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ لکڑی اور کوئلہ گران ہونے سے شہروں میں کٹڈون کی مانگ بڑھتی جاتی ہے۔ اور کاشتکار عارضی منافع پر گوبر فروخت کر ڈالتے ہیں اور انکو

دینا نہایت ضروری نظر آتا ہے۔ یہ ایسی پیداوار ہیں کہ جنگی کاشت میں یہ صوبہ بجا
 سردست سب سے پیچھے ہیں۔ اور زمیندار لوگ اگر اسکی توسیع میں مدد و کمر حوصلہ برہنہ
 تو نہایت مفید ثابت ہوگا۔ میرا خیال یہ ہے کہ گورنمنٹ نے اس حصہ ہند میں
 کپاس کے پودھوں کی ترقی کی فکر ہمیشہ نہیں ہے۔ ویسی کپاس کے پودہ
 چھوٹا ہوتا ہے اس میں موٹی روئی پیدا ہوتی ہے اور بانا راون میں اسکی مانگ
 محدود درجے کی واقع ہوئی ہے۔ ہم سب کے پہلے ویسی کپاس کی ترقی کی
 فکر کرنی چاہیے۔ لیکن میں ان لوگوں سے اتفاق نہیں کر سکتا ہوں۔ جو یہ را
 ظاہر کرتے ہیں کہ ہماری تمام کوششیں اس خاص مقصد تک محدود رہنی
 چاہیے۔ اور ہموٹریے و ٹنٹھل کی کپاس کی کاشت نہ کرنی چاہیے۔ آخر پہل مسٹر
 بیل صاحب نے جو یہ بیان فرمایا ہے۔ اُسکے مطابق محکمہ زراعت کی تمام
 کوششیں اولاً ویسی کپاس کی ترقی کی جانب جمع ہے۔ لیکن اس بات کی آزمائش
 کے لیے بھی وہ مستعد ہے کہ آیا بڑے و ٹنٹھل والی کپاس کے پودے دیگر مالک
 سے لاکر بیان نشوونما پا سکتے ہیں۔ یا نہیں۔

نیشکر کی کاشت سے بڑھکر کسی دوسری پیداوار میں فائدہ نہیں ہے۔
 سردست پیداوار فی ایکڑ کم ہوتی ہے اور سب اوقات ادنیٰ قسم کی نیشکر پیدا ہوتی
 ہے۔ اس بات میں کوئل گورنمنٹ کا رزلویشن مورخہ ۱۲ فروری ۱۹۱۷ء اپنی را
 کا اظہار کرتا ہے۔ شکر سازی کے دو پہلو واقع ہوئے ہیں۔ ایک لازمی پہلو۔
 دوسرا صنعتی پہلو کے متعلق بھی بہت سی باتیں ایسی ہیں جنکی چھان بین بہت
 جلد ہونی چاہیے۔ کونسل کو معلوم ہے کہ گورنمنٹ ہند نے مسٹر موم صاحب کی

اس ملک کے خدمات کا صرف کیا ہے۔ چند عام تجاویز ان معاملات کے متعلق پیش کرنے کی جرات کرے گا جو آج کل ان لوگوں کی توجہ کو جنکو اس ملک کی بہبود سے دلچسپی ہے اپنی جانب رجوع کرتے ہیں۔ سب کے پہلے مین ترقی زراعت کے مسئلے پر بحث کروں گا۔ یہ ایک عجیب بات معلوم ہوگی کہ وہ شخص جسے متواتر ملک کے سبھی وسائل کی ترقی کی ضرورتوں پر زور دیا ہو وہ زراعتی ترقی کے معاملے کو مقدم سمجھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ زراعت اس ملک کی خاص دستکاری ہے اور ہوتی چاہیے۔ مین ان لوگوں سے اتفاق نہیں کر سکتا ہوں۔ جن کا خیال یہ ہے کہ قرینہ غالب یہ پایا جاتا ہے کہ بہت جلد یا آئندہ کسی وقت مین دیہی مرکزوں سے صنعتی مرکزوں کی جانب رعایا دوڑے گی۔ چھ سال کا عرصہ گزرتا ہے کہ گورنر جنرل صاحب بہادر کی کونسل مین تقریر کرتے ہوئے مین نے اس وقت کا ذکر کرتے ہوئے مین نے اس وقت کا ذکر کیا تھا کہ مزدور دن کو ترغیب دینے کی مشکل ثابت ہوتی ہے۔ کہ وہ دیہات چھو کر شہر مین کی جانب رجوع ہوں۔ میری نظر مین یہ وقت ہنوز موجود ہے اور کبھی ختم نہ ہوگی ہندوستان کو ہمیشہ خاص طور پر زراعتی ملک رہنا چاہیے تاکہ وہ خام اشیاء کثرت کے ساتھ پیدا کرے حالانکہ ہر ایک شخص کو جو اس ملک کی ترقی سے دلچسپی رکھتا ہو یہ توقع رکھنی چاہیے۔ کہ اسکے حدود کے اندر صنعتی مرکزوں کا شمار روز بروز بڑھتا جائے گا۔ مین ابھی ذکر کر چکا ہوں کہ یہ تغیر نمودار ہوا ہے کہ بجائے معمولی پیداوار کے بیش قیمت پیداوار قائم ہوتی جاتی ہے۔ آئریل مسٹر بلی صاحب نے یہ فرمایا ہے کہ شیکر و کپاس کی کاشت کو ترقی اور توسیع

بڑھ گیا ہے اور سڑکوں پر دو چن چرچہ زیادہ ہو گیا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ زندگی
 کی راحت کا خیال کر کے بمقابلہ سابق باشندگان مینو نیپلٹی زیادہ آرام و راحت
 سے رہتے ہیں۔ اس سے کس قدر کم حالت ان قصبہ جات کی ہے جو نوٹیفائیڈ
 رقبات کے نام سے نامزد ہیں۔ یا جن پر زیر قانون ۱۹۵۶ء عملدرآمد ہوتا
 ہے۔ گورنمنٹ پولیس کے تمام مصارف اپنے ذمے لیتی ہے اور کل آمدنی
 مقامی ٹیکس مقامی ضروریات میں صرف کرتی ہے۔ دیہات کے رقبہ جات
 میں ترقی آہستہ آہستہ ہو رہی ہے۔ مگر میرا مشاہدہ مجنبسہ کہتا ہے کہ وہاں بھی
 حالت زندگی میں تغیر واقع ہوا ہے اور باشندوں کی حالت عموماً سابق سے
 بہتر ہو گئی ہے۔ شرح مزدوری میں بھی اضافہ ہو گیا ہے اور کاشتکار کی مالی
 حالت کی بہتری کا ثبوت قحط ۱۹۰۸ء میں ملا تھا۔ میں نے یورپ اور
 برطانیہ عظمیٰ میں دیکھا ہے۔ جہاں کے باشندے اس خیال سے کہ بنی حد
 درجے کی ہوتی ہے اس سے زیادہ زمانے تک یہاں سے کاشتکاروں سے
 کہیں زیادہ خراب حالت میں رہتے ہیں۔ بلکہ اس یا دوسرے حصہ ہندستان
 کے گائون میں معمولی مزدور کاشتکار سے اچھا رہتا ہے
 ترقی زراعت | ان ریما کس کے ضمن میں کوئی کوشش اس قسم کی نہیں ہوئی
 ہو۔ کہ مابین ماضی و حال کسی قسم کا مقابلہ کیا جاتا۔ لیکن جو واقعات میں نے
 بیان کیے ہیں ان سے پورا ثبوت اس امر کا ملتا ہے کہ ہمارے چاروں طرف
 زندگی کی تمام حالتوں میں خاموشی کے ساتھ انقلاب پیدا ہو رہا ہے اور ترقی
 کا سلسلہ قائم ہو گیا ہے۔ شاید وہ شخص جس نے اپنی زندگی کا بہترین حصہ

جگہ اب سہ شفا خانے ہیں اور ۴ یا ۵ گونہ مریض۔

مینیوئل گورنمنٹ | مینیوئل گورنمنٹ میں بہت بڑی ترقی ہوئی ہے۔ حدود

مینیوئل میں ۳۰ لاکھ آبادی رہتی ہے۔ چار ممبروں میں تین منتخب شدہ ہیں۔

۲۰ غیر سرکاری چیرمین مینیوئل بورڈ ہیں۔ ۸ بڑے شہروں کو ہر دو شہروں سے

۳ کونسل میں ممبرین کے بھیجنے کا اختیار ہے۔ باقی مینیوئل بورڈوں کو اپنی

قسمت کے رقبے سے ایک قائم مقام بھیجنے کا اختیار ہے۔ آمدنی مینیوئل

سہ چند ہو گئی ہے۔ حکومت مینیوئل کی سہرات میں یہ وجہ ہے کہ نصف سے

زیادہ آمدنی مینیوئل کی جنگی سے وصول ہوتی ہے جو کس ہر ایک سے

تجارت کو روکتا ہے اور مینیوئل اغراض کے لیے ان لوگوں پر بار ڈالتا ہے

جو حدود مینیوئل کے باہر رہتے ہیں۔ غریب باشندگان مینیوئل پر زیادہ بار

پڑتا ہے۔ اور ہر قسم کی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ باشندگان حدود مینیوئل

کے آرام و آسائش کے لیے زیادہ سرمایہ صرف کیا جاتا ہے۔ مینیوئل

اپنی آمدنی کے پانچویں حصہ سے زیادہ پولیس کی پرداخت میں صرف کیا

کرتی ہیں۔ اب وہ اس بار سے سبکدوش ہو گئی ہیں۔ آبرسانی پر ایک ہزار نوٹ

سالانہ سے زیادہ صرف ہوتا تھا۔ اب اس درمیان میں ایک کروڑ ۲۸ لاکھ

روپیہ آبرسانی کے کاموں پر صرف ہوتا ہے۔ اور سالانہ صرفہ پرداخت ۵

لاکھ ہوتا ہے۔ نکاسی پانی پر ایک لاکھ روپیہ سالانہ خرچ ہوتا تھا۔ اب ۴ لاکھ

ہوتا ہے۔ ۷۷ لاکھ روپیہ تعمیرات میں صرف ہو چکا ہے۔ صفائی کی مدین ۳۱

گونہ صرفہ ہے۔ روشنی کے بارہ میں بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ لیکن ۸ گونہ خرچ

بیشی ہوئی ہے اور مالگزار میں صرف ۱۱ فیصد سولے بند ملکیت و اضلاع
قسمت بنارس جہاں بندوبست آتماری جاری ہے ۱۰۰ سے ۵۰ فیصد تک
اضافہ ہوا ہے۔

تعلیم | بے امنی بہت کم ہو گئی ہے۔ ہر شخص بلا اس خوف و خطر کے
کہ اُسکے ساتھ ظلم یا نا انصافی ہوگی۔ اپنی زندگی گزار سکتا ہے۔ کم ترقی یافتہ
ممبران جماعت انسان کی زندگی لینا اس سے زیادہ گناہ کا فعل نہیں سمجھتے
تھے۔ جیسا کہ ایک عالی منس اس صوبے کو اکثر یہ طعنہ دیا جاتا ہے کہ تعلیم کے
بارے میں وہ اور صوبجات سے بہت پیچھے ہے۔ اس الزام کی تردید نہیں
ہو سکتی ہے۔ لیکن پچھلی نسل میں اُسنے ترقی یقینی کی ہے۔ سررشتہ تعلیم کے
مدرسوں میں ۵۰ فیصدی بیشی ہوئی ہے اور طلبا میں ۴۰ فیصدی کی۔ کل صرفہ
تخمیناً اس وقت ۶ لاکھ ۲۰ ہزار پونڈ بمقابلہ ایک لاکھ ۵۰ ہزار پونڈ کے ہے جس میں
کہ گورنمنٹ اور لوکل فنڈ کا حصہ بمقابلہ ایک لاکھ ۳۰ ہزار پونڈ کے ۴ لاکھ پونڈ
ہے۔ مختلف قسم کے کالجوں میں ۸ گونہ بیشی ہوئی ہے اور طلبا میں سولہ گونہ۔
سکندری سکولوں میں ۸۴ فیصدی بیشی ہوئی ہے یہ بیشی ابتدائی درجہ تعلیم
میں یعنی زرعی پیشہ میں بمقابلہ اور لوگوں کے کم ہے اور یہ بلا شک ہمارے طریق
تعلیم پر داغ لگتا ہے۔ پڑھائی کے بڑھنے کے ساتھ ہی ساتھ چھاپے خانوں
اور شائع کرنے والوں میں بھی بیشی ہوئی ہے۔ اب ایک کتاب کی جگہ پر
۳ کتابیں چھپتی ہیں اور اخبارات کی اشاعت دو چند ہو گئی ہے۔
طبی امداد | طبی امداد زیادہ عام اور ہر معرکہ ہو گئی ہے۔ ایک شفا خانہ کی

مال مالک غیرہ اگر ورسم لاکھ کا ہوتا تھا۔ اب ۲ کروڑ تک نوبت پہنچتی ہے۔
ریلوے لائن مسافت میں ۳۲۰ میل تھی۔ پارچ گزشتہ میں انکی تعداد ۳۲
ہزار میل تک پہنچتی ہے۔ سال گزشتہ میں ۳ کروڑ مسافر روانہ ہوئے اور
۲ لاکھ ۵ ہزار ٹن مال ایک جگہ سے دوسری جگہ بھیجا گیا۔ ڈاکخانجات میں چھا
چند اضافہ ہوا۔ اور لیٹر بکسوں میں ۹ گونہ اضافہ ہوا۔ اب بجائے ایک چیز کے
۱۰ چیزیں روانہ ہوتی ہیں۔ سال گزشتہ میں ۳ کروڑ لاکھ پونڈ بریج منی آرڈر
کے روانہ ہوئے۔ سیدنگ بنکوں میں ۵ لاکھ آدمیوں کا ایک کروڑ ۱۲ لاکھ
پونڈ جمع ہے۔ تار میں ۱۵ فیصدی اضافہ ہوا۔ اور تار گھروں میں بھی ۲ گونہ
اور ایک تار کے بجائے دس تار روانہ ہوئے ہیں۔

آراغی | اس صوبے میں ہر ایک میل ریلوے کی جگہ پر اس وقت ۲۰ میل
ریلوے موجود ہے۔ ہر ایک میل پختہ سڑک کے لیے ۳ میل پختہ سڑک ہے۔
بندر لکھنؤ کو چھوڑ کر جس پر مصیبت نازل ہوئی ہے اور جسکی فلاح کے لیے
خاص تدابیر شخص مالگزاری اور انتظام آبپاشی کے لیے کیے گئے ہیں صوبے
کی زراعتی حالت میں ترقی ہوئی ہے۔ زیر کاشت علاقے میں ۲۰ لاکھ ایکڑ یعنی
تقریباً ۱۲ فیصد کا اضافہ ہوا ہے۔ نہرین ۵۵ فیصد زیادہ رقبے کو پانی پہنچاتی
ہیں۔ آبپاشی چابات کے اعداد قابل اعتبار نہیں ہیں۔ مگر یہ ظاہر ہے کہ زمین
بھی بڑھتی ہوئی ہے۔ اجناس کے بونے میں بہت ترقی ہوئی ہے۔ تلہن کی
کاشت موقوف ہو گئی ہے۔ مگر رقبہ زیر کاشت گیہوں میں پار سال تک
۳۵ فیصد۔ اور اس سال ۲۰ فیصد بڑھتی ہوئی ہے۔ لگان میں ۳۰ فیصد کی

کرتی ہے۔ جب مین ۱۲ ممبران کو نسل شامل ہیں جنہیں سے نصف غیر سرکاری ممبر منتخب کرتے ہیں اور قواعد چاہتے ہیں کہ یہ فنانس کمیٹی ۵ جنوری کے قبل قائم ہو اور اس کمیٹی کے روبرو نقشہات حسابات ۱۸ جنوری کے قبل پیش ہو جائیں۔ اس غرض سے کہ ممبران فنانس کمیٹی کو حسابات کی تیاری میں اثر پذیر حصہ ملے۔ مین نے کچھ عرصہ ہوا انتظام کیا کہ کمیٹی ۵ جنوری سے قبل بیٹھ جائے۔ اور یہ کہ مختلف صیغوں کے مجبوں کی تیاری میں مشارکت کرے۔ یہ انتظام بہت اچھی طرح سے چلا۔ اور مین یقین کرتا ہوں جیسا کل باؤنگنگا پرشاد صاحب ورومانے بیان کیا۔ غیر سرکاری ممبران کو نسل نے اس طریقے کو بہت پسند کیا۔ مین بلا شک ممبران کے اس بیان کی تائید کرتا ہوں کہ لوکل گورنمنٹ کو بیشک بہت کچھ مدد اور بہت سے پیش بہا مشورات غیر سرکاری ممبران کمیٹی سے حاصل ہوئے۔

مین یقین کرتا ہوں کہ آنریبل ممبران کو نسل یہ قبول کرینگے کہ گورنمنٹ نے خاطر خواہ رجحان اس امر پر ظاہر کیا کہ تیاری مجب میں ممبران کو نسل کو شریک کرے جسکی تیاری کے لیے گورنمنٹ پوری ذمہ دار ہے۔

تجارت و حرفت | جب مین اول مرتبہ اس ملک میں آیا تو مشکل سے اسکو کوئی مرتبہ قوموں میں حاصل تھا۔ جہازات درمیان ہندوستان و انگلستان اُسکی تو آبادیوں کے آج سے بہت کم اور سست رفتاری سے چلتے تھے۔ اگر ایک چیز ڈاکخانے سے اُسوقت جاتی تھی تو اب اُسکی جگہ ۳۴ چیزیں آتی جاتی ہیں۔ ایک تار کی جگہ ۳ تار مالک غیر کو لے جاتے ہیں۔ اوسط قیمت تجارتی

خیال کرتے اور ان ضروریات کا جو ملکی حرفتوں میں مدد کے لیے ضروری ہیں اور اُسکے بعد تخفیف مصارف کا تذکرہ کریں۔

ایک تہائی صدی کی ترقی | اس صوبے کے ساتھ میں تعلق جلد ختم ہونے والا ہے۔ اور اگر مین کونسل کی توجہ ان نمایاں تبدیلیوں کی جانب مبذول کروں جو مادی حالت صوبے میں درمیان ۳۰ سال کے پیدا ہوئی ہیں جب مین اول مرتبہ یہاں آیا تھا تو بے موقع نہ ہوگا۔ اس وقت ملک اس تیزی کی ترقی کر رہا ہے کہ اگر کوئی شخص ۵ سال کی غیر حاضری کے بعد بھی یہاں آتا ہے تو وہ یہ خطرہ محسوس کرتا ہے کہ وہ خواب گران سے جاگا ہے۔

اصلاح شدہ کونسلین | سب سے بڑھ کر اہم تبدیلی جسکی نظیر آج ہمارے یہاں موجود ہے کہ سال آئندہ کے بجٹ پر مباحثہ کرنے کے لیے جمع ہو جائیں۔ لیجسلیٹو کونسل کا جسمین پچاس ممبروں کے قریب شامل ہیں قیام ہے زمانہ سابق میں بجٹ ایک پاک چیز سمجھا جاتا تھا۔ جسپر ہر شخص کی نگاہ نہ پڑتی تھی۔ ہر محکمہ کا افسر علی اپنے بجٹ سے واقف تھا۔ مگر ہر مالی سال کی ابتدا میں محاصلات صوبے کی اصلی حالت تخمینہ شدہ آمدنی و خرچ سو اے لفٹ گورنر اور اُنکے فنانشل سکرٹری کے تمام لوگوں کے لیے گویا راز سر بستہ رہتا تھا۔ ۲۰ سال ہوئے کہ اس کونسل میں بجٹ پر بحث ہوئی تھی۔ مگر جب ۱۹۰۹ء میں کونسل کی توسیع ہوئی تو باقی حسابات کی جانچ پر اسکی قوت کہیں زیادہ با اثر بنا دی گئی۔ بجٹ پر آخری مباحثہ کے قبل مالی حسابات پر ابتدائی مباحثہ ہوتا ہے۔ جب رزلویشن پیش کیے جاسکتے ہیں مالی نقشے کی تیاری پر خود درمیانی کمیٹی غور

تجربہ نگیز ہوگی۔ حال کے نقصان سے ضرور کچھ نقصان پہونچا ہوگا۔ لیکن اب یہ ممکن معلوم ہوتا ہے کہ یہ ریسع بلحاظ رقبہ و پیداوار کے اُس سے کہیں بہتر ثابت ہوئی جسکی یاد ہر انسان کو ہے۔ صرف خطرہ یہ ہے کہ ریلوے کے ذرائع کافی نہ ہوں کہ غلہ ایک مقام سے دوسرے مقام کو جاسکے۔ اس صوبے کے بہت سے حصص میں آمد و رفت مال کی ہوئی ہے۔ یہ تکلیف و دھ کے پہاڑی علاقوں میں زیادہ محسوس ہوتی ہے جنھوں نے ۱۹۰۹ء میں قحط سے بہت زیادہ تکلیف اٹھائی۔ مگر گذشتہ فصل خریف و ریسع میں اچھی پیداوار ہوئی۔ ابھی چند ہی روز ہوئے کہ مجھے برپورٹ ملی کہ ہزار ٹن غلہ ضلع گونڈہ کے ریلوے اسٹیشن منتظر روانگی پڑا ہوا ہے اور ہزار ٹن ریلوے اسٹیشن کے قریب بازار میں روانگی کے لیے پڑا ہوا ہے۔ جیسے ہی جدید غلہ بازار میں آیا مال کی روانگی کی دشواریاں بڑھ جائیں گی۔ مالی کارٹیون کی کمی فوراً دفع نہیں ہو سکتی ہے۔ مگر اس سال کے تجربے سے یہ بات ظاہر ہے کہ قبل اسکے کہ پوری پیداوار سرعت سے ہٹائی جاسکے۔ بہت سی کمی پوری کرنی پڑے گی۔ اور یہ بھی خیال پیدا ہوتا ہے کہ چھوٹی پٹری کی ریلوے لائنوں کو بندرگاہوں تک پہونچنے کا موقع ملنا چاہیے۔ ہم نے اس زمانے میں اس تجویز کی حمایت میں بہت کچھ سنا ہے کہ جو روپیہ لائنوں میں صرف کیا جاتا ہے وہ نہروں اور آبپاشی کے کاموں میں صرف کیا جائے اور کل یہ خیال کوئل میں لاسکھیشگر صاحب نے پیش کیا تھا جو لوگ اس صوبے میں یہ ریلے رکھتے ہیں اُن سے میں یہ کہو گا کہ ان ریلوے لائنوں کی موجودہ پیداوار اٹھانے کی قابلیت کا

بعدیہ خراب فصل ہوئی وصول ہو گئی۔ اس میں سے ۲۵ ہزار نو پڑ وصول ہونے کو اب بھی باقی ہیں۔ مجھے پبلک میں دوبارہ اسکے اعادہ کے لیے معافی مانگنے کی ضرورت نہیں ہے کہ ایک کلکٹر ضلع نے اُس رقم تقاوی کی نسبت جو پختہ چاہات کے لیے دی گئی تھی کیا کیا۔ اُنکے ضلع میں ۴ ہزار کاشتکاروں نے چاہات کے لیے تقاوی لی جنہیں سے صرف دو آدمیوں نے رقم اس غرض کے علاوہ دوسرے کام میں صرف کی جسکے لیے بطور تقاوی لی گئی تھی۔ میں سوال کرتا ہوں کہ کیا بہت سے ممالک ایسے ہیں جہاں ایسا بحر بہ ممکن ہے جس جلدی کے ساتھ باشندگان ملک چوتھے سال کے مصائب کے بعد ابھرے اور جس پابندی وقت کے ساتھ زراعت پیشہ آبادی نے اپنا قرضہ ادا کیا۔ اُس سے آئندہ کے لیے بہت امید پیدا ہوتی ہے۔ جو کثیر زمین بطور تقاوی زمانہ قحط میں دی گئیں وہ ممکن نہ تھا کہ فسلر گورنمنٹ اس تیزی کے ساتھ تقسیم کر سکتے۔ بشرطیکہ مشترکہ ضمانت پر زمین نہ دی گئی ہو تین۔ مشارکت باہمی کا طریقہ اب تک زراعت پیشہ جماعت کے لیے بہت ضروری ہو۔ باہمی مشارکت کے بنکوں کی توسیع میں زمانہ حال میں بہت کچھ ترقی ہوئی ہے۔ قانون سے جو حال میں گورنر جنرل کی کونسل سے پاس ہوا ہے ان اصول کے قائم رہنے میں مزید دلیلی جو کاشتکاروں کی خوشحالی کے لیے ضروری ہیں۔

عدہ فصل | جسوقت سے میں اس صوبے میں آیا ہوں۔ اسوقت سے بھی اس صوبے میں ہتراسید فصل کی نہیں ہوئی۔ گزشتہ دو یا تین دن میں خلاف موسم ہوا و بارش کے آنے کے پہلے یہ خیال تھا کہ فصل ربیج نہایت ہی

جائین۔ بہت سے مقامات میں اس امتحان میں کامیابی ہوئی ہے۔ تمام صوبے کے لیے ایک ورہرسمت کے لیے کمیٹی قائم ہوئی ہے کہ اس سب کے حملہ روکنے کی ہر ایک تدبیر اختیار کی جائے اور آخر میں سفری شفا خانوں سے بطور ایک آلہ کے کام لیا جا رہا ہے کہ اس وبا سے مقابلہ کیا جائے۔

رحایا کی چند خوبیاں | جب میں نے ۱۹۰۸ء کے قحط کا ذکر کیا۔ میں نے یہ کہا تھا کہ اُسے چند نتیجے ایسے چھوڑے ہیں جن سے ہمارا دل امید سے بھر جانا چاہیے ۱۹۰۷ء کی خزان میں ۴۰ لاکھ ٹن کی پیداوار میں کمی تھی۔ اور ہمارے فصل میں ۳۰ لاکھ کی کمی ہوئی۔ ۷۰ لاکھ ٹن غلہ اس صوبے کی ۹ ماہ کی غذا ہے۔ تجارتی فصلوں از قسم روئی نیشکر۔ افیون اور تلہن کے نقصانات کا خیال کر کے اس صوبے کے نقصان کا اندازہ ۳ کروڑ ۸۰ لاکھ اشرفیوں کا ہوا۔ دو سال گزرنے کے بعد شکل سے کوئی نشان اس امر کی یاد دہانی کا باقی رہ گیا۔ کہ باشندگان صوبے پر کوئی ایسی آفت ناگہانی نازل ہوئی تھی اور اُن کے مادی اثرات عرصہ ہوا مٹ گئے۔ اس سے رہایا کی قوت برداشت اور مصیبت کے بعد ابھرنے کی بہت تعریف ہوتی ہے کہ اس مصیبت کے نتائج کو عارضی ثابت ہوئے ہیں مگر ایک طریقے سے اس قحط نے زراعت پیشہ کی ایمانداری اور اپنے اوپر بھروسہ کرنے کے اوصاف کا حوصلہ فراثبوت دیا۔ گورنمنٹ نے اس موقع پر ۵ لاکھ پونڈ کاشتکاروں کو عارضی ضروریات کے لیے علاوہ کثیر رقم تعمیر جہازات و دیگر مستقل اصلانے ذرائع آبپاشی کے لیے کثیر قرضہ دیے۔ کل رقم قرضہ کی سوا رقم ۵۴ ہزار پونڈ کے جو اس خیال سے چھوڑ دی گئی کہ بعض علاقوں میں قحط کے

جن پر قحط کا اثر بہت کم تھا۔ علاوہ برین اسکا اثر یورپین اور ہندوستانینوں پر بھیان
 تھا۔ اور پالو جانور تک اسکا اثر سے نہیں بچے۔ ایسی ہی آفت صوبے پرشہ ع
 میں نازل ہوئی تھی کہ اس قسم کے مصائب گرنازل ہوں تو گزشتہ زمانے کے تجربہ
 کے خلاف زیادہ عرصے کے بعد آئین۔ علاج ملیریا بخار کا ایسا مشکل نہیں ہے
 جیسا طاعون کا علاج مگر سادہ بھی نہیں ہے۔ یہ ابھی صاف نہیں ہے کہ ہندوستان
 میں بہترین علاج ملیریا بخار کا کیا ہے۔ یہ کوشش صرف قبل از وقت ہی نہیں
 ہوگی۔ بلکہ حتمی ہوگی۔ یہ امر بتایا جائے کہ اس صوبے کے مناسب حال
 کون پالیسی ملیریا کی روکنے والی واجب ثابت ہوگی۔ یہ امر صاف ظاہر ہے
 کہ ملیریا ان مجھروں سے پھیلتا ہے جنکے ڈنک ہوتے ہیں۔ لیکن ابھی
 کوئی امر محقق طریقے پر ہماری رہنمائی کے لیے ظاہر نہیں ہوا ہے کہ کیونکر
 یہ تدابیر اختیار کیے جائیں۔ اول تو لوگوں کو دوا کے ذریعے سے ملیریا کی
 زد سے بچایا جائے اور دوسرے مجھر غارت کیے جائیں۔ کئی سال سے
 دو قابل فہم اس مسئلہ پر غور کر رہے ہیں۔ تحقیقات کی گئی ہے اور مکمل
 تحقیقات سہارنپور۔ نگینہ۔ کوسی اور کیرانہ میں اختتام کو پہونچائی گئی ہے
 اور ڈاکٹر اس نتیجے پر پہونچے اور جن کا خیال یہ ہے کہ اگر روپیہ انتظام
 ہو سکے تو ان مقامات میں مجھروں کے تلف کرنے کا انتظام کیا جائے۔
 وبا کے پھیلنے کے وقت کونین کی مفت تقسیم کی اسکیم کو وسعت دی گئی ہے
 مفصل انتظامات کے جارہے ہیں کہ کونین دام ہی دام پر فروخت ہو۔ امتحان
 کیا گیا ہے کہ کونین دیکر اسکول کے لڑکے ملیریا کے اثر سے محفوظ رکھے

اثر باشند و نہ تک پہنچانا ضروری ہے تو اسکی بھی ضرورت ہے کہ معقول
نگہ لانی کی جائے۔ لہذا یہ اسکیم اگر بہت بڑے پیمانے پر کیجائی تو نگرانی غیر ممکن تھی۔
میں نہیں خیال کرتا کہ اول سال میں ایک بھی زیادہ شفا خانہ بڑھایا جاسکتا تھا۔
سال آئندہ میں گیارہ شفا خانوں کا اضافہ ہوگا۔ اور یہ رقرار ترقی اس کام کے
دوسرے سال کے لیے کافی ہے۔ میری غرض یہ نہیں ہے کہ دکھلاؤں
کہ کثیر رقم آئین صرف ہوئی ہے۔ بلکہ یہ کہ مفید تدابیر پیش کروں۔ جس قدر روپیہ
کی ضرورت ہو وہم پہنچاؤں۔ جس قدر جلد ممکن ہو تو سلیج کروں اور ابتد میں بہت
زور ڈال کر انکو نہ دباؤں۔ دوسرے تجاویز میں جنکا میں تذکرہ کر سکتا ہوں غیر سرکاری
سرکاری انفرسٹریکچر کی کمیٹیوں کا قائم کرنا باشندوں کو اور ذاتی سامان کے ڈسٹریکٹ
کرنے کے ساتھ ہدایات و احکام جاری کرنا تھے۔ کہ ان لوگوں کی مدد کی جائے
جو اپنے مکانات خالی کرنا چاہتے ہیں اور عارضی کمپ کے لیے مناسب موقع کی
تلاش میں ہیں۔

میسریا | تیسری بلا یعنی تپ و لرزہ سے نقصانات ویسے ہی دشمن تھے جیسی
وباے طاعون بلیر یا سو فونی کی تعداد بمقابلہ طاعون کے کہیں زیادہ ہوئی۔ یہ
ہمارے پاس ہر وقت موجود رہتا ہے۔ بالکل بریت کی امید اس سے سالہا
سال تک نہیں ہو سکتی ہے۔ مسئلہ زمین اسکی وبا خاص طور سے ملک تھی
اسکا تعلق اس خطے سے کسی طرح نہیں تھا۔ جو اسکے پہلے شروع ہوا تھا۔
اصل یہ ہے کہ اس بیماری کا اثر سب سے زیادہ ان ضلع میں تھا۔ جہاں امداد کی
بہت زیادہ ضرورت تھی۔ حالانکہ اسکا زور ان ضلع میں سب سے زیادہ ہوا

اب تک کم نتائج حاصل ہوئے ہیں اُس سے ہمارا حوصلہ اس کوشش میں
پست ہونا چاہیے۔ جہاں کہیں صورت موافق ظاہر ہوئی ہو وہاں ٹیکے کے ہر پھیز
بنانے کی کوشش ہونی چاہیے۔

سفری شفاخانے | سالگزشتہ اسی زمانے میں آنریبل کرنل منی فولڈ صاحب نے
ایک تحریک پیش کی تھی۔ حسین واقفی فوری فائڈے اور زمانہ آئندہ میں عظیم فوائد
کی بنیاد موجود تھی۔ آپکی تحریک یہ تھی کہ طاعون سے مقابلے کے لیے سفری
شفاخانہ قائم ہوں۔ یہ امید نہ تھی کہ ان شفاخانوں کے جاری ہوتے ہی ان
لوگوں کے حوصلے بڑھ جائیں گے جو ان کے لئے تیار نہیں تھے کہ ٹیکے
یا خلوص مکانات یا ایسے اصول صدفائی منظور کریں جن سے بیماری کے
پھیلنے کا اندیشہ ہو۔ یہ امید ہے کہ یہ نتائج گو کہ ابتدا میں حاصل نہوں۔
مگر آخر میں ضرور حاصل ہوں گے۔ اس تجویز میں اور تجاویز سے جوابات نمایاں
تھی وہ کفایت شعاری کی تھی۔ اور اگر وہ طاعون کے خلاف با اثر ثابت
نہ ہو۔ تو اُس میں چند اور باتیں موجود ہیں جو اسکے جواز کو واجب ٹھہراتی ہیں۔ نتیجہ
یہ ہوا کہ ۳۲ شفاخانے سال گزشتہ میں کھولے گئے۔ انہیں بہت ہی کامیابی
ہوئی۔ اور انکی تعداد بڑھائی جا رہی ہے۔ یہ سوال پوچھا جاسکتا ہے کہ اگر
سفری شفاخانے ایسے مفید ہیں تو اسکے امتحان کی توسیع میں اور روپیہ کیوں
صرف نہیں کیا جاتا ہے؟

جواب سکا یہ ہے کہ مثل اپنے متقدمین کے اس تجویز کو اپنے لئے با اثر
ثابت کرنا ہوگا۔ اور زیادہ بڑے پیمانہ پر اسکا اجرا غیر مناسب ہوگا۔ اگر ان شفاخانوں

مدد سے زمانہ سابق میں کرنے کو تیار نہیں تھے۔ یہ واقعہ کہ اس صوبے میں لوگوں نے زیادہ آمادگی ظاہر کی کہ مکانات خالی کر دین امید لائیوا ہے۔ ہمارے جلسہ ۱۵۔ ماہ حال میں بابو گنگا پرشاد ورمانے یہ تحریک کی تھی کہ چند علاقوں میں جہاں طاعون بہت زیادہ ہے۔ کثیر رقوم صرف کر کے ایسے مکانات تعمیر کرائے جائیں جنہیں چوہے نہ گھس سکیں۔ اس تجویز کے خلاف مسٹر اسٹوارٹ نے چند نہایت ہی با موقع خیالات ظاہر کیے ہیں۔ میرے لیے صرف یہ اور کہنا ضروری ہے کہ گورنمنٹ کے لیے یہ انتظام کرنا کہ وہ جدید مکانات ان رقبات کے باشندوں کے لیے تعمیر کرے کہ جہاں خاص کر طاعون پھیلتا ہے غیر ممکن ہے۔ علاوہ خیال مصارف کے یقینی ہے کہ یہ کوشش کہ ایک خاص قسم کے جدید مکانات ان مکانات کی جگہ جو غارت کیے جائیں گے تعمیر ہوں۔ ویسی ہر دغیر نہ ہوگی جیسی اور تجویز میں ثابت ہوئی ہیں جو وقتاً فوقتاً انسداد طاعون کے لیے اختیار کی گئی ہیں۔

ٹیکہ بیشک ایک نہایت اچھا علاج ہے اور میں نے ہر موقع پر اس کے فوائد رعایا کے دلنشین کیے ہیں مگر ٹیکہ لگانے والوں کو ایسے مقامات میں بھیجنے سے جہاں انکی مانگ نہیں ہے اور شکی طبائع کے لوگوں کے سامنے زیادہ چوش ظاہر کرنے سے اسکی ہر دغیر ہی رک جاتی ہے۔ گاہے گاہے ذہنی اثر کسی شخص کا حیرتناک اثر ٹیکہ کے ہر دغیر کرنے میں حاصل ہوا ہے مگر ٹیکہ لگانے والوں کے ملازم رکھنے کا عام اثر یہ ہوا ہے کہ کثیر زمین بلا کچھ زیادہ فائدہ حاصل کیے ہوئے صرف ہوئیں۔ میں یہ نہیں خیال کرتا کہ ٹیکہ سے جو

قدرو موثر بھی اسی حالت میں بنایا جاسکتا ہے کہ خاص خاص حالتوں میں کثیر زمین
سرمٹ کی جائیں۔

مکانات کا خالی کرنا [تخلیہ مکانات جہاں تک ہم واقف ہیں ایک با اثر تجویز ہے کونسل
وراء کے باہر بہت سے لوگ ہیں جو خیال کرتے ہیں کہ ان لوگوں کی زیادہ بڑ کرنی
چاہیے جو طاعون زدہ مقامات سے باہر جانا چاہتے ہیں۔ ان نکتہ چینیوں نے
اسکا اندازہ نہیں کیا ہے کہ آبادی کو مفت عارضی مکانات دینے میں کس قدر عظیم
صرف ہو گا۔ اگر وہ باکی رفتار ملکی ہو تو ہزار ہا موانععات میں پھیل جاتی ہے۔ اگر باخپس
روپیہ اوسط میں ہر ایک موضع کو تعمیر مکانات کے لیے دیے جائیں۔ تو خرچہ بچیں
اکھ روپیہ کا ہو گا۔ دو ہزار روپے ہزار کے رقوم و بازوہ علاقوں میں تقسیم سے کچھ
تبادلہ نہیں ہوتا۔ جنگ و رقم ملتی ہے وہ کمی کے شاک میں ہوتے ہیں۔ باقی لوگ قیوت
تک مکانات سے نکلنے کا رجحان نہیں دکھاتے جب تک گورنمنٹ بڑھ کرے۔
جس وقت سے میں نے سولے غیر معمولی حالت کے تخلیہ مکانات میں
امداد دینے سے انکار کیا ہے۔ خوں مکانات میں زیادہ ہر دلعزیزی ہوئی
ہے۔ اور بمقابلہ سابق کے لوگ اپنی مرضی سے طاعون زدہ علاقہ سے کل کر
اپنے خرچے پر عارضی مکانات تعمیر کر لیتے ہیں۔ باشندوں کے اس تجربے سے
یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ جب لوگوں کو یقین ہو جاتا ہے کہ انکو اپنی کوششوں
پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ اور جب انکو گورنمنٹ سے مدد نہیں ملتی ہے تو وہ خود
حقانیت کے تدابیر میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ اپنی مرضی سے اور اپنے
ہی خرچے سے اب وہ کام کرنے کو تیار ہیں کہ جو سہ کار کے مشورے دینی

مسلسل رہی ہے۔ پچھلے ۵ سال میں فوتیوں کی تعداد قریب قریب دس لاکھ تھی۔ مصیبت کیا نہیں ہے۔ چونکہ یہ بیماری کچھ زمانہ درمیان مردم شماری ۱۹۱۰ء کے رہی۔ آبادی صوبہ ان دونوں تاریخوں کے درمیان ایک فیصد ہی گھٹ گئی۔ اس افسوسناک نتیجے کی طرف تمام لوگوں کی توجہ مبذول ہونی چاہیے جو باشندگان صوبہ کی ہیومن مصروف ہیں۔ میں نے ہر ایک تجویز پر جو طاعون سے مقابلہ کرنے کے لیے اختیار کی جاسکتی تھی عمل درآمد کیا۔ گزشتہ ۵ سال کے درمیان لوکل گورنمنٹ نے ۱۱ لاکھ روپیہ صرف کیا ہے۔ انریبل مسٹر اسٹوارٹ نے تفصیل کے ساتھ تذاویر اسناد طاعون کا تذکرہ کیا ہے۔ مگر میں عام پالیسی کی تفصیل پیش کروں گا۔ جس نے میری اس بارہ میں رہنمائی کی کہ چھوٹی اور بڑے رقوم وقتاً فوقتاً مختلف تجاویز پراس صوبے میں عمل کرنے پر صرف کئے جائیں میرا یہ رجحان رہا کہ امتحان آزادی سے لیا جائے۔ ہر ایک خیال جس سے یہ امید ہو کہ فائدہ حاصل ہو گا منظور کیا جائے۔ بشرطیکہ قابل طبی اور سائنس دان لوگ اس کی تائید کریں۔ ہر ایک ایسے خیال کی اثر پذیری پر عمل کیا جائے جسے ہی معلوم ہو کہ اسکی اہمیت مشکوک ہے۔ خرچہ اگر بالکل موقوف نہ کیا جائے تو کم کروا دیا جائے۔ انھیں اسباب سے پورا امتحان کر کے چوہوں کے تلف کرنے کا خرچہ موقوف کیا گیا۔ بہت کم روپیہ پاک و صاف کرنے میں صرف کیا جاتا ہے۔ اور میں نے یہ اصول منظور نہیں کیا ہے کہ گورنمنٹ ان لوگوں کے اخراجات کی ذمہ دار ہے جنھوں نے تخلیہ مکانات کیا ہے۔ انریبل مسٹر اسٹوارٹ نے بیان کیا ہے کہ چوہوں کی غارتگری سے کس قدر اچھے نتائج کی امید ہے۔ اور دس نفیکشن کسی

پہلے ہی حاصل ہو سکیگی۔ اور تدابیر ان کے روکنے کے لیے اختیار کیے جاسکیں گے۔
مجھے بڑی امید تھی کہ جو ڈیشل اسٹاف کے نظر ثانی کی بڑی سکیم اور انتظامی پروژیل
سروس کے اضافہ و درجہ بندی کی دوسری سکیم جو دونوں کچھ عرصے سے گورنمنٹ
ہند کے روبرو پیش ہیں۔ آج سے پہلے منظور ہو گئی ہوتی۔ سنٹری سروس
اور ایجوکیشنل سروس کی صلاح بھی ان صلاحات میں تھی۔ جنکی بابت مجھ کو امید تھی
کہ آج سے قبل عمل میں آسکیں گی

فقط جب سے میں آپ کے درمیان آیا۔ اس صوبے پر تین مصائب نازل ہوئے۔
قحط ۹۰، ۹۱ء عرصہ ۹۰ء سے باشندگان ملک کی موت پر بہت اثر پڑا۔ اور ایک
عرصے تک اس صوبے کی ترقی رفتار کے روکنے کا باعث ہوا۔ ایک وقت میں
جب غذا گراں ہوتی ہے۔ قوت کم۔ بیماری اور موت بمقابلہ خوشحالی اور عمدہ موسم
کے زیادہ پھیلی ہوتی ہے۔ گو اسناد قحط کی تجویز اس قابل بناتی ہے کہ ہم واقعی
فاقہ کشی سے موتیں بالکل روک دیں۔ کوئی شخص ایک منٹ کے لیے بھی یہ
نہ کہے گا کہ یہ انسان کی طاقت کے اندر ہے۔ کہ جب قحط سالی اور غلہ کی گرانہ
موجود ہوتی ہے تو وہ فوتیوں کی پیشی روکے۔ علاوہ اسکے اس زمانے میں
لوگ کم صاحبِ ولاد ہوتے ہیں اور اسوجہ سے زمانہ قحط اور گرانہ کے بعد پیش
کی تعداد کم ہوتی جاتی ہے۔ لیکن باوجود ان نقصانات کے جو صوبے کو اس
طریقے سے پہونچے ہیں۔ جیسا کہ میں آئندہ بیان کروں گا۔ پچھلے قحط سے
ایک نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے جس سے آئندہ کے لیے امید پیدا ہوتی ہے۔

طاعون اور انسدادی تدابیر | دوسری مصیبت طاعون ہے۔ جو ہمارے ساتھ

حصہ طر کر لیا، اور میں نہایت سرگرمی سے امید کرتا ہوں کہ اب یہ زیادہ وقت نہیں گزرے گا کہ اس صنعتی کانفرنس نینی تال کے (جو ستمبر ۱۹۷۹ء میں ہوئی تھی) نتائج دیکھیں۔ جنگی اور اُس سے نقصان تجارت میں واقف ہوں کہ آپ میں بہت سے لوگ اس بارے میں مجھ سے متفق ہیں کہ جنگی سے صوبے کی تجارت کو بہت نقصان پہنچتا ہے۔ ابھی چند روز ہوئے کہ ایک درخواست ایک چھوٹی سی میونسپلٹی کو باشندگی موقوفی جنگی پر اعتراض کے ساتھ موصول ہوئی تھی۔ اُنھوں نے شکایت کی کہ یہاں کے باشندگان میونسپلٹی ۴۴ ہزار روپیہ اُس رقم ۱۲ ہزار سے ادا کرتے تھے۔ جو جنگی سے انکو وصول ہوتی تھی۔ ان لوگوں پر بڑی سختی ہے کہ وہ جدید کس کے ذریعہ سے اُس رقم کی سہ چند رقم ادا کریں جو وہ سابق میں دیا کرتے تھے۔ اسکی ادائیگی وہ لوگ کرتے ہیں جو حدود میونسپلٹی کے باہر رہتے ہیں ۲۱ سال ہوئے کہ لوکل گورنمنٹ نے گورنمنٹ ہند کی خدمت میں تجاویز پیش کیے تھے۔ کہ بڑے شہروں میں بجائے جنگی کے ٹرنٹل کس جاری ہو۔ اور چھوٹی میونسپلٹیوں میں جنگی بالکل موقوف کر دی جائے۔ ایک سال سے کچھ راڈ زمانہ ہوا کہ اس اسکیم کے آخری جزو کی منظوری موصول ہوئی اور جو سب میں اہم کہا جاسکتا ہے اسکیم کی بات جو ۱۹۷۹ء میں ہنری تیار کی تھی۔ توقف سے متعدد میونسپلٹیوں کی مالی حالت پر خراب اثر پڑا ہے۔ ان تغیرات کی نسبت پیش بندی نہیں ہو سکتی ہے۔ جہاں کہیں جنگی کا کس جاری ہے۔ وہاں اسکا پیدا ہونا لازمی ہے۔ یہ بدتر طریقہ سی وقت رفع ہوگا جب کس انسان کے منافع یا اسکی جائداد کی حیثیت دیکھ کر عائد کیا جائیگا۔ اسوقت اختلافات امدال میں ایسے پیدا ہوں گے جنگی بابت طلوع

بت سی باپوسیان | ایک ملازم سرکار کو ملازمت کے ہر موقع پر اور خاص کر اس
 موقع پر کہ پانچ سال تک ایک صوبے کے چارج میں رہ کر اسکا وقت آتا ہے
 کہ وہ ہمیشہ کے لیے ہندوستان سے جدا ہو۔ تو سب سے زیادہ یہ خیال پیدا ہوتا
 ہے کہ ایسے شخص شاد و نادر ہوتے ہیں کہ انکو اس تحکم کا جسکے بونے میں انھوں نے
 بددی ہے قوی و متناور درخت دیکھنے کی نوبت آئے۔ گزشتہ ۵ سال کے واقعات
 پر نظر ڈالتے ہوئے میری نگاہ کے سامنے بہت سی باپوسیان نظر آتی ہیں۔ بعض
 انہیں سے ایسی رکاوٹوں کی وجہ سے ہیں جو ۱۹۰۶ء کے قحط کی وجہ سے عام
 ترقی کے کاموں میں پیدا ہو گئی تھیں۔ چند بوجہ ان دشواریوں کے جو اس ملک
 میں ہر ایک ایسی تجویز میں پیدا ہو جاتی ہیں۔ جنہیں ذرہ بھی جدت کا خیال ہو یا
 جتنے لیے زمانہ گزشتہ کی نظیر موجود نہ ہو۔ بہت سے تجاویز جو میری نظر میں اس
 صوبے کے لیے ضروری معلوم ہوتے ہیں۔ جب میں یہاں سے جاؤنگا بالکل
 غیر مکمل ہی رہینگے۔ ۵ سال ہوئے جب نے نینی تال میں حرفتی کانفرنس کی
 بنیاد رکھی گئی تھی۔ بہت سے لوگوں کی ریلے میں اس تجویز کا اہم حصہ (میشن
 عمارت کا جو قائم کرنا چاہتے ہیں) تاج یعنی حرفتی درسگاہ کی سفارش کو رنٹ
 نے گورنمنٹ ہند کی خدمت میں ۱۹۰۷ء میں کی تھی۔ صاحب سکرٹری آف
 اسٹیٹ ہند نے گزشتہ سال اگست میں منظور کی۔ مگر اس طرح کہ جو ہماری
 اصل تجویز سے بالکل جداگانہ ہے۔ ہمارا حرفتی اسکول ہمارے کپڑے مبنے
 کے مدرسے ہمارا اسکول صنعت و حرفت ہمارے مدرسے تجارتی تعمیر ہو چکے
 ہیں اور اسپر فیکٹی صرف ہو چکا ہے۔ مبنے سفر کا بہت ہی تھکا دینے والا تکلیف

کم رکھا گیا جو ہونا چاہیے تھا۔ گورنمنٹ ہند نے صوبے کی گورنمنٹ کو ۲ لاکھ
 ۸۰ ہزار کی رقم معاوضے میں دیدی۔ یہ باسانی سمجھ میں آسکتا ہے کہ یہ رقم اس
 نقصان کی کسی طرح بدل نہیں ہو سکتی۔ جو سو اکر وڑ روپیہ صوبجات کے محاصلات
 سے نکال کر صرف کیا گیا۔ خفیف رقم معاوضہ بھی عام حسابات میں مل گئی
 کیا کوئی حیرت و تعجب کا موقع نہیں ہے کہ اسکا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ مختلف مدت میں پیانہ
 اخراجات بمقابلہ دیگر صوبجات کے کم ہو گیا۔ ہمکو ابھی تک اس میں ناکامی ہوئی
 ہے۔ کہ ہم گورنمنٹ ہند کو یہ سمجھا سکیں کہ وہ اس واقعہ پر بخوبی غور کرے۔
 کہ ہمارے مصارف صیغہ مالگزارسی تمام انتظامات عدالتہائے تعلیم جلیانوں
 پولیس۔ طب و عمارات سرکاری کسی طرح سے اس خرچے کے برابر نہیں ہوئے۔
 اس ضمن میں یہاں عام انتظام تسلیم وعدالتہائے سرکاری کا تذکرہ
 کر سکتا ہوں۔ ہمارا صوبہ سب سے پیچھے ہے۔ اور کوئی مددسی نہیں ہے کہ جس میں
 ہمارا منہ جو تھے ممبر سے اوپر ہو۔ محکومایوس نہ ہونا چاہیے کہ گورنمنٹ ہند اس دعویٰ
 کے جواز کو قبول نہ کرے گی جو میں نے پیش کیا ہے کہ صوبے کے ساتھ بہتر ترازو
 کیا جائے اگر وہ عمدہ برتاؤ نہ کرے گی تو آپ اس مسئلہ پر مزید غور میرے قابل نشین
 کے ہاتھوں میں چھوڑ سکتے ہیں۔ اگر اس مسئلہ پر غور کرنے کے بعد حکمیں مسٹن
 صاحب یہ رے قرار دین کہ صوبے کو کوئی شکایت کا موقع نہیں ہے تو آپ
 اس بارے میں اُنکے فیصلے کو قبول کریں۔ اگر آپ کی یہ رے ہو کہ ان صوبجات
 کے ساتھ منعفانہ برتاؤ نہیں ہوتا ہے تو آپ کی حمایت اور آپ کی جانب سے
 گورنمنٹ کے مالی مشیرون سے لڑائی میں بمقابلہ وہ مجھے کہیں زیادہ قوی ثابت ہو

ضرورت ہے۔ اور جسکے لیے ہم نے اس سال ایک لاکھ روپیہ کا صرف تجویز کیا ہے۔ نظر ثانی اخراجات ضلع۔ اضافہ تنخواہ پٹواریان اور صوبے کے حساب سے وہی پولیس کا خرچہ ادا کرنا ہے۔ مین نے کونسل سے وعدہ کیا تھا کہ مناسب موقع پر مالی معاہدے کی بابت گورنمنٹ ہند سے خط و کتابت کروں گا۔ سپریم گورنمنٹ سے اس بارے میں مناسب عرض و معروض کی گئی ہے۔ جیسا کہ آنریبل ممبر واقف ہیں۔ ہر مالی معاہدہ خواہ عارضی ہو۔ یا مستقل۔ ان اخراجات کے پیمانے پر قائم ہوتا ہے جو اس زمانے میں عمل میں آتے ہوں۔ جبکہ معاہدہ مرتب ہونے والا ہو۔ میرے تمام زمانہ ملازمت ہند میں یہ صوبہ اس پالیسی کے باعث جو لوکل گورنمنٹ نے گورنمنٹ ہند کی پوری منظوری سے اختیار کی تھی نقصان اٹھاتا رہا۔ یعنی یہ کہ جو رقم توفیر میں ہو وہ منافع کے صیغہ تعمیرات میں صرف کی جائے۔ درمیان ۱۸۸۷ء و ۱۸۸۸ء کے ایک کروڑ ۲۱ لاکھ روپیہ کی رقم محاصلات صوبے سے ریلوے کی ترقی میں صرف کی گئی۔ کانپور۔ اچھنیرا۔ دلدارنگر۔ غازیپور۔ بریلی۔ و بلی بھیت ریلوے صوبے کے محاصلات سے تعمیر کی گئی۔ ان ریلوے کی تعمیر کے بعد گورنمنٹ ہند نے یہ طے کیا کہ صوبجات کی گورنمنٹوں کو اجازت نہ دی جائے۔ کہ وہ ریلوے لائنیں اپنی ملکیت میں لیں۔ یہ تین ریلوے لائنیں اپنے قبضہ میں گورنمنٹ ہند نے کر لیں۔ یہ ظاہر ہے کہ جو روپیہ مختلف شعبہ میں لگایا گیا تھا وہ انتظامی ضروریات کو معرض التوا میں ڈال کر لگایا تھا۔ اور ریلوے جات کی تعمیر کے معنی ہوئے کہ صرف کامیاب اس سے

آنریبل مسٹر برن نے بیان کیا ہے۔ گورنمنٹ ہند سے جدید زمین بطور خاص عطیات کے وصول ہوئی ہیں جو رقم زیر تحویل سے صرف ہون گی۔ اور ہمارے لیے یہ امر خلاف دانشمندی ہوگا کہ ہم بلا مسلسل توجہ بجانب کفایت شعاری قوم زیر تحویل کے خرچ کرنے میں جلدی کریں۔

میں امید کرتا ہوں کہ لوکل گورنمنٹ اس کہنے کی مستحق ہے کہ گزشتہ سال کے زمانے میں جو عام طور پر خوشحال رہا۔ مگر جسمیں قسمتی سے سخت مصائب کے سامنا رہا۔ ان صوبجات کے محاصلات کا انتظام کفایت شعاری سے کیا گیا۔ جسکے لیے تین سکرٹری جنکے چارج میں محاصلات رہے۔ یعنی آنریبل مسٹر برن آنریبل مسٹر ہوز اور آنریبل مسٹر کیلین تعریف کے مستحق ہیں۔ آنریبل مسٹر کیلین کے حسابات گورنمنٹ ہند بابت سالہ ۱۹۱۰ء کی رپورٹ پڑھنے کے قابل ہے۔ خاصکر اسکا وہ حصہ جسمیں قابل اعتراض اخراجات کا تذکرہ ہے۔ یہ امر قابل اطمینان ہے کہ کنٹرولر جنرل کی نظر میں ایک رقم بھی ہمارے صوبجات کے حساب میں ایسی نہیں آئی جو قابل اعتراض ٹھہرائی جائے۔

ممبران کونسل اور تمام صوبجات میں عام طور پر یہ رائے قوی ہے کہ ہمارے ساتھ مستقل مالی معاہدہ جو کیا گیا ہے وہ غیر مناسب ہے۔ اس رائے سے مجھے پورا اتفاق ہے۔ بہت سی صلاحیتیں ہیں جنہیں سالانہ مصارف کی ضرورت ہے۔ جو میری نظر میں بہت ہی ضروری ہیں۔ لیکن جن پر موجودہ مالی شرائط کی وجہ سے عملدرآمد نہیں ہو سکتا ہے۔ ان تجاویز میں سب سے زیادہ خرچہ کی تجویز ڈپٹی کلکٹروں کی تعداد کی نظر ثانی ہے۔ جسمیں ۳۳ کھروڑ روپیہ کی

غائب ہی نہیں ہو گئی۔ بلکہ تخمینہ کیا گیا کہ حسابات میں بجائے توفیر کے ۱۲ لاکھ کی کمی ہو گئی۔ گورنمنٹ ہند کو ۳۱ لاکھ روپیہ اس غرض سے دینا پڑا کہ سال کے حسابات میں ۲۰ لاکھ روپیہ کی توفیر ظاہر ہو۔ مارچ ۱۹۰۹ء میں مزید ادا و استداد قحط کے سوا چند مختصر رقبات صوبے سے مٹ گئے۔ مگر ہمارے مالی حسابات میں ۵۸ لاکھ کی کمی نظر آئی۔ صاحب سکریٹری آف اسٹیٹ نے چند عجیب و غریب ترمیمات کے ساتھ نظر ثانی شدہ مالی معاہدہ منظور کر لیا۔ گورنمنٹ ہند نے ۸ لاکھ سے مدد کی۔ تاکہ ہماری توفیر مبلغ ۲۰ لاکھ روپیہ کی قائم رہے اور اسکے علاوہ تعمیر و ترمیم کلچر میں دس لاکھ روپیہ مرحمت فرمائے۔ مگر اس نظیر کی پیروی نہیں کی گئی کہ ابتدائی رقم امداد کے لیے دی جائے اور ہمارے اپنے جدید معاہدے پر اس احتیاط سے عمل کرنے کی ضرورت ہوئی کہ ہم حتی الامکان کوشش کریں کہ بد باقیات کچھ رقم قبضل غیر معمولی اخراجات کے لیے ہے۔ اپنی آمدنی کے کفایت شعارانہ خرچ سے یہ ممکن ہوا کہ رقم زیر تحویل ایک واجب حد تک پس انداز کریں۔ ہم گورنمنٹ ہند کے ممنون ہیں کہ اسنے خاص اغراض کے لیے کئی زمین ادا کیں جن قوم کے جزو سے جب تک کل عطیہ صرف نہو جائے۔ رقم زیر تحویل میں بیشی ہوئی۔ ۱۹۰۷ء کے خاتمہ پر ہماری تحویل میں ۵۰ لاکھ کی اور سال ۱۹۱۰ء میں ۹۰ لاکھ کی بیشی ہوئی۔ ۱۹۱۰ء میں ۱۱ لاکھ ۱۲ روپے ۱۱ لاکھ زیر تحویل ہو گا۔ ۱۹۱۲ء میں ۱۲ لاکھ کا تخمینہ ہے۔ بعض آئریبل ممبروں کو یہ رقم زیادہ معلوم ہو۔ مگر ان لوگوں کی توجہ میں مسٹر گلن کے ان بیانات کی جانب جو انھوں نے سال ۱۹۱۰ء کے مالی حسابات میں رقم زیر تحویل کی بابت فرمائے ہیں مبذول کرتا ہوں۔ جیسا کہ

میں ۲۸ لاکھ روپیہ سے اعانت کی۔ نتیجہ اسکا یہ ہوا کہ حسابات ۱۹۰۷ء ۲۲ لاکھ کی بچت کے ساتھ بمقابلہ ۱۹۰۶ء لاکھ کے جسکا اندازہ کیا گیا تھا شروع ہوئے۔ یہ کو
 امید تھی کہ دو لان سال اخراجات میں بمقابلہ آمدنی ۱۲ لاکھ کی بیشی ہوگی۔ اور
 شروع سال میں ۱۲ لاکھ کی توفیر ہوگی۔ بچٹ خوشحالی کے سال کا بچٹ تھا۔
 ستمبر ۱۹۰۷ء کے ابتدا میں مالی معاہدہ گورنمنٹ ہند کے ساتھ طے ہوا جسکی رو سے
 ہیکو سٹنڈرڈ رقم تو نہیں ملی جسکے ہم خواہاں تھے۔ مگر ۱۹۰۷ء سے وہ کہیں بہتر تھا۔
 ہیکو امید تھی کہ اپریل ۱۹۰۸ء میں ہم جدید مالی معاہدے پر عمل درآمد کرتے وقت
 توفیر میں پچاس لاکھ روپیہ دکھیں گے۔ گورنمنٹ ہند نے یہ بھی کہا تھا کہ یہ مسئلہ آیا
 کوئی ابتدائی رقم بطور امداد ملتی چاہیے۔ صاحب سکرٹری آف اسٹیٹ کی مدد
 میں پیش ہے۔ دوسرے معاہدات میں یہ ہمیشہ عمل درآمد رہا ہے کہ ابتدائی مدد
 دی جائے اور ہمارے پاس اسل میں مدد کے لیے کافی وجوہ تھے کہ ہیکو بھی درپیشگی
 امیدیں سب ہی قوی تھیں۔ مگر مشکل سے اس مراسلہ کی کہ جسکی رو سے منظور کی
 جدید معاہدے کی بھیجی گئی تھی سیاہی خشک ہوئی ہوگی۔ کہ ہیکو ایک ایسے
 قحط سے سابقہ پڑا جس نے ہمارے تمام حسابات تہ و بالا کر دیے۔ آمدنی ہر ایک
 جانب کم ہوئی شروع ہوئی اور عظیم اخراجات سے اسناد قحط کے متعلق سامنا
 پڑا۔ تنے قحط کی ابھی نصف ہی منزل طو کی تھی کہ ہیکو بچٹ تیار کرنا پڑا۔ صاحب
 سکرٹری آف اسٹیٹ کے حکم سے کہ جدید معاہدہ اس وقت تک جب تک کہ
 اسکی نظر ثانی نہ ہوئے عارضی سمجھا جائے۔ اور بھی پیچیدگی پیدا ہو گئی۔ مالی
 سال ۱۹۰۷-۰۸ کے خاتمے تک ہماری تخمینہ شدہ توفیر ۸ لاکھ کی صرف غائب

۱۹۰۴ء پر عملدرآمد ہو رہا تھا جس مالی معاہدے پر عملدرآمد ہو رہا تھا۔ اس کی
 رو سے ۵ لاکھ روپیہ کی باقیات بوجہ تدابیر انسداد قحط و دیگر نامناسب اثرات
 کے اس قدر گھٹ گئیں کہ اس مارچ ۱۹۰۵ء کو صرف ۶ لاکھ کی رقم باقیات میں
 گئی۔ ۱۹۰۶ء کا بجٹ پیش کرتے ہوئے انریبل مسٹر ہوس صاحب کو اس کے
 اقرار کرنے کی ضرورت لاحق ہوئی کہ یہ باقی قابل اطمینان نہیں ہے اور یہ کہ
 معمولی خرچے میں معمولی آمدنی سے ۵ لاکھ کی بیشی ہے اور یہ کہ جب تک محاصلات
 صوبے میں اضافہ نہ ہوا سوقت تک صوبجات نظم و نسق نہیں ہو سکتا۔ ۱۹۰۶ء
 میں سرجمیس لاٹوش نے گورنمنٹ ہند پر اس ضرورت کے لیے زور دیا کہ مالی
 معاہدے کی نظر ثانی کی جائے۔ اور ۳ ماہ کے بعد اس سفارش پر مکرر زور دیا۔
 گورنمنٹ ہند نے قبول کر لیا کہ ہمارے ساتھ یہ معاہدہ ایسا مناسب حال نہیں ہے
 جیسا معاہدہ جو حال میں دوسرے صوبجات کے ساتھ کیا گیا تھا مناسب ہے۔
 گورنمنٹ ہند نے یہ بھی اطمینان دلایا کہ معاہدہ کی نظر ثانی ہوگی۔ مگر چونکہ
 صوبے کی مالی حالت میں تدابیر انسداد قحط کے باعث خرابی پیدا ہو گئی تھی۔ لہذا
 فوراً نظر ثانی سے اسے انکار کیا۔ سرجمیس لاٹوش نے بیان کیا کہ بجٹ کا ایسی
 حالت میں ترتیب دینا جب تحویل میں روپیہ کافی نہ ہو۔ تو بیشی اخراجات کی رقم
 سے ادا کیجائے مناسب نہیں ہے۔ یہ حالت مالی سال ۱۹۰۶ء و ۱۹۰۷ء
 کی تھی جسکا سال آئندہ کے بجٹ کی تیاری کے وقت مقابلہ کرنا تھا۔ مگر چونکہ
 خوشحالی کے دور شروع ہوجانے کے باعث آمدنی سال بمقابلہ اس رقم کے جسکی
 پیش بندی کی گئی تھی زیادہ ہوئی۔ اور گورنمنٹ ہند نے بھی قحط کے انسدادی اخراجات

اُس مقام پر دیکھیں گے جہاں آویزان کرنے کی تجویز کی گئی ہے کہ وہ ہال امتحان میں لگا دی جائیں۔ وقت کی کمی کی وجہ سے موقع نہیں ملا۔ کہ چوکھٹہ ایسی شان سے تیار کر لیا جائے کہ ہمارے ملک معظم اور ملکہ معظمہ کے شایان ہوں۔ مگر حسابات میرے دوست راجہ سر تصدق رسول خان صاحب بہادر نے فیاضی سے کُنکے واسطے تقریباً چوکھٹہ مہیا کرنے کے لیے رقم عطا کی ہے۔

مجھے یقین ہے کہ عمارات کالج کے اندر ملک معظم و ملکہ معظمہ کی ان یادگاروں کے ہونے سے طلباء کالج میں اس وقت و نیز زمانہ آئندہ میں جوش بڑھیکے گا۔ لیڈیز جینٹلمین۔ میں ضرور مسافری کا طلبگار ہوں کہ میں نے آپکا وقت کثیر صرف کیا ہے۔ اور اب کنگ جارج ہسپتال کالج و ہسپتال اور میری ہسپتال کا افتتاح کرتا ہوں۔

کونسل صوبہ پنجاب متحدہ ہین بجٹ پر مہر آنر کی تقریر
(اپریل ۱۹۵۷ء)

صاحبو!۔

مالی حسابات کے آخری مباحثہ کے موقع پر جب میں میں شرکت کر سکتا ہوں۔ میرے خیال میں نامناسب نہ ہوگا کہ میں ان خاص کارروائیوں پر تنقیدی نظر ڈالوں۔ جو گزشتہ ۵ سال کے اندر عمل میں آئی ہیں۔ میں کونسل کی اجازت سے نامناسب سمجھتا ہوں کہ چند عام راکین مارچ حسابات مال صوبہ دوران زمانہ نہر پر بیان کروں جب ۵ سال ہوئے میں یہاں آیا تھا مالی حسابات

کے انجام دینے کے متعلق جو میں نے کام میں حصہ لیا ہے۔ اُسکے متعلق آپ نے اپنے ایڈریس میں جو ابھی پڑھ کر سنا یا ہے۔ بہت تعریف کی ہے۔ مگر میں کم سے کم یہ کہہ سکتا ہوں کہ میں نے آئین گہری دلچسپی لی ہے۔ اور میں بہت شکر گزار ہوں کہ میں بھی اس کام میں کچھ حصہ لے سکا۔ جو ایڈریس آپ نے پڑھ کر سنا یا ہے اُس میں خاص درخواست یہ کی گئی ہے کہ میں پرس آف ویسٹ انڈین کالج کا افتتاح کروں۔ جیسا کہ آپ لوگ واقف ہیں۔ مودبانہ طور پر ایک درخواست بحضور ملک معظم و ملکہ معظمہ منجانب بڑش اٹرن ایسوسی ایشن بھیجی گئی تھی کہ اگر ممکن ہو تو آج کی رسم اُن واقعات میں شامل کر دی جائے جو ہند میں ملک معظم کی تشریف آوری سے وابستہ ہونے والے تھے۔ ملک معظم نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں عالم نیاہ کا افسوس ظاہر کروں۔ کہ خود ملک مدوح و ملکہ معظمہ کو ڈیپل اسپتال کے افتتاح کرنے کے لیے لکھنؤ کی تشریف آوری کے لیے وقت ملنا ناممکن تھا۔ ساتھ ہی اس کے ہزار امپیریل مجسٹی نے مجھے رسم افتتاح کے موقع پر یہ اعلان کرنے کا حکم دیا ہے کہ وہ خوشی سے اجازت دیتے ہیں کہ کالج و اسپتال کنگ جارج ڈیپل کالج و اسپتال کے نام سے موسوم کیا جائے اور اسکا وہ حصہ جو عورتوں کے لیے ہو کون میری اسپتال کے نام سے موسوم ہو۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس خلق و مدارات کے کام پر جس سے اس درگاہ کی جانب ملک معظم کی متواتر دلچسپی کا ظہار کل حاضرین جلسہ نیا بڑ اطمینان ظاہر کرینگے۔

مجھے مزید اعلان یہ کرنا ہے کہ ملک معظم و ملکہ معظمہ نے اس کالج کے لیے اپنی دو خوبصورت تصاویر میں عنایت فرمائی ہیں۔ آپ سب صاحب اُسے

اے۔ ایم۔ سی و آزاد ڈاکٹری پیشہ اصحاب کے ہر قدر نمایندے ان فوٹو کی تصدیق کرنے کو موجود ہیں۔ جو آج کی کارروائی میں اس پیشے کے لیے ظاہر کیے جا رہے ہیں۔ اور خاص کر اس امر سے کہ سرسی لیو کس صاحب ٹرکٹر جنرل انڈین ٹریڈنگ کمپنی کو بھی جنکی ملازمت کا زمانہ صوبجات متحدہ میں صرف ہوا ہے۔ اس رسم میں شریک ہونے کا موقع ملا ہے۔

ہماری عمارت کے مجوز سرٹوٹین جبیک صاحب ہیں اور میں یقین کرتا ہوں کہ آپ محسوس کریں گے کہ گرد و نواح کے عمارت کالج کے طریق پر انھوں نے عمارتوں کا بھی نقشہ کھینچا ہے۔ وہ انجینیر جو ان عمارت کے لیے قابل تھیں ہیں۔ آنریبل مسٹر گورنمنٹ صاحب چیف انجینیر ہیں۔ جو نقشہ جات اور تعمیر عمارت میں گہری دلچسپی لیتے رہے ہیں۔

مرزس بوالیس صاحب ایلڈ بلڈ صاحب جنکی زیرنگلانی انجینیر تھے۔ میجر کرشنیک صاحب مسٹر ویر صاحب جنکی سپردگی میں عمارت تعمیر ہوئی ہے۔ ٹھیکہ دار لال صاحب تھے۔ یہ اصحاب عمارت کی خوبصورتی پر جو زمانہ حال کی جدید تعمیر لکھنؤ کی ترتیب ہے۔ بخوبی فخر کر سکتے ہیں۔ عمارت کے متعلق انتظام سرمایہ خط و کتابت کا کام حسین بہت محنت درکار تھی مسٹر بلر اور مسٹر سوارٹ صاحبان جو ڈیشیل سکرٹریان گورنمنٹ نے علاوہ اپنے خالص فرائض کے مفت اپنے ذمے لیا تھا۔ قدرتا زیادہ سخت کام مسٹر سوارٹ صاحب کے ذمے آ پڑا اور انھوں نے اسے ایسی دانتندی اور پختگی سے انجام دیا۔ جیسا کل کاموں کے متعلق انکا خاصہ مزاج رہا ہے۔ ٹریڈنگ کالج کی اسکیم

سائنس حاصل کیا ہے جو تسلیم کیا جاتا ہے کہ مغربی ٹیکل درگاہوں کے برابر بہت کم ہے۔ اور یہ امید کرنا کہ کسی معقول وقت کے اندر ہمارے عصور پے مین اس قدر کافی تعداد حاصل کی جاسکیگی۔ جو کسی کالج قائم کرنے کے لیے واجب بھرائی جائے۔ بالکل قیاسی ہے۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ اسی طرح برحل کیا جاسکتا ہے کہ کل ہندوستان کے لیے ایک ایسا پرائنڈپل ٹیکل کالج قائم کیا جائے۔ جہاں عورتوں کو علیحدہ تعلیم دی جایا کرے۔ مین اسے ترجیح دیتا ہوں کہ عورتوں کی تعلیم مطلقاً مردوں کی تعلیم سے علیحدہ رکھی جائے۔ اور مین کسی ایسی تدبیر کا خیر مقدم کروں گا جس سے کسی دوسری عمارت مین انھیں عورتوں کی طرف سے تعلیم دیجایا کرے۔ ساتھ اس کے موجودہ حالت مین اس کالج کے لیے جہاں تعلیمی درجن مین بجز ان چند حالتوں کے جبکہ خاص بار ایک مضامین سکھلا جاتے ہوں عورتوں اور مردوں کو ساتھ ہی تعلیم دیجائیگی۔ کالج کے اختیار کردہ طریق کے علاوہ مجھے کوئی اور طریق ممکن اہل نہیں معلوم ہوتا۔ گو جراحی کے کمرے مین ان کے کام کے لیے علیحدہ انتظامات کیے گئے ہین۔

دونوں لیڈیان کالج مین اس اسکول سے آکر شریک ہوئی ہین۔ جو زیر اہتمام مس ہاسٹینڈ صاحبہ کے مسوری مین قائم ہے۔ ہم انکی کامیابی کے خوشگوار ہین۔ اگر اور کثیر التعداد طالب علم عورتوں ان کے نقش قدم پر چلیں۔ تو ہم اس مسئلے پر غور کریں گے۔ کہ ان کے لیے قیامگاہ مہیا کی جائے۔ مگر صوبہ جات متحدہ مین عورتوں کی ڈاکٹری تعلیم کے لیے جداگانہ کالج قائم ہونا غیر ممکن ہے۔ ہم سب یہ دیکھنے سے خوش ہین کہ ڈاکٹری پیشہ ممبران آئی۔ ایس ورڈ

بھائیوں کے مصائب سے نجات کا باعث ہوئے۔ کیا یہ امید کرنی بہت
 زیادہ ہے کہ اس کالج سے تعلیم پا کر اسی چال چلن کے لوگ نکلیں گے۔ جو
 اسپر قناعت کریں گے۔ کہ دور دراز مواضعات و قصبات میں جا کر وہ طبابت
 کریں اور انکے دل میں اس خواہش سے سرگرمی پیدا ہوگی کہ فوائد سائنس اور
 فرائض انسانی پورا کرنے کے لیے وہ اپنی جانیں تصدق کر دیں۔ مجھے اس امر کے
 متعلق بھی کچھ عرض کرنا ہے کہ طبی تعلیم نسوان میں یہ کالج کیا حصہ لے گا۔ کیسے وقت
 یہ خیال تھا کہ ڈاکٹر سی تعلیم کے لیے عورتوں کے واسطے کل لے علیحدہ قائم کیا
 جائیگا۔ مگر اس اسکیم کے لیے جس قدر چندہ دیا گیا۔ وہ اس خیال کے عمل میں لانے
 کے لیے مطلقاً کافی پایا گیا۔ مزید برآں موجودہ حالات میں اور بہت عرصہ تک
 اس صوبے میں ایسی نوجوان عورتوں کی تعداد جنہوں نے اُس پیمانہ تک
 تعلیم حاصل کی ہو جو داخلہ ٹیکل کالج کے لیے درکار ہے۔ اور جو اس پیشے میں
 داخل ہونے کی خواہشمند ہوں ضرورت بہت کم رہیگی۔ اس لیے یونیورسٹی
 (اور مجھے ٹھیک معلوم ہوتا ہے) ارادہ کرتی ہے کہ وہ صوبجات متحدہ میں
 کالج قائم کرنے کی کوشش نہ کرے گی۔ یہ فیصلہ کرتے ہوئے ممبروں نے
 اس امر کو نظر انداز نہیں کیا۔ کہ قابل ڈاکٹر سی پیشہ عورات کے لیے بغرض اسکے
 کہ وہ اس وسیع ملک کی عورتوں اور بچوں کا علاج کریں۔ عملی طور پر میدان غیر محدود
 ہے۔ اور نہ انہوں نے کسی طرح پر ان ضروریات کو کم سمجھا ہے۔ زائد اُن ہی ڈاکٹروں
 کے مہیا کرنے کے ذرائع کم پائے جاتے ہیں۔ مگر ہندوستان میں ان طالب علم
 عورتوں کی تعداد جنہوں نے ایسے کالج میں داخل ہونے کے لیے کافی علم

کی جاتی ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ نہایت عمدہ درجے کے لوگ ہمیں داخل
 ہوں گے۔ اور اُنکے درمیان بہت سے ایسے اصحاب نظر آئیں گے جو تسلیم کریں گے
 کہ یہ کالج جو انکا ذریعہ تربیت ہے۔ باشندگان صوبے کی اس خواہش کا نتیجہ
 ہے۔ کہ بیماری کے بڑے مسائل حل کرے۔ جنکے حل کرنے سے ہمارے
 بہت سے مصائب ورم ہو جائیں گے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ یہاں کے تعلیم یافتہ
 ڈاکٹری پیشہ لوگوں کو اس قابل پائیں کہ وہ رعایا کو علم سائنس حفظانِ صحت و
 دیگر علوم سائنس سے تندرستی و راحت پڑھ سکتی ہے واقف کریں گے
 اور ہم امید کرتے ہیں کہ اُسکے گریجویٹوں میں ایسے سرگرم اصحاب پائے جائیں گے۔
 جو اپنے آپ کو اُن حوصلوں کے پورے کرنے کے ذمہ دار ٹھہرائیں گے۔ جنکے لو
 اس کالج کی بنیاد ڈالی گئی ہے۔ ہمکو اعتبار ہے کہ اُنکے دلون میں بمقابلہ اسکے
 کہ ملازمت گورنمنٹ حاصل کریں۔ یا بڑے شہروں میں اعزاز پیدا کرنیوالی
 طبابت اختیار کریں۔ اعلیٰ معیاروں کا جوش موجزن ہوگا۔ وہ محسوس کریں گے۔
 کہ اُن سے چاہا جاتا ہے کہ وہ اُن کرو رہا باشندوں کے فائدے کے لیے
 جنہیں عمدہ ڈاکٹری علاج و حفظانِ صحت کی ملک میں چاروں طرف ضرورت
 ہے۔ نہایت ہی کوشش کریں۔ خلافت کے بعض نہایت ہی نفع رسان
 لوگوں نے جو بہت چھوٹے مقامات کے تھے اپنا فرض ادا کیا تھا۔ شرجہ
 ماہیپور۔ وکچ اور راس عا جان نے (جنکے نام کل دنیا میں عزت کے ساتھ
 لیے جاتے ہیں) پہلے اپنی قناعت کی کہ چھوٹے چھوٹے مقامات پر رہ کر
 اختیار کریں۔ جہاں رہ کر انہوں نے ایسے مسائل حل کیے۔ جو کل دنیا میں اُنکے

کرنل منی فولڈ کے سبب تجربہ کار و دانشمند افسر کے خدمات سے مستفید ہوئی ہو۔
 کرنل صاحب کو حکام یونیورسٹی سے مستعدانہ امداد ملی ہے۔ منشا یہ ہے کہ
 اس کا پیانہ تعلیم نہایت اعلیٰ ہو۔ پیانہ داخلہ بھی مستقل طور پر مقرر نہیں ہوا ہے۔
 مگر یہ واضح طور پر بیان کر دیا گیا ہے کہ وہ کن طریقوں پر مبنی ہوگا۔ کوئی
 طالب علم جب تک اُسے سائنس کا اس قدر کافی علم حاصل کر لیا ہو۔ کہ وہ مکمل
 اور سرجری کا کورس پڑھ سکے۔ کالج میں داخل نہ ہونے پائے گا۔ ساتھ اسکے کہ دخلہ
 کے لیے اس قدر سخت قابلیت بھی ضروری نہیں کر دی گئی ہے کہ کسی شخص کے
 لیے جو غالباً فوائد تعلیم سے مستفید ہو سکے اور اسکے ابتدائی امتحان کے باعث
 دشواری حاصل ہو اور وہ شرکت سے باز رکھا جائے۔

سربراہی رچرڈس صاحب۔ میں اس امر میں آپ سے متفق ہوں
 کہ یونیورسٹی نے اُن فوائد کے ساتھ جسے میں اور آپ باہم تعلق رکھتے تھے۔ اس
 کالج کو قائم کر کے پسندیدہ طور پر اس معیار کے حاصل کرنے کی طرف قدم بڑھایا ہو
 کہ وہ بھی دنیا کی تعلیم دلانے والی یونیورسٹیوں میں معزز رتبہ حاصل کرے۔ اس
 درس گاہ کے قائم ہونے سے ہم امید کر سکتے ہیں کہ اس صوبے کو زمانہ آئندہ
 میں نمایاں طور پر قابل یادگار فوائد حاصل ہوں گے۔ صرف یہی فائدہ نہیں ہے
 کہ اس صوبے کے نوجوان باشندوں کو جو پیشہ واکثری میں داخل ہو چاہیں
 وہ تعلیم حاصل کرنے کے لیے جسکے وہ خواہشمند ہوں بہت دور جانا پڑے گا۔
 اور اپنے وطن و اعدا سے مفارقت گوارا نہ کرنی پڑے گی۔ یہ تو صرف ایک
 خفیف حصہ فوائد میں سے ہے۔ جبکہ اس کالج کے قائم ہونے سے امید

لوکل گورنمنٹ اس صرفہ میں گورنمنٹ ہند کے ۱۰ لاکھ روپیہ کے عطیے کیلئے ممنون ہے۔
 اس ہسپتال کے متعلق بالتفصیل بہر بات کی تجویز کرنے میں جو کالج سے
 ملحق ہے زمانہ حال کے اول درجے کے ہسپتال کے ضروریات کا خیال
 ہوشیاری سے مد نظر رہا ہے۔ کرنل منی فولڈ صاحب انسپکٹر جنرل ہسپتالات نے
 بہت دانشمندانہ طور پر کارروائی کی۔ ابتدا میں ایک ڈیکل افسر مقرر کر لیا جو
 خاصکر اس واسطے مقرر کیا گیا کہ ہسپتال کے لیے سامان و لوازمات مہیا کرنے کے
 بارے میں مشورہ دے۔ یہ فرض کپتان راس صاحب نے بہت قابلیت کے
 ساتھ ادا کیا تھا۔ کالج کی لیبرٹریوں میں نہایت پسندیدہ قسم کے زمانہ حال
 کے آلات مہیا کیے گئے ہیں۔ اور گیس کی روشنی بہم پہنچانے کے لیے اجن
 بھی لگا دیے گئے ہیں۔ اندرونی حصہ میں کل سامان حفظان صحت انگلستان
 کے نامی دستکاروں سے منگو کر مہیا کیا گیا ہے اور اسکی تمام چیزیں بالکل
 زمانہ حال کے طریق پر ہیں۔ غلیظ پانی کی نکاس کا کام بھی نہایت عمدہ قسم کے
 اشیاء سے لیا جائیگا۔ اور تعمیر ماہر یورپیوں کی نگرانی سے عمل میں لائی جائیگی
 کل عمارت میں پورے طور پر مقطر پانی مہیا کیا گیا ہے۔ برقی قوت کے اجن اور
 ضروری سامان روشنی۔ پنکھے اور طلبہ کے لیے لیبرٹری میں کام کرنے کے
 لیے برقی قوت بہم پہنچائی ہے۔ پس بظاہر زمانہ حال کے سائنس کے مطابق
 عمارت کا ساز و سامان نہایت عمدہ طریقے پر مرتب کیا گیا ہے۔

ایک ضروری اہم امر یہ ہے کہ معقول نصاب تعلیم مہیا کیا جائے اور
 اسکے متعلق مشورہ دینے کے لیے گورنمنٹ اور کمیٹی کالج خوش قسمتی سے

جو سن ظاہر کیا گیا۔ جو ہیان حد درجے کے سرکاری وغیر سرکاری اصحاب اور
ہندوستانی اور یورپیوں میں خاص کر پایا جاتا ہے۔ اور میرے خیال میں اس صوبے
کے لیے سب سے خاص امتیازی بات ہے۔ اسکیم مذکور پر مہر کامیابی اس وقت
ثبت ہوئی جب ملک معظم نے عمارت کا بنیادی پتھر رکھا اور اجازت دی کہ پرنس
آف ولیمس اور پرنس آف ولیمس صاحبہ کے نام نامی سے یہ عمارت موسوم کیے
جائیں۔ ملک معظم نے اس یادگار کی تعمیر کی جب اجازت دی تو یہ ضروری قرار پایا
کہ یہ عمارت عالم نپاہ ملک معظم و ملکہ معظمہ کے نام نامی کے شایان ہو۔ آپ عمارت
کی بیرونی حالت دیکھ سکتے ہیں اور اسکی تعریف کر سکتے ہیں اور اقتصادی رسم کے
اختتام کے بعد آپ اندر بھی گشت کر سکیں گے اور اپنا اطمینان کر سکیں گے کہ
طریک کالج اور اسپتال ملک معظم اور ملکہ معظمہ کی اول آمد ہند کی شایان شان یادگار
ہے۔ عمارت متعلقہ کالج میں خاص عمارت کالج۔ جراحی ایک طرف رہنے والے
مکانات میں دو بلاک ۵ بڑے آسائش کے بنگلے پروفیسر و پرنسپل کے لیے دو
چھوٹی عمارتیں ماتحت طریک کالج افسروں کے لیے اور ایک طرف ۲۴ دایون
کی قیام کی جگہ ہوگی۔

حلقہ اسپتال میں خاص پہلوئے عمارت اسپتال و دوجہ اگانہ درجے
جسمین ایک عورتوں اور ایسے مریضوں کے لیے ہوگی جو باہر سے علاج کرنے
آئیں گے۔ ۳۲ مریضوں کے ٹھہرنے کے لیے انتظام کیا جائیگا۔ بڑی عمارتوں
کی تعمیر کا نقشہ ایشیائی طریق پر ہے۔ اور عمارت مطابق امام باڑے کے ہیں۔
جو انکے پاس ہی موجود ہے۔ کل صرفہ عمارات قریب ۳۰ لاکھ کے ہے اور

فرمانی تھی۔ کہ ہندوستان کے ایک نہایت سرسبز خطہ کی چار کروڑ کی آبادی طبابت اور جراحی میں بحیثیت ایک پیشے کے اعلیٰ ترقی کرنے میں قاصر تھی۔ اور ان خاتنگی مفاد سے محروم تھی۔ جو ان طبیبوں کو اپنے گھروں پر رشق کرنے سے حاصل ہو سکتے ہیں جنہوں نے اپنے اہل وطن کے مابین تعلیم پائی ہو۔ اُسکے بعد بھی بیس سال کے اندر کئی مرتبہ ایک ٹریکٹل کالج کی ضرورت کا ذکر کیا گیا تھا۔ اور اُسکے بعد یونیورسٹی کمیشن نے جو دس سال قبل مقرر ہوا تھا جس کی مہم سہری کا مجھے افتخار حاصل ہوا تھا۔ صوبجات متحدہ میں ٹریکٹل کالج قائم کرنے کی خاص طور پر سفارش کی تھی۔ کمیشن کے تین سال کے بعد ملک معظم اور ملکہ معظمہ کی آمد سے (جو اس وقت بحیثیت پرنس آف ولز وارد ہوئے تھے)۔ یہ خیال پیدا ہوا کہ انکی آمد کی یادگار قائم کرنے کے لیے ایک ٹریکٹل کالج قائم کیا جائے۔ اس تجویز کی ابتدا میرے دوست راجہ سر تصدق رسول خان صاحب سے ہوئی۔ جو آج جلسے میں موجود ہیں۔ - سر جیمس لاٹوش صاحب بہادر نے اس اسکیم کی قوی تائید کی۔ اور اپنا اثر ڈالا اور سر بارکورٹ بلر صاحب نے چند دن کے جمع کرنے میں حسب عادات اپنی سرگرمی ظاہر کی۔ مجھے آج خاص عطیہ دینے والوں کی فیاضی کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اسکے متعلق دشواریاں خاص کر اس صوبے کی رعایا کے سرگروہوں کی کوششوں سے عبور کر گئیں۔ اور اُسکے لیے ہکم پر طرح پرانہ مبارکباد دینے کا موقع ہے۔ ہر شخص نے نہایت ہی کوشش کی اور اس ستریک کے ساتھ ایسی دوستی بہبود و خلائق اور رغبت باہمی برپا کی

ہونے کا زمانہ بہت ہی افسوسناک ہوتا ہے۔ خصوصاً ایسے شخص کے لیے جسکی زندگی کا بہترین حصہ آپ کے ملک میں صرف ہوا ہو۔ آپ لوگوں سے مجھے جو تعلق رہتا آیا۔ اُسے میں ہمیشہ فخر اور شکر گزاری کے ساتھ یاد رکھوں گا اور آپ یقین رکھیں کہ گو میں یہاں موجود نہ ہوں گا۔ لیکن میرے خیالات اکثر آپ کے ساتھ رہیں گے۔ اور آپ کی سرنہری اور اقبال مندی کی خبریں ہمیشہ میری دلی خواہش کا باعث ہوتی رہیں گی اور اب میں لڈوک پور ہسپتال کا افتتاح کرنے جاتا ہوں

طیکل کالج لکھنؤ کے افتتاح میں ہزار کی تقریر

۲۸ جنوری ۱۹۱۶ء

سرنہری رچرڈس صاحب۔ لیڈیز۔ جنٹلمین۔

اس منزل مقصود کی سڑک جس تک آخر کار ہم پہنچ گئے ہیں۔ طویل اور نرساں ہے۔ راہ میں بہت سی دقتیں پیش آتی رہیں۔ اور بے شک بعض ایسے اوقات بھی گزرے۔ جب نہایت درجہ حوصلہ مند آدمی کو بھی اس مقصد کے حصول میں شک پیدا ہوتا۔ جسکے حصول کی خوشی منانے کے لیے آج ہم سب یہاں یکجا ہوئے ہیں۔ اگر ہم اپنے اس صوبے کی اس زمانہ گزشتہ کی تاریخ پر غور کریں۔ جبکہ یہ صوبہ صوبجات مشرقی و مغربی کے نام سے مشہور تھا۔ تو ہم کو یہ معلوم ہوگا کہ ۱۹۱۶ء میں طیکل تربیت دینے کی ضرورت اس صوبے میں نہایت بے اطمینانی کے ساتھ پائی جاتی تھی۔ بعد ازاں ۱۹۱۶ء میں اس وقت کے فٹنٹ گورنر سر ولیم میور صاحب بہادر نے یہ عام شکایت ظاہر

ورد دہلی کے مراسم میں شریک ہونے کا موقع ملا۔ میرٹھ کے لڑکے کبھی اپنے
 ملک قیصر اور ملکہ قیصرہ کی مرحمت خسروانہ کو فراموش نہ کر سکیے۔ دربار کے زمانے
 میں یہ سب پیلز مونڈ پر جمع تھے اور اسی طرح کاشتکار لوگ بھی دربار کے زمانے کی
 باتوں کو نہ بھولیں گے۔ جنھوں نے بادشاہی میلے کے وقت دیر محبت کے درشن
 میلے سے کیے تھے۔ آپکو دو مرتبہ جو یہ شاندار مواقع حاصل ہوئے۔ وہ آپ کے
 بڑے شکر کا محبت سربس کی بدولت جو نہایت ہی ہمدرد اور دانشمند اور مستعد
 افسر ہیں۔ حاصل ہوئے جن سے آپکو پورا حظ ملا۔

اس امر کے اعلان کو کہ ہندوستان کی دارالسلطنت دہلی میں اٹھائے گئے
 میرٹھ کے لوگوں نے بے توجہی سے نہ سنا ہوگا۔ آپکے شہر کا دہلی سے خاص
 تعلق پایا جاتا ہے۔ وہ آئندہ شہنشاہی شہر دہلی سے صرف چالیس میل کے
 فاصلے پر ہے۔ دونوں ضلع کے مابین صرف دریاے جمنا حائل ہے۔ یہ
 یقینی امر ہے کہ آپکے بالکل قریب السلطنت کے قائم ہونے سے آپکے
 ضلع کی سرسبزی اور بہبود کو ترقی ہوگی۔ مجھے آپ لوگوں میں آئے ہوئے
 ایک ثلث صدی کا زمانہ گزرا ہے۔ اس مدت کے اندر آپکے قومی اور زبرد
 کاشتکار بہ نسبت سابق کے زیادہ سرسبز اور مرفہ الحال ہوئے ہیں۔ اور
 اس بات کی پیشینگوئی بہت اچھی طرح کی جا سکتی ہے کہ جیسا جیسا زمانہ
 گزرتا جائیگا۔ انھیں مزید قوت حاصل ہوتی جائیگی۔ اس بات کی امید نہیں کہ
 کہ لٹمنٹ گورنری کا چارج دینے کے قبل میں پھر آپ لوگوں میں آسکوں گا اور
 مجھے اندیشہ ہے کہ شاید یہ میرے رخصت ہونے کا پہلا ہی موقع ہو۔ رخصت

ظاہر کرے گی۔ تو گورنمنٹ بھی ایک مرادی رقم کے ذریعے سے اُسین احانت دے گی۔ مسٹر لڈوک پورٹر آپ کے سابق کلکٹر نے اُسین بڑی ترغیب لائی اور مین خوش ہوں۔ کہ وہ اپنے اعلیٰ عہدے کا کام چھوڑ کر آج اس رسم میں شریک ہونے اور اپنے پُرانے احباب ضلع ہذا کے ملنے کے لیے یہاں آئے ہوئے ہیں۔ صاحب موصوف کی ترغیب کا یہ نتیجہ ہوا کہ پہلک نے اسپتال کی تعمیر کے لیے معقول چندہ دیا ہے اور یہ بڑی خوشی کی بات ہے کہ آپ لوگ خوب سمجھتے ہیں کہ یہ تجویز مسٹر لڈوک پورٹر کے بھاری اثر اور ذاتی توجہ سے درجہ تکمیل کو پہنچی ہے اور مجھے یہ دیکھ کر بڑی خوشی ہو رہی ہے کہ آپ لوگوں نے مجھ سے ہندو عالمی جو کہ اُنکے نام کو اس بھاری اسٹیڈیشن کے نام میں شریک کروں۔ آپ کی صریحی خواہش کے مطابق مین اب اس اسپتال کا نام لڈوک پورٹر اسپتال قرار دیتا ہوں۔ مجھے اس بات کے معلوم ہونے سے بھی خوشی ہوئی کہ اس کام میں آپ کو آپ کے کسٹمر مسٹر رینالڈز اور رسول سرجن کرنل گارٹے اور محکمہ تعمیرات سے بھی مدد ملی۔

ملک قیصر اور ملکہ قیصرہ کے ہندوستان میں تشریف لانے سے تمام باشندگان ملک ہذا کے دلون پر گہرا اثر پڑا۔ اور اُنکی موروثی شیخ خواہی اور عقیدت مند بنیادوں اور طریقے سے متحرک ہو گئی۔ مجھے اس بات کا یقین ہے کہ کل برعظم ہندوستان کے کسی حصہ میں ضلع میرٹھ سے بڑھ کر شاہی ورود سے گرجوئی نہ پیدا ہوئی ہوگی۔ اسکے باشندوں کو یہ خاص عزت حاصل ہوئی کہ انکو دور دراز ضلع کے باشندوں کی نسبت زیادہ صریحی طور سے دیرامپیر مل مجسٹریٹ کے

☆ ہزار اثر کی تقریر میرٹھ میں

نیشنلسٹ بورڈ۔ وینڈو پائل بورڈ میرٹھ کے قائم مقام ہو۔

آج صبح کو آپ لوگوں نے نہایت ہربانی کے ساتھ میرا خیر مقدم کیا جسکا میں شہر وری شکر یہ ادا کرتا ہوں۔ آپکی طرح مجھے بھی اس بات کی خوشی ہے کہ مولانک متحدہ اور آپکے خلع کے صدر مقام میں واپس آنے پر میں نے پہلا سرکاری کام یہی کیا ہے اور مجھے اس بات کی خاص خوشی ہے کہ وہ کام ضروری ہسپتال کے افتتاح سے تعلق رکھتا تھا۔

افسوس ہے کہ اس موقع پر آپ لوگوں میں آنے پر مجھے جو خوشی حاصل ہوئی تھی اُسکے ساتھ ریلے بہادر الالہ رانا نچ دیال کی وفات کا بھی بڑا صدمہ ہوا جو لوکل کونسل میں آپ کی میونسپلٹی کے قائم مقام تھے۔ وہ ایک متین اور عمدہ ال پسند آدمی تھے۔ جنھیں ہر فریق کی ہر قسم کی بیبود کا دل سے خیال ہوتا تھا۔ اور وہ بہت سا کام اس طریقے سے انجام دیتے تھے کہ اُس کی زیادہ تر شہرت کے خواہاں میں رہتے تھے۔

آج سے دو تین برس قبل جب یہاں ایک دربار منعقد ہوا تھا۔ تو اس شہر وری خلع اور قسمت کے صدر مقام میں ایک عمدہ ہسپتال کے قائم کرنے کی ضرورت بہت اچھی طرح سے ظاہر کی گئی تھی۔ اور میں نے اپنی تقریر میں باشندگان میرٹھ پر زور دیا تھا کہ وہ سنجیدگی کے ساتھ اس معاملہ کی طرف توجہ کریں اور وعدہ کیا تھا کہ اگر پبلک ایک عمدہ ہسپتال کی تجویز کے متعلق اپنی توجہ ظاہر

☆ یہ تقریر آئینہ، یاد دہانی کے کاموں سے فرصت پا کر تھوہر سلسلہ میں جب میرٹھ تشریف لے گئے بن اسوقت ورجون کے جوس کے جواب میں فرمائی تھی۔



نہ آنر کی آخری تقریریں

ہمارا ارادہ یہ نہ تھا کہ ہم نہ آنر کی ان تقریروں کو درج کر سکیں گے۔ ج۔
 دسمبر ۱۹۱۱ء کے بعد ہکو دستیاب ہون لگی۔ مگر کتابت کی دشواریوں
 اور چھپائی کے کام اور کتاب کی غیر معمولی ضخامت کی وجہ سے کتاب
 کی تکمیل جولائی ۱۹۱۲ء تک نہ ہو سکی۔ اس لیے دسمبر ۱۹۱۱ء سے مئی
 ۱۹۱۲ء تک جو تقریریں ہکو مل سکیں وہ بھی ہم اس آخری حصے
 میں درج کیے دیتے ہیں۔ اور اب ہم اس بات کا خیال کر سکتے ہیں
 کہ جس محنت اور کوشش سے ہم نے یہ تقریریں جمع کی ہیں۔ اس کی
 داد اہل ملک صرف اس قدر دیں کہ ان تقریروں کی اشاعت پوری
 طرح اُردو دنیا میں ہو جائے۔ اور اگر ہم کو کامیابی نصیب ہوئی تو ہم
 آئندہ ان تقریروں پر ایک دوسرا محاکمہ کریں گے اور ان کو دوبارگی میں بھی
 چھپوا دیں گے۔
 (حکیم برہم)

کہ کیا دوا می نقصان پہونچا ہے۔ گاڑیوں کے متعلق میں فوجی حکام کو لکھنے والا ہوں۔ کہ حتی الامکان گاڑیاں کم لیجائیں۔ جس قدر قواعد سکھانے کے لیے درکار ہوں اتنی ہی لیجائیں۔ میں خوش ہوں کہ آپ لوگ گورنمنٹ کی ان کوششوں کا اعتراف کرتے ہیں۔ جو اسے انسداد طاعون اور حفظ صحت کے بارہ میں اختیار ہیں۔

(انجمن اسلامیہ کے جواب میں)

میں آپ کی انجمن کے قائم مقاموں سے ملکر بہت خوش ہوا۔ اور سرگزار ہوں کہ آپ نے میرا خیر مقدم کیا۔ آپ کی سوسائٹی کا یہ مقصد کہ مسلمانوں میں تعلیم و ترقی ہو۔ نہایت درجہ قابل تعریف ہے۔ میں نے خیال کیا ہے کہ سرکاری ملازمت کے بعض حصوں میں مسلمان کتنے کم ہیں۔ بڑے بڑے عہدوں پر مسلمان ہیں۔ لیکن اور دو کے عہدوں پر مسلمان کم ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان اعلیٰ عہدوں کے لیے تیار ہوئے ہیں۔ لیکن اور مناصب کی تعلیم نہیں حاصل کرتے۔ اس بارے میں آپ کی انجمن کی کوششوں کی قدر کرتا ہوں۔ آپ کی انجمن کو مبارکباد دیتا ہوں کہ اس نے اس ضلع میں مسلمانوں کے لیے ابتدائی اسکول قائم کر رکھا ہے۔ جس میں اور قوم کے لوگ بھی تعلیم لے سکتے ہیں۔

مشرق کی طرح مغرب میں بھی پُرانے خاندان تباہ ہیں۔ اور فضول سوا ترک کرنے کی تحریکیں ہیں۔

میں آپ کی سرسبزی و بہبود کا دل سے متمنی ہوں۔

منفقہ کرے۔ اور امید ہے کہ اس طرح کمیٹی کے ذریعے سے بعد غور و خوض جو
 تدبیریں عمل میں لائی جائیں گی وہ عوام الناس کے حق میں فائدہ مند ثابت ہونگی۔
 اپنے بیان کیا ہے کہ مالک نہا میں جو ڈیشیل عملہ کا از سر نو انتظام کیا جائے۔
 مجھے اسکے لیے ہائیکورٹ اور جوڈیشیل کی رائے کا انتظار کرنا ہے۔ مجھے یہ
 سُنکر خوشی ہے کہ آپ کی انجمن اسکی کوشش کرتی ہے۔ کہ کاشتکاروں کے
 جھگڑے آپس میں دوستانہ طریقے سے طرہ ہو جایا کریں۔ میں نے بیان کیا
 تھا کہ پرانے خاندانوں کی موروثی جائیداد تلف ہونے پائے۔ اس سے
 کسی قدر غلط فہمی پیدا ہوئی۔ میرا منشا صرف قدیم اور موروثی خاندانوں سے
 تھا۔ کہ وہ محفوظ رہیں۔ نواب فیاض علی خاں صاحب نے دس برس ہوتے
 ہیں۔ اس مسئلہ کو پیش کیا تھا جن لوگوں کو اس مسئلے سے دلچسپی ہے۔ وہ
 نواب صاحب کی صدارت میں ایک کمیٹی بنائیں اور اسکو پیش کریں۔ آپ نے اپنے
 ایڈریس میں اس تکلیف کا بھی ذکر کیا ہے جو اس ضلع کو آخر ۱۹۰۸ء میں فوجی
 قواعد کی وجہ سے پہنچتی تھی۔ اس میں کسی قدر غلط فہمی ہے۔ مجھے معلوم ہوا کہ
 ۱۹۰۸ء سے پہلے صرف ان توپوں سے چاند ماری ہوتی تھی جو رڑکی سے سامان
 بار برداری کے ساتھ آتی تھیں ۱۹۰۸ء میں جنگی توپیں بھی شریک کی گئیں۔ کپ
 چھوٹا تھا۔ ایک ایک کے لئے جانے کے لیے ویسی گاڑیوں سے کام لیا گیا۔
 اور یہ نہیں معلوم ہوا کہ پورے کپ کی چاند ماری سے وہاں کے لوگوں کو تکلیف
 ہوئی۔ ۲۱ نومبر کو شروع ہوئی اور گیارہ دسمبر ۱۹۰۸ء کو یہ قواعد ختم ہوئی۔ زراعت
 کا جو نقصان ہوا اسکا مواضعہ دیا گیا۔ اب کھیت اس غرض سے دیکھے جائے

اور وہ مسرت ہو گئے۔ آپ نے جن کا غذات کا ذکر کیا ہے۔ میں نے اُنھیں دیکھا ہے۔
 میں دیکھوں گا کہ فوج میں داخل کیے جانے کی جو درخواست دی گئی تھی۔ اُس کی
 بابت کیا حکم ہوا ہے۔ آپ نے ذکر کیا ہے کہ گورنمنٹ ان نامیوں کے مزار کی حفاظت
 کرے۔ جنکو اس ضلع کی تاریخ سے تعلق ہے۔ میں اسکی تحقیقات کروں گا اپنے
 منظر نگار میں جو میرا دوستانہ خیر مقدم کیا۔ اور میری تندرستی و بہبود کی دعا کی ہے
 میں اسکا شکریہ ادا کرتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ آپکی انجمن کو ہر طرح کی سرسبزی
 و کامیابی حاصل ہو۔

(زمینداروں کی انجمن کے جواب میں)

حضرات!

میں آپکے دوستانہ خیر مقدم کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ دو برس قبل جو میں
 آپ لوگوں سے ملا تھا۔ اسوقت سے آپکی انجمن نے ترقی کی ہے۔ آپ نے اپنی
 انجمن کی طرف سے جو ایڈریس دیا ہے۔ اُسکی دسویں دفعہ میں جو باتیں بیان
 کی ہیں وہ عوام الناس اور گورنمنٹ دونوں کی توجہ کے لائق ہیں۔ میں اس پر
 معترض ہوں کہ چشکر غیر ملک سے ہندوستان میں آتی ہے۔ اسکی جو صلہ
 افزائی نہ کیجائے۔ اور اسپر خاص محصول قائم کیا جائے۔

کیونکہ یہ کہیں سے ثابت نہیں ہوتا کہ جب انیشکر کی پیداوار اچھی ہوگی اور
 شکر اچھی طرح بنائی جائیگی تو غیر ملک کی شکر سے مقابلہ نہ کر سکیگی۔
 نوکل گورنمنٹ کا قصد یہ ہے کہ چراگا ہوں وغیرہ کے متعلق ایک کانفرنس

مجھے امید ہے کہ آپ بورڈنگ کے طالب علموں کی نگرانی قابلِ پسند نون کے
پیرونہ کیجیے گا۔ گورنمنٹ کو بہت خوشی ہے کہ آپ کی ترقی میں کبھی کسی عسدری
سے کوئی ہرج واقع نہیں ہوا۔

(انجمن جعفریہ کے جواب میں)

حضرات!۔

ہر ہائس نواب صاحب رام پور نے جو ہند کی سلامی ریاستوں میں
ایک اعلیٰ درجے کے والی ریاست اور آپ کے ہم مذہب ہیں۔ علیگڑھ میں بہت
خوبی کے ساتھ سرکار انگلشیہ کی بابت اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ اور
وہی خیالات آپ کی جماعت کے بھی ہیں۔ میں اسکا اعتراف کرتا ہوں کہ آپ کو
سرکار انگلشیہ سے جو جو برکتیں حاصل ہوئیں۔ آپ انکی پوری قدر کرتے ہیں۔
اور آپ کی جماعت نے طاعون کی سرکاری انسدادی تدبیروں کی اچھی طرح قدر
وقیمت کی۔ آپ نے بعنوان شایستہ اس بات کا حوالہ دیا ہے کہ جس روز سے
میں نے اس عہدے کا کام شروع کیا تھا۔ اُسی روز یہ آپ کی انجمن قائم ہوئی تھی
آپ کے مقاصد و اغراض کو گورنمنٹ پسندیدہ نگاہوں سے دیکھتی ہے۔ سادات
منظف نگر کی تاریخ ضلع کی تاریخ کا ایک جزو و عظم ہے۔ ایک زمانے میں سادات
بارہا جٹ فوجی اور جنگی کارناموں کا اپنے فخریہ ذکر کیا ہے۔ اس ضلع کے
مشرقی پرگنوں کے بہت بڑے رئیس اور صاحب جائداد تھے۔ تین سو برس
تک اسکا اقتدار رہا۔ مگر جب انکی قسمت نے پٹا کھایا تو انکے خصال بدل گئے

میں نہیں پہنچ سکتا۔ جب اپنے مجھے اپنے یہاں مدعو کیا تو مجھے بڑی خوشی ہوئی اس لیے کہ میں یہاں بچپن برس کے بعد آج اس حالت میں دوبارہ آیا ہوں۔ میرٹھ سے یہاں تک کی مسافت سو اگھنٹہ سے کم میں موٹر سواری سے طے ہو گئی۔ اور اس سفر میں مجھے اصلاً مکان نہیں ہوئی۔ آپ کا یہ کہنا صحیح ہے کہ ذرائع آمد و رفت اس ضلع میں بہت کچھ اصلاح طلب ہیں۔

سڑکوں کے بارے میں میں افسوس کے ساتھ کہتا ہوں کہ لوکل گورنمنٹ موجودہ حالت کے لحاظ سے آپ کی مدد نہیں کر سکتی۔ چھ سات سال سے آپ کے ضلع کو طاعون سے سخت پریشانیاں اٹھانی پڑیں۔ اور فی ہزار نوے آدمی ہلاک ہوئے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ لوگوں میں طاعون کی یہ شدت کیوں ہوتی ہے۔ مجھے آپ کے ان حالات سے پوری ہمدردی ہے۔ کچھ دن پہلے اعلیٰ حضرت بادشاہ سلامت نے اپنے مراسلے میں رحایا کی اس تکلیف اور مصیبت میں اپنی ہمدردی ظاہر فرمائی تھی۔ اس وقت سے انسداد طاعون کی بہت کوشش کی گئی اور کامیابی ہوئی۔ اور مجھے امید ہے کہ اگر بد قسمتی سے اس ضلع میں طاعون کی شکایت پھر ہو تو آپ طاعون کے طیکے ضرور لے لیں۔ اپنے اپنے ضلع کی ڈسپنسریوں کی بابت جو کچھ کہا ہے۔ اسکو میں نہایت دلچسپی سے سنا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ آپ کے یہاں انکا سامان کم ہے۔ بڑی خوشی کی بات ہے کہ آپ نے زرقا و سی سے بہت سے کنوین کھڈلے ہیں۔ آپ نے ترقی منل مویشی کے واسطے ایک اچھے سائڈ کا ذکر کیا ہے۔ اسپر کاغذ کیا جائیگا۔ مجھے خوشی ہے کہ آپ کے یہاں تعلیم کی حالت اچھی ہے۔

جس میں برابر روپیہ صرف کرنا پڑے۔ میں نے دربار والی تقریر میرے ٹھہرے
ایک عمدہ ہسپتال کی تحریک کی تھی۔ آپ کے قرب و جوار کے ضلع میں جنگی
آمدنی آپ کے مقابلے میں کم ہے طبی کاموں میں زیادہ صرف کیا جاتا ہے۔
مجھے امید ہے کہ آپ لوگ اپنے طور سے اس بات کی کوشش کریں گے
کہ میرے ٹھہرے اسکے حسب شان ایک اچھا ہسپتال قائم ہو۔ آپ کے ضلع میں تقاوی
تقسیم ہوئی۔ میں اسکے متعلق اعتراف سُن کر خوش ہوا۔ یہ بھی سُن کر مجھے خوشی ہوئی
کہ صرف گورنمنٹ ہی نے تقاوی تقسیم نہیں کی۔ بلکہ ضلع کے زمینداروں نے
بھی اپنے اپنے کاشتکاروں کو تقاوی دی۔ آپ نے جو اطمینان دلایا ہے کہ
میرے ٹھہرے باشندے خیر طلب اور صلاحیت پسند ہیں۔ میں اسے تسلیم کرتا ہوں
کہ ملک کے اور حصوں میں جب سچپنی کے آثار تھے تو یہاں ان باتوں کا اثر
نہیں تھا۔ میں آپ کو اس پر مباد ویتا ہوں۔

ہزار کی چار تقریریں مظفرنگر میں
میرا پچھلے ۱۹ نومبر کو ہزار نے مظفرنگر میں چار ایڈریس قبول فرمائے
اور ان کے جواب میں یہ تقریریں فرمائیں۔
(پہلا جواب میونسپل وڈ سٹرکٹ بورڈ کے ایڈریس کا)

حضرات !

ان دنوں ایسے امور پیش رہتے ہیں کہ ایک فکٹنٹ گورنر کی روزانہ زندگی
نہایت مصروفیت سے بسر ہوتی ہے۔ اس لیے وہ چھوٹے چھوٹے ضلع

میرٹھ میں ہزارنہ کی تقریر

حضرات

میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اس دفعہ میں میرٹھ میں دوبارہ آیا۔ تو اپنے
لیڈی مہیوٹ کا اور میرا خیر مقدم کیا۔ آپ نے ہمارے بارے میں جو خیالات ظاہر
کیے ہیں۔ میں ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ خوشی کی بات ہے کہ اس صوبے
کے اور بڑے بڑے شہروں سے میرٹھ کی میونسپلٹی کی حالت اچھی ہے۔
آپ کے شہر میں لوگوں نے طاعون کا ٹیکہ لیا ہے۔ اس سے آپ کی اور آپ کے
اُن قابل افسروں کی تعریف کی جاتی ہے۔ جن کے متعلق انسداد طاعون کا انتظام
ہے۔ آپ کا ڈسٹرکٹ بورڈ اپنی تین لاکھ سے زائد آمدنی میں سے ایک لاکھ تعلیم پر
صرف کرتا ہے اور تنخواہ دار سرکاری کے خدمات سے فائدہ اٹھانے کی یہاں
آزمائش بھی ہو رہی ہے۔

مجھے امید ہے جو ڈپٹی کلکٹر اس کام کو انجام دے رہا ہے۔ وہ بورڈ
کو اچھی طرح مدد دیگا۔ اور جو روپیہ اسکے سپرد کیا گیا ہے۔ اس کا اچھا مصروف
دکھائے گا۔ آپ کے ضلع میں جو کوششیں ترقی کی ہو رہی ہیں۔ میں اس کی
قدر کرتا ہوں۔ آپ نے تعلیم شوان کے ابتدائی مراحل میں نہایت حوصلہ افزا
کام کیا ہے۔ میں آپ کی ہمتوں کو پست کرنا نہیں چاہتا۔ آپ نے بیان کیا ہے
کہ آگے چل کر شاید ہمارے یہاں سرمائے کی قلت ہو۔
ایسے حال میں آپ کو چاہیے کہ آپ ایسا کوئی کام اپنے ہاتھ میں نہ لیں

انبوہ گو قومیت ملت اور جذبات میں جدا کا نہ ہیں۔ لیکن صرف اس خیال سے متاثر نہیں۔ کہ موت نے نہ صرف انکی ملکہ کو اُن سے چھین لیا۔ بلکہ ان کے سچے دوست اور غمگسار کو جدا کر لیا۔

سات سال کا زمانہ گزر گیا۔ ابتدا از زمانہ سے گورنر جنرل کم ہو گیا۔ مگر ہندوستانیوں کے دلوں سے ملکہ مرحومہ کی عظمت و محبت نہیں کم ہوئی۔ اور نہ کم ہو گئی۔ اور اودھ کے لوگوں کو ملکہ معظمہ کے ساتھ محبت کرنے کی خاص وجہ ہے۔ پچاس برس پہلے یہ شہر ملکہ معظمہ کی سلطنت میں شامل ہوا۔ اس سے پہلے یہاں اہرنی تھی اور جان و مال خطرہ میں تھا۔ لیکن ملکہ وکٹوریہ کے انتقال کے سامنے ہی یہ صوبہ اودھ سب سے زیادہ امن و امان کی حالت میں ہو گیا تھا۔ باشندگان اودھ نے بہت خوب کیا کہ اپنے ایسے فرمانروا کی یادگار قائم کی۔ جس کے ساتھ انکو محبت ہے۔ اس مجسمہ سنگی کو نقاش نے ایسا خوبصورت بنایا ہے کہ آپ اسکو دیکھ کر بے انتہا خوش ہوں گے۔ اور یہ یادگار ہمیشہ دلچسپی سے دیکھی جائے گی۔ باشندگان اودھ ملکہ معظمہ کو صرف اپنی ملکہ نہ خیال کریں گے۔ بلکہ اپنی مادرِ مرہبان اور سرپرست بھی۔ کیونکہ وہ ہندوستانی رعایا کو ہمیشہ آرام اور نفع پہونچانے کی سعی تھیں۔ خدا کرے کہ انکی یاد آپ لوگوں میں عزت کے ساتھ ہمیشہ قائم رہے۔ اور باشندگان اودھ ہمیشہ تاج و تخت انگلیشہ کی وفاداری سے وابستہ رہیں۔ جو ان کا خاص شیوہ ہے۔



غلط خیالات رکھتے ہیں آپ لوگ جاہلون کے ایسے خیالات دور کر سکتے ہیں اور انکو سمجھا سکتے ہیں کہ گورنمنٹ جو کچھ کرتی ہے وہ انھیں کے فائدے کے لیے کرتی ہے۔ آپ اپنے ہموطن بھائیوں کی اس سے زیادہ خدمت و رسید طرہ نہیں کر سکتے۔ کہ آپ انھیں موثر پیرایے میں ان کو ششون اور تدبیرون پر کاربند ہونے کو آمادہ کریں۔ جو گورنمنٹ انھیں بتاتی ہے۔ آپ میری نسبت جو نیک خیالات ظاہر کیے ہیں۔ میں انکا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اور شہنشاہ معظم کی ذات کے ساتھ آپ جو اظہارِ عقیدت و وفاداری کیا ہے۔ اور گورنمنٹ کا شکریہ ادا کیا ہے۔ میں اسکو گورنمنٹ ہند تک پہنچا دوں گا۔

ملکہ معظمہ کے سنگی مجسمہ کی رسم افتتاح میں ہزار کی تقریر (لکھنؤ)

صاحبو!

لکھنؤ میں جس کام کے لیے ملکہ معظمہ کی وفات کے بعد ہی جو روپیہ فراہم ہونا شروع ہوا تھا۔ آج اسکے پورا کرنے کے لیے جمع ہوئے ہیں۔ اس فراہمی سرکار سے غرض یہ تھی کہ اودھ کے عامہ خلائق کی آرزو کے مطابق صوبہ اودھ میں ملکہ مرحومہ کی دو خاص یادگارین قائم کی جائیں۔

لکھنؤ کے جس جلسے میں ملکہ معظمہ کی یادگار قائم کرنے کے لیے تجویز طرہ پائی تھی۔ سرانٹونی میکڈانل نے فرمایا تھا۔ اس لیے میں کہتا ہوں کہ تمام ہندوستان کی تاریخ میں اسکی ایسی کوئی مثال نظر نہیں آتی ہے کہ خلعت کے

زیادہ ہے۔ صوبہ ہذا کے مغربی ضلع کے کاشتکار اسی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں اور اس جماعت کے اچھے اچھے جوان اعلیٰ حضرت، ملک معظم کی فوج میں بھی ہیں۔ اسی جماعت کے دو والی ملک خود مختار بھی ہیں۔ جنکی ریاست کے حدود ہماری سرحد کے قریب ہیں۔ میرے خدمات کا بڑا زمانہ اُن ضلع میں بسر ہوا ہے جو جاٹوں سے آباد ہیں۔ آپکی قوم سے جو ارتباط تھا وہ مجھے یاد ہے۔ مجھے دیکھ کر خوشی ہوئی کہ اس ڈیپوٹیشن میں وہ لوگ بھی ہیں جو فوج میں ملازمت کر چکے ہیں۔

آپ نے صرف اپنے قول سے نہیں بلکہ اپنے فعل سے بھی بادشاہ سلامت کے ساتھ اپنی محبت اور وفاداری ظاہر کی ہے۔ اور یہ ان معنوں سے ظاہر ہوتی ہے۔ جو آپ میں بعض سن رسیدہ حضرات کے پاس ہیں۔ یہ صوبہ تعلیم میں پیچھے ہے۔ مگر اب یہاں کے لوگ اسکی قدر قیمت کی طرف مائل ہوتے جاتے ہیں۔ مجھ کو خوشی ہے کہ آپکی جماعت بھی اُنھیں میں ہے۔ جو تعلیم کی مزید ترقی چاہتی ہے۔ سب سے زیادہ ضروری امر یہ ہے کہ اس صوبے میں ابتدائی تعلیم کو فروغ دیا جائے۔ اور خاص کر صنعت کو فروغ دینا چاہیے۔ آپ لوگوں نے اسناد و قحط کی تدبیروں کی تعریف کی ہے۔ جو اس صوبے میں اختیار کی گئیں۔ مجھے اسکی طرف سے بھی اطمینان ہے کہ آپ لوگ اسناد و قحط کی کوششیں دل سے پسند کرتے ہیں۔ میں بار بار نہیں کہہ سکتا کہ جو کچھ اس بارہ میں گورنمنٹ کر رہی ہے وہ گویا اسکے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے جو آپ خود کر سکتے ہیں۔ افسوس ہے کہ جاہل اور ناواقف لوگ گورنمنٹ کی ان کوششوں کی طرف سے

طرح ادا کیے۔ اور مجھے شہرہ نہیں ہے کہ جب چند منٹ میں ہم لوگ اس سنگی ست کے خط و خال پر نظر دالیں گے تو اسکے تقاسم کی تعریف کریں گے۔ یہ بہت اچھی بات ہوئی کہ اس یادگار کی چھتری یا چتر اور چبوترہ جس پر یہ رکھا ہے۔ یہیں کے ممالے سے تیار کیا گیا۔ یعنی چھتری اس سنگ مرمر سے بنی ہے جو قریب کی ایک ریاست راجپوتانہ سے منگایا گیا ہے۔ اور چبوترہ اس پتھر سے جو آپ کے ضلع کے پہاڑ سے لایا گیا ہے۔ یہ دونوں چیزیں آگرہ اور متھرا کے کاریگروں نے نہایت خوبصورتی سے بنائی ہیں۔ جنگی صناعت کی شہرت دو دور ہے۔ اور یہ بت ایسی جگہ ہو گا کہ ہر آئندہ ورون کی نظر اس پر پڑے گی۔ ہم لوگوں کو مطمئن رہتا چاہیے۔ میونسپل بورڈ اس یادگار کے مرغزار اور اسکے گرد و نواح کو اچھی حالت میں رکھے گا۔

مجھے فخر ہے کہ آپ نے مجھے اس رسم افتتاح کے پورا کرنے کے لیے یہاں بلایا۔ اور اب میں آپ کی درخواست کے مطابق آپ کی تمنا کو پورا کرتا ہوں۔

ہزارہ کی تقریر جاٹ ڈیپوشن کے ایڈریس کے جواب میں

۳۱ اپریل ۱۹۰۸ء

گورنمنٹ ہوس میں ۳۱ اپریل ۱۹۰۸ء کو جاٹ ڈیپوشن کے ممبروں نے جن میں

راجہ صاحب مسان۔ راؤ گراج سنگھ وغیرہ اور چند پیش یافتہ جاٹ فہر

شریک تھے۔ ہزارہ کو ایڈریس پیش کیا تھا۔ اسکے جواب میں ہزارہ نے یہ ایشافوا۔

آپ لوگ جس جماعت کے قائم مقام ہیں۔ اسکی تعداد اس صوبے میں پانچ لاکھ

کیننگ کی وفات پر بھیجا تھا۔ لیکن ان مراسلات میں اس سے زیادہ پر زور اور پرمعنی کوئی دوسرا مراسلہ نہیں۔ جسمین علیہ حضرت نے ہندوستان سے بلا کاظ ہندو۔ مسلمان۔ عیسائی یا بودھ مت خطاب کیا ہے۔ اور خاکہ وہ فقرہ یا ٹکڑا قابل قدر ہے جسکی وجہ سے ملکہ معظمہ کا یادگار اعلان شاہی مرتب ہوا۔ اسمین پہلے اپنے مسیحی مذہب کا اقرار کیا ہے۔ اس کے بعد یہ فرمایا ہے کہ اپنی رعایا کے مذہب میں کسی قسم کی دست اندازی نہیں جاتی اور وہ بے خوف و خطر اپنے اپنے مذہب کے فرائض آزادی سے ادا کرتا آپ لوگوں کو معلوم ہوگا کہ اس اعلان شاہی میں خود ملکہ معظمہ نے ایسا رد بدل فرمایا تھا جس سے انکی فیاضی۔ سخاوت۔ اور مذہبی امور میں تخیل و رواداری پائی جاتی ہے۔ اور وہ فقرہ جسکو مذہبی امور سے خاص تعلق ہے۔ اس سے ملکہ معظمہ کے شریف دل کا حال معلوم ہوتا ہے۔

صاحبو۔ جیسا کہ آپ لوگوں نے اپنے ایڈریس میں بیان کیا ہے۔ یہ بات ہر طرح موزون ہے کہ مٹھرا ایسی مقدس جگہ میں جہاں مذہبی عظمت اور تخیل و بردباری برستی ہے جو ملکہ معظمہ کو بہت پسند تھی۔ ملکہ معظمہ کا ایک سنگی مجسمہ قائم کیا جائے۔ جس سے یہاں کے آنے والے پوجاریوں اور متدرون کی زیارت کرنے والوں میں انکی یاد ہمیشہ تازہ رہیگی۔ ضلع مٹھرا کے رہنے والے قابل تعریف ہیں کہ گواکھا ضلع بہت زیادہ متمول نہیں ہے لیکن انھوں نے اس قدر چنہ جمع کیا۔ جس سے یہ کام پورا ہو سکے۔ چندہ دینے والوں کے ساتھ مینوئیل بورڈون نے بھی اپنے فرائض اچھی

تمام تجربوں سے معلوم ہوا کہ اس سے اچھی اور کوئی دوسری ترکیب انسداد طاعون کی نہیں ہے۔ یہ خیال کرنا چاہیے کہ جیت تک طاعون نمودار نہ ہو اس کی انسدادی ترکیبوں کی ضرورت نہیں ہے۔ آسان اور اچھی ترکیب یہ ہے کہ طاعون شروع ہونے سے پہلے طاعون کا ٹیکہ لے لیا جائے۔ تاکہ اس کے اثر سے اسکی شدت کے زمانہ میں لوگ محفوظ رہ سکیں۔ اور اگر ہر سال لوگ تدابیر انسداد اسوقت تک کہ طاعون نمودار ہوا اٹھا رکھیں گے۔ تو پھر طاعون پاؤں زمانے تک ہیگے۔ طاعون کے ٹیکے کے خلاف کہا جاتا ہے کہ اسکا اثر چند روز رہتا ہے۔ یہ سچ ہے مگر طاعونی مقامات پر کوئی سامان تحفظ نہ ہونے سے یہ چند روزہ تحفظ بھی اچھا ہے۔ حتی الامکان مین زور دیکر آپسے کتا ہوں کہ ہر جگہ آپ کو شش کرین اور لوگوں پر اثر ڈالیں کہ ٹیکے سے بہت قیمتی فوائد حاصل ہوتے ہیں تاکہ لوگ طاعون کا ٹیکہ لین اور اپنی جان بچا لیں

متھرا میں ہزاروں کی تقریر

جو ۶ جنوری ۱۹۰۸ء کو ملکہ معظمہ کے سنگی بُت کی رسم افتتاح کی وقت فرمائی

صاحبو!

میں یقین رکھتا ہوں کہ ملکہ معظمہ کی یادگار قائم کرنے میں یہ صوبہ کسی سے کم نہیں ہے۔ حال میں ملکہ معظمہ کے جو خطوط چھپے ہیں اُن سے بہت کچھ روشنی اُنکے عہد حکومت پر پڑتی ہے۔ اس کتاب میں آخری خط وہ ہے جو ملکہ معظمہ نے ہندوستان کے اول وایسر (لارڈ کیننگ) کو لیٹھی

اس ارادے اور حوصلے سے کہ ضلع کی پختہ سڑکیں اور بڑھائی جائیں۔ پوری سہولتیں
کرتا ہوں۔ مگر مجھے اندیشہ ہے کہ مین سیمین کوئی مالی مدد نہیں کر سکتا۔ کئی وجوہ سے
اس وقت امداد کی بحث کو طول دینا مناسب نہیں۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ امداد کا تعین کچھ برسوں کے لیے پہلے ہو چکا ہے۔
دوسری وجہ یہ ہے کہ اس صوبے میں قحط کا خطرہ ہے اور اس لیے
مالی معاملات کا کوئی اعتبار نہیں ہو سکتا۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ ممالک ہائین بورڈوں کی مالی حالت آئندہ پانچ برس
میں بدل جائیگی۔ اسکے علاوہ مین آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ جب آپ کی امداد کے
مسئلے پر غور کرنے کا وقت آئیگا تو مین اسپر مناسب طور سے غور کروں گا۔ اپنے
جو ضرورتیں بیان کی ہیں انہیں سے ایک یہ ہے کہ ابتدائی اسکولوں کی تعداد
میں ترقی ہونی چاہیے۔ مین دل سے اسکا ہمدرد ہوں۔ اسکا پورا ہونا آپ کی
مالی حالت پر ہے۔ آپ نے اپنی آمدنی کا اچھا مصرف دکھایا۔ اور تعلیم آپ کے
یہاں ترقی پر ہے اور امدادی اسکولوں کی تعداد میں قابل اطمینان اضافہ ہوا ہے
اس زمانے میں طاعون کی شدت سے آپ کو سخت دقتوں کا سامنا کرنا پڑا۔
مجھے آپ سے اس بارے میں ہمدردی ہے۔ آپ ایسے معاملات میں گورنمنٹ
سے زیادہ عوام الناس پر اچھا اثر ڈال سکتے ہیں۔ اور عام ریلے پر اثر قائم
کر سکتے ہیں۔ آپ کی اچھی کوششیں اس سے ظاہر ہیں کہ آپ لوگ طاعون کے
زمانے میں مکانات خالی کرتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ طاعون کے ٹپکے
کے لیے آپ لوگ سخت کوشش کریں گے۔

کیے جاسکتے ہیں اور گورنمنٹ اپنے اختیارات نگرانی و دخل کو صرف اہم امور میں کام میں لاتی ہے جو کہ ہم توقع رکھتے ہیں وہ یہ ہے کہ گورنمنٹ ریاست کے حالات و معاملات سے باخبر رکھی جائے اور جب تک نواب صاحب آپ اپنی ریاست کا انتظام جو کچھ آسان کام نہیں ہے مستعدی بے لوثی اور مضبوطی سے انجام دین کے۔ میں آپ کو مستقل امداد دینے کا وعدہ کرتا ہوں لیڈر جنٹلمین میں آپ سے ہر سائنس کے جام صحت نوش کرنے اور ریاست کے انتظام میں انکی کامیابی کا متمنی ہوں۔

ہزار کی تقریر کو رکھو پور نیسیل بورڈ وڈ سٹرکٹ بورڈ کے

ایڈریس کے جواب میں

۲۴ دسمبر ۱۹۰۶ء

حضرات !

میں بیان پہلے پہل آیا ہوں۔ آپ نے جس تپاک سے میرا خیر مقدم کیا۔ میں اسکا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ آپ نے اپنے ایڈریس میں بیان کیا ہے کہ اس ضلع میں ایسا کوئی دھبہ یا گھسی کا سامان نہیں جیسا قدیم شہروں میں ہوتا ہے مگر آپ کا ضلع اس بات کا دعویٰ کر سکتا ہے کہ تمام ممالک متحدہ سے یہاں کی آبادی سب سے زیادہ ہے۔ آپ کے بورڈ کے بہت کام ہیں آپ کا فرض ہے کہ آپ انکے واسطے سڑکیں سے کوشش کریں۔ اور تعلیم کا مسئلہ سب سے زیادہ ضروری ہے۔ میں آپ کے

ریاست کے انتظامات اچھی طرح کرتے تھے۔ مجھے اس امر کی خوشی ہے کہ انکے پوتے یعنی موجودہ نواب صاحب بھی میرے دوست ہیں اور میں اپنی خیر طلبی کا آپکو یقین دلاتا ہوں کہ میں ہمیشہ آپکو نیک مشورہ اور صلاح نیک سے جب آپکو ضرورت ہو بدو دون گا۔

مجھے اس امر کی بڑی مسرت ہے کہ میرا پہلا کام اس صوبے میں یہ تھا کہ میں نے سرجمیس لائونٹن کی اس تجویز پر کہ والی ریاست رام پور کے اختیارات ریاست میں وسیع کیے جائیں۔ صواب کیا۔ سرجمیس نہر ہائسنس کے سپرے دست تھے۔ کونسل آف ایجنسی ٹیم جون ۱۸۹۶ء کو توڑ دی گئی اور حال میں یہ نظام سوچا گیا۔ کہ نہر ہائسنس اپنی ریاست کا انتظام بہ ماتحتی ایجنٹ ایک ہی یونیو سکرٹری اور ایک جوڈیشل سکرٹری کی مدد سے کریں۔ یہ خود آپکی تجویز تھی۔ اسکو لوکل گورنمنٹ اور گورنمنٹ ہند نے منظور کیا۔ اس نظام کی کامیابی بہت کچھ خود آپکی ذات اور سکرٹریوں کی قابلیت اور شخصیت پر منحصر ہے۔ اب نہر ہائسنس کو اجازت دیجائے گی کہ وہ اپنی مجوزہ روش پر اپنی ریاست کا انتظام کریں۔ اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس کام میں آپکو اچھا موقع کام کرنے کا دیا جائیگا اور ایجنٹ صاحب۔ لوکل گورنمنٹ۔ اور گورنمنٹ ہند کی یہ خواہش ہے کہ آپ پر جو اعتماد کیا گیا ہے۔ آپ اپنے کو اسکا مستحق ثابت کریں گے۔ جو اختیارات عطا کیے گئے ہیں وہ بیدلی سے نہیں عطا کیے گئے۔ بلکہ خیال ہے تھوڑا بہت جو گورنمنٹ ریاست کے تفصیلی انتظامات میں دخل دیتی ہے۔ تو اچھا کرتی ہے۔ یہ انتظامات ایک لائق والی ریاست کے سپر



عالمی جہانجی ہمیش نواب صاحب بہادر امپو کی دعوت میں ہزارہ کی تقریر

۱۵ مارچ ۱۹۰۷ء

نواب صاحب - لیڈنیز اور خٹلمین -

میں تہ دل سے ممنون ہوں کہ آپ نے لیڈنیز ہیوٹ - مس ہیوٹ اور میر
جام صحت نہایت لطف سے تجویز کیا اور لیڈنیز اور خٹلمین کا بھی شکریہ گزار ہوں کہ
انہوں نے میرے جام صحت کو نہایت تپاک سے نوش کیا۔ نواب صاحب آپ نے
بہت صحیح کہا کہ میں آپ کے خاندان کا قدیم دوست ہوں۔ مجھے آپ کے دادا
نواب سر کلب علی خان بہادر سے جب میں پرگنہ ترائی کے نواح میں اسٹنٹ
المشتر تھا دوستی کا فخر حاصل تھا۔ اور جب کی عزت میں اسوجہ سے کرتا تھا۔ کہ وہ اپنی

اس وقت کا منتظر ہوں۔ جب ہندوستانی بھی اپنا روپیہ فرارخ دلی کے ساتھ
ایسے سرمایہ تجارت میں لگائیں گے۔

ملک کے بعض حصوں میں کوشش کی گئی ہے کہ نوجوان لوگ
پولٹیکل جدوجہد میں شریک ہو کر رہیں۔ تمام صحیح الدماغ اصحاب وراعبدال
سند حضرات چاہتے ہیں کہ نوجوانوں کے خیالات نہ بگڑیں۔ ہندوستانی طبقہ
کا فرض ہے کہ وہ اپنے نوجوانوں کو غلط راہ پر نہ چلنے دیں۔ اور انہیں مذہبی
اصول کی کمزوری نہ پیدا ہونے پائے۔ ہندو مسلمان اور عیسائی اخلاق
اور تہذیب کے اعلیٰ اصول کے ماننے میں ہمزبان ہے۔ آپ لوگ اگر سکول
اور کالج کے طلباء میں مضرت بخش حضرات کی تعلیمات کا رنگ نہ قائم ہونے
دین گے۔ تو گورنمنٹ اور ملک کی بڑی خدمت کریں گے۔



کام کریں۔ مجھے اسکا روزانہ ثبوت ملتا ہے کہ حاکم و محکوم کے تعلقات قریب تر ہوتے جاتے ہیں۔ یہیں قحط کی آنے والی پریشانیوں میں ملکر اس کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ آپ کا یہ کہنا صحیح ہے کہ دفعتاً کامل نظم و نسق حاصل نہیں ہو سکتا۔ ہمکو زینہ بر زینہ قدم رکھنا چاہیے آپکا خیال صحیح ہے کہ کونسل کی توسیع سے گورنمنٹ کی سچی ہیوور عایا متصور ہے۔ مین صنعت و حرفت کا حامی ہوں۔ مجھ سے زیادہ کوئی اس سُدیشی پُرچوش کا حامی نہ ہوگا جو پوٹیکل تحریک سے علیحدہ ہو۔ غریبوں کو ارزان چیزیں خریدنے سے باز رکھنا محض اس بنا پر کہ وہ ہندوستان میں نہیں بنی ہیں۔ اولہ بھی ایسی غلط کوششوں صنعت و حرفت کی ترقی نہیں ہو سکتی۔

آپکو معلوم ہے گورنمنٹ نے صنعت و حرفت کی ترقی کی ایک اسکیم تیار کی ہے اور اسکا منشاء ہے کہ تعلیم یافتہ لوگ ان کاموں کی طرف رجوع کیے جائیں لیکن اگر یہ مفید ہے تو رعایا کو بھی یہیں گورنمنٹ کی امداد کرنا چاہیے۔ اس کے ساتھ اعلیٰ طبقے کے لوگ تجارت اور صنعت میں محنت اور جانفشانی کرنا اپنا شعار بنائیں۔ اور اپنے تعصبات و توہمات کو پہلے دور کریں۔

کسی زمانے میں یورپ میں بھی ایسی تجارتوں اور صنعتوں سے نفرت کی جاتی تھی۔ لیکن وہ مٹ گئی۔ اسی طرح یہاں بھی مٹ جائیگی۔ سب سے پہلے اگر تجارت و صنعت کو فروغ دیا منظور ہے تو ملک کے امن و امان اور عین میں خلل نہ پڑے۔

آپ جانتے ہیں کہ زیادہ سرمایہ انگریزوں کا تجارت میں لگا ہے۔ مین

نفرت پیدا کرنے میں کوشاں ہے۔ آپ کا یہ کہنا صحیح ہے کہ اس صوبے کی سرزمین باغیانہ خیالات کی نشوونما کے خلاف ہے۔ اور میں فخریہ کہتا ہوں کہ آپکا یقین دلانا بے بنیاد نہیں ہے۔ اس صوبے کی رعایا قناعت۔ وفاداری اور تخت برطانیہ کی خیر سگالی کرنے میں ہم آواز و شریک حال ہے۔ آج دربار میں میں نے اپنی تقریر کے ضمن میں جو ان باتوں کا ذکر کیا ہے۔ جو الہ آباد میں اوائل سال میں بے چین پھیلانے کے واسطے عمل میں لائی گئی تھیں جب یہ حالت دیکھی جائے تو صحیح خیال حضرات کا فرض ہے کہ وہ گورنمنٹ کا ساتھ دیں اور جو لوگ نوجوانوں پر برا اثر ڈالنا چاہتے ہیں۔ ان کو ایسا کرنے کا موقع نہ ملے۔ میں نہایت خوشی سے آپکے عمدہ خیالات گورنمنٹ ہند کے پاس روانہ کروں گا۔ تاکہ ملک معظم کی خدمت میں آپکی وفاداری اور عقیدت کا اظہار ہو جائے۔ میں آپکے اس دعویٰ کو ایک جائز دعویٰ ماننا ہوں کہ صوبہ آگرہ کی رعایا سے زیادہ ملک معظم کی رعایا میں اور کسی دوسری جگہ کی رعایا اتنی وفادار نہیں۔ جو فوائد حکومت برطانیہ سے اس ملک میں حاصل ہوئے ہیں وہ آفتاب کی طرح روشن ہیں۔ مجملہ انکے چند قابل ذکر ہیں۔ مثلاً ریلوے۔ تار۔ ٹو اکٹانہ۔ مساوات نظم و نسق۔ حفاظت جان و مال۔ اور تجارت کے فوائد نہایت واضح ہے۔

میرا یقین ہے کہ ہندوستان اور برطانیہ کی قسمتیں ایک دوسرے سے باہمی مفاد کی خاطر وابستہ ہیں۔ اور دونوں قوموں کا فرض ہے کہ۔ کہ جزوی اختلافات کو دور کریں اور سلطنت ہند کے خیال سے متحد ہو کر

جس نے آپ پر بھروسہ کیا ہو۔۔۔ یہ الزام نہ عائد ہے کہ اس نے اعتبار کرنے میں غلطی کی اور رؤسا ہند کا مضحکہ کیا جائے کہ وہ اعتبار کے قابل نہیں ہیں۔ اس خیال سے آپ کو حقوق عطا کیے گئے۔ گورنمنٹ چاہتی ہے۔ یہ حقوق ہمیشہ قائم رہیں۔ آپ پوری طرح مطمئن رہیں کہ ہر وقت میری خواہش یہی رہیگی کہ میرے اور آپ کے مابین پورا اعتبار اور اعتماد قائم رہے۔

یہ میری انتہائی خوشی کا موجب ہوگا۔ اگر آپ کی انجمن گورنمنٹ سے کسی امر میں امداد کی خواہاں ہوگی۔ میں نہایت نیک نیتی اور آزادی سے اسکی مدد کروں گا۔

ہزار کی تقریر صوبہ آگرہ کے زمینداروں کے جواب میں

ہمارا جگان۔ راجہ صاحبان۔ نواب صاحب ورؤسا۔

میں آپ صاحبوں سے ملکر بہت خوش ہوا۔ اور میں اسکو اپنے لیے ایک عزت کی بات سمجھتا ہوں کہ آپ لوگوں نے سلطنت کی خیر طلبی اور ملک معظم کی ذات کے ساتھ اپنی وفاداری کا ایڈریس میرے سامنے پیش کیا۔ جسکو میں قبول کرتا ہوں۔

اس ملک میں ایک ایسا گروہ ہے جو انگریزی حکومت کا قائم رہنا نہیں پسند کرتا۔ اس جماعت کا شمار بہت کم ہے۔ لیکن اسکی سرگرمیاں بہت ہیں۔ وہ دوسرے دار یوں کو نہیں سمجھتی اور نہ اپنی زیادتیوں کے خیال سے بانہ آتی ہے اخبارات کا بھی ایک طبقہ ہے۔ جو اس جماعت کا حامی ہے اور وہ گورنمنٹ سے

امیر اور غریب کی سان مستفید ہو کے اور خوشی اور اطمینان نصیب ہوا اور کسی ہمارے زیادہ دلچسپی نہیں۔ میں ہر کسٹنسٹی وائسر کے کی خدمت میں آپ کے اظہار خواہش اور وفاداری کا حال پہنچا دوں گا۔ اور جس تپاک سے آپ نے اصلاحی اسکیم کا خیر مقدم کیا ہے اسکو بھی بیان کر دوں گا۔

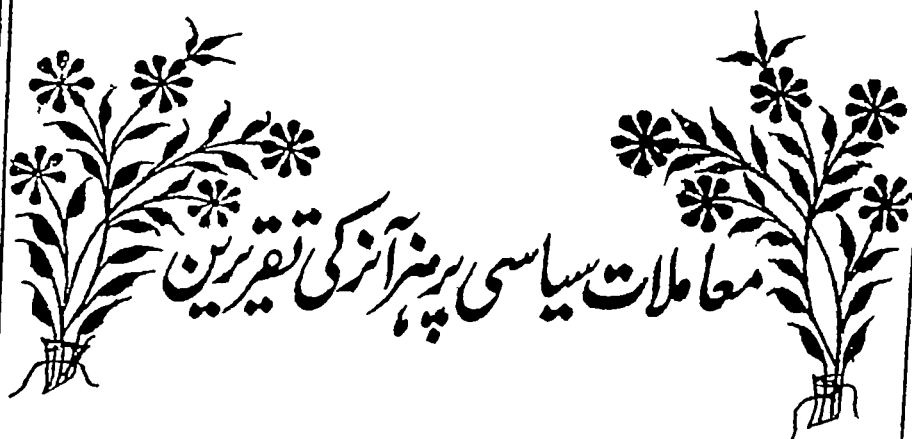
مجھے آپ کے ساتھ اس اظہار حال میں کہ اودھ میں کوئی شورش اور بے چینی نہیں ہے۔ پورا اطمینان ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ صوبہ ہند کے اخبارات کی روش معتدل ہے اور آپ اطمینان رکھیں کہ جو شکایات اعتدال اور اعتماد کے ساتھ ظاہر کیے جائیں گے میں اسپرنیک نیٹی سے غور کروں گا۔ اے تعلقہ ارا اودھ۔ لاڑو کیننگ کی تقریر میں جسکا آپ حوالہ دیتے ہیں۔ یہ الفاظ کیسے بلیغ ہیں۔

آپ کو معلوم ہے کوئی فرقہ۔ قوم۔ یا جماعت طاقت انگلیشیہ سے مقابلے کی امید نہیں کر سکتی ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ جو لوگ گورنمنٹ سے مخالفت کرتے ہیں انکو فوراً سزا ملتی ہے اور انصاف کرنے کے بعد گورنمنٹ معافی اور درگزر کے لیے تیار ہو جاتی ہے۔ جنھوں نے گورنمنٹ کی خدمت نیک نیٹی سے کی۔ انکو صلہ دینے میں گورنمنٹ کبھی پس و پیش نہیں کرتی۔ یہ بھی واضح ہے کہ آپ سب صاحبوں اور زمینداروں میں اسکا شوق ہونا چاہیے جس پر گورنمنٹ اعتبار کے ساتھ بھروسہ رکھ سکے اور گورنمنٹ کا فرض ہے کہ ہر فرقہ محکوم کی عزت کرے۔ ان باتوں کو ہم اپنے ہمنشینوں کے ذہن نشین کریں اور اولاد کو سکھائیں کہ حتی الامکان کوشش کریں کہ آپ کے حرکات یا تعلیم سے اس گورنمنٹ پر

لکھ بھیجے تھے، اگر آپ لوگ متفق ہو جائیں اور امن کے خواہاں ہوں
تو مجھے امید ہے کہ گورنمنٹ آپ کے ہر طرح کے شکوک رفع کرے گی
اور اسی میں آئندہ بہتری ہوگی۔ بہر حال ایسی کوشش کرنے سے ہم
لوگوں کا کوئی نقصان نہیں ہے۔“

اس رے پر تعلقداران اودھ نے عمل کیا۔ اپنی قسمت کو گورنمنٹ انگلشیہ
سے وابستہ کیا۔ جسکے ساتھ گورنمنٹ سے جان و مال کی حفاظت کا وعدہ کیا گیا۔
میں اسکو دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ طرفین نے نہایت ایمان داری سے اپنا اپنا
وعدہ پورا کیا۔ اس وقت سے تعلقداران اودھ کی وفاداری میں کوئی شبہ نہیں۔
ایسی حالت میں کہ ملک کے بعض حصوں میں مفسدانہ خیالات پھیلے ہوں تعلقداران
حاکم و محکوم کے خراب کرنے کی کوششیں کیجاتی ہوں اور گورنمنٹ کے اقوال
اور افعال کی غلط تعبیریں کی جاتی ہوں۔ آپکا ان باتوں سے اپنے کو بے تعلق
ظاہر کرنا ایک قدرتی اور جائز فعل ہے۔ میں آپکی اس آمادگی کی قدر کرتا ہوں۔
کہ آپ اسکی مدد پر تیار ہیں۔ مجھے خوشی ہے کہ حکومت انگلشیہ سے جو فوائد آپکو
نصیب ہوئے ہیں۔ آپ انکی قدر کرتے ہیں۔ ابھی اودھ میں ایسے لوگ زندہ ہیں
جنہوں نے وہ وقت دیکھا ہے جب یہاں جان و مال غیر محفوظ اور بے امنی کا
سدا ب نہ تھا۔ اب امن و امان کی وجہ سے رعایا کی حالت اچھی ہے۔ پچاس
برس پہلے جو اودھ کی حالت تھی اسکا مقابلہ آج کی حالت سے کیونکر ہو سکتا
ہے۔ یہی حالت اودھ کی زراعت و تجارت کی تھی۔

میں یقین دلاتا ہوں کہ مجھے اس طریقہ زراعت و تجارت سے جس سے



معاملات سیاسی پر ہزارنہ کی تقریریں

ہزارنہ کی تقریر تعلقہ داران اودھ کے جواب میں

دسمبر ۱۹۰۷ء

”۱۹۰۷ء میں ملک کی عام بے چینی کے متعلق تعلقہ داران اودھ نے جو ایڈریس نینٹی تال میں ہزارنہ کی خدمت میں جب پیش کیا۔ تو ہزارنہ بقا پر فرمایا ”مجھے افسوس ہے آپ سب صاحب خصوصاً آپ کے وائس پرسیدنٹ (راجہ مرثدق رسول خان) کو یہاں آنے کی تکلیف گوارا کرنی پڑی جنھیں ڈاکٹروں نے پہاڑ کی آب و ہوا سے منع کیا تھا۔ آپ ہمارے سران سنگھ کے الفاظ ذیل پر غور کریں۔ جو گزشتہ نسل تعلقہ داران میں ممتاز تھے۔ اور جنھوں نے یہ الفاظ نصف صدی کا زمانہ گزرا کہ آپ کے باوجود کو

جنرل کی کونسل میں یہ کوشش کی گئی کہ ملک کی ترقیوں کے لیے زیادہ سرمایہ
 لگایا جائے۔ گوچم نے بت زیادہ ترقی نہیں کی لیکن اس صوبے میں قابل ترقی
 کام نہیں ہوا۔ ہندوستانی سرمایوں کا کوئی مصرت نہیں نکالا جاتا۔ ریاست اور
 افراد کی بے استعمالی سے نقصان اٹھاتے ہیں۔ ہماری نمائش کا سب سے
 بڑا فائدہ یہی ہے کہ لوگ بکھین اور جانیں کہ کیونکر روپیہ مفید طریقے سے استعمال کیا
 جاسکتا ہے۔ اگر ہماری نمائش سے حسب خاطر سبق لیا گیا تو اس صوبے کو بہت
 ترقی ہوگی اور اسی امید پر میں آج اس نمائش کا افتتاح کرتا ہوں۔



قحط یہاں تھا اور ۳۸ لاکھ پونڈ کا نقصان ہو چکا ہے۔ نقصان کے نشانات
 اب تقریباً مٹ گئے ہیں۔ پھر ایسا جلد سنبھل جانے والا ملک ضرور اس قابل
 ہے کہ اُس میں بہت سی ترقیاں ہو سکیں۔ اسکی ترقی میں اس وجہ سے رکاوٹ
 اور تاخیر ہے کہ صرف ایک ذریعے پر یہاں کی زراعت کا کل دارو
 مدار ہے۔ مشرقی مسافر کو تعجب ہوتا ہے کہ جب وہ سیکڑوں میل بغیر کسی
 کارخانے کی صورت دیکھے ہوئے سفر کر جاتا ہے۔ اگر ہم ہندوستان کی
 ترقی چاہتے ہیں تو ہمیں یہاں بھی یورپین نمونے پر کوٹھیاں کھولنی چاہیے
 لیکن ہم ترقی میں رُکے ہوئے نہیں ہیں۔ نمونے کے طور پر ہم اس سے
 پچاس برس پیشتر کا ایک انجن دکھاتے ہیں۔ جو ای۔ آئی۔ ریلوے کے لیے
 ولایت میں بناتھا۔ اور جو اس وقت کے استعمال کے لیے اسی ملک میں
 بنا ہے۔ ہندوستان میں تغیرات اس درجہ واقع پر ہو رہے ہیں کہ اگر کوئی
 صرف پانچ برس کے بعد آئے تو اُسے کل باتیں بدلی ہوئی ملیں گی۔ لیکن
 اب بھی صنعتی ترقیوں میں ہم نے نمایاں کارگزاری نہیں دکھائی ہے۔
 ہمارے چاروں طرف متلاشی روزگار نوجوان گھوم رہے ہیں۔
 تعلیم یافتوں کے لیے سرکاری نوکریاں اور پیشے ناکافی ہیں۔ اب
 ہم انڈسٹریل اور ٹیکنیکل تعلیم کی کوشش میں ہیں۔ لیکن نبات خود یہ
 زیادہ منفعت بخش نہیں۔ کیونکہ اسکی تعلیم کے بعد اتنے لوگ پیدا ہو جائیں گے
 جنکے لیے جگہیں کفایت نہ کریں گی۔ میجر۔ اور سیر۔ اور فور میں کا کیا کام ہے
 ہے۔ جب تک کہ ملک میں فیکٹریاں قائم نہ ہوں۔ پانچ برس قبل میں نے گواڑ

بہت سا وقت اس کام میں صرف کیا۔ اور ٹائٹس کار سالہ آپ کی محنتوں سے
 طیارہ ہوا۔ مسٹر لاری ڈوسٹر کٹ انجینئر اسٹنٹ آنریری ریوے نے
 اویکامون کے علاوہ پلوگر اوڈٹ طیارہ کرایا۔ سٹرک ریوے بنوائی اور مولیٰ
 جہاز کا انتظام اپنے ہاتھ میں لیا۔ مسٹر سٹیلٹن ایجنٹ اپراندیا بنک نے کمیٹی کو
 اپنی مقامی واقفیت سے قیام گاہوں کی طیارہ میں خاص مدد دی۔
 میجر کافن آرمی نے کمیٹی تعمیرات کو خاص مدد دی۔ کمیٹی کوئیڈٹ اجناٹھ
 صاحب۔ آنریبل پیڈٹ مولیٰ لال نہرو۔ ریلے بہادر گوگل پرشاد ڈاکٹر
 تیج بہادر سپرو۔ اور مسٹر ویک نے خاص امداد پہنچائی۔ مسٹر ویکل کو
 جنرل اور میجر کاروتھین کنٹونمنٹ کی امداد قابل تعریف ہے۔ نمائش کا
 ایک خاص طبقہ زنانہ کورٹ اور پردہ کلب ہے جس کا انتظام مسٹر سلی پورٹ
 اور خواتین کے تعلق تھا۔ لالہ مصری لال خزانچی ٹائٹس نے بھی لین
 دین میں خاص مدد کی۔ مسٹر لٹ موہن نبرجی نے موٹر سیکشن کی نگرانی
 کا اچھا کام انجام دیا۔ ڈاکٹر رنجیت سنگھ رائے سینٹلائٹس سنگھ بہادر۔ اور
 میجر باسو آئی۔ ام۔ اس نے بھی اچھی امداد کی۔

صرف دو برس ۱۹۰۷ء کے قحط کو ختم ہوئے گئے ہیں۔ اس
 سال میں یہ تخمینہ کیا جاتا ہے کہ ۷ ملین غلہ کا نقصان ہوا۔ جو کہ ۹ ماہ کے لیے
 ۸۸ ملین باشندوں کی خوراک ہوتی۔ ۲۸ ملین پوٹاسکی قیمت کا اندازہ
 لگایا جاتا ہے۔ اور ۱۰ ملین تجارتی فصل مثل نیشکر۔ روئی۔ سرسوں وغیرہ کا
 بھلا اس وقت اگر کوئی اس صوبے کو دیکھے۔ تو کہہ سکتا ہے کہ ایسا عظیم نشان

مسٹر چرٹوسن آپکی نگرانی میں کمیٹی تنظیمیہ نے نہایت ہم آہنگی سے کام کیا اور کام بہت جلد اور فوری ہوا۔ اور آپ کی غیر موجودگی میں رے بہادر پنڈت سندر لال نے اس کام کی نہایت عمدگی سے دیکھ بھال کی۔

ہم نے اپنی کوشش اس امید پر شروع کی ہے کہ اس سے اہم نتائج مترتب ہوں گے۔ اور جس اعلیٰ پیمانے پر آج اس نمائش کا افتتاح ہوا ہے۔ وہ ہمارے توقعات سے بہت زیادہ ہے۔ میں کمیٹی کو اس کامیابی پر مبارکباد دیتا ہوں کہ نمائش یوم افتتاح کے لیے تیار ہو گئی۔ بہت سی چیزیں اب تک اپنی جگہ پر نہیں رکھی گئی ہیں۔ لیکن دنیا کی کوئی نمائش اس قدر ترقی اور تکمیل کے ساتھ اب تک کھولی نہیں گئی ہے۔ یہ سب مسٹر جی آرمر کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ آپکی جفاکشی۔ محنت۔ دانستندی۔ قوت تنظیمیہ اور کام کرنے والوں سے ہم آہنگی کی کوشش قابل داد ہے۔ بعض وقت سخت کام کرنا پڑا۔ اور بہت کم موقع آرام و آسائش کا ملا۔ اور میں آپ کو پبلک کی طرف سے اسکے صلے میں مبارکباد دیتا ہوں۔ آپ کو ان کاموں میں مسٹر رابط اور بابو جنک بہادر نے خاص مدد دی۔ یہ نمائش کی خوش قسمتی ہے کہ مسٹر ٹیکشہلی ساہی بکچر اور روشنی اور برقی طاقت کی نگرانی کے لیے مل گیا۔ آپکے تجربوں اور تجارون سے شناسائی کی بدولت روشنی وغیرہ میں بہت کم لاگت صرف ہوئی۔

مسٹر اوکو نر قبل مسٹر مرے کے آنریری سکریٹری تھے۔ اور گو کہ آپ کو بیرٹری کے فرائض بھی انجام دینا پڑتے تھے۔ پھر بھی آپنے اپنا

ممنون ہیں۔ ڈائریکٹر ان پی۔ او کمپنی نے نہایت مہربانی سے اپنے دو
 جہازوں کے نمونے بھیجے ہیں۔ ایجنٹ برٹش وٹنگ لکٹر پیکل مینوفیکچرنگ
 کمپنی۔ مسز یاب کابل نیڈولکاکس۔ مسز بلیس نیڈمارکم۔ مسز اکتویس سٹیل
 اینڈ کو اور ایجنٹ جنرل الکٹرک کمپنی۔ مسز ڈٹمار اینڈ کو مسز اسکر اینڈ کو اور مسز
 مارشل کے اینڈ کو نے بلا معاوضہ ہماری امداد سامان آبرسانی میں دیکھ کر
 دیکر کی ہے۔ جسکے ہم بہت ممنون ہیں۔ مسز اینڈ ریو یول اینڈ کو ایجنٹ بنگال
 کول کمپنی نے محکمہ آبرسانی کے لیے کوئلہ کا صرفہ اپنے ذمے لیا ہے۔ ویکوم
 آئل کمپنی۔ ایشیاٹک پٹرولیم کمپنی اور برہما آئل کمپنی نے ٹائٹس کے کوئلوں
 کا خرچ اپنے ذمے لیا ہے۔ ایشیاٹک پٹرولیم کمپنی نے ٹائٹس کی سڑکوں
 پر انڈیا اور چارون طرف تیل بھی چھڑکا ہے۔ پیرسن ایٹنی سپٹاک کمپنی نے
 ٹائٹس اور کیمپ ڈس انفکٹ کرنے والی دوا دی ہے۔

ہم ریاستہائے بڑودہ۔ گوالیار۔ جمو کشمیر۔ جیپور۔ جو دھپور۔ بیکانیر
 کوٹہ۔ الور۔ اور مالیر کوئلہ کے ممنوعین ہیں جنہوں نے ٹائٹس میں حصہ لیا ہے۔
 طبقہ ریاستی بہت دلچسپی اور گوالیار کی صنعتی چیزیں قابل قدر ہیں۔ ہم
 ہمارا جگان جمو۔ کشمیر۔ جو دھپور۔ کشن گڑھ۔ رتلان۔ اور نہر ٹائٹس کو اجاگر
 کا آجکی شرکت پر دلی خیر مقدم کرتے ہیں۔

یہ ناممکن ہے کہ کل کمیٹی کے انتظامات کو دیکھتے ہوئے پوری طرح
 کل ہمدردان و کارکنان ٹائٹس کا جنہوں نے ٹائٹس کو کامیاب بنانے کی
 کوشش کی شکر یہ ادا کیا جاسکے۔

اسی کے ساتھ ہی عوام سے امید کی جاتی ہے کہ وہ اس کا خیال رکھیں گے کہ جب تک انھیں اس کا خیال نہ ہوگا اور اس کی قیمتیں ادا نہ کریں گے اور اس کی بانگ ترقی نہ کرے گی اس وقت تک یہ کاریگر اصلی ترقی نہیں کر سکتے۔

اب میں کمیٹی انتظامیہ کا قائم مقام بن کر کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ یہ ناممکن ہے کہ میں کل مددگاران نمائش کا ذکر کر سکوں۔ پھر اتنا عرض کرنے کی جرات کرتا ہوں کہ اگر یہ نمائش کامیاب ہوگئی تو اسکی کامیابی کا سہرا نہ صرف اس صوبے والوں کے بلکہ دوسروں کے سر بھی رہیگا۔ جنھوں نے آسین مدد دی ہے۔ گورنمنٹ ہند نے ہمو کوئی طریقہ سے مدد دی ہے۔ فوجی محکمہ نے ہمیں اس زمین کے استعمال کی اجازت دی۔ محکمہ تجارت اور صنعت نے تار اور ڈاک خانے کے طبقے قائم کیے۔ اور فینانس ڈپارٹمنٹ نے کمیٹی کو ۱۰ لاکھ قرض سے امداد دی ہے۔ ان دونوں امدادوں کے لیے ہم انریبل مسٹر رابرٹسن کہ جنھوں نے آج تشریف لا کر ہماری عزت افزائی کی۔ بہت ممنون ہیں۔ میجر جنرل موہن نے لکھنؤ کی جگہ نمائش میں گھوسہ باز فی فوجی حملے کا انعقاد منظور کر کے ہمیں عزت بخشی ہے اس کے علاوہ انھوں نے اور قیمت لکھنؤ کے فوجی عہدہ داروں نے ہماری مدد کی ہے جس کے ہم بہت ممنون ہیں۔ مختلف حکام ریلوے نے بھی بہت مدد پہنچائی۔ اور جتنی ٹرینیں الہ آباد آتی ہیں۔ اُس کے مسافروں اور نمائش کے اسباب کے محاصل میں کمی کی۔ ہم مسٹر ڈرننگ ایجنٹ اور مسٹر لاری ہنٹر پیرس۔ اور بالڈون ملازمان سیٹ انڈین ریلوے کے خاص طور سے

آسکرانیڈ کو۔ جرمن انجینیری عمارات۔ اور مسرز اکٹویس آکیل اینڈ کو۔ مسرز
 بالمر لاری اینڈ کو۔ اور مسرز جیسیپ اینڈ کو کی دکانیں پوری طرح ابھی آراستہ نہیں
 جب اس طبقہ کی کل مشینیں چلنے لگیں گی تو بڑی دلچسپی ہوگی۔ خاص دلچسپی
 اُن کلون سے ہوگی جو برقی قوت سے چلتی ہیں۔ اگر مشینیں کی کوششیں
 جو انھوں نے سالہا سال تک برقی طاقت کی ترقی میں صرف کی ہو کامیاب
 ہو گئیں۔ تو ہمارے اُن بڑے بڑے شہروں کو خاص فائدے ہوں گے جو
 کہ بڑے بڑے دریاؤں پر جنہیں موسم بربشکال میں زبردست طغیانی واقع ہیں۔
 نمائش کا سب سے دلچسپ منظر ہے جہاں پیشہ ور اپنے آبائی پیشے
 پُرانے طریقوں پر کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ انہیں اس کام کا مادہ خدائی
 ہوتا ہے لیکن اُنکے سامان بہت پُرانے زمانے کے ہیں۔ یہیں تعجب ہوگا
 جب ہم قرون سابق کے بھدے اور نکلے اوزاروں سے اعلیٰ قسم کی چیزیں
 تیار ہوتے دیکھیں گے۔ لیکن اُسکے ساتھ افسوس ہوگا جب ہم دیکھیں گے
 کہ انہی ترقی نہیں بلکہ ایک حیثیت سے رو بہ تنزل ہیں۔ ہماری کوشش یہ
 ہونی چاہیے کہ ہم انھیں اُسی ترقی پر لائیں جو زمانہ گذشتہ میں انھیں
 حاصل تھی۔

ہمیں امید ہے کہ ماڈل سکول قائم کر کے ہم اُنکی صنعت اعلیٰ سطح پر
 پہنچائیں گے اور انہیں ایک پیدا کر کے انھیں ترقیوں کا جوش دلائیں گے
 اور اُنکے اوزاروں میں ترقی دین گے۔ اُنکے لیے اسکی ضرورت ہے کہ
 جب اُس اُنکی سرپرستی نہیں کرتے تو خود اپنی حفاظت کریں۔ لیکن

بہت عمدہ معلوم ہوتا تھا۔ اور مجھے امید ہے کہ طیار کرنے والے کو اچھا منافع ہوگا۔ علاوہ انہیں اس سے ادنیٰ اقسام کے ریشم طیار ہونے لگے ہیں جسکی نشوونما بہت کچھ مفید ہوگی۔

طبقہ زراعت میں مسٹر اختر محمد خان نے ریشم کے کیڑے لا کر رکھے ہیں جو کما تماشاً قابل دید ہے۔ میری دانست میں جو لوگ دستی پارچہ بافی کا کام کرتے انکے لیے ریشمی کیڑوں کا پالنا بھی مالی حیثیت سے مفید ہوگا۔ ابھی اس کی ضرورت ہے کہ ریشمی کیڑے پالنے والوں کی امداد کا بندوبست کیا جائے اور اس مقصد کے لیے خاص کمیٹی کی ضرورت ہے۔

اسکاٹ لینڈ اور آئر لینڈ میں کاٹچ انڈسٹری (خانہ ساز صنعتیں) کی ترقی کے لئے جو کوشش کی گئی ہے اس سے خاطر خواہ نتائج مترتب ہوئے ہیں۔ آخر ایسا ہی انتظام ہندوستان میں کیوں نہ مفید ہوگا؟ پچھلے زمانوں میں برٹے بے امرا اور روسا اس دستی دستکاری کی سرپرستی اور نگرانی کرتے تھے۔ اور اس زمانے میں بھی انکی سرپرستی سے خاص امید ہے۔ اگر کاٹچ انڈسٹری قائم ہو جائے اور مدد اور بہت افزائی کر کے اسکی پیداوار بازار میں لائی جانے لگے تو ہندوستان کی ترقی یقینی ہو جائیگی۔

طبقہ انجنیری کی کمپنیوں کا سامان بدقسمتی سے مکمل نہیں۔ یورپ سے جو کلیں منگوائی گئیں وہ بہت بھاری ہیں اور انکے روانہ کرنے اور جہاز پر لادنے میں بھی دیر ہوتی۔

مسز مارش اینڈ کو۔ مسز سٹہلی اینڈ گریشم۔ مسز برن اینڈ کو۔ مسز

ہماری نمائش صنعتی اور زراعتی ہے۔ اور مشہور طبقات میں ایک سوئی طبقہ ہے جہاں بننے اور کاتنے کی کلین دکھائی جائیگی۔ انجن ملز نے ان مشینوں کا خاص طور سے اہتمام کیا ہے۔ اور کاپنور کاٹن ملز نے روئی کی حالت سے لیکر سوئی کپڑے تک کی کل حالت دکھائی ہے۔ میور ملز نے سوئی تجارت کا خاص طریقہ دکھلایا ہے۔ کاپنور اولن ملز اور نیو جرسن اولن ملز دھاریوال نے بھی اپنا سامان پوری طرح دکھایا ہے۔ یہ طبقہ فی الحقیقت قابل دید ہے۔

یورپ کے اکثر مقامات پر دستی کرگھے کا ایک و اج ہے اور ہندوستان دیہاتوں میں زراعت کے بعد اسکا ممبر ہے۔ ہیوٹ ویونگ سکول بارہ بنکی کا بھی نمونہ نمائش میں لایا گیا ہے۔ اور اس میں زیادہ قابل تفریق کام عورتوں کا ہے۔ جو سنر شرننگ کی زیر تعلیم ہیں۔ فروری میں اس سکول کا افتتاح کرتے ہوئے میں نے دستی کرگھوں کی ضرورت غواؤن کے لیے بتائی تھی۔ اس ضمن میں ایک و تجارت کا ذکر کرتا ہوں۔ جو گزشتہ زمانے میں بالکل چھوڑ دی گئی تھی لیکن اب پھر اسکا خیال ہونے لگا ہے۔ میری مراد یہاں ریشمی پیداوار سے ہے۔ شروع زمانے میں ہندوستان کا ریشم بہت مشہور تھا۔ لیکن فی زمانہ جاپان اور چین کے خام ریشم کی بہت درآمد ہے اور ہندوستانی ریشم کا کہیں نام بھی نہیں۔ لیکن اب اسکا خیال پھر شروع ہوا ہے۔ کل مجھے بلسری سلک کا نمونہ دکھایا گیا تھا۔ جو جنوبی ہند کے ٹاٹا سلک فارم بنگلور میں تیار ہوتا ہے۔ اور جسکا انتظام مکتی فوج کے متعلق ہے۔ یہ ریشم

اسکولوں کی چیزیں بھی رکھی گئی ہیں۔ اس طبقے میں عموماً بہتوں نے چیزیں بھیجنے کی خواہش کی اس واسطے ضرورت سے زیادہ چیزیں آگئیں۔ اور اسکی ضرورت پڑی کہ ان چیزوں میں احتیاط سے انتخاب کر لیا جائے۔ اس لیے اگر کوئی خاص چیز دکھانے سے رہ گئی ہو تو اسکا یہ مطلب نہیں کہ وہ خراب ہے بلکہ اسکا صرف یہ مطلب ہو کہ جگہ کی تعلی اور اس طبقہ کے پُر ہو جانے کی وجہ سے ایسا کیا گیا۔

اس طبقے کی نگرانی ڈاکٹر ٹیلر پروفیسر ایم۔ سی۔ کالج اور مسٹر مکنزی پرنسپل ہائی گریڈ ٹیچنگ کالج کے متعلق تھی اور اس میں انہیں ڈاکٹر انوار شاہ سرکار پروفیسر میو کالج سے خاص مدد ملی۔

مس ٹیوڈ چیف انسپکٹر مدارس نسوان نے زنانی چیزیں اس نسوان سے جمع کیں۔

ہم گورنمنٹ مڈی کے شکر گزار ہیں کہ اُس نے مڈی اسکول آف آرٹ کی چیزیں نمائش کے لیے دیں۔ گورنمنٹ مشرقی بنگال نے بھی بہت سی چیزیں بھیجی ہیں۔ اور مسٹر تھن سی۔ آئی۔ اے۔ چیف سکریٹری نے بذات خود ایک چیز مشرقی بنگال کی تعلیم نسوان کے ضمن میں بھیجی ہے۔ کرسچین برادرس انڈیا وائرلینڈ نے حرفتی تعلیم کی چیزیں اکٹھا کر کے نمائش میں بھیجی ہیں۔

ناپتھین کوئی کونسل نے بڑی مہربانی کر کے دیہاتی تعلیم کی چیزیں بغرض نمائش بھیجی ہیں۔ چند قابل دیدہ کتب اگرہ کالج سے آئے ہیں جن جن صاحب گورنمنٹ کی اسپین مدد کی ہے اُنکی گورنمنٹ خاص شکر گزار ہے۔

جنگل کی سب سے زبردست پیداوار درختوں کی چھال ہے۔ بہت کم لوگ اس سے واقف ہوں گے۔ دوسو فیصدی کا غذا اسی سے بنتا ہے دنیا میں کا غذا کا استعمال سال گذشتہ میں ۸ ملین ٹن ہوا جس میں ۶ ۱/۴ ملین ٹن درختوں کی چھال سے بنایا گیا۔ کا غذا کے استعمال میں ہر دس سال کے اندر ۲۵ فیصدی ترقی ہوتی ہے۔ اس لیے کا غذا کے بنانے کا سوال اہم ہوتا جاتا ہے۔ کیونکہ اسکی مانگ بڑھ رہی ہے اور بناوٹ کم ہو رہی ہے۔ فی الحال ہندوستان میں چھال اس مصرف کے لیے استعمال نہیں کی جاتی اور طبقہ جنگلات میں ایک کبوتر پٹری دکھائی گئی ہے جس سے اسکا بھرتہ کیا جا رہا ہے کہ کون سی چھال مفید ہوگی۔ مٹرولیم رائٹ مشہور کا غذا سازی کے واقعہ کار اسکا بھرتہ دکھانے کے لیے مقرر کیے گئے ہیں۔

بہت سی دوسری صنعتیں بھی ہیں جنہیں جنگلی پیداوار کا استعمال ہو سکتا ہے۔ اور کوئی وجہ اسکی سمجھ میں نہیں آتی۔ کہ کیون نہ ہندوستان کے جنگلات کی دوسرے ملکوں کی طرح حالت درست ہو جائے۔ اور ہندوستان یون کی زیادہ تعداد جنگلوں سے اپنی معاش پیدا کرے۔ خاص مشکل جنگل کی مختلف پیداوار کی علیحدگی ہے۔ اور اس غرض سے ہائیڈرو الکٹرک اسکیم ہیاڑی قطعات میں قائم کیجا گئی جس سے یہ ابتدائی مشکلات کم ہو جائیں گے۔

طبقہ تعلیم | طبقہ تعلیم کی قابل دید چیزیں نگران اور منظم افسرین کے لیے قابل تفریق ہیں۔ ہندوستان کے ہر طبقے سے اسکے لیے چیزیں آئی ہیں۔ اور ہندوستانی چیزوں کے ساتھ ساتھ مقابلے کے لیے ولایت کے مختلف

کی ہے۔ اور مسٹر برڈوائیڈ کو نے ۵۰ ٹن کوئلہ اس طبقہ کے خرچ کے لیے عطا کیا ہے۔

جنگل طبقہ جنگلات میں بہت زیادہ اصحاب نے مدد نہیں دی ہے۔ لیکن ہم مسٹر الگرنیڈ ریگ اینڈ کو کا جنھوں نے آ رہ کشی کی مشین کے لیے ایک ہارنسبائے آکر ریڈ آئل انجن عاریتاً عنایت کیا ہے۔ اور مسٹر احمد اینڈ کو کا جنھوں نے جنگل میں کام کرنے والی مشین مہیا کی ہے۔ اور ڈوگول کمپنی کلکتہ کے جنھوں نے جنگلاتی ٹرمیوے ٹائٹل میں دیکھائی ہے بہت بہت شکر گزار ہیں۔

اس طبقہ کا کام مسٹر کٹر بک کی زیر نگرانی ہوا جنھوں نے اپنے جنگلاتی تجربات اور کوششوں سے خاص فائدہ پہونچایا ہے۔ مسٹر ہربرٹ اسٹنٹ کنسروٹریٹ اور کل جنگلات کے فیسروں خاص کر مسٹر ریش باونڈا مل کٹر اڈ پی کنسروٹریٹ۔ بابو متھرا پرشاد بہورا اسٹنٹ کنسروٹریٹ اور انجنیئر سیتارام پورسی نے خاص طور سے بہت مدد پہونچائی ہے۔

اس طبقہ میں جنگل اور جنگلی پیداوار کے خاص اور اعلیٰ نمونے دکھائے گئے ہیں اور طبقہ شکار میں بعض بہت اعلیٰ درجے کی چیزیں ہیں۔ میں امید کرتا ہوں طبقہ جنگلات کی زمین دیکھنے والوں کو جنگلاتی پیداوار کی خرید و کار جواب تک بالکل بیکار تھی احساس ہوگا۔ جنگلات میں زبردست مقدار لکڑیوں کی موجود ہے جنگل کوئی پرسان حال نہیں۔ لیکن اب بہت سے طریقے حفاظت اور دیکھ سے بچنے کے موجود ہیں۔ جنگلی وجہ سے جنگلی لکڑیاں صنعتی اغراض کے لیے بہت ارزان اور مفید ہوں گی۔

کارآمد پایا گیا اور رانھون نے اسے نہایت کامیابی سے انجام دیا۔ اور علاوہ کار متعلقہ کے کمیٹی کو دوسرے کاموں میں بھی مدد دی ہے۔ لیکن اسکے اعادے کی ضرورت نہیں کہ بغیر امراء شاہی محکمہ زراعت ہند و تعلقہ داران و تجاران آلات مسٹر مورلینڈ ڈائرکٹر زراعت اور مسٹر برٹ طبقہ زراعت کو کامیاب نہیں بنا سکتے تھے۔

بہت سے تعلقہ داروں نے حاصلِ مراد دی ہے۔ اور گورنمنٹ ہر ہائس ہمارا جہ بنارس انجمن تعلقہ داران میں پوری۔ مظفر نگر جہانگیر پورہ راجہ چندر چرن سنگھ ساکن چاند پورہ راجہ کالی چرن مصری ملی۔ ریاست اولڈہ رے لکھنا تھ پرشاد نرائن سنگھ بہادر الہ آباد۔ رے سری نواس پانڈے صاحب فرار پورہ۔ بابو شہرت سنگھ بستی۔ اور ٹیڈت بچنا تھ داس شیو پوری بنارس کی بیحد ممنون ہے۔

نائس دکھلانے والوں میں مسٹر برن اینڈ کوہا وڈہ۔ ایوننگ اینڈ کو کلکتہ۔ مسٹر اف۔ گاسلنگ مسٹر اگٹویس شیل اینڈ کو کلکتہ جلیپ اینڈ کو کلکتہ۔ بگ سردر اینڈ اینڈ کو۔ ریم اینڈ جو اسپوک۔ گریوڈ اینڈ ٹیلے ٹامسن اینڈ کو کلکتہ۔ مسٹر رچرڈ سن اینڈ کروٹوس ممبئی۔ مسیکتہ برادرین ممبئی اینڈ کلکتہ۔ ایپائٹرا بجنیزنگ کمپنی کانپور۔ مسٹر راجہ اینڈ کو الہ آباد۔ ولاہور۔ بلیر کمپل اینڈ مکھین گلاسکو ٹامسن برادرین اینڈ سنس ہیڈرسفیلڈ۔ ٹوکلن ٹرن اینڈ کو ممبئی۔ وی گوریو کمپنی کلکتہ۔ مسٹر مین اینڈ کو کلکتہ۔ بالملار می اینڈ کو کلکتہ اور مسٹری کو ٹیٹر علیگڈھ نے اس طبقہ کی کامیابی میں خاص کوشش

اپنے ذمے لیے تھے اور میں اس موقع کو مناسب سمجھتا ہوں کہ اُن لوگوں کا
شکر یہ ادا کروں جنہوں نے گورنمنٹ کو اس کام میں مدد دی ہے۔

زراعت | طبقہ زراعت میں قابل دیدہ کلین ہین جبکہ فریج سے پیداوار

زراعتی آسانی سے قابل استعمال فروخت بنائی جاسکتی ہے انکا نمائش میں
رکھنا اس لیے موزوں ہے کہ اس وقت پیداوار کی اجرت اس درجہ بڑھ رہی

ہے کہ زمینداروں اور کاشتکاروں کو خاص خیال ہونے لگا ہے۔ اور مشینوں
کی ضرورت محسوس ہونے لگی ہے۔ یہ بات بہت قابل اطمینان ہے کہ بہت

سے دوکانداروں نے اس عدم توجہی کا احساس کیا ہے۔ اور نہ صرف ان
خاص کلین لاکر کجا کردی ہین بلکہ اُن کا استعمال بھی دکھایا ہے۔ اور اس

معاملہ میں زراعتی مشینوں کا بہت بڑھا ہوا ہے۔ تجارتی احساس میں
کہ نمائش میں پوری خرید و فروخت نہیں ہوتی۔ بلکہ شوق خریداری شروع ہوتا ہے

اور آئندہ چلکر اسکی تکمیل ہوتی ہے۔ نمائش ابتداء اور اسکی ترقی کے لیے
مستقل اور مسلسل کوشش کی ضرورت ہے۔ تجارتی ممالک غیر ابھی اس کا

احساس نہیں کر سکتے کہ خاص اُسی ملک میں جہاں کسی خاص تجارت کی
منڈی ہے۔ قیام کر کے کہ منافع بخش تجارت کی جائے۔ کلکتہ اور

بمبئی کی ایکسیان شمالی ہند سے واقف اور یہاں کے ذرائع سے آگاہ
نہیں ہین۔ اور نہ وہ محکمہ زراعت سے کوئی سروکار رکھتی ہین جسکی ابتداء میں

سخت ضرورت ہے۔

مستر برٹ طبقہ زراعت کے نگران ہین۔ انکا کام بہت درست اور

دی گئی ہے۔ اور گو کہ آج ۳۱ برس ہوئے کتنی کمزور کی تعلیم گاہ کے لیے رپورٹ کی۔ لیکن اب تک منظوری حاصل نہیں ہوئی۔ ہماری اصلی سکیم میں جو ۸ لاکھ روپیہ عمارت کا صرف اور ۲۱ لاکھ خرچ ضروری رکھا گیا تھا۔ اسے گورنمنٹ نے بہت زیادہ سمجھا۔ چنانچہ گذشتہ سنی میں خرچ کی تخفیف کر کے یعنی ۳۱ لاکھ عمارت اور ۸۲ ہزار خرچ ضروری دکھا کر دوبارہ اسکیم بھیجی گئی ہے اور انریبل ممبر بلکر کی کوشش سے امید ہے کہ ہماری تجویز منظور ہوگی۔

زراعتی اور صنعتی نمائش | تیسری کارروائی یہ کی گئی کہ زراعتی اور صنعتی نمائش قائم کی جائے۔ تقریباً ۳۱ لاکھ روپیہ حکمرانوں۔ تعلقہ داروں اور امارا صوبہ کے متعلق چنہ دیا۔ اور اس خیال سے ہر شہر اور دیہات میں یکساں خوشی ظاہر کی گئی۔ اپنے اپنے مقاصد کو جنکا ذکر اپنے اڈریس میں کیا ہے۔ پورے طور سے پورا کیا۔ تجربات شاہد ہیں کہ سیاحان نمائش تعلیم کے ساتھ تفریح طبع بھی جانتے ہیں۔ چنانچہ اپنے بھی اپنے پروگرام میں تفریح کا خاص اہتمام کیا ہے۔ لیکن مجھے نمائش کی بابت ایک اخبار میں یہ دیکھ کر تعجب ہوا۔ کہ نمائش کے ذریعے سے ہندوستان میں فنون تفریح کا اعلیٰ تجربہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مگر کسی کے کہنے پر واہ نہیں۔ اور آپ ہمیشہ اپنا مقصد اصلی یعنی صوبے میں ترقی صنعت و زراعت کو پیش نگاہ رکھیے۔

نمائش کے عجائبات رسالہ نمائش میں درج ہیں جس میں آپ کو مبارکیا دیتا ہوں۔ میں فی الحال چنہ خاص خاص طبقوں کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ یہ تو ظاہر ہے کہ گورنمنٹ نے طبقات زراعت جنگل و تعلیم

لکھی ہوئی ہے۔ علاوہ برین ایک صنعتی کانفرنس ہی قائم ہے جس میں اس صوبے کی خاص دلچسپی لینے والے اصحاب شریک ہوتے ہیں۔ اور چند خاص خاص افراد مقامات غیر کے بھی شریک ہوتے ہیں۔ میں نے اس تیس برس کے قیام ہند میں بہت سی کانفرنسیں دیکھی ہیں۔ اور دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ اتنا عملی کام اس مختصر زمانے میں کسی کانفرنس نے نہیں کیا۔ اس کانفرنس نے تین ہفتے کے اجلاس کے بعد ایک عرضداشت اس غرض سے پیش کی کہ اس صوبے میں تعلیم صنعت و حرفت شروع کی جائے۔ اور لوکل گورنمنٹ نے اس تجویز کو اعلیٰ گورنمنٹ کی خدمت میں روانہ کیا۔ اور جس عہدگی سے ہماری اس تجویز کو کامیابی ہوئی۔ اس میں آئرلینڈ مسٹر ٹیلر (جو کہ اب تعلیمی ممبر ہیں) کی خاص کوشش تھی۔

ہماری اس تجویز میں ۱۶ لاکھ کا اتفاقی اور ۲۱ لاکھ سالانہ کا لازمی خرچہ ہے۔ یہ کل خرچ جو ہم نے تجویز کیا ہے فی شخص باشندہ صوبہ ۱۲ روپے کے حساب سے ہے۔ سب سے پہلے کانفرنس نے اس کے متعلق یہ طے کیا کہ صنعتی تعلیم گاہ قائم کی جائے اور تعلیم یافتہ طبقے کو اور سیری۔ فورینی اور تحقیقاتی کام کی تعلیم دی جائے۔ اور اسکے متعلق یہ قرار پایا کہ ٹامسن کالج لڈ کی کوترقی دی جائے۔ اور کانپور میں ایک صنعتی مدرسہ قائم کیا جائے اور بہت جلد ہائے اسکول نقشہ کشی لکھنؤ اور مدرسہ پارچہ باغی بنارس و بنجاری بریلی قائم ہو جائیں گے۔ ہم نے لکھنؤ میں ایک انڈسٹریل اسکول قائم کیا ہے اور گورکھپور میں بھی قائم کرنے والے ہیں۔ اور لڈ کی کالج میں ترقی

مسٹر گرین مقرر باغیچے واقع تاج محل آگرہ نے بنایا اور مسٹر سپڈینا کے زیر نظام
اُسکی دستی ہوئی۔ دو نو افسرین کا کام عمدہ رہا۔

اقتصادی معاملات سیاسی | میرا اس پر اعتقاد ہے کہ فی زمانہ ترقی ہند کے لیے
معاملات سے اہم ہیں سیاسی کارروائیوں سے اقتصادی کوشش اہم

ٹرین۔ ملکی معاملات سے انگلستان ایسے ملک میں
بھی بہت کم لوگ حصہ لیتے ہیں۔ کروڑوں ایسے ایماندار کام کرنے والے
ہر طبقہ میں ہیں جو سیاسی معاملات میں بغیر کوئی دیکھی لیے اپنی زندگی بسر کرتے
ہیں۔ ہندوستان میں موجود تعلیم کا لحاظ کرتے ہوئے بہت کم لوگ ایسے
ہیں جو پالیٹیکس میں حصہ لیتے ہیں اور ختام باشندوں کو اسکا احساس بھی
نہیں ہوتا۔ فی زمانہ اتنا ہی بہت ہے کہ وہ اپنے ذریعہ معاش کا خیال کریں
ہندوستان کے باشندوں اور حکمرانوں کے لیے سب سے ضروری مسئلہ یہ ہے
کہ زمین زیادہ زرخیز بنائی جائے۔ اور صنعت و حرفت میں ترقی دی جائے
اور ایسے ذرائع مہیا کیے جائیں کہ کام کرنے والے اور نگرانی کرنے والوں کو
مردم۔

صنعتی ترقی میں کوشش | اب اس بات کی ضرورت ہندوستان میں ہونے لگی
ہے کہ صنعت کو ترقی دی جائے۔ اور خوشی کا مقام ہے کہ اس صوبے میں
ترقی کی بہت کچھ کوشش کی گئی۔ اول اول صنعت و حرفت پر نظر ڈالی
گئی۔ اور صوبے کی صنعت کا اندازہ لگایا گیا۔ کہ اس کام کو مسٹر جیٹرجی نے
بجیر و غوبی انجام دیا۔ آپکی رپورٹ بھی اس صوبے کی صنعت کی تفصیلی حالت

ہند پر خوشی کا اظہار نہ کیا ہو۔
ابتدائی نمائش | رسالہ نمائش سے ظاہر ہو گا کہ اس سے بہت پہلے نمائش گاہ
قائم کرنے کا خیال تھا۔ لیکن ۱۹۰۷ء کے امساک بالان اور ۱۹۰۸ء کے
قحط کی بدولت یہ کارروائی اب تک ملتوی رہی۔ ایسی اسکیم کو عملی صورت میں
لانے اور تیار بنانے کے لیے بہت وقت درکار تھا۔ اسی بنا پر نمائش

کے لیے پہلا جلسہ ۱۸ ماہ پیشتر ہوا تھا۔
ہمارا خیال شروع سے یہ تھا کہ تعمیر عمارت و ترتیب شیار کے بعد
نمائش کا افتتاح ہو۔ اور کمیٹی تنظیم کو اس خیال کی تکمیل پر مبارکباد دیتا ہو۔
جنوری میں جب میں نے اس موقع کا ملاحظہ کیا تھا تو عمارت کا نشان بھی
نہ تھا۔ اور اکتوبر میں ولایت سے واپس آکر میں طیار یون کو دیکھ کر تعجب رہ
گیا۔ نقشہ عمارت اور کام کی جلدی ذمہ دار اصحاب کی اعلیٰ الیاقت کا زبرد
ثبوت ہے۔ سر سون جکیب اور مسٹر آوائل سپرنٹنڈنٹ بجلیہ کا طیار کردہ
نقشہ اس کام کے لیے بہت موزون تھا۔ اور جس تندہی اور جوش سے
اسے ہر یکشن چند صاحب نے طیار ہی میں کوشش کی وہ بہت کچھ قابل
ستائش ہے۔ آپ نے نہایت کامیابی سے نگرانی کی۔ اور آپ کی ماتحتی میں
مسٹر بٹک نے قابل داد کام نمایاں کیے۔ پراگ داس اور سیر نے بھی
محنت اور جوش سے کام کیا۔ بھیکہ دارون میں شیخ نصیر الدین اور لالہ
گوری شنکر اپنے کام کے سر دست ممتاز رہے۔ مسز جسیپنڈ کو کلکتہ نے
بھی طیار ہی اور سامان میں خاص مدد دی۔ اوقادہ زمین کی درستی کا نقشہ

بادگارین قائم کنندون کے شوق اور جوش میں زیر بار کرنے والی ہوں گی۔ اور بہت ممکن ہے کہ نامکمل رجائیں۔ لیکن سب سے بڑا نقصان یہ ہو چکا کہ عوبے کی اس دار الشفا میں اس سے بہت مالی کمی ہو جائیگی۔ اور یوں ایک اہم بالشان کام ادھورارہ جائیگا۔

البتہ بنارس میں مقامی ضرورت زیادہ ہے۔ اور میں اسے تسلیم کرتا ہوں کہ جو ہسپتال وہاں ملک معظم کے نام نامی سے معنون ہے۔ اُس میں ترقی اور اضافہ کی ضرورت ہے لیکن ایسے موقع پر کلب یا کتب خانہ یا پل پر روپیہ خرچ کرنا زیادہ مفید نہیں ہوگا۔ کیونکہ اس سے صرف اُمرا فائدہ مند ہوں گے اور ڈسٹرکٹ بورڈ کو مالی آسانی ہوگی تعلیم گاہوں اور صنعتی و فنون کی ترقی دینی ہے۔ اس موقع کے نامناسب اور غالباً کامیاب ہوتی نظر نہیں آتی۔ میں امید کرتا کرتا ہوں کہ مقامی کمیٹیوں اسپر دوبارہ غور کر کے عوبے کی مفید یادگار کو مدہو پونچائیگی اور مقامی یادگار اگر چھوٹے پیمانے اور خاص ضرورت کے لحاظ سے قائم کیجائیگی تو مناسب ہوگی۔

مجھے حال ہی میں اسکا موقع ملا تھا کہ ملک معظم سے اس نمائش کا ذکر کروں۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا تھا کہ میری جانب سے اور ملکہ معظمہ کی طرف سے اس نمائش میں ہمدردی اور پسندیدگی کا آپ حضرات سے اعادہ کروں اور کہوں کہ آپ امید کرتے ہیں کہ اس سے عملی فائدہ مترتب ہوگا۔ ملک معظم و ملکہ معظمہ کی تشریف آوری ہند کا حال آپ سب صاحب نے سنا ہوگا۔ اور میں اس کی تصدیق کرتا ہوں کہ کوئی فرد بشر ایسا نہ ہوگا جس نے آپ کی تشریف آوری

ہزار کی تقریر افتتاح نمائش الہ آباد میں

(یکم دسمبر ۱۹۱۰ء)

مستر جسٹس رچرڈ سن اور ممبران کمیٹی انتظامیہ -

میں آپ لوگوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے نمائش کے موقع افتتاح پر ایک تلمظ آمینراڈریس ایسے خوبصورت کیسکٹ مین جسے مین بطور یادگار افتتاح نمائش ہمیشہ محفوظ رکھوں گا پیش کیا ہے۔

وفات ملک منظم | آج ملکہ معظمہ انگلینڈ کا روز پیدائش ہے۔ اس مبارک دن کو تقریباً افتتاح نمائش کے لیے موزون سمجھتے اور مقرر کر لینے کے بعد ہمیں ایک خاص حادثے کا سامنا ہوا۔ اور ہمیں ملک معظمہ ایڈورڈ ہفتم کی وفات کا غم کرنا پڑا۔ آپ کا زمانہ حکومت کو مختصر تھا۔ تاہم آپ نے اپنی ہندی رعایا سے شفقت اور مہربانی سے پیش آکر کل یورپ میں عزت حاصل کر لی۔ آپ کی یادگار قائم کرنے کے لیے جو جلسہ ہوا تھا اس میں یہ قرار پایا تھا کہ کمایون کی پہاڑیوں پر ایک ہسپتال مریضان سل کے لیے قائم کیا جائے۔ چند ہی روز ہوئے ہیں کہ اس ضلع میں بھی ایک جلسہ بصدارت سر جان اسٹینلی فہرست چندہ کھولنے کے لیے منعقد کیا گیا۔ مجھے امید ہے کہ کل باشندگان صنو اس یادگار کے قائم کرنے میں کوشش کریں گے۔

فی الحال خوف اسکا ہے کہ ہمیں مقامی یادگار قائم کرنے کا شوق اس مفید اور منفعت بخش یادگار صوبے میں ہالچ نہ ہو۔ کیونکہ یہ مقامی

قابلیت اور جو ہر حکومت پر منحصر ہے۔ لیکن آپ لوگوں کے خیالات کی پیش بندی کر کے ایک ایسے غٹلین کو اس مشکل کام کی صدارت کے لیے مدعو کیا ہے اور اورین امید کرتا ہوں کہ آپ سب صاحب میرے اس کام کو نظر تحسین سے دیکھیں گے جب میں یہ کہوں گا کہ مسٹر جسٹس رچرڈسن نے کمیٹی انتظامیہ کی صدارت قبول کی ہے۔ کمیٹی انتظامیہ کے ممبر بھی بہت احتیاط کے ساتھ منتخب ہوئے ہیں۔ اور اس انتخاب میں نائٹس سے دلچسپی لینے والے بیرونی اصحاب نے مدد دی ہے اور جلسہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔ اس کمیٹی میں اور اصحاب بھی حسب ضرورت مقرر ہوں گے۔ نائٹس کا انتظام دراصل غیر سرکاری ممبرن کے ہاتھ میں ہے۔ لیکن مجھے چند سربراہ اور وہ غیر سرکاری ممبرن نے یہ بتلایا ہے کہ سرکاری افسروں کا کمیٹی انتظامیہ میں شامل ہونا مفید ہوگا چنانچہ اس فہرست میں اُس مشورے پر عمل کیا گیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس میں بہت زیادہ سرکاری ممبر شامل نہیں ہیں۔

لیکن امید کی جاتی ہے کہ ان سے غیر سرکاری ممبرن کو بہت مدد ملے گی۔ ہم کو امید ہے کہ تمام جماعتیں ملکر نائٹس کو کامیاب بنائیں گی۔ اور اپنے خدمات کے انجام دینے میں یہ خیال اُنکو جوش دلاؤ گا کہ وہ ایک ایسا کام کر رہی ہیں کہ جس کا صوبے کی خوشحالی پر اثر پڑے گا۔ اور ہر ادنیٰ و اعلیٰ اور غریب و امیر کو یکساں فائدہ ہوگا۔ اب مجھے فی الحال کچھ زیادہ کہنا نہیں ہے۔ رزولوشن پیش کرنا چاہیے۔

انجینیر کے خدمات دون گا۔ اور رسول سروس کا ایک جوئیر ممبر کمیٹی
انتظامیہ کا سرٹیری آئندہ سال سے رہیگا۔

محکمہ پبلک ورکس بھی عمارت کی تعمیر کے لیے مسانہ اور سامان عمارت
دیگا۔ اس طریقے سے گورنمنٹ اسپر تقریباً دو لاکھ صرف کرے گی۔ اور مین میڈ
اکڑتا ہون کہ کم سے کم تین لاکھ روپیہ چندے سے آجائیگا۔ بہتر ہوگا کہ چندے
کی ایک فہرست جلد کھول دی جائے۔ اور مجھے امید ہے کہ آج ہی قبل اسکے
کہ ہم اس ہال سے باہر جائیں چند دن کے وعدے کیے جائینگے۔

یہ سوچا جا رہا ہے کہ نائٹس کے انتظام کے لیے ایک کونسل کمیٹی انتظامیہ
اور ایک جنرل کمیٹی مقرر کی جائے۔ اس مضمون کا رزلویشن مع ممبرن کے
اسمار کے آپکے سامنے پیش کیا جائیگا۔ لیکن یہ دعویٰ نہیں کیا جاسکتا کہ یہ
فہرست مکمل ہے۔ بلکہ ہر وقت اس میں اضافہ ہو سکتا ہے۔ خیال یہ ہے کہ
کونسل مین وہ سرکاری اور غیر سرکاری اصحاب رہیں گے جو کہ اگرچہ نائٹس
مین ایک خاص وچپی لیتے ہیں۔ لیکن اُنکے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ
انتظام مین ہاتھ بٹائیں۔ انکا درجہ اعزازی ہوگا اور انکا فرض نائٹس کی
سرپرستی اور مالی امداد کا ہوگا۔

جنرل کمیٹی مین وہ اصحاب ہوں گے جو کہ ہر ضلع مین چندے کی لوکل
کمیٹیوں کے مطابق حکام کمیٹی انتظامیہ کو دکرین اور اپنے اپنے اضلاع مین
ان کمیٹیوں کے صدر انجن مین۔ لیکن سب سے سخت کام کمیٹی انتظامیہ
کا یہ ہے کہ اُسکی کامیابی کے لیے زیادہ تر آپکے صدر انجن کی انتظامی

کہ نیپال۔ ممالک متوسطہ۔ اور راجپوتانہ ہمارے صوبے کے سرحدی اضلاع
ہیں۔ اور نمائش بمبئی کے اصول پر عمل کر کے ہمیں اس بات کی کوشش
کرنی چاہیے کہ اپنے پڑوسی و سی حکمرانوں سے مدد حاصل کریں مجھے امید
ہے کہ والیان ریاست کا اس صوبے کے طبقوں سے ملنا ہمارے اور ان کے
لیے مفید ہوگا۔ اور میری رائے ہے کہ جو لوگ نمائش کے منتظم مقرر کیے جائیں
وہ بھی بطور مناسب شے شرکت کی درخواست کریں۔ حاضرین ضرور محسوس
کرتے ہوں گے کہ اس صوبے کی شایان شان نمائش کے انعقاد کے لیے زرکشی کی
ضرورت ہے۔ غالباً آپ لوگ قبل اسکے کہ اپنی جیبوں میں ہاتھ ڈالیں اور
اس نمائش کے انعقاد کا سامان کریں۔ یہ جاننا چاہتے ہوں گے کہ گورنمنٹ
کیا مالی امداد دیگی۔ نمائش مہتمم بالشان طبقہ زراعت کا ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں
کہ آپ لوگ بھی یہ خواہش کرتے ہوں گے کہ محکمہ زراعت اسکی نگرانی کرے۔
مسرس مورلینڈ۔ اور برٹ نے طبقہ زراعت کے متعلق ایک بہت بڑی
اسکیم بنائی ہے۔ جس میں انھوں نے یہ بھی دکھلایا ہے کہ کیونکر نو ایجاد آلات
زراعت کا استعمال اور صرف بتایا جائیگا۔ صاحبان موصوف نے یہ بھی
رائے دی ہے کہ آلات زراعت کے تجار کو جنکی بکری ہندوستان میں زیادہ
ہوتی ہے مدعو کریں۔ اور یہ امید کی جاتی ہے کہ بہت سے تجار نمائش میں
شریک ہوں گے۔ ہمارا اندازہ ہے کہ گورنمنٹ تقریباً ایک لاکھ روپیہ طبقہ
زراعت پر صرف کرے گی۔ اور میں اس پر بھی تیار ہوں کہ گورنمنٹ کی طرف سے
طبقات جنگل کا انتظام رہے۔ تعمیرات کے کام کے لیے مین ایک

اور اس صوبے کی آب و ہوا کے لحاظ سے یہ بات مناسب معلوم ہوتی ہے کہ
 کہ ایک نمائش جبکہ کوہ کامیاب ہونے کے لیے کم سے کم تین ماہ تک کھلا رہنا
 چاہیے۔ اس لیے موسم سرما میں اگر افتتاح کا زمانہ دسمبر ۱۹۷۷ء رکھا جائے
 تو شاید رسم افتتاح کے کل سامان ہیا ہو سکیں گے۔ تقریباً پینتالیس برس کا زمانہ
 گذرا کہ اس صوبے کی پہلی نمائش الہ آباد میں ہوئی تھی۔ جبکہ بیان کمشنر سٹریٹ
 تھارن ہل۔ اور کلکٹر مشرا کٹیس تھے۔ میرے خیال میں نمائش کے لیے الہ آباد
 کو منتخب کرنے کے لیے بہت سے وجوہ ہیں۔ یہ صوبہ متحدہ کا دارالسلطنت ہے
 یہ ان ریلوے لائنوں پر واقع ہے جو اس صوبے کو سمندر کے کناروں سے
 ملاتی ہیں۔ محض اس صوبے کے مختلف حصوں سے نہیں بلکہ قریب کے
 اور صوبجات اور دیسی ریاستوں سے بھی اس شہر میں ریل کی آمد و رفت ہے
 اس شہر کے پورے قلعہ کے پاس جہان گنگا اور جمنکا سنگم سے بہت سا
 میدان ہے جو نمائش کا کام دیکھتا ہے۔ اگر نمائش ماگھ میلہ میں کھلی رہی
 جو غالباً اس سال ہوگا تو بہت جاتری آئینگے۔ اور انکو ان چیزوں کے دیکھنے کا
 موقع ملیگا جو ہم انکو دکھلا سکیں گے۔ مجھے یقین ہے کہ یہ کارروائی بہت
 دانشمندانہ ہوگی۔ اگر نمائش الہ آباد میں ہو۔ میں امید کرتا ہوں کہ یہ ٹینگ
 اس رزلویشن کو منظور کر لے گی کہ اسکا افتتاح دسمبر ۱۹۷۷ء میں کیا جائے۔
 ہمارا پہلا فرض اس صوبے کی پیداوار اور ان پیداواروں کے بنانے اور
 تیار کرنے کی کل مشینوں کو ایک جاکرنا اور ان کا طریق استعمال کرنا دکھلانا
 ہوگا۔ اور میرا خیال ہے کہ یہ بات کبھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔

اس لیے مین یہ کام انھیں پر چھوڑ دیتا ہوں۔

حال میں ایک کامیاب نمائش ناگپور میں ہوئی۔ دوسرے چند مہینوں میں لاہور میں ہونیوالی ہے۔ مجھے بہت دنوں سے اسکی فکر ہے کہ ایک نمائش اس صوبے میں بھی کی جائے۔ کوئی شخص ایسا ایسی نمائش کے کامیاب ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ جو کہ فصلوں کے خراب ہونے کی حالت میں کھولی جائے۔

۱۹۰۷ء کی بارش کی کمی سے ۱۹۰۸ء میں قحط ہوا اور اس وقت زراعت پیشہ لوگوں کو اپنی اصلی حالت پر آنے کے لیے بہت مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اسکے قبل بھی بہت سے صحاب نے مجھے نمائش کے متعلق ٹینگ کرنے کے لیے مجبور کیا تھا۔ میں نے اس وقت اتنی جلدی نہیں کی۔ جتنا کہ میں کرنا چاہتا تھا۔ اور اس بات پر فیصلہ کیا کہ پہلے یہ دیکھ لینا چاہیے کہ سال بارش کی کیا حالت ہوتی ہے۔ یہاں تک تو قسمت نے پاوری کی ہے کہ صوبہ کے ہر حصہ میں پانی کافی مقدار میں ہوا ہے اور ہر قسم کی فصل کے لیے مفید ہو۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ وقت آگیا ہے کہ ہم نمائش کھولنے کی فکر کریں۔ اب ہکوا اسکا تصفیہ کرنا ہے کہ نمائش کب اور کہاں ہو۔ آپ سب صحاب واقف ہیں کہ بہت کم ایسا ہوا ہے کہ نمائش کا انتظام اسکے افتتاح کے قبل مکمل ہو جائے۔ اس لیے ہکوا اسکی تیاریاں اور عمارت کی تعمیر کے لیے بہت کافی وقت دینا چاہیے۔ ایک ایسی نمائش کے لیے جو کہ اس صوبہ کے شایان ہو۔ کم سے کم ایک سال سے ڈیڑھ سال تک کا زمانہ چاہیے۔

نہایت ہی ہوشیاری اور احتیاط کے ساتھ صرف کرے گی۔
 چیف جسٹس صاحب کا ایسا ممتاز اور اعلیٰ عہدہ دار اور ذاتی اوصاف
 کا شخص اس فنڈ کے واسطے ذمہ دار ہے۔ اور یہ ذمہ داری صرف اس بات
 کی ہے کہ یہ فنڈ حتی الامکان نہایت بہتر اور مناسب طور پر صرف کیا جائیگا۔

ہنر انر کی تقریر نمائش الہ آباد کے موقع پر

(۳۱ جولائی ۱۹۰۹ء)

معززین حضرات ہمارا راجہ ولا جگان ونواب صاحبان خطبہ کیلئے۔

میں بہت خوشی سے اس ٹینگ کا جو صوبہ متحدہ میں ایک رعیتی
 اور حرفتی نمائش کھولنے کے لیے کی گئی ہے۔ پر سیدینٹ ہونا منظور کرتا ہوں
 آج کی کثرت حاضرین سے دل کو تقویت ہوتی ہے۔ میں اپنے چاروں طرف
 اس صوبے کے مختلف حصوں کے قائم مقام دیکھتا ہوں۔ اس مجمع کی کثرت
 سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس ٹینگ کی غرض ایسی ہے کہ جس سے تمام لوگوں
 کو دلچسپی ہے۔ ہندوستان کے ہر حصہ میں لوگ صنعت کی طرف زیادہ متوجہ
 ہو رہے ہیں۔ میں زراعت کو بھی جو اس ملک کی سب سے بڑی صنعت
 اور ہمیشہ رہیگی۔ حرفت کہتا ہوں۔ زراعت اور صنعت بڑھانے کا
 ایک ذریعہ نمائشوں کا کھولنا بھی ہے۔ بعض اشخاص اس کے مفید ہوتے
 ہیں۔ شبہ بھی رکھتے ہیں۔ لیکن اس ٹینگ کو آٹمی رے سے اختلاف ہے۔
 میرے بعد ایک انکپٹر صاحب اردو میں نمائش کی خوبیوں کو دکھلائیں گے۔

۷ سیرازان قسم کے گیہوں کا نرخ ہے پس اسپر غور کرنے کی چندان ضرورت
 نہیں ہے کہ ضروریات زندگی کا اس قدر گران ہونا متذکرہ بالا فرقوں کے
 حق میں کس قدر سخت ہے فصل ربیع ہمارے واسطے جو کچھ ہم پہنچائے
 جھکواندیشہ ہے کہ جب غلہ بازاروں میں آئیگا تو نرخ ارزان ہوگا۔ ہمارے
 صوبجات میں رقبہ زیر کاشت بہت قلیل ہے اور اس سے قلیل ذخیرہ
 گیہوں کا ملک پنجاب میں ہے۔ نرخ گران تو بہت جلد ہو جاتا ہے لیکن ایرانی
 دیر میں ہوتی ہے۔ آئندہ بارش تک ایرانی کا انتظار کرنا ہوگا۔ پس متذکرہ
 بالا فرقے کم سے کم آئندہ چھ یا آٹھ ماہ تک مفلسی کا شکار ہوتے رہیں گے۔
 غرض کہ انکو اتنے نہیں تک اس آسائش کی مطلق توقع نہ رکھنی ہوگی
 جو زندہ دلی پیدا کرنے والی ہے۔ ایک شاعر نے بہت صحیح خیال ظاہر کیا کہ
 تمام بنی نوع انسان کو خیرات کی فکر ہونی چاہیے۔ پس ہر ایک شخص جس کی
 حالت اس قابل ہو کہ اسکی ذات خاص پر غلط کا اثر نہ پڑتا ہو۔ اسکا فرض ہے
 کہ قحط زدوں کی امداد کے واسطے ہاتھ بڑھائے۔ بخلاف انکے بہت سے لوگ
 ایسے ہیں جو امداد کے واسطے التجا بھی نہیں کرتے۔

میں آپ سب صاحبوں سے استدعا کرتا ہوں کہ جو کچھ آپ لوگ
 خیرات کر سکتے ہوں اس موقع پر ہرگز اس سے دریغ نہ فرمائیں۔ یہ تو کوئی
 رقم اس کا ذخیرہ نہیں ہو سکتی ہے۔ نہ قلیل ہی جاسکتی ہے۔ آپ
 اعتماد رکھیں کہ ایک ایک روپیہ جو کہ اس غرض کے واسطے چندے میں
 جمع ہوگا اسکو زیر ہدایت چینی جسٹس صاحب ہائیکورٹ الہ آباد کی پیشگی

شخص بہ کو کچھ رقم دیگا۔ تو ہم اُس رقم کو پوری طور پر اُسی غرض کے واسطے صرف نہ کریں گے۔

سردست یہ ضرورت ہے کہ آپ سرکاری امداد میں اعانت کریں۔
 مکمل۔ کپڑے اور دیگر سامان آرام غریبوں کے لیے مہیا کریں۔ میں اس
 موقع پر نہایت شکریہ کے ساتھ ۵ ہزار روپیہ کی رقم کے وصول ہونے کا
 ذکر کرنا چاہتا ہوں جو انڈین فین ٹرسٹ سے چند روز ہوئے وصول ہوئی
 ہے۔ میں نے کمیٹی مقرر ہونے کی توقع پر اس رقم کا کبیلون کی خریداری میں
 صرف کرنا منظور کیا ہے۔ کیونکہ اس قسم کی امداد نہایت ضروری ہے۔ گو
 بارش سے پودھوں میں جان آگئی ہے۔ لیکن اسکے بعد سردی چمک جائے
 سے بیشمار گھروں میں بیماری اور تکلیف پیدا ہو جائیگی۔ میں بیان کر چکا ہوں
 کہ گو مزدوری پیشہ جماعت کی حالت اچھی ہے۔ لیکن امسال بمقابلہ دس
 سال اُس طرف کے اُن حاجتمندوں کی فرست طویل ہو گئی ہے۔ جنکے
 گھروں پر امداد پہنچانی چاہیے۔ اسکا باعث یہ ہے کہ سردست وہ لوگ
 زیادہ تر مصیبت میں مبتلا ہیں۔ جو کام نہیں کر سکتے ہیں۔ اپنا ہجنا بنایا
 مواضع و قصبات میں معزز خاندان جنکی قلیل آمدنی ہے۔ نہ وہ مزدوری کرنا
 پسند کرتے ہیں اور نہ اسکے قابل ہیں۔ وہ عورتیں باہر نہیں نکلتی ہیں۔ یہ سب
 اندون سخت مصیبت اٹھا رہے ہیں۔ آج کل تمام دنیا میں گرانی ہے اور
 یہاں بمقابلہ ۱۹۷۱ء کے سخت گرانی ہے۔ اس شہر میں آج کل ایک
 روپیہ کا ۴ پیسہ چاول معمولی اور ۹ پیسہ ازان قسم کی جواریا بجز بھتا ہے

جسکی شاخین تمام قحط زدہ ضلع میں کھولی جائیں۔ آج ہم جس قسم کا فنڈ قائم کرنے کی تجویز کرتے ہیں۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ سرکار جن طریقوں سے امداد دے پہنچا سکے۔ اس فنڈ کے ذریعے سے پہنچائی جائے۔ اس فنڈ کے مقاصد شمار میں چار ہیں۔ اول یہ کہ سرکاری امداد کی اعانت خیرات خانے اور باورچی خانے قائم کرنے سے کی جائے۔ جو لوگ سرکاری خیراتی امدادی کاموں پر کام کرتے ہوں۔ یا خیرات خانوں میں ہوں۔ انکو دودھ ترکاریاں اور دوسری غذائیں دی جائیں۔ سرکاری امدادی کاموں کی مزدوری کی رقم میں چندہ سے اضافہ کیا جائے یا سرکار مواعضات و قسبات میں گھروں پر جو امداد پہنچاتی ہے اُس میں مدد دی جائے۔ کمل فریڈم کے تقسیم کیے جائیں۔

دوسرا مقصد یہ ہے کہ یتیموں کی پرورش کی جائے۔ کیونکہ بعد قحط دور ہونے کے بیشیائیتیموں کی پرورش کرنی پڑتی ہے تیسرا مقصد یہ ہے کہ شرفا کی پرورش کی جائے۔ غریب بیوائیں اور شریف اشخاص فاقہ کشی سے بچانے جائیں۔ ارزاں غلہ فروخت ہونے کے لیے دوکانیں کھولی جائیں اور لوگوں کو گھروں پر کام دیا جائے جسکی مزدوری انکو ملے۔ چوتھا مقصد یہ ہے کہ کاشتکار و متکار جو لاہے ایام قحط میں تباہ نہ ہونے پائیں اور انکی امداد کی جائے تاکہ انکی موجودہ حالت بدستور قائم ہے یتیموں کی پرورش اور آخری مقصد کے متعلق جو صرفہ ہوگا اُسکی ضرورت قحط کے بعد کو ہوگی اور آپ ضرور محسوس کریں گے کہ یہ مقاصد ایسے ہیں کہ جنہیں بج کی خیرات کے واسطے کوئی حد معین نہیں ہو سکتی ہے۔ پس ہم کو اس اندیشہ کی ضرورت نہیں ہے کہ اگر کوئی فیاض

کہ بارش بہت دیر کے بعد ہوئی اور زیادہ قبیلہ میں کاشت نہیں ہو سکی۔
 جنہیں ہل چلا دیے گئے تھے۔ لیکن جس فصل کے اکوٹے نکل آئے تھے
 اُسکے واسطے اس بارش میں دیر نہیں ہوئی۔ امسال اور سالوں کے مقابلہ
 میں نہایت ہوشیار سی سے کاشت ہوئی ہے۔ اگر فصل کٹنے کے زمانے
 تک کوئی ناموافق حالت پیدا نہ ہوئی۔ تو امید ہوتی ہے کہ پیداوار اچھی
 ہوگی۔ ہکو دست بدعا ہونا چاہیے کہ اس مرتبہ کاشتکاروں کو اپنی اس حافشانی
 اور سرگرمی کا ثمرہ ملے جو انھوں نے کاشت کے متعلق کی ہے اور یہ فصل
 جو ابھی زمین پر پھوٹی نہیں ہے اُنکی جلیبوں کو روپیہ سے بھرے۔ اس وقت
 تک میں نے اُن معاملات کا ذکر کیا۔ جنکا موجودہ حالت کے خفیف بنانے
 سے تعلق ہے۔ آپ یہ فرمائیں گے کہ اگر تمام حالتیں اچھی نظر آتی ہیں تو پھر
 اس جلسے کے منعقد کرنے کی ضرورت کیا ہے۔ اور قحط کے خیراتی امدادی
 فنڈ کے قائم کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اس وقت جو باتیں میں نے بیان
 کی ہیں اُنکو سرکاری تقسیم امداد سے تعلق تھا اور سرکاری قوت امداد قحط ضرورتاً
 محدود ہے۔ سرکار بحیثیت محافظ حقوق ٹکس دہندگان اتنی خیرات بلا کسی
 لحاظ کے نہیں کر سکتی ہے۔ سرکار صرف صلی حاجت رفع کر سکتی ہے۔ وہ
 سامان آرام و آسائش ہم نہیں پہنچا سکتی ہے اور نہ نقصانات کی تلافی
 کر سکتی ہے۔ علاوہ برین کج کی خیرات گو بہت سے قحط زدہ اضلاع و
 قصبات میں کام کر رہی ہے۔ تاہم موجودہ حالت کا مقابلہ موثر طریقہ کے
 ساتھ نہیں کر سکتی۔ اسکے واسطے ہکو ایک مستحکم سنٹرل نظام کی ضرورت ہے

رقوم تقاوی کے دیے جاتے ہیں اور فصل ربیع کے متعلق جو مالگذا رہی ہے
 واجب الادا ہوتی ہے۔ اُس میں ایک جزو معاف یا ملتوی کر دیا جاتا ہے۔
 ان تدابیر سے رعایا کی ہمت بڑھ گئی۔ مواضعات میں اُنکو کام میں مصروف
 رہنے کا موقع ملا۔ اور جرائم کا سد باب ہو گیا۔ خود رعایا نے اس نازک
 حالت کا مقابلہ نہایت قابل تعریف تحمل کے ساتھ کیا۔ لیکن گذشتہ قحط میں رعایا
 اور گورنمنٹ اور اُسکے افسروں نے ایسی متفقہ کوشش کے ساتھ قحط کا
 مقابلہ نہیں کیا۔ جیسا کہ امسال کیا ہے۔ کاشتکاروں نے فصل ربیع بچنے
 کے واسطے اپنے کھیت تیار کرنے میں مشقت کی اور اُنکی ہمت راگدان نہیں
 ہوئی۔ یہ خیال کیجئے کہ ماہ اگست کے آخری ہفتے سے لیکر ماہ جنوری کے
 دوسرے ہفتے تک مطلق بارش نہیں ہوئی۔ تاہم جب قدر رقبہ زیر کاشت
 ہے۔ حیرت ناک واقعہ ہے۔ بلاشبک بندرلیکھنڈ کے ایسے بعض حصے ہیں
 جنہیں ہل چلا دیے گئے ہیں۔ لیکن کاشت نہیں ہو سکی۔ اور اس بد قسمت
 خطے میں صرف ۳۰ فیصدی رقبہ زیر کاشت پایا جاتا ہے۔ لیکن مقامات
 آئندہ کے واسطے اچھی امیدیں ہیں۔ اور امسال جس رقبہ میں گہوٹ بایا گیا
 ہے (کیونکہ یہ ایک خاص فصل ہے) اُسکی نسبت تخمینہ کیا گیا ہے کہ بقبالہ
 ۱۹۷۷ء کے کم از کم ۵۰ لاکھ ۵۰ ہزار ایکڑ کا اضافہ ہوا ہے۔ یعنی معمولی رقبہ
 زیر کاشت کا اچھ حصہ ہے۔ آخر میں خدا کے فضل سے جو باران رحمت اس
 ماہ کے اوائل میں ہوا اُس سے فصل کے پودھوں میں جان آگئی۔ اس
 لیے گیارہ سال اُس طرف کی طرح حالت زیادہ نازک نہیں رہی۔ یہ ضرور ہے

گویا ۹۷۹ء کے قحط کا ذاتی تجربہ نہیں ہے۔ لیکن ۱۷۷۹ء کے قحط میں مین نے کام کیا ہے اور مجھ کو یہ بیان کرنے میں مطلق شک و شبہ باقی نہیں ہے کہ آج رعایا بمقابلہ ۳۳ سال اُس طرف کے قحط کا مقابلہ بخوبی کر سکتی ہے۔ مزید برآں جنھوں نے ۱۷۹۷ء کی حالت قحط دیکھی ہے وہ وثوق کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ بمقابلہ ۷۵ سال اُس طرف کے آج رعایا اس قسم کی بلا سے ناگہانی کا مقابلہ کرنے کے زیادہ قابل نظر آتی ہے۔ صنعتی ترقی کی رفتار دراصل آہستہ ہے۔ لیکن آج کل رعایا صرف زراعت پر ہمیشہ کی طرح بھروسہ کیے ہوئے نہیں ہے۔ اور ان صوبجات کے باشندوں کو کلکتہ و دیگر مقامات کے کارخانوں میں ملازمت زیادہ ملتی ہے۔ ان نوکریوں کے ذریعے سے ان صوبجات کے باشندوں کی جیبوں میں جس قدر روپیہ تیار کر سکا اندازہ اس واقعے سے ہو سکتا ہے کہ صرف ایک ایسے ضلع میں جہیں قحط کا اعلان ہونے والا تھا وہاں کے باشندوں نے جو کلکتہ و دیگر مقامات میں ملازم ہیں - ۸ لاکھ روپیہ کے قریب بذریعہ ڈاک بھیجا ہے۔ چونکہ رعایا کی حالت خود ہی مستحکم تھی اولاً ہمارا قصہ یہ رہا کہ اس حالت کو اس طور پر اور زیادہ مستحکم بنائیں کہ جسے ہی قحط کا اندیشہ پیدا ہو ہم اُس کے مقابلے کے لیے تیار ہو جائیں۔ ہم نے اخلاقی حکمت عملی کی ترکیب حسب سفارش ملر ٹونی میکڈنیل صاحب بہادر شروع کر دی۔ یہ پالیسی یہ ہے کہ فوراً زراعت پیشہ جماعت کو دو طور سے مدد پہنچائی جاتی ہے۔

اولاً اُنکو فصل خوریت کی کاشت - آبپاشی وغیرہ کے واسطے معقول

بند لکھنڈ بمقابلہ ۱۹۷۱ء کے آج کل بہت اچھی حالت میں پایا جاتا ہے۔
 گو وہ ایک قحط سے جانبر نہ ہوا تھا کہ دوسرا قحط نازل ہوا اور اس طرف اگرچہ
 اُسکو دقتیں پیش آئیں۔ تاہم وہ متواتر دو فصلوں کی بہتات سے قحط کا
 سامنا کر سکتا ہے۔ بہت لوگ کہتے ہیں کہ ۴۰ سال کے عرصے سے مقدّم
 اچھی پیداوار نہیں ہوئی تھی۔ ایک حد تک یہی باعث دیگر حصّوں بجات
 میں اطمینان کا نظر آتا ہے کیونکہ گزشتہ ماہ فروری اور مارچ میں متواتر
 بارش ہونے سے وہ امیدیں جاتی رہیں تھیں جو ریمج کی فراوانی کے متعلق
 بندھی تھیں۔ لیکن اسکے قبل جو خیریت ہوئی تھی وہ بہت اچھی تھی۔ ایک
 اور عام باعث یہ بھی ہے جو موجودہ زمانے کی حالت میں زیادہ تر اثر پذیر
 ہے۔ ہم چند سال سے گرائی کا دور دورہ دیکھ رہے ہیں اور ساتھ ہی شرح
 مزدور می بین بھی معقول اضافہ ہو گیا ہے۔ آج معمولی درجے کا مزدور
 گیارہ سال اُس طرف کے مقابلے میں بہت زیادہ پیدا کرتا ہے اور
 جب تک اُسکو کام ملتا رہتا ہے وہ گرائی کا اثر محسوس نہیں کرتا ہے۔
 معمولی زمانے میں کام کی افراط رہتی ہے۔ حال میں چند سال سے گورنمنٹ
 کا صرفہ تمام قسم کے رفاہ عام کاموں پر جس میں تعمیر نہرو ریلوے شامل ہیں۔
 اور جنکے باعث سے قحط کے شدائد میں تخفیف ہوتی ہے۔ بہت کچھ بڑھ گیا
 ہے۔ اور پبلک کی صنعت و تعمیرات میں گزشتہ ۲۵ سال کے عرصے میں بہت
 کچھ اضافہ ہو گیا ہے۔ اور یہ بطور خود روز افزون آسودہ حالی کے ظاہر
 علامات ہیں۔

ہو چکے تھے۔ علاوہ بریں ۸۰ ہزار آدمی کاموں پر کام کر رہے تھے۔ ۳۳ ہزار آدمی آزمائشی کاموں پر کام کرتے تھے۔ ایک لاکھ ۲۳ ہزار مزدوروں کے اعزائی امداد ہوئی۔ ۹۸ ہزار آدمیوں کو ان کے گھروں میں خیراتی امداد پہنچانی جاتی تھی۔ ۵۱ ہزار آدمی خیرات خانوں میں تھے۔ غرض کہ کل ۷ لاکھ ۹۶ ہزار آدمی امداد پا رہے تھے۔ آج کل اس وقت تک ۲ لاکھ ۹۴ ہزار آدمیوں کی امداد مختلف طریقوں سے ہو رہی ہے۔ صرف ۱۳ ضلع قحط زدہ قرار پائے ہیں۔ امدادی کاموں پر ایک لاکھ ۵۲ ہزار آدمی کام کر رہے ہیں۔ گیارہ ضلع میں آزمائشی کام کھل گئے ہیں۔ لیکن ان کاموں کی جانب تقریباً ۵ ہزار آدمی رجوع ہو گئے ہیں۔ کام کرنے والوں میں ۲۹ ہزار کی امداد ہو رہی ہے۔ دوسری جانب ۲۶ ضلع میں بمقابلہ ۱۹ ضلع کے ۳۳ ضلع کے غربا کو ان کے گھروں پر امداد پہنچانی جاتی ہے۔ اور اس قسم کی امداد پانے والوں کا شمار بمقابلہ ۱۹ ضلع کے امسال دراصل بہت زیادہ ہے جس آپکو معلوم ہو گا کہ امداد کے طریقہ میں بہت کچھ تغیر ہو گیا ہے۔ اس وقت تک امدادی کاموں پر پہلو ایک قلیل تعداد کو واسطے سامان کرنے کی ضرورت پیش آئی ہے۔ لیکن گھروں پر امداد پہنچانے کی کارروائیاں وسیع ہو رہی ہیں۔ اور ہم یہ امداد زمین کوڈ کے مطابق نہیں دے رہے ہیں۔ کیونکہ اس کوڈ میں جو سرائٹونی میکلڈنل کے قحط کی سفارشات پر مبنی ہے۔ ہدایت کی گئی ہے کہ اس قسم کی امداد انہیں مقامات میں پہنچانی جائے جہاں قحط کے امدادی کام کھل گئے ہوں۔ اس پالیسی کی تبدیلی کے سبب موجودہ زمانے کے متغیر خیالات میں پائے جائیں گے۔ اولاً ہمارا خطہ

ہم اس حساب کو اس شکل میں منظور کر لیں کہ جو حالت وقوع میں آئی ہے۔ سب کا عام طور پر اندازہ ہو جائے تو ہم اس معاملے میں بہت بڑی غلطی کے مرتکب نہ ہوں گے۔ غالباً یہ حسابات کسی قدر افسردگی پیدا کرنے والے ہیں۔ مگر میں خیال کرتا ہوں کہ زیادہ حد تک یہ حالت نہ ہوگی۔ معمولی رقبہ فصل خریف میں معمولی پیداوار غلہ ۵۰ لاکھ ٹن کے اندر ہی رہتی ہے۔ امسال یہ تخمینہ کیا گیا ہے کہ پیداوار ۱ لاکھ ۲۰ لاکھ ٹن تک ہوئی ہے۔ مزید برآں دو بڑی تجارتی پیداوار یعنی روئی و شکر بہت ہی قلیل ہوئی۔ تخمینہ کیا گیا ہے کہ امسال جو پیداوار ہوئی ہے اسکی قیمت معمولی سال کی پیداوار کی قیمت سے ۶ کروڑ کم ہے۔ پس ظاہر ہے کہ اس قدر نقصان کا ہونا اس صوبے کے حق میں کیسا غضبناک صدمہ ہے۔ آپ لوگوں میں بعض اصحاب یہ سوال کریں گے کہ جس حالت میں اس صوبے نے اس درجہ نقصان اٹھایا ہے تو ظاہری علامات جو قحط کے لیے لازم ہیں۔ ہم کو کیوں نظر نہیں آتے۔ کیوں نہیں ہلکو فاقہ کش آدمی دکھائی دیتے۔ کیوں نہیں ہلکو قحط زدوں کے گروہ کام کی تلاش میں سرگردان نظر آتے ہیں۔ کیوں نہیں اس صوبے کے جرائم میں اضافہ ہوتا ہے۔ اور کیوں نہیں وہ علامات پریشانی اور مایوسی جو عموماً قحط کے زمانہ میں پیدا ہوتے ہیں۔ نظر آتے ہیں۔ جب امسال بھی ویسا ہی قحط نازل ہوا ہے جیسا گیارہ سال سُرُوف تھا۔ تو کیوں اعداد امداد قحط میں بقدر تغیر ہو گیا ہے اب ہلکو و نون زمانوں کے اعداد کا موازنہ کرنے دیجیے۔

اس وقت تک ۱۹۷۱ء میں صنایع میں ۷۶ قحط کے امدادی کام جاری

خیراتی امدادی فنڈ قائم کرنے کے معاملہ پر غور کیا جائے۔ یہ بھی حسن اتفاق ہے کہ آج وہی مہینہ اور وہی تاریخ اس کام کے واسطے مقرر ہوئی جو سابق میں مقرر ہوئی تھی۔

میں امید کرتا ہوں کہ یہ فال نیک ہے اور صوبجات متحدہ انکی التجا کا جواب جو آج مصیبت میں مبتلا ہیں ویسے ہی خلوص دل سے دینگے جیسا کہ سابق میں انھوں نے دیا تھا۔

۱۸۹۴ء میں جیسی بلاے ناگہانی نازل ہوئی تھی آج کل بھی ویسی ہی نازل ہوئی ہے۔ مجھ کو گیارہ سال سے اُس طرف کے حالات سے ذاتی واقفیت نہیں ہے۔ لیکن جن لوگوں کو واقفیت ہے ان کا ذاتی تجربہ ہے کہ آج کل زیادہ تر قحط زدہ ضلع میں گزشتہ فصل کی پیداوار کا اسی قدر نقصان ہوا ہے جس قدر اُس زمانے میں ہوا تھا خصوصاً اودھ کے نشیبی خطوں کی حالت اور بھی ابتر ہے۔

۱۸۹۷ء میں ضلع گوڑہ۔ بھارتیچ کھیری۔ اس حد تک اس بلا سے بچ گئے تھے۔ کہ ایک تاریخ میں ۲۵ سو سے کم قحط زدے امدادی کاموں میں پائے گئے تھے۔ آج کل ان اضلاع کا شمار سخت قحط زدہ ضلعوں میں ہے اور ۵ ہزار سے زائد قحط زدوں کی امداد ہو رہی ہے۔ ہم نے سرسری طور پر حساب لگایا ہے۔ کہ فصل خریف میں کسی حد تک نقصان ہوا ہے۔ آپ سب صاحب جانتے ہیں کہ اس حساب میں بعض غلطیاں ضرور پائی جائیں گی۔ اور اس حساب کو ماہر علم الاعداد ہرگز منظور نہ کریگا۔ با اینہم اگر

توقع پر کہ آپ کا شہر جو کہ اپنے گزشتہ تاریخی واقعات کی وجہ سے قابلِ تعظیم ہے اور اپنے عمارتی خزانے کی خوبصورتی کے لیے تمام دنیا میں مشہور ہے۔ ایک تیسرا نام تجارت کی عظمت کے لیے بھی حاصل کر لیا گیا۔ بین خوشی کے ساتھ اپنا نام آپ کے فری گنج کو دیتا ہوں۔ اور میں منیو سیل پورڈا اگرہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اُس نے مجھ سے اسکی درخواست کی۔

میں اس خوبصورت کشتی اور بسولی کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جس سے کہ میں بنیادی پتھر اس گنج کا رکھتا ہوں۔

ہزار کی تقریر لکھنؤ میں قسط ۱۹۰۸ء کے موقع پر

لارڈ چیف جسٹس صاحب - ہمارا راجہ صاحبان - راجہ صاحبان - نواب صاحبان و دیگر حضرات !۔

مطابق اس رزلوشن کے جو ابھی منظور ہوا۔ مجھ کو اس جلسہ کے صدر نشین ہونے سے نہایت مسرت ہے۔ آج گیارہ سال کا عرصہ گزرتا ہے کہ سرانٹونی مکڈانل صاحب نے جو ہندوستان میں نہایت قابلِ منتظم امداد قسط لے ہیں۔ اسی قسم کا ایک جلسہ لکھنؤ میں ۱۹۰۸ء کے قسط کے متعلق خیراتی امدادی فنڈ ہندوستان کی ایک شاخ قائم کرنے کی غرض سے منعقد فرمایا تھا۔ آج کل ان صوبجات کے باہر معدودے چند مقامات ایسے ہیں۔ جنہیں شدید قحط ہے۔ اور یہ منظور نہیں ہے کہ ایک عام فنڈ کھولا جائے۔ پس میں نے یہ جلسہ اس غرض سے منعقد کیا ہے کہ اس صوبے میں قحط کا

کی پابندی نہ کرنے سے۔

ایسے مرکز تجارت کی شہرت عام جیسا کہ آگرہ ہے نہایت اعلیٰ ہو چاہیے
تاکہ کسی کو ذرا بھی شبہہ کا موقع نہ رہے۔

لے صاحبو!

میں آپ لوگوں سے جو کہ یہاں کے باشندوں کے سرغنہ ہین درخواست کرتا
ہوں کہ آپ ہر طرح سے کوشش کیجیے کہ وہ لوگ جو تجارت پیشہ ہین صاف
معاملگی اپنا مسلک خیال کریں۔

تیسرا سبب جس کا میں آپ سے تذکرہ کرنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ درہل
آپ لوگوں میں ایک گھن لگ گیا ہے۔ میرا مطلب اُن قمار باز یوں سے ہے جو
جو آپ کے شہر میں بہت رائج ہو گئی ہین۔ یہ امر عرصے سے گورنمنٹ کو معلوم ہے
کہ غلہ کا جوا۔ چاندی کا جوا۔ اور خاص کر افیون کا جوا اس درجہ آگرے میں
رائج ہے کہ وہ نہایت بدنامی کا باعث ہے۔ اس عادت کی یہ بنیاد ہے
کہ لوگوں کو یہ خواہش پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ جلدی سے بلا کوشش اور بلا
محنت جو کہ عزت کے ساتھ روپیہ کمانے کے لیے ضروری ہین! میرے بھائی
اور اگر ان ذریعوں سے کوئی شخص جلدی سے امیر ہو سکتا ہے تو اتنی ہی
جلدی سے اُسکی دولت ضائع بھی ہو سکتی ہے۔ آگرہ میں وہی بقرہ ہوا
جو سب جگہ ہوتا ہے۔ جو سے یہاں بھی مثل دیگر مقامات کے بہت لوگ
امیر و غریب و شریف و رذیل تباہ ہو گئے۔ اور ایسے ایسے جرائم سرزد ہوئے
جو دفعتاً دولت کے حصول اور زوال کے موقعوں پر ہوا کرتے ہین۔

یہ بھی تنظیم کیا ہے کہ ۵۰ یا ۶۰ ہزار روپیہ ریل کے لوہے کی ٹرک تیار کر کے
میں صرف ہو جائے۔ کل اسکیم میں ۱۰ لاکھ روپیہ کا صرفہ ہوگا۔ اور اس کو
آہستہ آہستہ صرف کرنا چاہیے۔ مجھے امید ہے کہ آپ لوگ بہت جلد اس کا
انتظام کر نیکیں گے کہ یہ روپیہ کیونکر آئے جس میں یہ کام چلتا رہے

(۲) ۳۰ برس کا زمانہ گزرا جبکہ میں آگرہ میں پہلی مرتبہ قیام کے لیے
آیا۔ اور اس وقت سے اب تک میں نے نہایت دلچسپی آگرہ کی تجارت اور
سرسبز مین لی ہے۔ اس میں کچھ شبہ نہیں کہ باوجود ان آسائینوں کے جو
ریل کے ذریعے سے اس کو حاصل ہیں۔ آگرہ کی تجارت نے اس قدر کامیابی
حاصل نہیں کی جیسی کہ اس کے خیر خواہوں کی خواہش تھی۔ اس کے صفت میں
سبب معلوم ہوتے ہیں۔

اول سبب یہ ہے کہ ریلوے کمپنیوں کو ہمیشہ آگرے کی تجارت کے
ساتھ پوری ہمدردی نہیں رہی۔ لیکن اس بڑے مالگدام کی تعمیر سے وہ
شکایت جاتی رہی اور اگر آگرہ کی تجارت اب بھی ترقی نہ کرے تو یہ سمجھنا چاہیے
کہ اس کے اسباب مقامی ہیں۔

دوا اور سبب جنکا میں تذکرہ کروں گا۔ ایسے ہیں جنکو بیان کے باشندے
آسانی سے دور کر سکیں گے۔ مجھے نہایت افسوس ہے کہ آگرہ کے مال
کی نسبت بعض اوقات شہرت عام خالی از شکوہ نہیں رہتی۔ سچائی اور ایمانداری
تجارت کی کامیابی کے بہت بڑے ذریعے ہیں۔ اور تجارت کو کسی چیز سے
اتنا نقصان نہیں پہونچتا جتنا کہ معاملات میں اعلیٰ درجے کی تجارتی اخلاق

اور ایسی عجلت کے ساتھ پل کو تعمیر کیا۔ اور مین شہر اگرہ کو مبارکباد دیتا ہوں کہ اب جمنا پر یہ دوسرا پل ہے۔ اگرے کا اب ریل کے ذریعے سے ہندوستان کی تینوں بندرگاہوں سے قریب قریب ایک ہی فاصلے کے ساتھ تعلق ہو گیا ہے۔ یعنی (کلکتہ۔ بمبئی۔ کرانچی)

کوئی شہر ہندوستان کے درمیانی حصہ میں اتنی زیادہ ریلین نہیں رکھتا اور مال گودام کے قریب تین ٹبرسی ریلوں کا موجود ہونا اس قدر فائدہ مند ہے کہ اسپر تجارت کا ہر مرکز خوش ہو سکتا ہے۔ یہ امر کہ نیو نیپل کمیٹی نے ایک بہت بڑا مال گودام بنانا تجویز کیا ہے خطا ہر کرتا ہے کہ وہ لوگ ریلوں کی قدر کرتے ہیں۔ اور اس بات پر آمادہ ہیں کہ اہل شہر اگرہ ریل سے پورا فائدہ اٹھائیں۔ اس تجویز سے مجھے پوری ہمدردی ہے اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ فری گنج کا نقشہ مٹر آر تھر و گرس صاحب نے لندن کے ایک بڑے مال کے ٹریشین سے لیا ہے اور اس کے نمونے کو آپ لوگ اور نیز جنریمس لاٹوش ملاحظہ کر چکے ہیں اس کا تھینہ اور نقشہ چیف انجنیر صاحب گورنمنٹ نے بھی پسند اور منظور کر لیا ہے۔ آپ لوگوں نے خاص تنظیم پانی کے پہونچانے کا بھی کیا ہے۔ یہ ایک نہایت دانشمندانہ احتیاط ہے جس سے آئندہ کے لیے آتشزدگی کے خوف کا نرخ از ران ہو جائیگا۔ مٹر کون مین اور مکانات وزمین کے معاوضے میں اور زمین کے برابر کرنے میں آپکا ۳۰۰۰ روپیہ صرف ہو چکا۔ یہ رقم منجملہ اس ایک لاکھ روپیہ کے ہے جو کہ گورنمنٹ نے آپکو قرض دیا ہے۔ آپ نے اپنے مٹر ڈرنگ اور چیف انجنیر صاحب ریٹائرڈ یاریلوے کی مہربانی

ہو گا کہ جس سے بہتر کسی نے ریلوے بورڈ کی صدرینہیں کی یہ نہایت مناسب
 ہے کہ اُن کا نام نامی ایک ایسے اعلیٰ کام سے ہمیشہ کے واسطے منسوب رہے
 اور میں سمجھتا ہوں کہ اس صوبے کے لوگوں کو اسوجہ سے بھی بہت خوشی ہوگی
 کہ یہ پل ایک سابق لفسٹ گورنر کی یاد دلائیگا۔ جنھوں نے بہت اچھی عمر پاکر
 حال ہی میں انتقال فرمایا ہے۔ میں سپرس ہوئے جب ملازمت میں داخل
 ہوا تھا۔ اسوقت سر جان اسٹریچی صاحب نے اس عہدے کی عنان حکومت
 اپنے ہاتھ سے چھوڑی تھی۔ جس کے حاصل ہونے کی اب مجھ کو عزت ملی ہے۔
 مسٹر ڈرننگ نے آپ لوگوں سے بیان کیا ہے۔ اس پل پر بھی مثل
 کر زن بیچ الہ آباد کے میرے پیشرو کی تحریک کے موافق محصول نہ لیا جائے۔
 میں اس موقع پر ریلوے بورڈ اور کمپنیوں کا شکریہ داکرتا ہوں۔ کہ
 انھوں نے سرجیس لائٹننٹ کی پالیسی کو پسند کیا اور جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جتنا کہ
 پل پر الہ آباد میں اور ٹونش کے پل پر پہلی جون سے محصول معاف ہوا۔ اسی
 طرح بنارس میں ڈفرن پل اور کانپور میں گنگا کا پل اور مراد آباد میں رام گنگا کے
 پل پر محصول معاف کر دیا جائیگا۔ اور مجھے امید ہے کہ بہت زائدہ گذریگا
 کہ باقی پلوں پر بھی اس صوبے میں مسافروں کے لیے محصول معاف ہو جائیگا
 یہ پل اس طرح بنایا گیا ہے کہ اسپرٹینوں میں جو اگرہ کو آتی ہیں گذر سکیں گی۔
 اور میں گنج اور فری گنج کے مال کو دام تک پہنچنے میں آسانی ہوگی۔
 میں ایسٹ انڈیا ریلوے کو اور ان افسروں کو جن کا مسٹر ڈرننگ نے تذکرہ
 کیا ہے۔ مبارکباد دیتا ہوں۔ کہ انھوں نے ایسا عمدہ نقشہ پل کا تجویز کیا

اب جو کچھ باقی ہے وہ یہ ہے کہ مین اس کا نفرنس کو ختم کروں اور اپنی مشتاق
آرزو کا اظہار کروں۔ کہ حکام اعلیٰ ہمارے رایوں سے اتفاق کریں گے۔ اور
ان تجویزوں کو جنکی ہٹنے سفارشی کی ہے منظور فرمائیں گے

نہراثر کی تقریر آگرہ مین

(۸ جنوری سنہ ۱۹۰۸ء)

ایک ایسٹ انڈیا ریلوے کے پل کا افتتاح کرتے وقت جس کا نام
اسٹریچی بیج ہے۔ اور ایک بازار کا بنیادی پتھر رکھتے وقت جس کا نام
ہیوٹ گنج ہے۔ ذیل کی تقریر نہراثر نے فرمائی۔

ہم سب لوگ کج ایسے موقع پر جمع ہوئے ہیں جسکی نسبت مجھ کو امید ہے
کہ ایک مبارک واقعہ شہر آگرہ کی بابت ثابت ہوگا۔ اسٹریچی پل کے افتتاح کی
رسم اور فری گنج کے بنیادی پتھر کا رکھا جانا دونوں ایک دوسرے سے قریب
قریب تعلق رکھتے ہیں۔ اس لیے مناسب ہے کہ مین مسٹر ڈنگ کی تقریر اور
اُس اڈریس کا جو کہ صاحب چیئرمین اور میونسپل بورڈ کے عہدوں نے براہ
مہربانی پیش کی ہے ایک ہی ساتھ جواب دہوں۔ مین اسکو ایک اعزاز سمجھتا ہوں
کہ ایسٹ انڈیا ریلوے کمپنی نے مجھے اُس پل کے کھولنے کے لیے مدعو کیا۔
مین نہایت مسرت کے ساتھ اس پل کا اعلان کرتا ہوں کہ یہ پل اب سب کے
لیے کھلا ہوا ہے اور اس پل سے شہر آگرہ کا تعلق ایسٹ انڈیا ریلوے کمپنی
سے ملتا ہے۔ اور یہ پل ایک ایسے سربراہ اور وہ چیئرمین کمپنی کے نام سے موسوم

اطمینان دیکھ سکتے ہیں۔ تمام تقریرون سے جوش و خروش اور تجویز مقاصد اور
تدابیر حصول مقاصد میں اتفاق اور یکدلی نمایاں ہے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ پہلو
اس بات پر فخر کر سکتے ہیں کہ جو اسکیم ہم لوگوں نے تجویز کی ہے اُس میں مستعدی
خیال اور عملی دانشمندی کی کافی شہادت موجود ہے اور جہاں تجارت ویز پر عمل
ہوگا۔ ایک معقول طریقہ صنعتی تعلیم کا ان صوبجات میں جاری ہو جائیگا۔ اور اس
اس تکمیل کی بنیاد پڑ جائیگی جو ہمارے صوبے کی دولت مند کی لیے ضروری ہے
مجھے معلوم ہے کہ آپ لوگوں میں اکثر حضرات اس کانفرنس میں بہت فی تکلفین
اُٹھا کر شریک ہوئے ہیں میں مکرر شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ لوگوں کی شرکت پر ظاہر کرتا
ہوں۔ اور خاص کر اس پر جوش اور ملی توجہ کے لیے کہ جس سے اپنے اس مسئلہ
پر غور کیا۔ مجھے یقین ہے کہ آپ سب لوگ مسٹر بیکر کی مدح اور ثناء میں مجھ سے
اتفاق کریں گے کہ انھوں نے غیر معمولی قابلیت اور ذہانت کے ساتھ اس
کانفرنس کے عاملانہ انتظام کو انجام دیا۔ ایک حیرت انگیز بات ہے کہ ہر کمیٹی
کی روداد اور ہر سب کمیٹی کے مباحثے اس قدر عجلت کے ساتھ اور ایسے مکمل
ممبروں کے ہاتھوں میں پہنچا دیے گئے۔ کارروائی کی جو یادداشت آج
ہم لوگوں کے سامنے ہے وہ خود ایک نمونہ ہے کہ اس طرح عملگی سے
یادداشت مرتب ہو سکتی ہے۔ اس بات نے کہ مختلف سب کمیٹیوں کی کارروائی
اس قدر صحت اور خوبی کے ساتھ لکھی گئیں اور وہ امور کہ جن پر کانفرنس کے
فیصلہ کی ضرورت تھی اس قدر وضاحت اور صفائی کے ساتھ ہم لوگوں کے
سامنے پیش کیے گئے۔ ہم لوگوں کو اپنے مباحث کی جلد ختم کرنے میں مدد دی

کرینگے۔ مجھ کو یہ اندیشہ بھی نہیں ہے کہ آپ سالیفہ کامون پر ہاتھ باندھے بیٹھے رہیں گے اور یہ دریافت کرنے کی کوشش نہ کرینگے کہ ان ناکامیوں کا باعث کیا تھا۔ اور کیونکر وہ ناکامیاں تبدیل ہو سکتی ہیں۔ بالذات میرا یہ خیال ہے کہ ہمارا جو مقصد ہے اسکے واسطے ہم کو ایشیا علی النفس درکار ہے۔ بین نہایت وثوق کے ساتھ بیان کرتا ہوں کہ موجودہ حالت کے دیکھتے ہوئے بہت سے موقعے مجھ کو نظر آتے ہیں۔ یہ ہمارے اختیار میں نہیں ہے کہ دھوپ پیدا کر دیں یا برسات شروع کر دیں۔ کاشت اور فصل کاٹنے کے زمانے پر اقتدار حاصل کر دیں۔ یہ باتیں انسان کے اختیار سے باہر ہیں۔ لیکن یہ البتہ ہمارے اختیار میں ہے کہ جو کچھ پیدا کریں اس کو کام میں لائیں اور اس طریقہ سے ملازمت کے جدید ذرائع پیدا کریں اور ملک کو آسودہ حال بنائیں۔ اس کام میں ہم غلطیاں بھی ہوں ہمارا رویہ بھی بلا کسی منافع کی صورت کے صرف ہوگا لیکن مجھ کو اس امر کا یقین کامل ہے کہ آج ہم ایسی کوشش میں شریک بنو الے ہیں جو کسی طرح بے سود ثابت نہیں ہو سکتی ہے۔

صنعت و حرفت کی کانفرنس میں ہزار کی آخری تقریر

۱۳ اگست ۱۹۰۶ء

حضرات!

جن ضروری اور اہم معاملات کا مباحثہ ہم لوگوں نے ۱۹ ماہ حال کو شروع کیا تھا۔ آج بخیر و خوبی ختم ہوا۔ اپنے مباحث کے نتیجے پر ہم لوگ بہ نظر

یکجیے۔ آپ کو صنعتی سرگرمی کے آثار مشکل سے نظر آئینگے۔ اور یہ معلوم ہوگا کہ تمام رعایا صرف زراعت کے کاروبار میں مصروف ہوتی ہے۔ اس حالت کی نظیر ہم کو نظر نہیں آتی ہے اور نہ اس کے علاج کے واسطے کوئی تدبیر دستیاب ہوتی ہے۔ دو مسئلے ہمارے سامنے پیش ہیں۔ اول یہ کہ ہم کو لازم ہے کہ رعایا کو تعلیم دیں۔ تاکہ علاوہ زراعت کے دوسری دستکاریوں کی جانب مائل ہو کر اپنی تمام دستکاریوں کے واسطے ہوشیار کارگیر تیار کرے۔ ہمارا چاہیے کہ اپنے کاریگروں میں کام کا شوق پیدا کریں۔ نہ یہ کہ دن بھر کی مزدوری کے واسطے کام کیا جائے۔ ہم کو چاہیے کہ تعلیم یافتہ فور میں تیار کریں۔

دستکاری کے لوازمات کے متعلق معقول تحقیقات عمل میں لائیں۔ دوسرے یہ کہ جو لوگ اس وقت سرمایہ لگانے میں پس و پیش کرتے ہیں۔ انکی اس جھجک کو مٹا دیں۔ اور اسباب میں اس وقت تک کامیابی نہ ہوگی جب تک رعایا کے سرغنہ اصحاب سرگرمی اور گرمجوشی کے ساتھ کام کی جانب توجہ نہ کریں گے۔ اب ہمارے سامنے جو واقعات پیش ہونے والے ہیں۔ اپترہم کو یہ غور کرنا چاہیے کہ کون اصول ہم اختیار کر سکتے ہیں۔ اور کون ہم کو اختیار نہ کرنا چاہیے۔ مجھ کو یہ اندیشہ نہیں ہے کہ آپ سب صاحب جو اسل ہم مسئلے کے طے کرنے کے واسطے یکجا ہوئے ہیں اور ایسے منتخب لوگ ہیں جیسے آج تک ہندوستان میں کبھی یکجا جمع نہیں ہوئے تھے۔ اپنی ذمہ داریوں سے گریز کرینگے۔ مجھ کو یہ اندیشہ بھی نہیں ہے کہ در صورت نہ ہونے کسی نظیر کے آپ آزمائش کرنے میں پس و پیش کریں گے۔ اور اس کے خطرات میں پڑنا گوارا نہ

کھولنے کے واسطے سرمایہ جمع ہونے کی تحریک کی گئی تھی مجھکو معلوم نہیں ہے کہ اُس تحریک کا کیا حشر ہوا۔ لیکن مجھکو امید ہے کہ سرمایہ جمع کرنے میں ضرور کامیابی ہوئی ہوگی۔ مسٹر شرنگ نے بارونبلی میں دستی راچھون کے متعلق جو آزمائش کی ہے اسکے واسطے تعلقداران اودھ روپیہ دینے کے واسطے مستعد ہیں جو نہایت خوشی کی بات ہے۔ چند روز ہوئے بنارس میں ریشمی مال تیار کرنے والی سوسائٹی کی کوششوں کے نتائج شایع ہوئے تھے۔ جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ فیصد ہی کا معقول منافع ہوا ہے۔

ایک وقت طلب مسئلہ | صاحبو! میں نے اپنی تقریر کے شروع میں یہ بیان کیا تھا کہ یہ مسئلہ کچھ آسان نہیں ہے۔ لیکن یہ بھی خیال ہے کہ اس ملک کی واسطے اس مسئلہ کا بہت جلد حل ہو جانا نہایت ضروری ہے کسی ملک میں جس میں واقف ہوں ہندوستان کی ایسی موجودہ حالت پیش نہیں آتی ہے۔ ہمارے ملک میں وسیع سلسلہ ریلوے کا موجود ہے چار یا پانچ صنعتی مرکز موجود ہیں جو یورپ کے ایسے ہی مقامات سے مقابلہ کر سکتے ہیں۔ پیش قیمت ذخیرہ معدنیات و زراعتی پیداوار کا موجود ہے۔ غیر ملک سے دوکر وڑتاک کی تجارت ہوتی ہے اور تجارت اس قسم کی ہے کہ ہم دستکار یون کے واسطے سامان روانہ کرتے ہیں۔ اور ولایت اور دوسرے ممالک یورپ سے اُسکے عیوض میں پیرن تیار ہو کر آتی ہیں۔

بعض مقامات ہمارے ملک میں ایسے ہیں کہ آپکو یہ خیال ہوگا کہ گویا یورپ کے کسی کاروباری شہر میں ہیں۔ اندرون ملک میں چند میل کا سفر شروع

آبادی زائد ہے۔ زراعتی سامان و دستکاریوں کے واسطے بافراط موجود ہے لیکن باوجود ان آسائیوں کے کہ یہاں ان سہ کام نہیں لیتے۔ دوسرے ممالک کو روانہ کرتے رہتے ہیں۔ بہت سی ایسی دستکاریاں ہیں کہ اگر انہیں روپیہ لگایا جائے اور ہوشیار کاریگروں سے کام لیا جائے تو باسانی معقول نفع ہو سکتا ہے اور ان دستکاریوں کو پورے طور پر قائم کرنے کے واسطے ہکویہ ضرورت پیش ہے کہ موجودہ طرز تعلیم میں کچھ تغیر اور کچھ اضافہ کریں۔ لیکن اگر گورنمنٹ اپنا کام انجام دیتی ہے۔ اگر کاریگروں کو تعلیم دیکر ہوشیار بناتی ہے اور اگر ایسے فوریں تیار کرتی ہے جو صنعتی کاروبار کا تنظیم کر سکیں تو رعایا کو بھی اپنا فرض ادا کرنا لازماً ہے۔ اُسکو چاہیے کہ اپنا روپیہ اپنے ملک کی ترقی میں لگانے کا قصد ظاہر کرے۔ اگر نوجوانوں کو صنعتی تعلیم دی گئی اور تعلیم حاصل کرنے کے بعد انکو ملازمت نہ ملی تو یہ حالت اور بھی بدتر ہوگی۔ ہر ایک کام گورنمنٹ انجام نہیں دے سکتی ہے رعایا کو خود بھی کوشش کرنا لازم ہے۔ میں نے حضور وائسرائے کی کونسل میں یہ بیان کیا تھا کہ انگریزوں اور ہندوستانیوں دونوں کو اپنا سرمایہ لگانے کا موقعہ حاصل ہے۔ میں یہ خیال بھی کر چکا ہوں کہ لوگ مشترک البضاعت کمپنیوں میں روپیہ دینے میں پس و پیش کرتے ہیں۔ اب کچھ بہتر آثار نظر آتے ہیں۔ اور یہ آثار حوصلے بڑھانے والے ہیں۔ قرضہ دینے والی مشترک البضاعت سوسائٹیاں بہت کچھ کاربار کر رہی ہیں۔ اور مجھ کو یقین کامل ہے کہ ان سوسائٹیوں سے رعایا کو یہ سبق ملے گا کہ بجائے روپیہ جمع رکھنے کے کسی کاروبار میں لگانا بہتر ہے الہ آباد کی صنعتی کانفرنس کے بعد صوبجات متحدہ میں شکر سازی کا کارخانہ

قابلیت بڑھانیکے واسطے راستے اسکول کھولے جائیں۔ کیونکہ دن بھر کارخانوں میں کام کر کے وہ اس قدر تھک جائیں گے کہ جو کچھ انکو اسکولوں میں پڑھایا جائیگا انکے ذہن نشین نہ ہوگا۔ اسکے ساتھ ہی میرا خیال ضرور ہے کہ بڑے کارخانوں میں کالوں کی سچیدگیوں سے واقف ہونے کے واسطے انگریزی زبان سے کام کر لینے کی واقفیت ہونا ضروری ہے اور بلا اس واقفیت کے کسی کارخانے میں داخل ہونا کسی طور سے قابل اطمینان نہیں ہو سکتا۔

مقامی دستکاریوں کے واسطے کاریگریوں کو تعلیم دینے کے متعلق مسٹر چترجی صاحب نے اپنی رپورٹ میں بہت سے تجاویز پیش کیے ہیں۔ اس باب میں سوت اور ریشم کے کپڑے بنانا سکھانے کے اسکول۔ ان کپڑوں کے واسطے مٹونے تیار کرنے۔ چمڑا لگانے اور رنگنے۔ شیشے کی چیزیں بنانے اور بڑھئی کا کام سکھانے کے اسکولوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ میں اس موقع پر مسٹر چترجی کی کسی تجویز پر اپنی رائے ظاہر نہیں کروں گا۔ لیکن اس قدر ضرور کہوں گا کہ مجوزہ اسکول ان اعتراض کے واسطے ضرور کارآمد ہوں گے۔ اور اگر دستکاریوں میں کامیابی حاصل کرنا ہے تو یہ اسکول لازمی ہیں۔

پبلک کی جانب سے مشترکہ کوشش | صاحبوں۔ میں نے جو لچھ بیان کیا ہے۔ اسکے زیادہ تر حصہ کی بابت میں یہ دعویٰ نہیں کر سکتا ہوں کہ نئی باتیں ہیں۔ لیکن ایک ایسا معاملہ تھا کہ بغیر اعداد اور واقعات پیش کیے ہوئے سامعین بخوبی واقف نہیں ہو سکتے تھے اور میں امور بحث طلب کو سمجھا نہیں سکتا تھا۔ یہ ظاہر ہے کہ ہمارے صوبجات اودھ اور اگرہ میں بمقابلہ دوسرے حصص ہند کے قبضے کے

کلکتہ کے ایک سربراہ اور وہ تاجر کچھکو تحریر کرتے ہیں کہ قدیم اور عمدہ انگریزی طریقہ امید واری کو ہمیشہ ذہن نشین رکھیے جس سے یقینی فائدہ ہے کہ امیدار ایک فن میں ہوشیار ہو جاتا ہے اور شوق بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ اہل ہند کا خانوں میں اپنے شوق سے نہیں جاتے۔ بلکہ روپیہ پیدا کرنے کی غرض سے میں نے یہاں کا خانوں کے اندر ۳ سال صرف کئے ہیں لیکن ایک ہندوستانی نے بھی کسی کل کے متعلق یا سامان و تدکار ہی کے متعلق کوئی نئی بات تجویز نہیں کی ہے ولایت میں یہ بات ناممکن ہے۔ وہاں وہ کاریگر اپنے درجے کا سمجھا جاتا ہے۔ جو اپنے اوزار وں کو زیادہ کارآمد بنانے کی کوئی تدبیر نہ نکالے میٹر چٹرجی نے دستی راجھ پر کام کرنے والوں کی ادنیٰ ادماغی حالت کا ذکر کیا ہے اور اس امر کی سفارش کی ہے کہ نور بافون کے واسطے ابتدائی تعلیم کی توسیع ہونا چاہیے۔

میرا ذاتی خیال بھی یہی ہے کہ ہنگویہ مان لینا چاہیے کہ کاریگروں اور صناعتوں کو تعلیم ضرور دینا چاہیے۔ اور صنعتی ترقی کے باب میں ہمارا اول اصول یہ ہونا چاہیے کہ دستکار بمقابلہ سابق کے آئندہ کے واسطے خوب ہوشیار ہو جائیں۔ میری یہ رائے ہے کہ بڑے کاریخانوں کے واسطے جو کلون سے کام لیتے ہوں۔ فور میں تیار کرنے کے لیے یہ طریقہ اچھا ہوگا۔ کہ اولاً وہ تھیلوی سیکھیں۔ بعد ازاں بڑے بڑے کاریخانوں میں عملی تعلیم حاصل کریں ممکن ہے کہ بعض اصحاب جو اس معاملہ میں مجھ سے زیادہ تجربہ رکھتے ہیں۔ میری اس رائے سے اختلاف کریں۔ میری یہ رائے نہیں ہے کہ فور میں اور اور سیرون کی

کہ اس اسکیم میں دو باتیں مجھ کو بہت بہتر نظر آئی ہیں اور وہ یہ ہیں کہ اگر آپ دستکاری
 کا اسکول کھولیں تو ان کے واسطے ہوشیار ہیڈ ماسٹر مقرر ہوں۔ اور ہر ایک درگاہ
 میں طلباء کو اس شرط پر قیاضی کے ساتھ وظائف دیے جائیں۔ کہ تعلیم پانے کے
 بعد وہ اس پیشہ میں مشغول ہوں۔ جس کے واسطے ان کو تعلیم دیجاتی ہے۔ بالذات میں
 اس امر کا یقین ظاہر نہیں کرتا ہوں کہ یہ خیال صحیح ہے کہ بڑی بڑی دستکاریوں
 کے واسطے جنکی تیاری میں کون سے کام لیا جاتا ہے۔ کاریگریوں کی واسطے
 کارخانہ نے اسکول کا کام دیکھتے ہیں۔ ولایت میں البتہ یہ حالت پائی جاتی ہے
 وہاں پر خواہشمند کاریگر شنبہ اسکول یا یکشنبہ کے اسکول میں تعلیم پاتے ہیں۔
 ولایت میں یہ قاعدہ ہے کہ کارخانہ بند ہونے کے بعد اسکول کھلتے
 ہیں جہاں کاریگری علمی قابلیت بڑھا سکتے ہیں۔ یہاں کاریگریوں میں اس قسم کا
 حوصلہ نہیں ہے جتنا اس قسم کا حوصلہ پیدا کرنا باقی ہے۔ اس واقعہ سے ہر شخص
 کو اقبال ہے کہ کارخانوں میں کام کرنے والے غیر تعلیم یافتہ ہیں۔ ایک سو تو
 کارخانے کے بجز کاریگر نے صرف ۱۹ء کی صنعتی کانفرنس میں بیان کیا تھا
 کہ آپ جہاں کہیں جا کر تحقیقات کریں گے یہی شکایت سنیں گے کہ اچھے کاریگر نہیں
 ملتے ہیں اور اس کا باعث یہ ہے کہ کاریگری کفایت شعار نہیں ہیں۔ وہ روپیہ کی قدر
 موجودہ ضرورت کے لحاظ سے کرتے ہیں۔ وہ کام کے لحاظ سے کام کی قدر نہیں
 کرتے۔ ان کو اس کی کچھ پرواہ نہیں ہے کہ ان کا کام اچھا ہے یا بُرا۔ وہ وقت کی
 قدر بھی نہیں کرتے۔ کیونکہ ان کی عادت نہیں ہے کہ وقت معین کے اندر وہ جلد
 زیادہ کام ممکن ہو ختم کریں بلکہ یہ کہ جب قدر کم ہو سکے بہتر ہے۔

تحقیقات کے واسطے بھی ضروری ہے۔ اسکی نہایت ضرورت ہے کہ متواتر تحقیقات بین غرض جاری ہے کہ ہم اپنے صوبے کی زراعتی پیداوار اور معدنیات سے واقف رہیں۔

حکومت کی تحقیقات طبقات الارض کی آزمائش گاہ میں ہمارے ملک کے معدنیات کے متعلق تحقیقات ہوتی ہے لیکن بد قسمتی سے ہم اس صوبہ میں اُس تحقیقات کے براہ راست دلچسپی نہیں رکھتے ہیں جبکہ سرغنہ مٹربالینڈ صاحب ہیں۔ میرے خیال میں ہم کو یہ ضرورت درپیش ہے کہ ہمارے صوبے میں چند مقامی حکام خود اس تحقیقات میں مصروف ہوں اور مختلف حصص صوبجات میں جو تحقیقات ہو اسکی نگہداشت کھیں۔ جس درگاہ سے ان حکام کو تعلق ہو اُس صوبے کے بڑے بڑے کارخانوں سے خط و کتابت کرتے رہیں۔ تاکہ اس امر کا یقین ہو جائے کہ اس قسم کی درگاہ منظران کارخانجات کو ہر ایک معاملے میں کافی مدد پہنچائے گی۔ قدرتی طور پر اس قسم کی بڑی درگاہ کے واسطے کانپور نہایت بہتر مقام نظر آتا ہے۔

صنعتی تعلیم و تربیت کے دوسرے طریقے | اور صوبوں میں مختلف قسم کی درگاہیں صنعتی تعلیم کی غرض سے قائم ہوتی ہیں۔ منجملہ انکے اول نمبر کی درگاہیں پکا سائنس کالج اور مینسٹری کا کونٹریا جو بالکل ٹیٹیوٹ ہیں۔ بعد ازاں اور صوبوں میں نوبائی کے چھوٹے چھوٹے اسکول اور کلاس پائے جاتے ہیں۔ آپ کو جو نوٹس ملے ہیں انکے ضمن میں ایک اسکیم اس قسم کے سکولوں کے متعلق درج ہے۔ میں اس اسکیم پر بالتفصیل بحث کرنا نہیں چاہتا۔ لیکن میں اس قدر ضرور کہوں گا

فرمایا تھا کہ تجربے سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ صنعتی اسکول کا انتظام ہندوستان میں
 پورے طور پر نہیں ہو سکتا ہے جب تک سکادار مدار اس اصول پر نہ کہ تمام مکمل
 اسکول ایک بڑی درسگاہ کے ماتحت ہوں۔ اس بڑی درسگاہ کو خواہ ہم اسکول
 کہیں۔ یاد درسگاہ سائنس و فنون لیکن آہین کار گیری کے تمام قدیم اشیاء جمع ہونا
 چاہیے۔ اور تمام ہوشیار طلباء کو تنخواہ اور وظائف کے ذریعے سے اس
 درسگاہ کی جانب جمع کرنا چاہیے۔ اس بڑی درسگاہ کو لوکل بورڈ حکام ضلع
 اور محکمہ زراعت و تجارت سے خط و کتابت کر کے یہ طے کرنا چاہیے کہ کون کونسا
 کسی خاص مقام پر حوصلہ افزائی کی محتاج ہے اور اس اسکول کا صرفہ کل باجرو
 لوکل فنڈ سے ملنا چاہیے اور صوبوں سے خلافت ہمارے صوبے میں نہ کوئی
 صنعتی اسکول ہے اور نہ کوئی ایسی بڑی درسگاہ جس کا ذکر خیابان سٹونی سٹیکٹل
 نے کیا تھا۔ اور جس کو ہم دراصل درسگاہ فنون کے نام سے نامزد کر سکیں۔ مجھ کو ان
 صوبجات کے ایک جلیل القدر لفٹنٹ گورنر کی اس رائے سے اتفاق کرنے
 میں مطلق پس و پیش نہیں کہ جب تک ہم یہ انتظام نہ کریں گے کہ ہمارے صنعتی اسکول
 ایک بڑی درسگاہ سے تعلق رکھتے ہوں جو درسگاہ فنون ہو۔ اس وقت تک تمام
 کوششیں بیگانہ ہیں۔ شملہ کانفرنس کی آخری سفارش یہ تھی کہ ان صوبوں
 میں جہاں مجوزہ ترقی کے واسطے کافی گنجائش پائی جاتی ہو۔ لوکل گورنمنٹ اس
 امر پر غور کرے کہ آیا گورنمنٹ کی جانب سے ایک بڑی درسگاہ فنون چھوٹے چھوٹے
 اسکولوں کی نگہداشت اور انصرام کے واسطے قائم ہو سکتی ہے نہ صرف صنعتی
 اسکولوں کے انصرام کے واسطے ایک ایسی بڑی درسگاہ کی ضرورت ہو بلکہ تجارتی

(۱) صنعتی کاروبار کو کسی مقامی دستکاری سے تعلق ہونا چاہیے اور اُس کا کوئی قطعی مقصد ہونا چاہیے۔

(۲) معلم باعمل اور واقفکار شخص ہو جس کو تعلیم میں آزادی دی جائے۔ علوم سائنس کی شاخوں میں وہ تحقیقات کنندہ ہو اور اُس کو مختلف شاخوں میں تحقیقات کے واسطے وقت ملنا چاہیے۔

(۳) آزمائشی کاموں میں فیاضی کے ساتھ روپیہ صرف ہونا چاہیے اور تمام جدید آلات اور لوازمات صنعت موجود رہنے چاہیے۔ یہ تجاویز میرے خیال میں نہایت معقول ہیں۔ لیکن میرا یہ نشانہ یہ ہے کہ اپنی بحث نہ ہو۔ یا ان میں کوئی ترمیم نہ ہو۔ آپ کا اولین فرض یہ ہوگا کہ اپنی غور فرمالین۔

درگاہ فنون کی ضرورت | تعلیمی صلاح کے متعلق جو بحث ہو اُس میں سب سے پہلے اس امر پر بحث ہونا چاہیے کہ آیا ان صوبوں میں درگاہ فنون قائم کی جائے۔ یا نہیں اور مالک کی تاریخ ترقی صنعت و حرفت اس قسم کی ترقی عمل میں آنے کی حمایت کرتی ہے۔ اور ہماری عقل بھی یہی کہتی ہے کہ ہمارا اولین فرض یہ ہے کہ ان لوگوں کی ضرورت رفع کریں۔ جو اہل ہند کے شمار میں اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں۔ سرانٹنی میکڈائل نے جو سکیم تیار کی تھی۔ اس میں خاص بات تجویز کی گئی تھی۔ کہ تمام صنعتی اسکول بڑی درگاہ سے ملحق کیے جائیں۔ جس میں اُس خاص دستکاری یا فن میں اعلیٰ قسم کی تربیت کا سامان ہو جس کو کسی اسکول سے تعلق ہو۔ نیز تجویز تھی کہ یہ درگاہ نہ صرف ان اسکولوں پر اپنا اقتدار رکھے۔ بلکہ ان کو جدید خیالات دوچار کرتی ہے اور عمدہ نمونے اُن کو ہم پہنچاتی ہے۔ سرانٹنی میکڈائل صاحب نے

جس کا ذکر بیس سال اُس طرف گورنمنٹ ہند نے کیا تھا کہ نو جوانوں کو تجارتی و
 صنعتی کاروبار کی جانب جمع کرنا ضروری ہے ان مباحثوں سے کوئی اصول
 اپنی رہنمائی کے واسطے اخذ کرنا نہایت مشکل ہے اور نہ میں اسکی بنا پر کوئی اصول
 قائم کر سکتا ہوں لیکن مجھ کو یہ اصول ضرور نظر آتا ہے کہ تعلیم عامہ اور صنعتی تجارتی
 تعلیم کے درمیان میں قریبی تعلق ہے۔ اس میں شبہ نہیں ہے کہ ہندوستان نے اس
 حقیقت کو سوقت تک تسلیم نہیں کیا ہے اور میرے خیال میں تجارت و صنعت کے
 باب میں ہندوستان کی محتاجی کے خاص باعث اس اہم اصول کو تسلیم نہ کرنا ہے کہ
 نثر تعلیم مناسب بنیاد پر قائم ہونا چاہیے۔

مشرقی نوٹ آپکو مباحثہ میں مدینے اور آپکے مباحثوں کو عملی پہلو پر لانے کے
 واسطے میں نے مشربٹر سے ایک نوٹ تیار کر لیا ہے جنھوں نے اس کام کو
 نہایت خوبی کے ساتھ انجام دیا ہے۔ جنھوں نے دکھایا ہے کہ اس صوبہ و نیز
 دوسرے صوبوں میں اس مسئلہ کی موجودہ حالت کیسی واقع ہوئی ہے ہندوستان
 اور دوسرے ممالک میں جو آزمائش ہوئی ہے اسکی بنا پر اپنے تجاویز تیار کیے ہیں
 آپ خوب سمجھ لیں کہ ایسا کرنے سے میرا یہ منشاء نہیں ہے کہ آپکے مباحثے کو کسی
 حد تک محدود کر دوں۔ اور نہ میرا یہ منشاء ہے کہ میں نتائج آپکے سامنے پیش
 کروں۔ بلکہ میرا صرف یہ منشاء ہے کہ شروع میں آپ چند قطعی امور بحث طلب
 غور کر سکیں۔ یہ مسئلہ اسقدر وسیع ہے اور اسکے متعلق اسقدر تحریر و تقریر عمل
 میں آئی ہے کہ بلا اس ترکیب کے آپ کا بہت کچھ بیش قیمت وقت ضائع ہو جاتا۔
 اس نوٹ میں تین تجویزیں دکھلائی گئی ہیں۔

اور باقی نصف دن چینیٹ رجسٹر شدہ امیدواران مستند کارگیروں کے پاس کام سیکھے۔ جنکو یہ پابندی چند شرائط کے اس کام کے واسطے انعام دیا جائے۔ گورنمنٹ صوبجات متحدہ کو یہ دریافت ہوا ہے کہ ایوان تجارت کان پور ٹکنکل اسکولوں کی ضرورت محسوس نہیں کرتا ہے۔ ہاتھرس کے کارگیر البتہ چاہتے تھے کہ گورنمنٹ کوئی ایسا اسکول کھولے جہیں کلون کے پرنے لگانے اور انکی مرمت کرنے کے واسطے ہوشیار کارگیر تیار ہو سکیں۔ اس قسم کے اسکول میں رقم کثیر صرف ہوتی تھی اور یہ امر بھی بحث طلب تھا کہ آیا اس قسم کا اسکول کراہم ثابت ہو گا یا نہیں پس یہ طے پایا کہ رٹر کی مین طامسن کالج کو وسعت دی جائے۔ تاکہ کانپور اور ہاتھرس میں انجنون سے کام لینے والے کارخانہ داروں کی ضرورت رفع ہو۔ جنمیس لائوش کو یہ مشورہ دیا گیا تھا کہ مقامی دستکاریوں کے واسطے اسکول کھولنے سے کوئی فائدہ نہ ہو گا۔ کیونکہ لوگوں کو یا تو کچھ سیکھنا نہیں ہے یا سیکھنے کے واسطے رضامند نہیں ہیں۔ اور گورنمنٹ کے یہ امکان میں نہیں ہے کہ ہوشیار آدمی اس کام کے واسطے ہیا کر سکے۔

غرض اس مسئلہ پر بحث یوں ختم ہوئی اور گویا یہ مباحثہ دور تک کی خبر لایا اور قریب ۲۵ سال کے ہوتا رہا۔ لیکن ان صوبجات میں اسکا کوئی معقول نتیجہ نمودار نہ ہوا۔ آسمین شبہ نہیں ہے کہ جب یہ مباحثہ شروع ہوا تھا۔ ہمارے صوبے کی تعلیم عامہ سراسر علمی پہلو لیے ہوئے تھی اور آج بھی ایسی ہی حالت پائی جاتی ہے۔ یہ بھی صحیح ہے کہ اگر موجودہ زمانے کی ضرورتوں کے مطابق کام کرنا چاہتے ہیں۔ تو اسی میں ترمیم کر کے اس قسم کے مختلف مضامین کی تعلیم دینا چاہیے۔

اتفاق کیا تھا اور چند وسیع اصول قرار دیے تھے۔ اول اصول یہ تھا کہ ان مقامات کو جو مرکز صنعت و حرفت ہوں اور جہاں باقاعدہ طور پر سرمایہ کثیر لگایا جاتا ہو۔ ان مقامات سے علیحدہ کرنا چاہیے جہاں مقامی دستکار یاں مختصر سرمایہ سے لوگ گھروں میں ہاتھ سے تیار کرتے ہوں۔ اس کمیٹی کی یہ تجویز تھی کہ کانپور ایسے مقامات میں تمام دن تعلیم دینے کے واسطے اسکول کھولے جائیں اور ان اسکولوں میں وہ طلباء داخل کیے جائیں جو حتی الامکان اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم حاصل کر چکے ہوں اس کمیٹی کا خیال تھا کہ صرف چھوٹی چھوٹی دستکاریاں قائم ہونی سے ہندوستان کے دستکار پیشہ فرقوں پر کچھ اثر پڑ سکتا ہے۔ اس کمیٹی کی یہ رائے تھی کہ گورنمنٹ کی کوشش اس حد تک ہونی چاہیے کہ ایسے کاریگر تیار کرے جو عام قابلیت اور صناعی کے لحاظ سے اعلیٰ درجے کے کاریگر ہوں۔ اس کمیٹی نے دو خاص امور پر غور کیا تھا۔ کہ طالب علم کی خاندانی صناعی قائم ہے اور اسکو ترقی دیا جائے اور اسکو ایسی تعلیم دی جائے کہ بحیثیت صناعی اسکی استعداد بڑھے اور وہ ملازمت سے روکا جائے اور یہ اس طرح ممکن ہے کہ چند منتخب مقامات پر ابتدائی صنعتی اسکول کھولے جائیں جنہیں نصف دن تعلیم ہو۔ نصاب تعلیم میں اس بات کا لحاظ رکھا جائے کہ اہل ہند میں بحیثیت صناعی جن خوبیوں کی کمی ہے۔ ان کا انتظام کیا جائے اور طلباء اس امر سے آگاہ کیے جائیں کہ وہ اپنے خاندانی پیشہ میں ترقی کرنے کے واسطے کون عہدہ منوانے اور ترکیبیں کام میں لاسکتے ہیں۔ اس نصاب میں اشکال قلیدس کا بتانا اور نمونے تیار کرنا ضروری مضمون شمار کیا جائے اور تجارت کے متعلق تعلیم دی جائے۔ طالب علم نصف دن ابتدائی اسکول میں تعلیم پائے

میں فرق لائے ہوئے طلباء سے فیس بھی لیجائے۔ اگر رعایا کی جانب سے کوئی اسکول کسی خاص مقامی دستکاری کے واسطے قائم ہو تو اس اسکول کے قیام کے واسطے سرکاری امداد دیجائے۔

رد شدہ تجویز ۱۰ ماہ دسمبر ۱۹۰۲ء میں گورنمنٹ ہند نے ایک کمیٹی اس غرض سے منظم کی کہ صنعتی اسکول قائم کرنے اور شملہ کانفرنس کی سفارشوں کو عمل میں لانے کے واسطے مختلف صوبوں کا دورہ کرے۔ گورنمنٹ ہند نے اس کمیٹی کی رپورٹ پر ۱۲ جنوری ۱۹۰۲ء تک کچھ کارروائی نہیں کی۔ اس کمیٹی کے تجاویز پر مشتمل بحث کرنے کی چنداں ضرورت نہیں پائی جاتی ہے۔ اس کمیٹی نے جو تجاویز پیش کیے ہیں ان کا دارومدار اس اصول پر تھا کہ صنعتی تعلیم ہندوستان میں نیپلس کا سانوا اسکول کے نمونے پر قائم کی جائے۔ شملہ کانفرنس کے تجاویز کو رد کر کے اس کمیٹی نے یہ صلاح دی کہ صنعتی اسکول بند کر دیے جائیں اور انکی جگہ کارخانوں کا اہتمام کیا جائے۔ کمیٹی کی اسکیم کو گورنمنٹ ہند نے رد کر دیا۔ اور میں خیال کرتا ہوں کہ ہر شخص اس منسوخی تجویز کو مناسب خیال کرے گا۔ گورنمنٹ ہند نے مقامی گورنمنٹوں کو اس مسئلہ پر یہ تحریر فرمایا کہ دو قسم کے جداگانہ اصول پیش کیے گئے ہیں اور منجملہ ان میں کسی اصول کی عملی جانچ کی کوشش نہیں کی گئی۔ چند اشخاص نے کمیٹی کے روبرو بیان کیا تھا کہ ہندوستان میں سروسٹ صنعتی تعلیم کا بہت بڑا سامان ہونا ناممکن عمل ہے اور یہ معاملہ اس وقت تک ایسی حالت پر نہیں پہنچا ہے کہ بہت سے تجربات حاصل ہو ہوں اور یہ دریافت کیا جائے کہ کس حد تک ناکامی کی صورت پیدا ہوتی ہے۔ اسکے ساتھ ہی کمیٹی نے اس کے

تحریر ہوئی تھی۔ اس خط کے ضمن میں گورنمنٹ ہند نے اس امر پر زور دیا تھا کہ صنعتی اسکولوں میں صرف سائنٹفک یا ٹیکنکل تعلیم ہونا چاہیے اور قبل اسکے کہ طلباء کسی صنعتی سکول میں داخل ہوں۔ وہ لکھنا پڑھنا حساب معمولی نقشہ کشی۔ کچھ دستکاری اور نیچرل سائنس کے ابتدائی اصول جانتے ہوں۔ جو طلباء صنعتی اسکولوں میں داخل ہونے کے وقت استعداد تعلیم یافتہ نہ ہوں۔ اُنکے واسطے یہ تجویز ہوا تھا کہ رات کے اسکول کھولے جائیں۔ یا خاص کلاس قائم کیے جائیں۔ صنعتی اسکولوں کے نظام متعلق (جو کانفرنس نے مرتب کیا تھا) اور جسکو گورنمنٹ ہند نے نہایت مکمل اور ممکن العمل بیان کیا تھا۔ حسبِ قیاس لے لے ظاہر کی گئی تھی۔

کانفرنس نے اپنے نتائج میں جو اصول درج کیے ہیں مختصراً یہ ہیں۔ صنعتی اسکول اس غرض سے کھولے جائیں کہ مقامی خاص خاص دستکاریوں یا تجارت کی حوصلہ افزائی ہو۔ بہتر یہ ہے کہ مقامی تجارت یا حرفت کے اسکول کھولے جائیں۔ وہ تعلیمی اسکول ہوں نہ کہ تجارتی درسگاہیں شہروں میں اُن اسکولوں میں دیسی پیداوار کی ترقی پر غور کیا جائے۔ قصبات میں دستکاریوں کی تعلیم دیجا اور چند دستکاریوں کے نمونے ایک مکان میں یکجا جمع کیے جائیں اُن اسکولوں میں وہی طالب علم داخل کیے جائیں جو تعلیم پانے کے بعد اس خاص تجارت یا صنعت میں مشغول ہوں۔

ان اسکولوں میں داخل ہونے کے واسطے طلباء کو کچھ دینے کا طریقہ ترک کیا جائے اور جہاں کہیں ضرورت ہو بلا اسکول کے استحکام و تزئینا می

کوئی نصاب نہیں ہے ہمارے اسکولوں میں مختصر تعلیم ہوتی ہے۔ دوسرے معاملات میں ہمارا تعلیمی نظام سراسر پیچھے پڑا ہوا ہے اور ضرورت اس بات کی ہے کہ موجودہ حالت کے موافق تیار کیا جائے۔

طوالت کا خیال نہ کر کے میں اس موقع پر تفصیل وار ان تمام تجاویز کا ذکر کروں گا جو مکمل تعلیم کے متعلق وقتاً فوقتاً زیر غور رہے ہیں۔ سرانٹنی میکڈائل کے تجاویز یہ تھے کہ جو لوگ صنعت و حرفت کی جانب رجوع ہوں۔ انکی ابتدائی تعلیم میں روان پڑھنا۔ ریاضی۔ تحریر۔ نقشہ کشی اور ابتدائی درجے کا سائنس ہونا چاہیے اور ٹیڈل اسکول کے کورس کے بعد انکو اختیار ہے کہ خواہ وہ صنعتی تعلیم حاصل کریں یا ہائی اسکول میں داخل ہوں۔ سرانٹنی میکڈائل صاحب بہادر کی تجویز یہ تھی کہ ہر ایک قسمت یا ضلع میں ایک صنعتی اسکول ہونا چاہیے اور یہ اسکول صوبہ کی تعلیمی نظام کا جزو لا ینفک ہونا چاہیے۔ سرانٹنی میکڈائل صاحب بہادر کی تجویز اور گورنمنٹ ہند کے رزلوشن ۱۸۸۸ء کے متعلق ان صوبجات میں تحقیقات کے واسطے سرکلینڈ کالون صاحب بہادر نے ایک کمیٹی مقرر کی تھی اور اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ رٹ کی کے طامسن کالج کا نظام از سر نو درست کیا گیا اور لکھنؤ میں صنعتی اسکول قائم کیا گیا۔ کانپور میں زراعتی اسکول قائم ہوا جواب کالج ہے اور الہ آباد میں معلموں کے واسطے کالج کھولا گیا۔ ان صوبجات کے متعلق سر ایڈورڈ بک کی رپورٹ میں جو سالہ ۱۹۰۸ء میں تحریر ہوئی تھی۔ اس مسئلہ پر غور کیا گیا ہے۔ اس رپورٹ کے بعد ۲۰ نومبر ۱۹۰۸ء گورنمنٹ ہند کے ہوم ڈیپارٹمنٹ کی ایک چھٹی موصول ہوئی۔ جو شملہ کی تعلیمی کانفرنس کے مباحثوں کے بعد

اور منجملہ باقی ماندہ مضامین (قدیم زبان - دوسری قدیم زبان - علم کیمیا سازی - ایک ہندوستانی زبان - ایک یورپ کی زبان - نقشہ کشی - زراعت معہ پیمائش) کے دو مضامین طلباء اپنی پسند کے موافق جو چاہیں پڑھیں۔ منجملہ انکے ایک مضمون اول الذکر تین میں سے ہونا چاہیے۔ یہ امتحان بمقابلہ ان دو امتحانات کے جنکی جگہ یہ قائم کیا گیا ہے تنگ نظر آتا ہے۔ کیونکہ اس سے صرف یونیورسٹی کے متحان میں داخل ہونے کے واسطے جانچ کرنا مقصود ہے گو بمقابلہ سابق کے اس غرض کے واسطے یہ کارروائی بھی خالی از ترقی نہیں ہے۔ لیکن جو لڑکا تجارتی تعلیم حاصل کرنے کا خواہشمند ہے۔ اُسکی جانب سر دھری ظاہر کی گئی ہے۔ یونیورسٹی نے اپنی ضرورت تو رفع کر لی ہے لیکن جو لڑکے یونیورسٹی میں داخل ہونا نہیں چاہتے اور اسکول چھوڑ دیتے ہیں۔ اُنکی حالت سراسر نظر انداز کر دی گئی۔ مجھکو نہایت افسوس ہے کہ یہ تغیر جسکو میں سراسر اپنند کرتا ہوں۔ ان صوبجات میں میرے عہد کے پہلے ہی سال میں نمودار ہوا۔ ایک کمیٹی نے حال میں اس مسئلہ پر غور کیا ہے اور میرا قصد یہ ہے کہ بہت جلد عملی حیثیت کا ایک امتحان اسکول داخل قائم کر سکون گا اور اس امر کا یقین دلا سکون گا کہ جو لڑکا اس امتحان کا سرٹیفکیٹ حاصل کر لے گا۔ اسکول چھوڑنے پر اُس کا سرٹیفکیٹ نہایت کارآمد ثابت ہوگا۔ مجھکو اس میں مطلق شبہ نہیں ہے کہ یونیورسٹی اُس امتحان کو منظور کرے گی ٹیل اسکول میں سائنس پڑھائی نہیں جاتی۔ ہائی سکولوں میں تعلیم سائنس ابتدائی درجہ کی ہوتی ہے اور بجائے درسی کتب پڑھ لینے کے طلباء عملی مشق مطلق نہیں کرتے۔ جو اُنکے واسطے نہایت بیش قیمت ہو سکتی ہے۔ مزید برآں تجارتی تعلیم کا

فرق آئے ہوئے اُس تعلیم و تربیت کی جانب بھی رخ کرے۔ جسکو فقط ٹیکنیکل کے نام سے نامزد کرتے ہیں۔

سرانٹنی میکڈائل کے تجاویز ایک بات خاص میں ہمارے ہمارے صوبے کی ٹیکنیکل تعلیم سے قریبی تعلق ہے ہمارا طرز تعلیم عامہ نہایت ناقص نظر آتا ہے۔ سرانٹنی میکڈائل کے تجاویز کا یہ منشا تھا کہ ہڈل اسکول تک تعلیم ہونے کے بعد جو لڑکا انجینیری تجارت یا زراعت کی جانب اپنا رجحان ظاہر کرے۔ وہ یونیورسٹی کے امتحان انٹرنس کے واسطے جو نصاب تعلیم چاہے شروع کرے۔

ماہ ستمبر ۱۹۷۷ء میں جب سر کلینڈ کالون نے ٹیکنیکل تعلیم کے متعلق ایک نوٹ تحریر کیا تھا تو یونیورسٹی اس امر پر غور کر رہی تھی۔ کہ ایک خاص قسم کا تجارتی امتحان قائم کیا جائے۔ آخر کار ستمبر ۱۹۷۷ء میں یونیورسٹی نے اسکول فائنل کے نام سے ایک امتحان قائم کیا کہ خواہ انٹرنس کا امتحان دیا جائے۔ یا اسکول فائنل کا اور جو لوگ اردو فارسی وغیرہ جانتے ہیں وہ سائنس وغیرہ میں تعلیم حاصل کریں۔ بعد ازاں شملہ کانفرنس کا رزلویشن شائع ہوا جس کا مفہوم یہ تھا کہ اسکول فائنل کا امتحان یونیورسٹی انٹرنس یا میٹرک یولیشن سے علیحدہ ہونا چاہیے۔

اول الذکر گویا اسکول کی تعلیم کو خاتمہ پر پہنچانے والا ہوا اور آخر الذکر یونیورسٹی کے امتحانات کے واسطے تیار کرے۔ لیکن ان صوبجات میں بالکل جداگانہ طریقہ اختیار کیا گیا۔ میں یہ دیکھتا ہوں کہ امسال انٹرنس اور فائنل اسکول کے امتحانات۔ امتحان میٹرک یولیشن کے نام سے ایک ہونے والے ہیں۔ جنکے واسطے انگریزی۔ ریاضی۔ تاریخ۔ جغرافیہ مثل سابق کے لازمی مضامین ہیں گئے۔

ملک میں انجینیئروں کے واسطے بلاشبہ اول درجے کا کالج ہے۔ اس صوبہ میں یا تو وہ تمام آسانیاں موجود ہیں۔ یا ہو جائیں گی۔ جو ان لوگوں کی تعلیم دینے کی واسطے ضروری ہیں جو علمی یا دوسرے پیشوں میں داخل ہونا چاہتے ہیں۔ اور اس طریقے سے ہمارے صوبے نے گزشتہ ۲۰ سال کے اندر بہت کچھ قدم لگے بڑھایا ہے۔ ٹیکنیکل تعلیم کے باب میں بھی ہم خاموش نہیں رہے۔ طامسن کالج کو آج یہ فخر حاصل ہے کہ ۲۴ طلبہ تعلیم پاتے ہیں۔ گزشتہ ۱۱ سال میں میکا ٹیکنیکل اسکول کی تعلیم کے واسطے جدید درجے بڑھائے گئے ہیں۔ گزشتہ سال سے فورمین اول چھوٹے چھوٹے کارخانوں کے منتظم تیار کرنے کے واسطے تعلیم شروع ہوئی ہے۔ لیکن صنعتی تعلیم کی حوصلہ افزائی کے متعلق ہمارے تعلیمی نظام کے ذریعے سے جو کچھ عمل میں آیا ہے۔ وہ صرف اس قدر ہے کہ طامسن کالج میں یہ جدید کلاس کھلے ہیں اور لکھنؤ میں ایک صنعتی سکول ہے۔ مزید برآں ہمارے صوبے کی عام طرز تعلیم میں ایسی ترمیم عمل میں نہیں آئی کہ ۱۸۸۶ء میں گورنمنٹ ہند جو تجویز کی تھی اس کا مقصد برآتا۔ یعنی کہ نصاب تعلیم اس قسم کا ہو کہ طلبہ صنعتی و تجارتی تعلیم کی جانب رجوع ہوں۔ ابتدائی اور سکندری تعلیم کا مستحکم طریقہ جو تمام عمدہ قسم کی ٹیکنیکل تعلیم کی بنیاد پر ہو اس وقت تک مکمل نہیں ہوا ہے۔

سرانٹھی میکڈانل صاحب بہادر نے اپنی یادداشت کے پر اگر اف نمبر ۸ میں تحریر فرمایا ہے۔ اُس کے ساتھ ہی ٹیکنیکل تعلیم کو معمولی تعلیم عامہ سے علیحدہ اور جداگانہ سمجھنا چاہیے۔ اس کے خلاف اُس کو تعلیم عامہ کی ترقی کا ایک ذریعہ سمجھنا چاہیے۔ پس تعلیم عامہ کا انتظام ایسا ہونا چاہیے کہ بلا اُس کے کوئی مین

اس مسئلہ کی کامل تحقیقات کی کوشش اس بسیط اور پرمغز بادشاہت کے
ضمن میں کی گئی تھی۔ جو ۱۸۶۸ء میں سرانٹھی میکڈنل نے کی تھی جو اس وقت
میں گورنمنٹ ہند کے ہوم ڈیپارٹمنٹ کے سکرٹری تھے۔

ہم کو یہ واقعہ نظر انداز نہ کرنا چاہیے کہ سرانٹھی میکڈنل نے جس زمانہ میں
یادداشت مذکور تیار کی تھی۔ اُس کے بعد سے اعلیٰ تعلیم کے باب میں کس قدر تغیرات
عظیم ہو چکے ہیں۔ اُس زمانہ میں لارڈ ڈرنہم کی گورنمنٹ کے احکامات کی تعمیل ان
صوبجات میں نہیں کی گئی اور علاوہ لٹریچر کی تعلیم کے صرف اس قدر آسانیاں بہم
بہم پہونچائی گئی تھیں کہ تین کالجوں کے ساتھ چھوٹے چھوٹے قانونی سکول تھے
جس میں کل ایک سو طابع علم درس پاتے تھے۔ رڑکی کے ٹامسن کالج میں ۵۵ طلباء
تھے۔ آگرہ کے طبی سکول میں ۵۵ طلباء تھے۔ اور عیسائیوں کے دو صنعتی سکول
ایسی عیسائی یتیموں کے واسطے تھے۔ اُس کے بعد الہ آباد میں ایک یونیورسٹی قائم
ہوئی۔ بجائے ۳ کالجوں کے جن میں ایک ہزار طلباء تعلیم پاتے تھے۔ آج کل اس
صوبے میں ۲۹ کالج (۲۲۔ انگریزی تعلیم کے اور ۷ مشرقی علوم کی تعلیم کے) ہیں۔
جس کا تعلق یونیورسٹی سے ہے اور جن میں ۳ ہزار طلباء تعلیم پاتے ہیں۔ ایک معلموں کا
کالج ہے اور دوسرا اس قسم کا کالج قائم ہونا بخیر ضرور ہے۔

حال میں زراعتی سکول کالج کر دیا گیا ہے اب انتظام ہو رہا ہے کہ یونیورسٹی
کے متعلق ایک قانونی کالج قائم کیا جائے جس کے واسطے لوکل گورنمنٹ نے معقول
رقم دی ہے اور ہم کو امید ہے کہ ہمارا میڈیکل کالج جس کے واسطے تمام تجاویز مکمل ہو
ہیں۔ ہندوستان میں اول درجے کا کالج ہوگا۔ جیسا کہ رڑکی میں ٹامسن کالج اس

شملہ کی کانفرنس میں ٹیکنیکل تعلیم کی جو تعریف قائم کی گئی تھی میرے خیال میں وہی تعریف طریقہ تعلیم کے واسطے بھی کام دیگی۔ وہ تعریف یہ تھی کہ ٹیکنیکل تعلیم سے یہ مراد ہے۔

(۱) کسی صنعت۔ دستکاری یا پیشہ کی مشق کا دار و مدار جن سائنٹفک طریقوں اور اصول پر ہو۔ انہیں تعلیم حاصل کیجائے۔

(۲) اس صنعت دستکاری یا پیشہ کی مشق میں وہ سائنٹفک طریقے اور اصول کام میں لائے جائیں۔ اولین ابتدائی تعلیمی حالت ہے اور دوسرا عملی پہلو ہے۔

کارگیروں کو تعلیم دینا مسئلہ تعلیم صنعت و حرفت گورنمنٹ و سپاک کے سامنے عرصہ ۲۰ سال سے پیش ہے۔ غالباً کوئی ایسا مسئلہ نہ ہوگا کہ جسکے متعلق بہت کچھ تحریر

اور تقریر ہوئی ہو۔ لیکن کچھ کار نمایاں نہ ہوا ہو۔ ضرورت سے زیادہ قیاسی بحث ہو چکی ہے۔ اب ضرورت یہ ہے کہ ہم ان مباحث کو عملی حیثیت میں تبدیل کریں۔

۲۵ سال کا عرصہ گزرا کہ تعلیمی کمیشن نے جسکے سامنے ٹیکنیکل تعلیم کا مسئلہ پیش نہ تھا۔ عام طرز تعلیم پر یہ اعتراض کیا تھا کہ صرف علمی کمال کی جانب رجحان پایا جاتا ہے۔

اس کمیشن نے یہ تجویز کیا تھا کہ ہائی اسکولوں کا نصاب تعلیم دو قسم کا ہونا چاہیے۔ ایک تو یونیورسٹی کے امتحانات کے واسطے دوسرا تجارتی پیشوں کی تعلیم کے لیے۔

۱۸۸۴ء میں لارڈ رین کی گورنمنٹ نے اس سفارش کے متعلق یہ ہدایت کی تھی کہ ہر قسم کی ایسی تعلیم کی حوصلہ افزائی ہونا چاہیے جو جو جوانوں کی توجہ صنعتی

تجارتی پیشوں کی جانب رجوع کرے۔ لیکن اس وقت گورنمنٹ ہند نے کوئی تجویز اسکے متعلق پیش نہیں کی کہ کس طرح ٹیکنیکل تعلیم دی جائے۔

جدید اوزار اور دوسرے لوازمات خرید کرنے کے واسطے دتھکارون کو روپیہ دین اور دتھکارا کو باقسط اداکرین۔ بازارون کے متعلق گورنمنٹ معلومات شایع کرے۔
 منونون کی عہدگی کے واسطے دتھکارون کی مدد کرے۔ تاکہ یہ حالت پیدا ہو۔ کہ
 بہت سی ایسی چیزیں تیار ہوں کہ جنہیں یہ خیال نہ رہے کہ بازارون میں کس
 قسم کے مال کی مانگ ہے۔

انجن چلانے والے بڑھئی لوہار دفتر تیار کیے جائیں۔ سوت اور دوسرے
 اشیاء کے رنگنے کا سامان کیا جائے اور سنٹرل مقام سے وہ اشیاء چارون طرف
 روانہ کیے جائیں۔

مسٹر ہادی صاحب کے جدید طریقہ شکر سازی دکھانے کے واسطے گورنمنٹ
 کا رخانہ کھولے۔ چھوٹے چھوٹے ایسے سکول کھولے جائیں جنہیں چمڑا لگنا
 سکھایا جائے۔ گورنمنٹ اس ملک کی بنی ہوئی چیزیں خرید کرے۔ غرض بہت
 دیگر تجاویز ہیں جنکے ذکر کرنے کی چنداں ضرورت پائی نہیں جاتی جن تجویزوں کا
 میں نے ذکر کیا ہے ہر بخلاف انکے بیشک بہت سی ایسی ہیں جنکے متعلق میری رائے
 میں گورنمنٹ صنعتی کاروبار کے واسطے مدد دے سکتی ہے۔ اور دینا چاہیے اور
 جہاں تک میرے امکان ہے یہ کافر نس جن تجاویز کو منظور کرے گی میں اپنا
 عمل کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھوں گا۔

اب میں دوسرے مسئلہ کی جانب رجوع ہوتا ہوں جس پر پہلو بحث کرنا ہے
 اور وہ یہ ہے کہ ان لوگوں کے واسطے جو صنعتی کاروبار میں ملازمت کرنے
 کے خواہشمند ہوں۔ مناسب طریقے کی تعلیم کا انتظام کیا جائے۔

رہتے ہوں۔ انکو ان عملی طریقوں سے واقف کرے جو تازہ سائنٹیفک دریافت کا نتیجہ ہیں۔

مسٹر حیرجی صاحب نے اسباب میں بہت کچھ معلومات یکجا کیے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس صوبے میں ان دستکار یوں کی اعانت بہت کچھ ہو سکتی ہے جو جنکو بناوٹ سے تعلق ہے۔ شکر سازی کو ترقی ہو سکتی ہے۔ تیل نکالنے کے کارخانے اور چٹا رنگنے اور کمائی کے کارخانوں کے واسطے کافی گنجائش ہے مسٹر حیرجی صاحب نے دھات اور لکڑی کے کام شیشہ کی پانی مرکبات اور دوسری دستکار یوں پر غور کرنے کے واسطے پیش قیمت تجاویز پیش کیے ہیں۔ ہر ایک دستکاری کے متعلق جو واقعات درج کیے گئے ہیں۔ محتاج اس امر کے ہیں کہ آپ اپنے خوب غور فرمائیں۔

گورنمنٹ کس طرح مدد کرے اور ذرائع جن سے یہ تجویز کیا گیا ہے کہ گورنمنٹ دستکار یوں کی حوصلہ افزائی کر سکتی ہے۔ بہت سے اور طرح طرح کے ہیں۔ گورنمنٹ خود بڑی بڑی دستکاریاں قائم کرے اور جب وہ اس درجہ پر پہنچیں کہ منافع کی صورت پائی جائے تو وہ رعایا کے ہاتھ فروخت کیجائیں۔ گورنمنٹ جدید کھڑکوں اور لنگے لوازمات کی جانچ کے واسطے ایک کارخانہ کھولے اور مختلف اقسام سوت کی تیاری۔ ریلوں پر چڑھانے وغیرہ کے واسطے جدید طریقوں کی تحقیقات کرے۔ چھوٹے چھوٹے اسکول نوربانی کے کھولے جائیں اور مشترک البصاعت کا ربا کے واسطے حوصلہ افزائی کرے اور خصوصاً مشترک البصاعت قرضہ دینے والی کمپنیاں قائم ہوں جو دستکار یوں کو مہاجنوں کے خپگل سے بچائیں تاکہ کمپنیاں

کہ تانبے اور تیل کے برتن گران ہو گئے اور انکی جگہ جرمنی اور آسٹریا کے برتن کامین
 لائے جاتے ہیں۔ اونی کپڑا ۲۰ لاکھ کا آیا۔ شیشہ کے برتن ۱۲ لاکھ کے آئے۔
 سوت اور سوئی کپڑا ۴۰۹۱ لاکھ کا آیا۔ اور کیمیائی مرکبات ۶۸ لاکھ کے آئے۔
 باوجود ان امور کے تاریک باد لون میں کچھ جھلک نظر آتی ہے۔ ہندوستان کا
 اکل یا نیم تیار شدہ مال برآمد سال بسال بڑھتی جاتی ہے۔ سال ختمہ ۱۳ مارچ ۱۹۰۷ء
 ایک برآمد کی قیمت میں ۶ فیصد اضافہ ہو گیا۔ اور ۱۳ مارچ ۱۹۰۷ء کو روٹ تک ذوبت پہنچ
 گئی۔ ۸ اگست ۱۹۰۷ء کے "انڈین ٹریڈ جرنل" میں ایک دلچسپ یادداشت شائع
 ہوئی ہے۔ جس میں یہ دکھلایا گیا ہے کہ ہندوستان کا سوت یورپ کی بازاروں میں
 با فراط پایا جاتا ہے۔ عموماً تیار شدہ اشیاء کے برآمد میں اضافہ ہونے کی معقول
 امید ہے اور ہر کو اس صوبے میں لازم ہے کہ اس جدید میدان منافع میں اپنا
 حصہ حاصل کرنے میں وقت کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ اس مسئلہ پر کہ آیا ایسی
 بڑی دستکاریوں کی جنہیں کلون کی زیادہ ضرورت ہے ہاتھ سے بن سکنے والی
 چھوٹی دستکاریوں کی حوصلہ افزائی زیادہ تر اس ملک کی صنعتی ترقی کا باعث ہو سکتی
 ہے۔ دو قسم کی رائیں ظاہر ہونے کی گنجائش پائی جاتی ہے۔ میں اس امر کا قبال
 کرتا ہوں کہ میں اُن لوگوں کا مرید نہیں ہوں جو اول الذکر تدبیر اختیار کرنے کی
 صلاح دیتے ہیں۔ لیکن جہاں سلطنت کا یہ فرض ہے کہ بڑی بڑی دستکاریوں کے
 قائم کرنے کے واسطے جو کچھ جائز طور پر وہ انجام دے سکتے ہو اُس سے دریغ نہ کریں
 وہاں کچھ کم اسکا یہ فرض نہیں کہ فنون اور دستکاریوں میں جو نیم جان ہوں۔ جدید
 طریقوں پر تازہ روح پھونکے۔ اور جو لوگ اُن فنون دستکاریوں میں مصروف

اس بات کا ہے کہ اس قدر بیش قیمت پیداوار جو اس ملک میں دستکار یون کی لگاتار
 میں تبدیل ہونا چاہیے تھی۔ ہر سال ہماری بندرگاہوں سے دوسرے ممالک کو
 روانہ ہوتی ہے اور وہاں پہونچکر دستکار یون کی شکل میں بطور درآمد کے ہندوستان
 میں آتی ہے۔ اس قدر وقت نہیں ہے کہ میں اس کے متعلقہ اعداد پر تفصیل کے
 ساتھ بحث کروں لیکن میں چند اعداد ضرور پیش کروں گا۔ جو فکر پیدا کرنے والے
 ہیں۔ کل مال برآمد کی قیمت ۱۸۲ کروڑ سے زیادہ ہے (جس میں ۵۱ کروڑ کی
 قیمت دھاتیں شامل ہیں) منجملہ ان رقوم کے جو قابل توجہ ہیں ۲۱۹۶ لاکھ کی روٹی
 ۱۰۸۹۷۵ لاکھ کا چمڑا اور کھالیں علاوہ ۴۴۵ لاکھ کے کماے ہوئے چمڑے
 ۱۳۰۱۱۱۵ لاکھ کے بیج (جن میں ۱۰ فیصدی یا ۱۳۰ لاکھ کے بنولے ہوتے ہیں)
 اور ۲۴۲۶۵ لاکھ کا اون ہے۔ یہ چار سال کے اعداد کی حالت ہے۔ مسٹر
 ہالینڈ صاحب کو شاید نہایت افسوس ہوگا کہ معدنیات متواتر اس ملک سے
 روانہ ہوتی رہتی ہیں۔ جو اس ملک میں دستکار یون کی شکل میں تبدیل ہو سکتی ہیں
 اور محکوم خود دراصل اس امر کا افسوس ہے کہ آج کل چمڑا۔ روٹی اور بیج بکرت
 غیر ممالک کو جاتا ہے کیونکہ یہ ایسی چیزیں ہیں جو نہایت آسانی کے ساتھ اس
 ملک میں دستکار یون کی شکل میں تبدیل ہو سکتی ہیں۔

درآمد کی قابل غور حالت یہ ہے کہ سوداگری مال ۱۰۸۱۳ کروڑ کا اس
 ملک میں آتا ہے۔ جو اصحاب ان صوبجات کی صنعتی ترقی سے دلچسپی رکھتے ہیں۔
 اسل مز پر غور فرمائیں کہ ۸۷۳ لاکھ کی منکر اس ملک میں آتی ہے۔ دھات کے
 اشیاء کی قیمت میں اضافہ ہو کر ۲۶۶ لاکھ کا مال اس ملک میں آیا۔ اس کا باعث یہ ہے

متحدہ ایسے صوبے میں بہت سی ایسی دستکار یون کا دار مدار زراعت پر ہے جو مقامی طور پر شروع ہو سکتی ہیں۔ اور اسی پر کاشتکاروں کی متعدد خریداری کا دار مدار رہیگا۔ ہمارے صوبے میں ایک محکمہ زراعت موجود ہے جو بلاشبہ اس درجہ مستحکم نہیں ہے جیسا کہ ہماری موجودہ حالت کے دیکھتے ہوئے درکار ہے لیکن بمقابلہ سابق جب سے واقفکار صلاح کار زیادہ کیے گئے ہیں۔ بہت کچھ اسکو استحکام ہوا ہے۔ آزمائش اور تحقیقات کی حوصلہ افزائی کیجاتی ہے اور کانپور کے زراعتی کالج میں حکام مال ٹھیکہ دار زمینداروں کے لڑکے زراعت کے متعلق تازہ وسائل تفک تعلیم حاصل کر رہے ہیں محکمہ زراعت کے اختیار میں ہے کہ اسکے احاطہ اختیارات کے اندر جو کچھ بویا جائے اسکو ترقی دیکر ملکی ترقی کے باب میں مدد کرے۔ لیکن تجارتی کاروبار میں جو معقول مدد یہ محکمہ دے سکتا ہے وہ یہ ہے کہ روئی اور نشیکر کو جو اس صوبے کی پیداوار میں ترقی دے۔ میرے خیال میں یہ محکمہ نہایت پیش بہا کار گزار یاں دکھلا رہا ہے۔ اور مجھ کو امید قوی ہے کہ یہ محکمہ بہت جلد ان دونوں چیزوں کی کاشت کے متعلق ترقی کے تدابیر نکالے گا۔ ہمارا یہ مقصد نہیں ہے کہ اس کانفرنس میں مسئلہ زراعت پر بحث کریں۔ پس اس سے زائد بیان کرنا میرے واسطے ضروری نہیں ہے۔ سو اے اس امر کے کہ آئندہ ہندوستان کی زراعتی پیداوار بلحاظ زراعتی حالت ملک کے دوسرے ممالک کو کثرت کے ساتھ روانہ ہونی چاہیے۔

پیداوار کی حالت | جو شخص اس ملک کی صنعتی ترقی سے دلچسپی رکھتا ہے اسکے واسطے یہ ناممکن ہے کہ بلا افسوس کے سالانہ نقوشوں کو پڑھے۔ اور افسوس

میں ۳۱ کارخانے گورنمنٹ یا لوکل فنڈ کے ہیں۔ باقیماندہ کم سے کم ۹۷ کارخانے روٹی صاف کرنے۔ دبانی اور سوت بنانے کے ایسے ہیں۔ جو صنعت محرفت کے لیے اور کارخانوں کو سامان بہم پہنچاتے ہیں۔ سوتی کپڑا بنانے والے اور دوسرے کارخانے شمار میں دس ہیں۔ میں نہایت افسوس کے ساتھ بیان کرتا ہوں کہ چمڑے کے کارخانے صرف تین ہیں۔ اور تیل نکالنے کا صرف ایک کارخانہ ہے۔ ہماری کم مانگی کا ایک اور ثبوت مشترک لبصاعت کمپنیوں کے اعداد پر غور کرنے سے پایا جاتا، منجملہ ۱۲۸ مشترک لبصاعت کمپنیوں کے جو ۱۹۰۵-۶ء میں اس ملک میں بھینچے گئے تھے۔ ہمارے صوبے کی صرف ۱۰ ایسی کمپنیاں ہیں۔ انکا اداشدہ سرمایہ ۲۱۵ لاکھ منجملہ ۱۸۲ لاکھ کل سرمایہ کے ہے۔ یعنی ۵ فیصد ہے۔ اور اس کا حصہ کثیر انگریزوں کا سرمایہ ہے۔ گذشتہ دس سال کے اعداد سے معلوم ہوتا ہے کہ سابق میں ۶۰۸ کمپنیاں بھینچیں۔ جنکا اداشدہ سرمایہ ۱۲۷ لاکھ تھا۔ اور اب ۳۱ مارچ ۱۹۰۷ء تک ۱۱۳ کمپنیاں ہیں جنکا اداشدہ سرمایہ ۲۳۲ لاکھ ہے۔ اسی مدت کے اندر احاطہ شدہ اس میں مشترک لبصاعت کمپنیوں کی تعداد ۲۵۷ سے ۵۲۸ ہو گئی اور اداشدہ سرمایہ میں ۲۰ لاکھ سے ۳۵۳ لاکھ ہو گیا۔ یہ ظاہر ہے کہ باوجود ان چند پر از امید آمارات کے ہم مشکل سے اس حالت پر پہنچتے ہیں کہ دستکار یون میں سائنٹفک ترقی کے ذریعہ سے ہم کروڑ یاہ کروڑ بنی نوع انسان کے واسطے ذریعہ ملازمت نکال سکیں۔ ہندوستان کی تجارت جو کلیتہً ہر سال ترقی کرتی جاتی ہے۔ سر دست اس قدر ہے کہ انگریزی ساخت کے اشیاء کے ساتھ یہاں کے قدرتی وسائل کا تبادلہ ہوتا رہتا ہے۔ زراعت اس ملک کا خاص پیشہ رہنا چاہیے۔ جیسا کہ آج کل ہے۔ صوبجات

صوبجات کا حصہ ہو رہی ہیں۔ ہمارے صوبے میں نہ کوئلہ ہے۔ نہ پٹرولیم نہ معدنیات نہ جواہر۔ اور اگرچہ ہمارے صوبے میں جوٹ نہیں ہے تاہم اودا شیا، بکثرت ہیں۔ اور ہیکو بہت سی چیزیں تیار کرنے کا وسیع موقع حاصل ہے۔ ہمنے اپنی اس حالت سے فائدہ نہیں اٹھایا ہے اور سردست ہم صنعتی کاروبار میں اس بزرگم کے دوسرے صوبوں سے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ آخری نقشے جو مجھ کو دستیاب ہوئے ہیں اُن سے ظاہر ہوتا ہے کہ ممبئی میں ۲۹ کارخانے ہیں جن میں ۱۸۸۱۰۶ کارگیر کام کرتے ہیں۔ بنگال میں ۶۱ کارخانے ہیں جن میں ۲۳۴۸۰۲ کارگیر ہیں اور اس صوبے میں صرف ۵۴ کارخانے ہیں جن میں ۴۷۸۰۹ کارگیر کام کرتے ہیں۔ سرسری طور پر پایا جاتا ہے کہ فی ہزار اشخاص کی آبادی میں ایک کارگیر ہے با این ہمہ ہم ہر سال ممبئی اور بنگال کے کارخانوں میں کارگیروں کو روانہ کرتے رہے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ ترقی کے کچھ آثار نظر آتے ہیں اور مبارکباد دینے کے کچھ اسباب پائے جاتے ہیں۔ حال میں جو اعداد موصول ہوئے ہیں۔ ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ ۲۱ مزید کارخانے کام کر رہے ہیں اور منجملہ انکے ایک چمڑے کا ایک تیل نکالنے کا کارخانہ کانپور میں ہے اور میرٹھ میں ایک کارخانہ صابون سازی کا ہے۔ ہمارے ایک کارخانے میں جہان روئی کا کپڑا تیار ہوتا ہے اس قدر کرگھے کام کرتے ہیں جبکہ ہندوستان کے پانچ کارخانوں میں ہیں۔ اور ہمارے صوبے کا ایک کاغذ کا کارخانہ ہندوستان کے کچھ ایسے کارخانوں کے مقابل میں اپنے کاغذ کی عمدگی اور مقدار میں اپنی عظمت قائم کیے ہوئے ہے۔ لیکن اعداد کی چھان بنان ہمارا حوصلہ بڑھانے والی نہیں ہے۔ اس لیے کہ ۵۴ کارخانوں

لیکن اس وقت آپ کے سامنے مسٹر چرچی صاحب کے نوٹ ان صوبجات کی صنعتی حالت اور ممکنات کے متعلق موجود ہیں۔

مسٹر چرچی صاحب نے نہایت ہوشیاری اور سرگرمی کے ساتھ تحقیقات انجام دی ہے اور جو معلومات انھوں نے فراہم کیے ہیں ان کو آپ سب صاحبانِ معالمت پر غور کرتے وقت جو آپ کے سامنے پیش ہوں گے۔ نہایت کارآمد پائینگے۔ اب میں یہ بیان کروں گا کہ ہندوستان میں کوئی ایسا صوبہ نہیں ہے جس میں آبادی کی بہبود عام کے لحاظ سے بمقابلہ صوبجات متحدہ کے تو وسیع دستکاری کی زائد ضرورت پائی جاتی ہو۔ صوبہ اودھ کی آبادی فی مربع میل ۵۳۵ ہو۔ بنگال کی آبادی ۴۳۵ فی مربع میل ہے یعنی ۱۰۰ فی مربع میل اودھ میں زائد ہے۔ اس حساب سے بنگال کا نمبر مختلف صوبجات میں دوسرا ہے۔ اگر وہ کی آبادی ۴۲۹ فی مربع میل ہے اور صوبہ مشرقی بنگال و آسام کی آبادی فی مربع میل ۳۸۰ ہے۔ کل آبادی کے لحاظ سے ہمارا نمبر دوسرا ہے اور صنعتی پیشہ ورون کی فہرست میں ہمارا نمبر اول ہے۔ یہ شمار سال ۱۹۰۱ء میں بمقابلہ دس سال پیشتر کے ضرور کم تھا۔ برٹش انڈیا کے ۱۱ خطے بڑے شہروں میں کم سے کم ۱۰۰۰ بڑے شہر ہمارے حدود کے اندر ہیں۔ بمحکمہ ۲۲ ایسے شہروں کے جن کی آبادی ایک لاکھ یا اس سے زیادہ ہے۔ ۷۷ ایسے شہر ہمارے حدود کے اندر ہیں۔

جہاں تک مزدوروں کے ہم پہونچنے کے معاملہ کا تعلق ہے۔ ہماری موجودہ حالت صنعتی ترقی کی محتاج ہے۔ اور اس ترقی کے موافق واقع ہوئی ہے۔ بلاشبک ہمارے صوبے میں وہ تمام وسائل و اشیاء موجود نہیں ہیں جو بعض اور

قائم کیے جانے کے قابل ہیں۔ اُنکے بابت تمام معلومات متعلقہ ہمارے پاس ہیں۔
 وقتاً فوقتاً بہت سے مختصر رسالے بعض مقامی فنون و دستکار یوں کے
 متعلق مرتب ہوتے رہے ہیں۔ گو ان رسالوں میں بہت کچھ مفید معلومات پائے جاتے
 ہیں۔ لیکن اُنکے ضمن میں ویسی دستکار یوں کے زوال اور اُنکو از سر نو تازہ کرنے
 کی ممکنات پر معقول توجہ نہیں کی گئی ہے۔ ایک مدت گذری کہ ۱۸۷۷ء میں گورنمنٹ
 ہند نے صوبے کی خاص خاص مقامی دستکار یوں کی صنعتی تحقیقات کی ہدایت
 اس غرض سے کی تھی کہ انکی وسعت موجودہ اور حالت دریافت ہو جائے۔ اس تجویز
 پر ۱۸۷۹ء میں غور کیا گیا تھا۔ اور اسوقت یہ تصفیہ ہوا تھا کہ اس قسم کی تحقیقات کی
 ضرورت نہیں پائی جاتی۔

گو اسکے بعد ایک سے زیادہ مرتبہ یہ تجویز پیش کی گئی۔ لیکن پھر بھی تحقیقات
 ضروری نہیں سمجھی گئی۔ جب میں جیشیت ممبر کونسل صیغہ تجارت و صنعت
 صنعتی کاروبار کی ترقی کے مسئلہ پر عموماً غور کر رہا تھا۔ تو مجھکو یہ محسوس ہوا کہ
 اس ملک کی دستکار یوں کے متعلق ہر کو بہت کم واقفیت ہے اور بنطور ہی
 حضور و ایسے کے کشور ہند میں نے بجٹ ۱۹۰۶ء کے مباحثے کے وقت یہ تجویز
 کی کہ دوسری مقامی گورنمنٹوں کو صنعتی تحقیقات عمل میں لا کر ہدایت گورنمنٹ
 کی تقلید کرنا چاہیے۔ جب میں ان صوبجات کا لفٹنٹ گورنر مقرر ہوا۔ میں نے
 یہ قصد کیا کہ جو میں نے تجویز کی تھی اُسپر عمل کرنے میں اب مطلق دیر نہ کرنا چاہیے۔
 اور میں نے تحقیقات کا کام زیر ہدایت مٹرمور لینڈ صاحب ڈائریکٹر محکمہ صنعت
 و تجارت مٹرمپرجی صاحب کے سپرد کیا۔ اسوقت تک تحقیقات ختم نہیں ہوئی تھیں۔

اور علیگڑھ کالج کی جانب سے ایک صاحب موجود ہیں جنکے نسبت ہم جانتے ہیں کہ انھوں نے عملی اور نیر لٹریری تعلیم کے باب میں قطعی طور پر دیکھی ظاہر کی ہو۔ بنگال نار تھو وٹیرن ریلوے کے نائب بھی موجود ہیں جو ان صوبجات میں بڑے بڑے کارخانجات ریلوے کے ضروریات سے بخوبی واقف ہیں۔ ہمالے درمیان ہندوستانی سرمایہ دار صاحب بھی موجود ہیں جنھوں نے لکھنؤ میں مختلف تجارتی کاروبار میں روپیہ صرف کرنے میں اندیشہ نہیں کیا ہے اور آخر میں ایک ایسے پبلک میں صاحب بھی موجود ہیں جنھوں نے اپنے اخبار میں جسکے وہ منتظم ہیں۔ ان مسائل کی نسبت جبیر آج ہم بحث کرینگے۔ بہت کچھ توجہ کی ہے۔ محکوم نہایت افسوس ہے کہ مسٹر ڈیوڈ بول صاحب مسرس اینڈ ریویول کمپنی کے منیجر اور مسٹر ہاڈ صاحب سپرنٹنڈنٹ کارخانہ گاڑی سازی اودھر سیکھڑ ریلوے اس موقع پر موجود نہیں ہیں۔ ان دونوں اصحاب نے اس کانفرنس میں شریک ہونے کا قصد کیا تھا۔ لیکن قبل انعقاد کے ولایت جانے کو مجبور ہوئے۔ مسٹر اسمتھ صاحب منیجر الہ آباد بینک شاخ کانپور بوجہ کثرت کاروبار آج شرکت سے معذور ہے۔ ہمکو ضرور انکے تجربے اور مشورہ کا نقصان ہوگا۔ لیکن میں امید کرتا ہوں کہ اگر ہم سب ان مسائل پر اپنی توجہ سرگرمی کے ساتھ مبذول کرینگے جن پر ہمکو آج غور کرنا ہے۔ تو انکے متعلق چند عملی نتائج پر پہونچنا ہمارے واسطے ممکن ہوگا۔

تحقیقات کی گنجائش | ہماری تحقیقات کی دونوں شاخوں کی نسبت یہ ضروری ہے کہ ہم ان دستکاروں کے متعلق جو اسوقت پائی جاتی ہیں یا اس صوبے میں

آپ کا شکریہ ادا کروں۔ ہم جو کام شروع کرنے والے ہیں وہ مشکلات سے خالی نہیں ہے اور اس امر کا یقین کلی ہونے کے واسطے کہ ہمارے مباحثے با نتائج ہوں۔ میں نے یہ کوشش کی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اس کافرنس میں ہر قسم کی نیابت کرنے والے اصحاب موجود ہیں۔ آج جو اصحاب موجود ہیں ان میں کم سے کم دس لوکل گورنمنٹ کے حکام ہیں جو بحیثیت ملازم سرکاری ان مسائل کی چھان بنان سے خاص دلچسپی رکھتے ہیں۔ آج ہکویہ بھی موقع حاصل ہے کہ چار غیر سرکاری ممبران کونسل واضح قوانین موجود ہیں جو رعایا کے حاجات کے متعلق عام طور پر وثوق کے ساتھ تقریر کرنے کے قابل ہوں گے۔

گورنمنٹ ہند کی عنایت سے ڈاکٹر صاحب بہادر سائنس طبقات لارنس جن سے بڑھ کر اس ملک کی ترقی میں کسی کو دلچسپی نہیں ہے۔ ہمارے درمیان موجود ہیں۔ گورنمنٹ مدراس کی عنایت سے مسٹر چرٹن صاحب بھی موجود ہیں جنھوں نے اپنی ملازمت کے کئی سال ہندوستانی دستکار یونین میں صرف کیے ہیں اور جنگی کارگزاری احاطہ مدراس کی ترقی یافتہ صنعتی حالت میں نظر آتی ہے میرے دوست خان بہادر نیرجی دادا بھائی صاحب بھی موجود ہیں جو ناگپور کے ایک ایسے روئی کے کارخانے کے مالک ہیں جو دوسرے کارخانوں کے واسطے نظیر کا کام دیتا ہو۔ آپ ان تمام مسائل سے بھی واقف ہیں جن کا تعلق اس ملک میں مزدوروں کی ملازمت سے ہے۔

بحیثیت نائب لیوان تجارت کا بنور شکر سازی کے ایک بڑے کارخانے کے منیجر صاحب موجود ہیں جنھوں نے تجارتی تعلیم کی جانب بہت کچھ توجہ کی ہے



صنعتِ حرفت پر ہزار کی تقریریں

ہزار کی تقریر صوبہ متحدہ کی صنعتِ حرفت کی کانفرنس کے موقع پر

یہ کانفرنس ہمارے صوبے کی تعلیمی ترقی اور بیداری کی تاریخ میں ہمیشہ
یا دھار رہیگی۔ ۱۶ مئی ۱۹۰۷ء کو مئی سال کلب کے احاطے میں اس
کانفرنس کا اجلاس منعقد ہوا تھا۔ گو اس کانفرنس میں حاضرین جلسہ
کی تعداد قلیل تھی۔ لیکن مختلف فرقوں کے حقوق کی نیابت کرنیوالے
اصحاب شریک تھے۔

صاحبو!

ہم اس تصفیہ کے مطابق یکجا ہوئے ہیں۔ جس کا اعلان ہماری گورنمنٹ
نے اپنے رزلویشن ۱۶ مئی ۱۹۰۷ء میں کیا تھا۔ کہ یہ گورنمنٹ ایک کانفرنس
اس غرض سے منعقد کرے گی۔ کہ ان امور پر غور کرے کہ کس طرح صنعتی روپوں
کی بہترین حوصلہ افزائی ان صوبجات میں ہو سکتی ہے اور اپنی ضرورتوں کے
موافق ایک صنعتی نظام تیار کرے۔ میرا فرض یہ ہے کہ آج میں سب صاحبوں کا
خیر مقدم کروں اور آج آپ سب صاحبوں کی تشریف آوری کے واسطے

روپیہ اور سالانہ خرچہ اسٹاف کے لیے ۲۵ ہزار روپیہ کی ضرورت ہے۔ جو رقم
 ٹرسٹ فنڈ مانیجر سے آنی چاہیے۔ یہ ضروری ہے کہ لامارٹینر کالج ایسی حالت
 میں رکھا جائے کہ یورپین اسکولوں میں سب سے اعلیٰ درجے کا اسکول
 قرار دیا جائے۔ مسٹر سائیکس سابق پرنسپل کالج کے جذبات کا اعتراف کرنا
 چار افرض ہے جنہوں نے ۳۷ سال کالج میں صرف کیے۔



بیس برس پہلے جو خرچہ اس جماعت کی تعلیم کے لیے ہوتا تھا۔ اس میں اب ہائی چارج اضافہ ہو گیا ہے۔ ۴۰ ہزار یورپین لڑکے تعلیم پارہے ہیں جن میں سے ۲۵ فیصد یا تو فری سکولوں میں پڑھتے ہیں یا یتیم خانوں میں ہیں جس سے یورپین جماعت کی غربت کا پتہ چلتا ہے۔ ایک ورثہ غریب جماعت کا یہ ہے کہ ہائی سکول کے درجے تک باوجود کمی فیس کے صرف ۳۰ فیصد لڑکے پہنچتے ہیں ۲۰ فیصد یورپین لڑکے بہت کم تعلیم پا کر اپنے مدرسوں سے نکلتے ہیں۔ یونیورسٹی کی تعلیم میں دیکھا گیا ہے کہ کالجوں میں انکی تعداد ۲۰ برس کے اندر ۱۱ سے ۲۵ تک ہوئی ہے جو تعداد بہت کم ہے۔ جب تک یونیورسٹی میں لڑکے نہ شامل ہوں گے۔ کیونکہ انکو اعلیٰ درجے کی جگہیں مل سکتی ہیں۔ خاص انتظامات یورپین لڑکوں کی حوصلہ افزائی کے لیے یہ ہیں کہ اول دو ڈیڑھ کلکٹریاں ان صوبجات میں یوریشین جماعت کے لیے مخصوص کر دی گئی ہیں۔ دوسرے گورنمنٹ دوسو نوٹڈ کاسالانہ وظیفہ اس غرض سے دیتی ہے کہ ایک یوریشین لڑکا ہر سال تکمیل تعلیم کے لیے ولایت جائے۔ بلا اعلیٰ تعلیم کے کیونکہ ممکن ہے کہ یورپین لڑکے ولایت بھیجے جائیں۔ گورنمنٹ نے جدید کوڈ یورپین لڑکوں کی تعلیم کے لیے جاری کیا ہے جس سے گورنمنٹ ہند ۵۰ ہزار روپیہ سالانہ کے گرنٹ بصورت وظائف و اصلاح کرے کیونکہ اس غرض سے دنیا چاہتی ہے اس وظیفہ کے ذریعے سے بہت سے مدارس جو بازنہ سے دیے ہوئے تھے سبکدوش کیے گئے۔

خاص لامارٹینیر کالج کا ذکر کرتے ہوئے مسٹر بلر کی یادداشت کی تعریف کی۔ جنہوں نے کامل تحقیقات کے بعد قرار دیا تھا کہ عمارت کے لیے ڈیڑھ لاکھ

قیام و بقا کے لیے جمع رکھا جائیگا۔ مین وعدہ کرتا ہوں کہ جن جیغون مین
 اپنے کج مجھے شریک کیا ہے۔ انہیں میری دھچپی کبھی کم نہ ہوگی۔ ایکلی اسل میڈ
 مین مین آپ کا شریک ہوں کہ ان خٹبلینوں نے جو خیرات کی عمدہ نظیر قائم کی ہے
 اور ان ضروری عمارتوں کے لیے روپیہ دیا ہے۔ اور اسکول و یتیم خانہ تعمیر
 کرایا۔ اور انکے لیے روپیہ وقف کیا ہے اور لوگ آپکے شہر کی بہبود کے لیے
 اُسکی تاسی کریں۔ اور ایسی ہی فیاضیوں پر آمادہ ہوں گے۔

یہ سنکر مین خوش ہوا کہ محبِ طریٹ نے اپنے مشولے اور مدد سے
 آپکی مدد کی۔ اپنے لیڈر ہی ہیوٹ اور میرے لیے جو دعا کی ہے اُس کی بابت
 مین آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

ہنر آئر کی تقریر لا مارٹینر کا لکھنؤ مین

۵ مارچ ۱۹۰۷ء

کالج کی کامیابی اور ٹرسٹ کے گورنروں کی مستعدی کا ذکر کرنے کے
 بعد ہنر آئر نے اول تو اس الزام کے زور سے تردید کی۔

کہ وہ یورپین جماعت کے بچوں کی تعلیم کی طرف سے بڑی پرواہیں۔ یہ کہنا
 کہ گورنمنٹ ہندوستانیوں کے لیے تو انتظام کر رہی ہے کہ وہ حصولِ معاش
 مین سرگرمی ظاہر کریں۔ مگر اپنی جماعت کی طرف کچھ توجہ نہیں ہے۔ غلط ہے۔
 رٹ کی کالج کی جو صلاح ہوئی ہے۔ اُسین ہر جماعت کے لوگ حصہ لے سکتے ہیں۔
 علاوہ اسکے خاص تدابیر یورپین لڑکوں کی تعلیم کے لیے اختیار کیے گئے ہیں

بہت ہی قابل غور ہے کہ آخر امتحان ٹیڑ کیو لیشن میں جو پندرہ امیدوار شریک ہوئے تھے۔ وہ سب پاس ہوئے۔ اور انہیں سے گیارہ امیدوار اول دو کاموں میں پاس ہوئے۔

صوبے کی اور عمارتیں ان عمارتوں کا مقابلہ نہیں کر سکتیں مگر اپنے ایڈریس میں بیان کیا ہے کہ ابھی بعض ضرورتیں باقی ہیں جنکی بہت بڑی بہت ہے۔ جب وہ بھی رفع ہو جائیگی اسوقت اسکول کا سارا سامان درست ہو جائیگا۔ فیاض سر رستون کو چاہیے کہ باقی کے قائم کیے ہوئے امور کو اور ترقی دین اور ویرنل انسپکٹر اسکول کے لئے کہا تھا کہ کھیلنے کے میدان کے لیے قطعہ اراضی کی بڑی ضرورت ہے۔ اور لڑکوں کی صحت و تندرستی اور جسمانی بہبود اور خصلت بڑھانے کے لیے یہ ضروری ہے۔

آپ کے ایسے اسکولوں کے لیے یہ امور ضروری ہیں۔ اسکول کے متولیوں کی مدد میں ہر طرح کی کوشش کروں گا۔ کہ ان امور کے لیے آراضی بہم پہنچے۔

سیٹھ امولک رام رے بہادر متونی سیٹھ نتھ رام رے بہادر کے لائق شریک تھے۔ اُنکے اوصاف کا بھی گورنمنٹ نے اعتراف کیا تھا۔ بڑی خوشی کی بات ہے کہ آپ کے ایڈریس سے معلوم ہوا کہ سیٹھ میوہ رام اپنے والد کے قدم بقدم چلنے پر آمادہ ہیں۔ اُنکا قصد ہے کہ امولک ام تیم خانہ کے لیے جو مکان درکار ہے اُسے وہ اپنے روپیے سے تعمیر کر دیں۔ پس پہلے جو روپیہ عطا ہوا تھا وہ سیٹھ میوہ رام کی اس فیاضی کے باعث سے اس صیغہ کے

محیط بڑھ گیا تھا۔ اس زمانے میں میں پہلے پہل خورجہ سے واقف ہوا ہوں
اس شہر میں ہمیشہ سرگرمی سے کاروبار ہوا کرتے ہیں۔ میں اپنے گرد دیکھتا ہوں
کہ گزشتہ نسل سے اب بہت ترقی ہوئی ہے۔ اس ترقی کے ساتھ ایک تعلیمی
ضرورتیں بھی بڑھ گئی ہیں۔

آپ لوگ خوش نصیب تھے کہ آپ میں ایک ایسا شخص موجود تھا جو
اپنے شہر والوں کے فائدے کے لیے اپنی دولت خرچ کرنا چاہتا تھا۔ سیٹھ
نتھو مل رائے بہادر کی فیاضیوں کی بہت بڑی فہرست ہے۔ انھوں نے
فیض رساں طبیعت سے محض باشندگان خورجہ ہی کے لیے نہیں بلکہ تمام
صوبے کے واسطے ایک بہت ہی عمدہ نظیر قائم کی ہے۔ اور گورنمنٹ نے
دکھا دیا کہ وہ انکی کیسی عزت کرتی ہے۔ کہ انھیں رائے بہادر کا خطاب دیا۔
ہائی اسکول کے اغراض کے قواعد میں تصریح ہے جس کا آپ نے
اپنے ایڈریس میں حوالہ دیا ہے۔ ایسے مقام کے لیے یہ بہت ہی موزوں ہے
جہاں بکار آمد تعلیم دینے کی ضرورت ہے۔ منجرون نے دانائی سے سائنس
اور جسمانی تعلیم پر توجہ کی ہے اور اس بات پر آمادہ ہیں کہ جب لڑکے اسکول
سے جانے لگیں تو انھیں سرفیکٹ دیے جایا کریں۔ اس اسکول کی حالت
کے بارہ میں سکولوں کے انسپکٹر کی مین نے نہایت قابل طینان رپورٹ دی
ہے۔ میں مقرر ہوں کہ آپ کے اسکول میں پانچ سو طالب علموں کی خبر سنکر میں متحیر
ہو گیا۔ یونیورسٹی اور ہائی اسکول کے وظائف کے امتحان کا وظیفہ ہیڈ
ماسٹر لالہ کشمن پرشاد ایم۔ اے کی تعریف کرنے کے قابل ہے۔ یہ نتیجہ

آنے والی نسل کو اس شخص کی عظمت کا اندازہ ہوگا جس نے کالج کے نازک وقت میں نہایت قابلیت سے آپکی مدد کی اور وہ کام کیا کہ دوسرا شخص نہیں کر سکتا تھا۔ اس وقت قحط نے اس صوبے میں آنا چھوڑ دیے ہیں۔ میں وعدہ کر سکتا ہوں کہ اگر مالی حالت کا مطلع پر امید نظر آیا۔ تو لوکل گورنمنٹ مدد کرے گی میرے پیرویہ کام کیا گیا ہے کہ میں حضور والیسراے کی ہمدردی آپکے اس کام کے ساتھ ظاہر کروں۔ جس میں حضور والیسراے چندہ عنایت کریں گے۔ اور میں بھی اپنے جانب سے نذر کروں گا۔ اس سے بہتر اور کوئی مصروف دولت کا نہیں ہو سکتا۔ اور میں تحریک کرتا ہوں کہ نواب محسن الملک کی یادگار قائم رکھنے کے لیے آپ بڑے سے بڑے سرمایہ فراہم کرنے کا انتظام کریں۔

مہرا نر کی تقریر خورجہ میں فروری ۱۹۰۹ء

حضرات !

میں بہت خوش ہوا کہ اشنائے علی گڑھ و میرٹھ میں آپ کے شہر میں آؤں اور آپکے اس جدید ہوسٹل اسکول کا سنگ بنیاد نصب کرنے کی خواہش پوری کروں۔ جو رے بہادر سیٹھ نتھمل ہرموسٹ گولیش شاہ و شہنشاہ کی تاج پوشی کی یادگار میں تعمیر کرانے والے ہیں۔ اور امولک شیم خانہ کا بنیادی پتھر رکھوں۔ جو سیٹھ امولک ام رے بہادر متوفی کا عطیہ ہے۔ تیس برس ہوئے جب میں بلند شہر میں تھوڑے دن کے لیے اسٹنٹ

دیا ہے۔ اسی سلسلہ میں مین مسٹر ایس صاحب ہیڈ ماسٹر کی رے سے کچھ
 اقتباس کرتا ہوں۔ وہ لکھتے ہیں کہ بڑی دقت یہ پیش آ جاتی ہے کہ طلباء کی
 حاضریاں نہایت بے قاعدہ طور سے ہوتی ہیں۔ لڑکوں کے والدین متواتر
 چھٹی مانگتے ہیں۔ یہ باتیں نہایت تکلیف دہ معلوم ہوتی ہیں۔ مین ٹرسٹیوں
 سفارش کرتا ہوں کہ وہ اس معاملہ میں بہت جلد باقاعدہ صلاح کریں۔ ورنہ
 تعلیم میں خرابی واقع ہوگی۔ اپنے اپنے اڈیس میں نواب محسن الملک کی وفات
 کا ذکر کیا ہے۔ ایکویڈ ہوگا کہ دس برس پہلے کالج کی تالیف کا کس قدر پر آشوب
 زمانہ تھا۔ اور کالج بار قرض سے دبا ہوا تھا۔ مجھے اس کے دہرانے کی ضرورت
 نہیں ہے۔ نواب محسن الملک مرحوم کی کیا وقت تھی۔ آپ جانتے ہیں کہ
 اگر انکی زندگی کا خاتمہ نہ ہو جاتا تو وہ گورنمنٹ سے اپنے خدمات کا خاص صلہ پاتے
 انکی آخری زندگی میں مجھے کئی دفعہ معاملات کالج کے متعلق گفتگو کرنے کا اتفاق
 ہوا۔ کالج کی خیر طلبی انکی زندگی کا جذبہ قلبی تھا۔ انکا جسم کمزور ہو گیا تھا لیکن انکا
 جوش عالم شباب کی طرح نہایت گرم اور تیز تھا۔ کالج کے خدمات انھوں نے
 اپنی پر جوش فصاحت اور طلاقت لسانی سے انجام دیے۔ وہ اعلیٰ درجہ کے
 مقرر تھے۔ انھوں نے برگشتہ خیالات کے مسلمانوں کو اپنی شیریں زبانی سے
 کالج کی امداد پر آمادہ کیا۔ ہم لوگوں نے انکی اس پیرائہ سالی میں دورہ ہندوستان
 نہایت وقعت سے دیکھا۔ اور انھوں نے رنگون و ممبئی وغیرہ سے بڑے
 بڑے چندے وصول کرنے میں کامیابی حاصل کی۔ اس سے زیادہ اچھی
 کوئی یادگار انکی نہیں ہو سکتی۔ کہ کالج اور اسکی عمارت کو ترقی دی جا سکے۔

کہ طامن کالج رٹر کی مین آپکے نوجوان بہ آسانی لیے جائیں۔ اُسکے تکملہ کے لیے
 مناسب ہے کہ اسکول لیوننگ جماعتیں یہاں قائم کر دی جائیں۔ جہاں اعلیٰ ریاضی
 طبیعیات علم کیمیا اور مصنوعات کی تعلیم ہو۔ اور بی۔ ایس۔ سی۔ کے طلباء خاص
 طور سے اُسکے لیے مستعد کیے جائیں۔ اور ایک علیحدہ انجینئرنگ ڈپارٹمنٹ قائم
 کرنا بے سود ہوگا۔ کچھ عرصہ ہوا کہ ٹرشیون نے میرے پاس ایک یادداشت بھیجی
 تھی اُس میں یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ کالج مین ایک مشرقی محکمہ تعلیمات قائم کیا جائے۔
 جس میں قرآن مجید اور عربی کی تعلیم سے ابتدا کی جائے اور تالیف و جغرافیہ وغیرہ کی
 ضروری تعلیم بھی مادری زبان میں دی جائے۔ اور جس میں انگریزی بطور ایک دوسری
 زبان کے رکھی جائے۔ مگر لکھنؤ میں ایک دارالعلوم قائم ہو گیا ہے مین خوش
 ہوں کہ ٹرشیون نے اس کام کو ندوۃ العلماء کے ذمہ چھوڑ دیا ہے۔ آپکے کالج
 کے متعلق جو اسکول ہے اسکی بابت محکمہ تعلیمات نے رپورٹ کی ہے کہ اسکا
 حلقہ معلمین بہت نا کافی ہے۔ اس میں تعداد طلباء بہت زیادہ ہے اور اس میں
 تعلیم سائنس کا کوئی معقول انتظام نہیں ہے۔ آپکو چاہیے کہ اسکی طرف فوراً
 توجہ کریں۔ ڈاکٹر صاحب نے جلسہ مذکور میں اسکو تسلیم کیا تھا کہ ۶۰۰ طالب علموں
 سے زیادہ ایک اسکول میں کوئی ہیڈ ماسٹر پورے طور سے نگرانی نہیں کر سکتا۔
 مین ونچسٹر میں تعلیم پانچواں ہوں۔ وہاں ۵۰۰ طلباء کی تعین تعداد نے زمانہ حال
 میں بہت کچھ کامیابی دکھلائی ہے۔ مین آپ سے سفارش کرتا ہوں کہ آپ
 بھی اپنے یہاں تعین تعداد کا قاعدہ جاری کریں اور اسکول کی عمارت مجوزہ
 بہت جلد تیار کروں۔ جسکے واسطے اس صوبے کی گورنمنٹ نے بیس ہزار روپے

کے لیے نمونہ اور معیار ثابت کر دکھائیں۔ علی گڑھ کالج نے ایک ایسی پابست
 صائب الرائے حضرات کی پیدا کی ہے جو سیاست اور مذہب میں مومن و
 وفادار ہے۔ دوسری کوئی درس گاہ علی گڑھ کی شہرت اور وقت کے مقابل
 نہیں ہو سکتی۔ یہ پیشہ مسلمانوں کے علوم و فنون کا مرکز ہو گا۔ اور مجھے معلوم
 ہوتا ہے کہ اسکی خایت یہ ہے کہ ہندوستان کے اور حصوں کے لیے دور
 روشنی کے مینار کی طرح رہنمائی کرے جس طرح سے انگریز پچے ایٹن و منچسٹر
 یا ہیروین تعلیم پا کر اور ایک خاص انداز اور خیال لیکر نکلتے ہیں۔ اسی طرح
 علی گڑھ میں بھی جو تعلیم یافتہ ہوتا ہے وہ بھی ایک خاص رنگ شخصیت کا لیکر
 نکلتا ہے۔ میں متاسف ہوں گا۔ اگر آپ کے کالج میں ایسے انڈر گریجویٹوں کی
 بھر مار دیکھوں گا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ آپ اپنے کالج کے طلباء اور دارالافتاء
 کو وسعت نہ دیں۔ ہرگز میرا یہ منشا نہیں ہے۔ اور کوئی وجہ نہیں ہے کہ میں
 اسکی وسعت اور ترقی روکنے کی کوشش کروں۔ لیکن میں یہ ذہن نشین کرنا
 چاہتا ہوں کہ جس طرح آپ طلباء کی تعداد میں وسعت دین و سی ہی انکی تربیت
 و نگرانی کا بھی وسیع اور کافی انتظام کریں۔ ایک بات اور میری توجہ مبذول کرا
 رہی ہے اور وہ یہ ہے کہ مسلمان محکمہ آبپاشی اور محکمہ تعمیر میں بہت کم
 نظر آ رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ٹرٹیوں نے اسکو محسوس کیا ہو کہ ہمارے
 صوبے کے نوجوان انجمنہ نگ کی طرف بہت کم مائل ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ
 ٹرٹیوں نے رڑ کی کالج کے امتحانات داخلہ کی تیاری کی جماعتیں اپنے یہاں
 کھول دی ہیں تاکہ انکی غرض یہ ہوئی چاہیے کہ علی گڑھ میں ایسا انتظام ہونا چاہیے

طرح تعلیم دیکے۔ فیصلہ کرنا کہ ۶۰ طلباء کی تعداد سے زیادہ نہ ہونے پائے اور اُسکے بعد داخلہ مسدود کر دیا جائے۔ اگر ممکن ہو تو میرے نزدیک یہ دانشمندانہ بات ہوگی۔ کہ ہر درجہ یا اسکی شاخ میں انتہائی تعداد ۴۵ تک لکھی جائے۔ یہ تجویز الہ آباد یونیورسٹی کے ہدایات کے مطابق ہے۔ یونیورسٹی کمیشن کی تحقیقات میں جہاں تک مجھے خبر ہو ہے کہ بہت ہی کم ایسے معلم نکلیں گے جو ۶۰ طالب علموں کو ایک درجہ میں واقعی معنون میں تعلیم و تربیت دے سکیں اور ۴۵ کی تعداد وہ انتہائی تعداد ہے جس سے کہ ایک درجہ یا جماعت مرتب ہو سکتی ہے۔ میں اسکو پسند کرتا ہوں۔ میں اس تجویز کو بھی اچھا سمجھتا ہوں کہ علی گڑھ میں پوسٹ گریجویٹ کی تعلیموں کا بھی انتظام کیا جائے۔ اور اسکی کوشش کی جائے۔ کہ اور صوبوں میں بھی اسلامی درسگاہیں کھولی جائیں۔ جو علی گڑھ کی پوسٹ گریجویٹ جماعتوں کی شاخیں قرار پائیں۔ یہ ظاہر ہے کہ آپکی قوم ملک کے جدید دستور بحال کے لیے تیار ہے۔ پنجاب میں اسلامیہ کالج موجود ہے۔ رنگون میں بھی ایک اسلامی درسگاہ کھولنے کی تجویز ہو رہی ہے۔

مجھے جہاں تک معلوم ہوا ہے کہ راجی اور صوبہ سرحدی میں بھی اسلامیہ درسگاہوں کے اجراء کی تحریک زیر غور ہے اور کلکتہ کے مدرسہ کو بھی اعلیٰ درجے کا کالج بنانے کی تحریک ہے۔ یہ تمام تحریکیں مسلمانوں کی عام بیداری کی دلیل ہیں آپکے امکان سے باہر ہے کہ آپ اپنی تمام قوم کو تعلیم دے سکیں۔ اس لیے آپ کو چاہیے کہ ہندوستان کے اہل رحمتوں میں بھی اپنے ہم مذہبوں کو سلسلہ تعلیم میں مدد دیں۔ اور یہ چاہیے کہ آپ اپنے کالج اور سکول کو ہندوستان کے اور مسلمانوں

دل و جان سے اپنے منصب کے کارناموں کو برقرار رکھنے کے کوشش کی ہے۔ وہ اور ان کے دوسرے ہم عصر اپنے پیشرو حضرات سے کسی بات میں کم نہیں ہیں۔ اگر ان کا کوئی قصور ہے تو یہی ہے کہ ان کی تعداد کافی ہے۔ اگر ان کا کام مشکل پسند ہے تو ان کی محنتوں کی کچھ کم قدر قیمت نہیں کی گئی ہے۔ مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ اس وقت دو فرق ہیں۔ دونوں کا خیال ہے کہ مرکز و سرگاہ ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے ہو۔ لیکن اختلاف کی صورت پیدا کرنے میں بھی ایک فرق کا یہ خیال ہے کہ جتنے متعلم ہندوستان کے مختلف حصے سے آسکین وہ کالج میں داخل کر لیے جائیں۔

دوسرے کا یہ خیال ہے کہ ہم کالج کے بانی کی حکمت عملی پر قائم رہیں یعنی کتنا ہی نقصان ہو۔ مگر جتنے متعلموں کا ہم نظام کر سکیں اتنے ہی کو اپنے یہاں جگہ دیں۔ اب وقت ایسا آگیا ہے کہ اس کے تصفیہ کرنے میں کچھ دیر نہ ہونی چاہیے۔ اس وقت بھی بعض کالج کی جماعتوں میں تعداد طلباء اتنی زیادہ ہو گئی ہے کہ انہیں پوری پوری تعلیم اور تربیت کا انتظام مشکل ہو گیا ہے اور اس کے بھی آثار پائے جاتے ہیں۔ کہ متعلمین اور معلمین کے درمیان جو رابطہ اتحاد وہ بھی راہ راست پر لایا جائے۔ آپ کے انگریزی سکریٹری نواب مشتاق حسین صاحب نے ان معاملات کو نہایت خوب و دوراندیشی سے طو کر دیا ہے اور وہ طریقہ یہ ہے کہ جو حکمت عملی سر سید احمد کی تھی اور جو یونیورسٹی کمیشن کی رائے کے مطابق ہے۔ اس پر عمل درآمد کیا جائے۔ یہ دیکھ کر کہ باقاعدہ تربیت اور تعلیم کے لیے ایک درجہ یا جماعت میں ایک لکچرار اتنے ہی طلباء اپنے تحت میں لے چکے وہ اچھی

اسکو ضرور معلوم کر چکے ہوں گے۔ کہ موجودہ اسٹاف کثرت ذمہ داری کے آگے
 ناکافی ہے۔ مجھ کو سینئر نہایت خوشی ہوئی کہ آپ حلقہ معلمین کو زبردست بنانا
 چاہتے ہیں۔ اور اسکی ترکیب یہ نکالی ہے کہ مسلمان گریجویٹ فضیلت علمی کے
 لیے یورپ بھیجے جائیں۔ مجھے اسکا بھی یقین ہے کہ سرسید احمد خان کا انتہائی
 خیال یعنی یہ کہ انگریزی اسٹاف طلباء کی تعداد کی مناسبت کے ساتھ ساتھ رہے۔
 آپ کے پیش نظر ہے۔ علی گڑھ کے لیے یہ باعث فخر ہے کہ انگریزی پبلک اسکول کے
 طریقے پر رائج ہے۔ جب اسکے طلباء فارغ التحصیل ہو کر خدمات سرکاری میں منہمک
 ہوتے ہیں تو وہ ایک خاص بات کی وجہ سے ممتاز ہوتے ہیں۔ اور کشمکش حیات
 کے لیے کالج کے گرد و پیش کی چیزیں بہت زیادہ انھیں جوہر دار بنا دیتی ہیں۔ یہ بات
 ظاہر ہے کہ جیسا جیسا طلباء کی تعداد میں اضافہ ہوگا۔ ویسے ہی طلباء اور پروفیسر
 کامیل جول مشکل پسند ہوتا جائیگا۔ اور پرانے تعلقات کا اصلی حالت میں باقی
 رکھنا ایک اچھے اسٹاف کی صورت میں ہو سکتا ہے۔ کم سفر واد اور کم بیج میں
 جو چھوٹے چھوٹے کالج ہیں انکے میل و ملت کی مجلسی زندگی کو بڑے کالجوں پر
 بہت سی باتوں میں تفوق حاصل ہے۔ لیکن آپ زمانے کے آثار کو رد نہیں
 کر سکتے۔ اور جملہ باتوں کو محسوس کر کے جماعت منتظمین نے طلباء اور اسٹاف کے
 تعلقات ہموار بنانے کو اپنے ذمے لیا ہے۔ تاکہ جو لوگ یہاں پڑھتے ہیں انکو
 واقعی معنی میں فائدہ ہو۔ اسکے کہنے سے میرا یہ منشا نہیں ہے کہ میں یہاں کسیکو
 اس کی کا ذمہ دار ٹھہراؤں۔ جو طلباء اور اسٹاف کے درمیان ہے۔ مٹرا راج
 بولڈ جو آپ کے پرنسپل ہیں وہ نہایت اعلیٰ درجے کے فاضل اجل ہیں۔ انھوں نے

میرا نام بھی راجہ سر تصدق رسول خان بہادر کے ساتھ بطور نشانی کے منسلک کیا گیا ہے۔ راجہ صاحب نے پندرہ ہزار دیکھ کر اپنے عطیہ میں اضافہ فرمایا ہے۔ جو اس مجوزہ بورڈنگ ہاؤس میں صرف کیا جائیگا۔ اسی سلسلہ میں میں یہ اعلان کرنا چاہتا ہوں کہ سرس جمال اینڈ سنز لنگوئی نے آگے بڑھ کر وعدہ کیا ہے کہ وہ ایک دوسرا ہوٹل یعنی دارالاقامت عبدالروف و عبدالمشکور ہوٹل کے نام سے قائم کریں گے۔ جبکہ آپ کالج ان ممالک متحدہ میں قائم ہے اور اس صوبے کی گورنمنٹ سے اسکے تعلقات نہایت قریب ہیں۔ تو اس کالج پر صوبے کی گورنمنٹ سے زیادہ شاہی گورنمنٹ کا نشان ثبت ہے۔ قریب قریب ایک نصف حصہ طلباء کالج کا اس صوبے سے ہوتا ہے۔ بقیہ ہندوستان کے اور حصوں کیسی ریاستوں اور ڈائریکٹوریٹ سے ہے۔ اس کالج کا سنگ بنیاد آرل آف لٹن نے رکھا تھا۔ اور اسکی شاہانہ عظمت و حیثیت اس امر سے نمایاں ہوتی تھی کہ یکے بعد دیگرے ہر واپس نے اس سے دلچسپی لی۔ غیر ممکن ہے کہ ٹرسٹی کالج کی آئندہ حکمت عملی کے تصفیہ میں اس بات کو نظر انداز کریں۔ لوکل ٹرسٹی اور ڈائریکٹریٹ تعلیمات کے مابین جو گفت و شنید ۱۲ دسمبر کو ہوئی تھی۔ اس کے دیکھنے سے پایا جاتا ہے کہ ٹرسٹیوں نے اس نازک حالت کا احساس پورے طور سے کیا ہے جو کالج میں سالہاے سابق میں کثرت تعداد طلباء سے پیدا ہو گئی ہے اور اس غرض سے کہ تکمیل تعلیم کا معیار درست ہے۔ وہ کالج کی آئندہ وسعت کے بارہ میں ایک طوطہ شدہ روش اختیار کرنا چاہتے ہیں۔ جن لوگوں نے کالج کا معائنہ کیا ہے وہ

میں ٹرسٹیوں کو مبارکباد دیتا ہوں کہ انھوں نے نواب صاحب جیسے قابل شخص کو اس اہم منصب کے لیے اہل ٹھہرایا جس نے لاتنا ہی محنت قابلیت اور دوراندیشی سے اپنے فرائض کو انجام دیا۔ اسکا مجھ پر بڑا اثر ہے۔ میں آپ کے اس اعتراف کی بہت بڑی قدر کرتا ہوں۔ جو اپنے میری رفع قحط کی کوششوں اور ترقی حفظ صحت کی تدبیروں کے اعتراف و سپاس میں ظاہر کیا۔ اب میں اپنی توجہ اس بات کی طرف رجوع کرتا ہوں کہ آپ کا کالج موجودہ ضروریات زمانہ کے لحاظ سے کس طرح ترقی پذیر ہو۔ جن مقاصد سے آپ کا کالج قائم کیا گیا تھا وہ مذہب اسلام کے ہر پیرو کی اعانت کے مستحق ہیں۔ ان مقاصد کے حصول میں مرحوم سر سید احمد خان بہادر نہایت سرگرم رہے اور آپ کا یہ دعویٰ نہایت صحیح ہے کہ اس کالج کو آپ کی قوم ایک بہت بڑا سہارا اور ستون سمجھتی ہے۔ دو برس پہلے میں کہ میں نے اسی حال میں یہ بات جتائی تھی کہ کالج کی ذمہ داریوں کے ساتھ اسکی دشواریاں بھی بڑھتی جاتی ہیں۔ موجودہ اعداد اور شمار سے پایا جاتا ہے کہ آپ کے یہاں قریب قریب ۵۰۰ متعلم ہیں۔ آپ کے کالج کی یہ خصوصیت ہو کہ یہاں اقامت پسندی کا دستور ہے۔

میں نہایت خوش ہوں کہ آپ نے مجھے ایک دارالاقامت کے قیام اور دوسرے کے سنگ بنیاد نصب کرنے کے مراسم ادا کرنے کے لیے مدعو کیا۔ خان بہادر سردار یار محمد خان نے اپنے لڑکے کی یاد و نشان قائم رکھنے میں جو گران قدر عطیہ عنایت کیا ہے۔ اُس کے ساتھ ہنر کسلنی و پیرے نے اپنے نام نامی کا انتساب منظور فرمایا ہے۔ میں فخر و مباہات کے ساتھ کہتا ہوں کہ

ہزار کی تقریر محمد علی علیگڑھ میں

۲۲ فروری ۱۹۰۹ء

یورہائس۔ نواب سرفیاض علی خان۔ راجہ سرصدق رسول خان۔ نواب صاحبان
و معزز حضرات!۔

میں ٹرسٹی صاحبان کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انھوں نے نہایت تپاک سے
میرے خیر مقدم کیا ہے۔ آج جو حضرات یہاں موجود ہیں۔ میں انھیں باور کرانا چاہتا
ہوں کہ مجھے مسلمانوں کی بہبود و فلاح سے غایت درجے کی دلچسپی ہے اور ان
باتوں سے بھی دلچسپی ہے۔ جن سے اس قوم میں روشنی اخلاقی و مادی ترقی ہو۔
میرے دوست ہرہائس نواب صاحب امپور اپنی ریاست سے یہاں تشریف
لائے ہیں۔ کہ وہ کج کی کارروائی میں شرکت کر سکیں۔ اس سے انکا ذوق
و شوق پایا جاتا ہے۔ یہ ایک خال نیک ہے۔ کہ نواب سرکلب علی خان کے
پوتے یعنی ریاست رامپور کے والی ایسے روشن خیال اپنے ہم تدھیوں کے
درمیان موجود ہیں۔ میرے دوست نواب سرفیاض علی خان اور آنری
سکرٹری نواب مشتاق حسین صاحب کو مبارکباد دی جاتی ہے۔ کہ آج اتنی
بڑی تعداد ٹرسٹیوں کی یہاں موجود ہے۔

جب سے نواب مشتاق حسین صاحب آنری سکریٹری ہوئے ہیں
میرے آنے کا یہ پہلا اتفاق ہے۔ یہ حیثیت مربی کالج ہونے کے مجھے اتفاق
ہوا ہے کہ میں کالج کے آنریری سکریٹری سے قریب تر تعلقات رکھوں۔ اور

ابو صاحب نے یہ رائے دی کہ متولیان وقت کو چاہیے کہ وہ ایک اعلیٰ درجے کا باقاعدہ عربی مدرسہ قائم کریں اور اپنی محدود آمدنی کو ایک انگریزی اور ایک عربی مدرسے کے لیے منسٹر کرنا نہایت نامناسب ہے۔ گزشتہ جولائی کے گرمیوں کے موسم میں ایک دن ابو صاحب مجھے اپنے ساتھ لے گئے اور امام باڑہ کے تنگ حجرون میں ان عربی طلباء کو دکھلایا جو تحصیل علم میں مصروف تھے مجھے اُسی وقت خیال آیا کہ یہ تجویز کہ انگریزی اسکول کو رنٹ اپنی ذمہ داری میں لے لے اور عمارت کا ایک معقول معاوضہ دے کہ اُس سے عربی اسکول کی عمارت تعمیر ہو نہایت مناسب ہے۔ مجھے امید ہے کہ بہت جلد امام باڑے کے قریب عربی اسکول کی عمارت تیار ہو جائیگی۔ جہاں لکھنؤ کے نوجوان اپنے آبا و اجداد کے مذہب کی تعلیم حاصل کر کے ایک اچھی رعایا ثابت ہوں گے۔ میں اپنی اور اپنے سران ضلع کی طرف سے وعدہ کرتا ہوں کہ متولیوں کو ہر قسم کی امداد دی جائیگی۔ میں اپنی اور لیڈی ہیوٹ کی جانب سے اس خیر مقدم کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اس جلسہ تقسیم انعامات میں لیڈی می لینسڈون کی شرکت سے آپ لوگوں کو فخر حاصل ہوا۔ یہ اُس وائسرائے کی خاتون ہیں جس نے ہندوستان کی بہبود کے واسطے بہت کچھ کام کیا ہے۔

اس لحاظ سے میں سمجھتا ہوں کہ آج کی تاریخ اس اسکول کے کارنامے میں بہت نمایاں رہیگی۔



اُس میں ایسے خیالات کی اشاعت کرے۔ ابو صاحب نے بہت درست معوی
 کیا ہے کہ عربی السنہ قدیم کی مقبول تعلیم سے اچھے اطوار حاصل ہوتے ہیں اور اسی
 آدمی اپنے خاندان کا واجب التعمیم مشوا ہو سکتا ہے۔ اس سے وفادار اور نیک
 رعایا بن سکتے ہیں۔ کچھ زمانہ ہوتا ہے کہ مین نے الہ آباد یونیورسٹی کے جلسہ
 کانوکیشن میں بیان کیا تھا۔ کہ زمانہ حال کی نئی نسل میں ادب اور احترام بزرگوں کا
 مفقود ہوتا جاتا ہے۔ اس خرابی کا سبب ہمارا دنیاوی طریقہ تعلیم ہے۔ اسی
 گورنمنٹ کے لیے جسے مذہبی معاملات میں غیر جنبہ داری کی حکمت عملی اختیار
 کر رکھی ہے سخت مشکل ہے کہ وہ سرکاری مدرسوں میں مذہبی تعلیم کا انتظام کر سکے
 اس قسم کی دقتیں انگلستان میں بھی پیش آچکی ہیں۔ جہاں اتنے خدقات مذہبی
 معاملات میں نہیں پائے جاتے۔ ہندوستان میں یہ مشکل صد گونہ بڑھ گئی ہے اور
 اسکول سے باہر مذہبی تعلیم کے انتظام میں کوئی کامیابی نہیں ہوئی ہے اور
 صرف وہی مدرسے مذہبی تعلیم پورے طور سے دے سکتے ہیں جنہیں طلباء کی اقا
 کا انتظام کیا گیا ہے۔ جیسا کہ حسین آباد وقف میں اسکا بندوبست ہے۔ ہم
 مسیحی لوگ اور مذاہب سے بہت زیادہ مذہبی معاملات میں اورون سے واداری
 اور تحمل پسند کرتے ہیں۔ اور ہم نہایت شوق سے ایسے مدرسے کی حوصلہ افزائی
 کرنا چاہتے ہیں۔ جو مسلمانوں کو اپنے مذہب پر باقی رہنا بتاتا ہو۔ اور مسلمانوں
 میں وہ اطوار پیدا کرنا چاہتا ہے۔ جنکے لیے مسلمان دنیا میں مشہور ہیں۔ جب
 میرے دوست ابو صاحب نے اس مدرسے میں دلچسپی لینے کی دعوت دی
 تو میں نے اسکو بخوشی قبول کیا۔

ہزار کی تقریر حسین آباد لکھنؤ عربی اسکول کے جلسہ تقسیم انعامات میں

۱۳ جنوری ۱۹۰۹ء

معزز خواتین اور معزز حضرات -

یہ اسکول جسکے تقسیم انعامات کا آج یہ جلسہ ہے۔ عربی کی تحصیل و تکمیل کے لیے ہے۔ جو مسلمانوں کی مقدس شرع کی زبان ہے۔ قدرتی طور سے ہر شخص جب کو مسلمانوں میں مقدس صحائف کا علم اور انکے مذہب کے صحیح صحیح مفہوم کا رواج منظور ہے۔ لکھنؤ ایسے شہر میں جہاں مسلمانوں کے کھلے ہوئے تاریخی آثار عظمت پائے جاتے ہیں۔ ایسے مدرسے حوصلہ افزائی کرتا فرض ہے۔ لیکن ایک ایسے ملک میں جہاں عربی زبان روزمرہ کی زبان نہیں ہے ایک ایسے مدرسے کے وجود کا مستوجب ہونا محض اس بنا پر نہیں ہے کہ اس کی تحصیل سے مسلمان اپنے رسومات اسلام سے واقف ہوں گے اور اس اُنکو اپنے مذہب کے اصول سمجھنے میں آسانی ہوگی۔ ہم نے اس اُطریں میں جسکو ابو صاحب نے پیش کیا ہے۔ سلطنت انگلشیہ کے برکات کا پر جوش بیان سنا ہے جس میں اُصول کا بھی ذکر آیا ہے۔ جو وہ اپنی ہمعوموں کی تنہائی کے لیے فرمانروا قوم کے ساتھ برتاؤ کرنے میں مد نظر رکھنا چاہتے ہیں دینا کے تمام عظیم الشان مذاہب میں ہدایت کی گئی ہے کہ دنیا وی فرمانروا کی اطاعت و فرمانبرداری کرنی چاہیے۔ اور ہر مسلمان کا جو گورنمنٹ کا وفادار ہے اُسکا سب سے بڑا فرض یہ ہے کہ وہ جس مدرسے کا انتظام اپنے ذمے لے چکا ہو

یونیورسٹی کمیشن نے سفارش کی تھی کہ تعلیم کا بین نصاب تعلیم کو اعلیٰ و بہتر بنائیں۔ ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے مگر مین امیڈ کرتا ہوں کہ یونیورسٹی علم کو علم کے خاطر حاصل کرنے کے اصول سے گریز نہ کرے گی۔ ایک بات اور ضروری ہے کہ ہندوستانی طالب علموں میں باقاعدہ تحقیق و تنقید علمی کا مذاق اور ملک کی تاریخ کا اصول سے مطالعہ کرنا ضروری ہے۔ اور اسکے آثار قدیمہ اور اسکے مقاصدات پر نظر ڈالنا لازمی ہے۔ اب تک قدیم السنہ کی تحقیقات محض یورپین و امریکن فاضلون کے ہاتھ میں رہی ہے۔ اس صوبے میں یہ مضامین بھی قابل توجہ ہیں۔ زبان سنسکرت۔ عربی۔ پالی زبان (یہ صوبہ بھی بودھ علوم السنہ کا مرکز رہ چکا ہے)۔ زراعت تجزیہ زراعتی علم نباتات اقتصاد ہی تحقیقات وغیرہ۔ الہ آباد یونیورسٹی میں ایسے آدمی موجود ہیں۔ بہتر ہوتا کہ کچھ لوگ نئی نسل کو ایسے مضامین پر لکچر دیں۔ اور انہیں علمی ذوق و شوق پیدا کریں۔ ہندوستان کے دولتمندوں نے ترقی علوم کی سرپرستی نا کافی طور سے کی ہے۔ مگر اس وقت ایسے مقاصد و اغراض ہیں جن کے واسطے وہ عطیات نہایت خوبی سے نذر کر سکتے ہیں۔ امریکہ کی مثال جان اپنے طور سے لوگوں نے علم کی سرپرستی میں فیاضی دکھلائی ہے۔ ایسی ہی کہ ہندوستان میں اگر اسکی تقلید کی جائے تو بہت اچھا ہو۔



مگر کامی خداتہ میں متاثر نہ ہو چکے ہیں اور دو دانش چسپاں کے مشورے سے
الہ آباد یونیورسٹی کے جیتے جاگتہ تجویز میں ہوں۔ اب میں کچھ ترقیب و اصلاح کے
متعلق اپنا چاہتا ہوں۔

قدیم زمانہ میں ہندوستان کی تہذیب و اسکا ادب مشہور تھا۔ دنیا میں
جمہوری خیالات نے اطوار کے ان معیار کو کمزور کر دیا۔ اسکا اثر ہندوستان
میں بھی پڑا ہے۔ اسکول کے اوقات کے باہر مذہبی تعلیم کا تجربہ کم ہے۔ اس لیے
ہوا ہے۔ میں خیال کرتا ہوں۔ اس بار دین بہت کوشش ہونی چاہیے۔
مذہب العلماء اور سرکاری تجارت و برہمن ہندو مت۔ کی کوششوں کا اعتراف کرتا
ہوں۔ اب میں طلباء اور سیاست کے تعلقات پر کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ کوئی
شخص سیاست میں دخل دینے کا مجاز نہیں ہے۔ جب تک کہ اسے اچھی طرح تاریخ
سیاست ملک اور اصول و قانون ملکی سے واقفیت حاصل نہ کر لی ہو جس طرح
رعایا کو حقوق حاصل ہیں۔ اسی طرح اسپر چند ذمہ داریاں اور فرائض بھی ہیں۔
میں نہایت نامناسب سمجھتا ہوں کہ طالب علموں کی عجائبی سیاسی حکمتیں ان میں
دخل دیں۔ جب وقت آئے اس وقت ایک اچھے مرنے والے رعایا کی حیثیت
سے کام کر سکیں۔ لاڈلہ وزیر برہمن نے ایک موقع پر فرمایا ہے کہ جب تک ملک میں
امن و امان نہیں رہتا اس وقت تک علوم و فنون کی ترقی نہیں ہوتی۔ یہ ملک
کا فرض ہے کہ وہ سرکار کو اندرون ملک امن و امان قائم رکھنے میں مدد دے۔
ایک عام بیداری کے آثار ضرور پائے جاتے ہیں۔ مگر اسکے لیے شہادت
کہ ہندوستان کے اس سرے سے اس سرے تک امن و امان باقی رہے

اور جذبات مضربین اور ہندو مذہب کے بعض بہترین شذرات مسطور ہیں۔ یہ ایک طول امل ہے کہ کالج میں مشرقی علوم کا سامان درس کیا جائے۔ جن کو سنسکرت کا شوق ہو وہ سنسکرت کالج بنارس سے فائدہ اٹھائیں اور جنکو عربی کی تکمیل و تحصیل منظور ہو وہ علی گڑھ محمدان کالج سے مستفید ہوں۔ مادری زبان کی جانب سے بے پرواہی کرنے سے ایک اخلاقی نقصان بھی پہنچتا ہے۔ آخر طلباء کس چیز سے اپنے آبا و اجداد کے خیالات پر قائم رہ سکیں۔ اور حالت یہ ہے کہ وہ یولپ کی نہایت سرسری واقفیت حاصل کرتے ہیں۔ اور خود اپنے قومی حالات سے ناواقف رہتے ہیں۔ طالب علم کا دماغ منتشر ہو کر غریبوں حصار میں چکر کھاتا رہتا ہے۔ اور ہوا کے پھیدیلوں سے ادھر ادھر پریشان رہتا ہے۔ بہت اچھلے کہ دیسی زبانوں کے اچھے شعرا اور مصنفوں کے اچھے خیالات مستفیض ہوں۔ ہندوستان کی اعلیٰ تعلیم پر الزام لگایا جاتا ہے کہ اس سیاسی پیچیدگیوں پیدا ہوتی ہیں اور باختر آدمیوں نے موجودہ طرز تعلیم کو ناقص گردانا ہے۔ ہرگز اعلیٰ تعلیم کا مخالف نہیں ہوں۔ مگر میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ کا معیار تعلیم بلند ہو اور آپ کی یونیورسٹی کی ڈگریاں علمی خصوصیات سے زیادہ قدر و قیمت کے لائق ہوں۔ اس لیے بہتر ہے کہ آپ اُن وقفوں کو راستے سے ہٹا دیں جو اعلیٰ تعلیم کو روکتی ہیں۔ میں پراونشل سروس کی بابت کہنا چاہتا ہوں کہ ہر سال سات پروفیسری ڈپٹی کلکٹر لیے جائیں گے۔ اور میں نے گورنمنٹ کو صلاح دی ہے کہ یہ سب الہ آباد یونیورسٹی کے گریجویٹ ہوں۔ تین زمینداروں اور تعلقہ داروں کے طبقے سے لیے جائیں۔ دو اُن خاندانوں سے جنکے ارکان

اگر ایک نے بہت خوب لکھا ہے کہ ایسی کتاب اُن لڑکوں کے لیے مفید
 نہیں ہو سکتی جنکی گھٹتی مین مان نے ادب و تہذیب لکھا ہو۔ اپنے سب بڑوں
 کا ادب و لحاظ سکھایا ہو۔ اور مذہب کے درجے تک چند اصول کی پابندی
 بتائی ہو۔ میرے نزدیک بھی ایسی کتاب ہندوستانی طلباء کے لیے مفید
 نہیں ہو سکتی۔ میرے نزدیک نہایت مناسب ہوگا کہ شر کے حصہ میں
 زمانہ حال کی کتابیں لکھی جائیں۔ مجھے خدیو و فیروز نے شکایت کی کہ
 ایسی کتابوں کے کورس میں لکھنے سے تعلیم و تکمیل انگریزی میں مرج ہوئے
 ایسی کتابوں سے ہندوستانی طلباء کے دماغ میں نہایت نا آشنا باتیں پیدا
 ہوتی ہیں۔ بات یہ ہے کہ لڑکوں کو محض انگریزی زبان کی نیم تعلیم دی جاتی ہے۔
 میں نے اکثر بی۔ اے۔ اور ایم۔ اے۔ کے لڑکوں کو دیکھا ہے کہ وہ ایک سطر
 بھی صحیح انگریزی نہیں لکھ سکتے اور طرہ یہ کہ تلفظ تک صحیح نہیں ہوتا۔ میرے خیال
 میں یونیورسٹی کا فرض ہے کہ وہ انگریزی زبان کی صحیح صحیح تحصیل و تکمیل کا انتظام
 کرے۔ مسٹر جسٹس آ تو توش مکرجی نے کلکتہ یونیورسٹی کے کانوکیشن کے موقع پر
 خوب کہا ہے کہ مغربی روشنی ہم تک مغربی دروازوں سے پہونچنی چاہیے اور
 مشرقی درجیوں کی جالیوں یا جھروکھوں سے نہ پہونچنی چاہیے۔ یہ قیاس
 نہایت صحیح ہے اور نہایت خوبصورتی سے ادا کیا گیا ہے۔ اسکے ساتھ ہی
 مشرقی زبانوں کی طرف سے بھی بے پروائی نہ ہونی چاہیے۔ یونیورسٹی کمیشن
 بھی ویسی زبانوں کی سفارش کی ہے۔ کتنے ہندوستانی و اس کی رامائن اچھی
 طرح سمجھ کر پڑھ سکتے ہیں۔ اس کتاب میں نہایت اچھی زبان میں نہایت پاکیزہ خیالات

خوشی کی بات ہے کہ یونیورسٹی نے یل۔ ڈی یعنی فضیلت تعلیمی کی ڈگری کا انتظام اچھی طرح کر لیا ہے۔ ہمارے اسکولوں میں اچھے استادوں کی بہت کمی ہے۔ یورپ میں اسکول تسلیم کر لیا ہے کہ یونیورسٹی کا فرض اولین ہے کہ وہ اچھے استادوں کا انتظام کرے۔ استادوں کی تعلیم کا جزو و عظم ہے کہ وہ تعلیم کی علمی و تنقیدی حکمت عملی سے آگاہ کیے جائیں۔ اسکی بھی ضرورت ہے کہ وہ اعلیٰ درجے کی اخلاقی تعلیم کے امین قرار دیے جائیں کیونکہ اصلی معلم وہی ہیں۔ جو لڑکوں کے قلب و ضمیر و دماغ و ذہن کی بھی اچھی تربیت کریں۔ یہ انھیں پر منحصر ہے کہ جنکو وہ پڑھاتے ہیں وہ انھیں زندگی کے اعلیٰ اصول سے اچھی طرح واقف کریں محض کتابی تعلیم سے زندگی کے میدان جنگ میں کوئی اچھی طرح مسلح نہیں ہو سکتا۔ اور لڑکوں کو چاہیے کہ اسکول اور کالج کے زمانہ تعلیم میں نہ صرف اپنے دماغ کو مضبوط اور مستحکم بنائیں بلکہ اپنی فطرت۔ اپنے جوہر اور اپنے کمالات کو فروغ دیں۔ استاد کا فرض ہے کہ وہ اپنے متعلمین پر پورا دابہ ضابطہ رکھیں۔ تاکہ انکے شاگردوں میں اطاعت فرمانبرداری پیدا ہو۔ جو تکمیل شخصیت کا جزو و عظم ہے۔ مگر اُسکے لیے ضروری ہے کہ وہ خود بھی کسی تربیت گاہ میں ضابطہ اور تربیت سے پوری طرح آشنا کیے جائیں۔ اب میں یونیورسٹی کی چند غلط کاریوں پر کچھ کہنا چاہتا ہوں جو نصاب انگریزی میٹر کولیشن کے امتحان میں دکھایا ہے۔ وہ سخت درجہ قابل اعتراض ہے۔ ۱۹۰۸ء کے نثر کے حصے میں تمام براؤن اسکول ڈیٹر نامی کتاب لکھی گئی ہے۔ یہ کتاب ایک حد تک ضرور مفید ہے۔ مگر نہری

ان وجوہ سے میں نے قرار دیا ہے کہ یہ امتحان ملازمت سرکاری کے لیے
 کبھی مستحق نہیں ٹھہرا سکتا۔ بس دو معیار ہو سکتے ہیں۔ یا تو اسکول لیونگ ٹیفٹ
 حاصل کیا جائے۔ یا کوئی ڈگری بعض خاص حالتوں میں لیٹ۔ اسے کا
 امتحان بھی مستحق عہدہ ہوگا۔

میں ابھی ذکر کر چکا ہوں کہ ہر ضلع میں ایک ماڈل ہائی اسکول ہوگا۔
 گورنمنٹ نے آزمائش تین مقامات پر کپڑہ بننے کے اسکول کھول دیے ہیں۔
 لکھنؤ میں بھی ایک صنعتی اسکول بھی جاری کیا گیا ہے۔ اور بریلی میں ایک بڑھئی
 اور لوہار کا مدرسہ جاری ہونے والا ہے۔ ایک زراعتی کالج بھی اس صوبے
 میں تیار ہونے والا ہے۔ گورنمنٹ نے کالج (درگاہ قانون) کے لیے
 ایک لاکھ روپیہ عنایت کیا ہے۔ میں آپ کو ابھی بتا چکا ہوں کہ گورنمنٹ نے
 کہانتاک مختلف پیشوں کی مختلف تعلیموں کا انتظام کیا ہے۔ اب یونیورسٹی کا
 فرض ہے کہ وہ بھی اس میں شرکت کرے۔ انسوس ہے کہ یونیورسٹی کمیشن کے
 اُن سفارشوں کا یونیورسٹی نے کوئی انتظام نہیں کیا۔ جو اُسے تجارتی تعلیم
 اور مضامین کے بارے میں کی تھیں۔ مجھے امید ہے کہ فیکلٹی آف سائنس
 کا بھی یونیورسٹی میں بہت جلد انتظام ہوگا۔ اب میں کالج کے نصاب تعلیم کی طرف
 توجہ کرتا ہوں۔ جو لوگ لیٹ۔ اے۔ میں کمپٹری لیتے ہیں۔ انکو چاہیے کہ ان
 طور سے مشاہدات کا بھی استفادہ کریں۔ سائنس کی تعلیم آگے چل کر اور زیادہ
 ضروری ہو جائیگی۔ کیونکہ طلباء مجوزہ ٹریل کالج میں لیے جائیں گے۔ اور جنکے پاس
 یہ ٹیفٹ ہوگا۔ انکو ٹریل کالج میں ایک سال کم پڑھنا ہوگا۔

ایسی صورت میں کیا تعلیم ہو سکتی ہے۔

اب بین یونیورسٹی کے امتحانات پر کچھ کہتا ہوں۔ مٹرکیو لیشن کے گذشتہ امتحان میں ۳۰۰۰ طالب علموں میں صرف ۳۵ نے اول درجے میں امتحان پاس کیا۔ ایف۔ اے۔ میں ۱۳۰۰ طالب علموں میں ۱۲ سے زیادہ طالب علموں نے اول درجے میں کامیابی حاصل نہیں کی۔

بی۔ اے۔ کے ۲۲۹ طالب علموں میں صرف دو نے امتیازی درجہ

پایا۔ اور

ایم۔ اے۔ میں ایک طالب علم بھی اول درجے میں نہیں آیا۔ ان نتائج سے ظاہر ہوتا ہے کہ مدارس میں جو تعلیم ہوتی چاہیے وہ نہیں ہوتی۔ بہت سے طالب علم ایسے ہوتے ہیں جو یونیورسٹی کی تعلیم سے بے بہرہ رہتے ہیں۔ ان باتوں کو پیش نظر رکھ کر اسکول لیونگ سٹرنفیکٹ کا امتحان جاری کیا گیا ہے۔ یہ سٹرنفیکٹ اعلیٰ تعلیم کے لیے ایک قسم کا پروانہ راہداری ہے۔ اسکے امتحان کا عملی تنگ اور مختلف مضامین ضروریہ کا امتحان اس طریقہ کو نہایت کارآمد بناتا ہے۔ ایک بات اور اچھی ہے کہ اسمین طالب علم کو لازمی طور سے دیسی زبان بھی اختیار کرنا پڑتی ہے۔ مختصر یہ ہے کہ اسکول لیونگ سٹرنفیکٹ سے اسکول کی تعلیم کامیاب اعلیٰ ہو جاتا ہے۔ اس غرض سے کہ یہ طریقہ کامیاب ہو۔ یہ سوچا گیا ہو کہ شکاری اور صناعی۔ سائنس کے قیاس۔ اور عملی تعلیم۔ اور علم نباتات و زراعت وغیرہ کے اختیار ہی مضامین کی تعلیم رائج کی جائے۔ میں اس بات کو بہت برا سمجھتا ہوں کہ لوگ مٹرکیو لیشن کا امتحان صرف گورنمنٹ کی ملازمت کے لیے پاس کرتے تھے۔

درس گاہیں عام تعلیمات سے ایک جداگانہ حیثیت رکھتی ہیں۔ ہندوستانی
 یونیورسٹیوں نے دنیا کے جدید رد و بدل سے بے پرواہی ظاہر کی۔ اور
 ہندوستانی قوم کی مختلف ضرورتوں سے بے التفاطی کرتی رہیں اگر یونیورسٹی
 کا یہ فرض ہے کہ وہ جدید ضرورتوں کے موافق اپنے آپ کو مستور ثابت کرے تو
 اسی طرح گورنمنٹ کا بھی فرض ہے کہ وہ ان باتوں کا لحاظ کرے۔ مین ابتدائی
 تعلیم پر بہت زیادہ نہیں کہنا چاہتا۔ لیکن یہ ضرور کہوں گا کہ تعلیم نسوان کے
 ایک اچھے دستور العمل سے ہندوستانی لڑکیاں خانہ دار ہی کا اچھا انتظام کر سکیں گی
 اور اپنے بچوں کے حق میں اچھی مان ثابت ہو سکیں گی۔ تعلیم متوسطہ کے بارہ میں
 یہ طو ہو گیا ہے کہ ہر ضلع میں نمونہ کا ایک سرکاری اسکول اور امتحان اسکول لپک
 کا دستور قائم کیا جائے۔ چند سال سے انگریزی تعلیم کی طرف بہت رجحان ہو گیا
 ہے۔ اور ہر ضلع اسکول میں طلباء کی تعداد کی کثرت ہو گئی ہے۔ ایسی حالت
 میں ضروری ہے کہ اس کا انتظام کیا جائے۔ مین یہ کہنا چاہتا ہوں کہ گورنمنٹ
 کا منشا ہرگز یہ نہیں ہے کہ وہ تعلیم کی راہ میں وقتیں حائل کرے۔ بلکہ ہر اسکول
 اُتنے ہی متعلموں کے پڑھانے کا بندوبست کرے۔ جتنا کہ وہ اچھی طرح کر سکتا
 ہے۔ ابھی حال میں ڈائریکٹر صاحب تعلیمات گورکھپور کے ضلع ہائی اسکول کے
 معائنہ کے لیے گئے تھے۔ انھوں نے ۵۱۲ طالب علموں کے نام رجسٹر میں مندرج
 پائے۔ حالانکہ قواعد و ضوابط کی رو سے ۴۲۴ تعداد ہوتی چاہیے۔ چار جماعتیں
 ایک ہال میں سبق لے رہی تھیں۔ جہاں اس قدر شور و غل ہو رہا تھا کہ اُستادوں
 کو چلانا پڑتا تھا۔ اور بعض جماعتیں برآمدے میں بیٹھی ہوئی تھیں۔ ظاہر ہے کہ

بتائیں۔ لیکن میں اس سے زیادہ امید نہیں دلا سکتا۔ کیونکہ اخراجات قحط سے صوبے کی کل آمدنی منتشر ہو رہی ہے۔

میں آخر میں پھر آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ میرے عہد میں آپ کا کالج نمایان ترقی کرے گا۔

ہزار کی تقریر الہ آباد یونیورسٹی کانوکیشن میں

۱۲ نومبر ۱۹۰۸ء

مسٹر والسین جینسلر و ممبران سینٹ!۔

عام دستور یہ ہے کہ کانوکیشن کے وقت سب سے پہلے جماعت منتظمین کے رد و بدل کا ذکر کیا جائے۔ اور گزشتہ سال کے ضروری واقعات پر ایک سرسری نظر ڈالی جائے۔ گزشتہ سال اس بات پر بڑی رد و قح رہی کہ ہم نے جو طریقہ تعلیم ہندوستان میں رائج کیا ہے۔ وہ ملک کے حق میں مفید ہے۔ یا نہیں۔ یا لازم کہ ہمارا طریقہ تعلیم زیادہ تر کتابی و علمی ہے کوئی نیا الزام نہیں ہے اور بے بنیاد بھی نہیں ہے۔ تعلیم کی کمیشن نے بھی اس پر سختی سے اعتراض کیا ہے۔ گورنمنٹ عالیہ نے بھی یونیورسٹی کمیشن کی سفارشوں کو دیکھ کر توقع ظاہر کی ہے کہ ان تبدیلیوں سے معاش کی مختلف شاہراہوں کے دروازے کھل جائیں گے۔ اعلیٰ طبقہ میں دماغی رفعت پیدا ہوگی اور ہندوستان کی صنعتوں کے وسائل سرسبز ہوں گے۔ چھ برس ہوتے ہیں کہ یہ خیال ظاہر کیا گیا تھا۔ اب ہمیں دیکھنا ہے کہ اس میں کتنی کامیابی ہوئی۔ ہندوستانی یونیورسٹیوں کو یہ خیال ہے کہ ہماری

خورتوں کو خواہ وہ بیوہ ہوں یا بیاہی ہوں۔ ہندی منسکرت کا حساب و کتاب
سکھایا جائے۔ ہر شخص کو آپکی ان کوششوں سے ہم رومی ہونی چاہیے مین
آپکے تجاویز کی کامیابی مین دست بردار ہوں۔ مجھے امید ہے کہ آپ اپنی ضرورت
کے واسطے تعمیر کا سامان کریں گے۔

ہزارنہ کی تقریر اگرچہ کالج مین افتتاح بورڈنگ ہاوس کے وقت

۴ جنوری ۱۹۰۸ء

صاحبو! میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے میرا آخر مقدم نہایت خوشی کے ساتھ
کیا۔ مجھے آپ کے بورڈنگ ہاوس کے افتتاح کرنے مین نہایت درجہ مسرت
ٹرسٹیان کالج نے اعلیٰ تعلیم اور خاص کر سائنس و صنعت و حرفت کے کسی حامی کی
اس درجہ استقبال نہ کیا ہوگا۔ جتنا کہ میرا استقبال ہوا۔ میں آپکے ان الفاظ کی بہت
قدر کرتا ہوں۔ یہ کالج جسکا آپ لوگ انتظام کرتے ہیں۔ خاص طور پر قابل لحاظ
کیونکہ بہت پرانی درسگاہ ہے۔

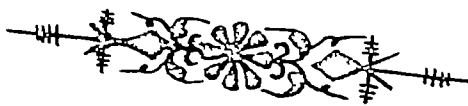
یہ کالج مصیبت کے کئی دور دیکھ چکا ہے۔ ۱۸۷۹ء و ۱۸۸۰ء مین اس
کالج مین صرف چھبیس طالب علم تھے۔ اسکے بعد اکیس اور فی طالب علم ۱۶۶
روپیہ سالانہ کا خرچ تھا۔ گورنمنٹ ہند نے اس انتظام مین تبدیلی کی۔ ٹرسٹیوں کی
ایک جماعت مقرر ہوئی۔ اس وقت مسٹر لکڑیڈ ٹامسن پرنسپل تھے جو نہایت

لکھنؤ میں نہرانر کی تقریر ہندو لڑکیوں کے جلسہ انعامات میں

(لکھنؤ)

آج سہ پہر کو لکھنؤ کے ہندو لڑکیوں کے اسکول کے جلسہ تقسیم انعامات میں شریک ہو کر اسکول کے مقاصد مجھے یہ معلوم ہوئے ہیں۔ کہ ہندو لڑکیوں کو ننگالی ہندی سنسکرت اور انگریزی اور دو سر کی مشغول کی تعلیم دی جائے۔ جو لڑکیوں کے حسب حال ہوں اور ہندو علم ادب سے تمیلات و حکایات اخذ کر کے خلاقی تعلیم دی جائے۔ یہ اسکول کئی سال سے قائم ہے۔ گزشتہ سال لڑکیوں کی تعداد ۱۰۴ تھی۔ اس وقت ۱۰۴ ہے۔ اسکو تو ہم سب لوگ جانتے ہیں کہ ہندوستان اس وقت تعلیم نسوان کے باب میں بہت پیچھے ہے۔ پرانی وہی باتوں کے علاوہ سرمایہ کی کمی اور اچھی استانیان نہ ملنے سے اور بھی سخت دقت کا سامنا کرنا ہوتا ہے۔ ۵۰ سال پہلے انگلستان میں تعلیم نسوان پر بہت کم توجہ کی جاتی تھی۔ کج کل انگلستان میں لڑکیوں کو مثل لڑکوں کے ہر طرح کی تعلیم کا موقع حاصل ہے۔ ہندوستان میں بھی ایک مانہ ایک تعلیم نسوان کو فروغ ہوگا۔ جن بزرگوں نے یہ اسکول قائم کیا ہے انکی ہر طرح حوصلہ افزائی کرنی چاہیے۔ اور گورنمنٹ ہمیشہ ایسے کا خیر میں مدد دینے کے لیے تیار ہے۔ جسکے بانی اپنی مدد آپ کرنا ثابت کر دکھائیں۔ یکم اپریل ۱۹۰۸ء سے گورنمنٹ اس درس گاہ کے لیے ایک ماہانہ عطیہ مقرر کرے گی۔ آپ کے بیان معلوم تیار کرنے کا بھی سامان ہے۔ یہ نہایت اچھی بات ہے آپ کے اسکول میں پرورشین مستورات کے واسطے ایک درجہ قائم کیا گیا ہے کہ ہندو

لیکن اب بھی جب کبھی گورنمنٹ کو کوئی جنگی محم پیش آئی ہے تو چھترپون نے نہایت مردانگی سے ساتھ دیا ہے۔ اب آپ کو کون نے صلح جوکا مون اور شیون کی طرف اپنا میلان ظاہر کیا ہے۔ لیکن ہر حال میں ان بہادرانہ اصول سے گم نہ ہون کیا۔ جو آپ کے قومی روایات کا خاصہ ہیں۔ میں نہایت ممنون و شکر گزار ہوں کہ ایسی حالت میں جب آپ کے بعض ہم وطنوں نے جادہ اعتدال سے قدم ہٹا کر نکالا۔ اور سلطنت برطانیہ کے خلاف ہوئے۔ آپ نے عقیدت مندی سلطنت برطانیہ سے ظاہر کی ہے اور یہ واضح کر دیا ہے کہ گورنمنٹ ہمیشہ رفع شکایت کے لیے متفکر و مستعد رہتی ہے۔ اور ساتھ ہی صنعتی ترقی کی جو یان ہے۔ میں ان باتوں کو شکر نہایت خوش ہوں۔ اور مجھ کو امید ہے کہ نئی تال کی صنعتی کانفرنس سے نہایت اچھے نتائج مرتب ہوں گے۔ میں اسکو ماننا ہوں کہ چھتری قوم تعلیم میں بہت پیچھے ہے۔ اور آپ واجب الامراد کو کون کی اعانت کرنا چاہتے ہیں۔ آپ کے ایلرین سے یہ بات پائی جاتی ہے۔ کہ آپ ایک علیحدہ کالج قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اگر آپکا یہ خیال ہے تو اس تجویز کی خاکہ کشی اور فراہمی سرمایہ میں کوئی دقت نہ ہوگی۔ آپ کو یاد ہوگا کہ اگرہ میں نے یہ بات کہی تھی کہ اگر کالج کی عمارت کے لیے اور اخراجات تعلیم کے لیے کافی سرمایہ ہو جائیگا۔ تو میں اس تجویز کی مناسب مجموعی سے تائید کروں گا۔ میں بہت خوش ہوں گا۔ اگر آپ لوگ اسکا سامان کریں۔ اولہ اس صوبہ میں کوئی معقول موقع زمین پسند کریں۔ میں انھیں الفاظ پر قائم ہوں۔



ہو جائیں گے۔ یہ بڑے فخر کی بات ہے کہ اس لائبریری کے سنگ بنیاد نصب کرنے کا مجھے موقع دیا گیا جو عظمت پناہ شہزادہ ولیس اور شہزادی ولیس کی شہزادی کی بہترین یادگار بنارس میں ہے۔ جس سے سنسکرت علوم کی ترقی وابستہ ہے۔ اور جس سے آپ لوگوں میں زمانہ حال کی ضرورتوں کے موافق آئندہ عالم اور کامل پیدا ہوں گے۔

نہار کی تقریر چھتری ہماسبھا ڈیپوشن کے ایڈریس کے جواب میں ۱۹۰۷ء

میں نے اخبارات میں چھتری ہماسبھا کے جلسہ کی پوری کیفیت نہایت مسرت کے ساتھ پڑھی تھی۔ یہ جلسہ ۲۲ ستمبر ۱۹۰۷ء کو بنارس میں منعقد ہوا تھا۔ اس جلسہ میں یہ بات پاس ہوئی تھی کہ چھتری لوگ گورنمنٹ کی وفادار رعایا ہیں اور یہ تحریک گورنمنٹ کی خدمت میں بھیج دی جائے۔ کہ وہ ملک مغظم کو بچا دیں بنارس کے جلسہ مذکورہ میں آپ کے میر مجلس نے یہ کہا تھا کہ ہمارے مقدس قانون کی رو سے جو فرمانروا ہوا اسکے ساتھ وفاداری برتنا ایک ضروری فرض ہے۔ اور یہ بھی بیان کیا تھا کہ یہ وفاداری نہ صرف مذہب یا روائت و اجبی ہے۔ بلکہ ذاتی مفاد کے خیال سے بھی لازمی ہے۔ اس ملک میں امن و امان قائم ہونے سے پہلے چھتریوں نے برابر اپنے فرمانرواؤں کی خاطر جان بازی و جان نثاری سے کام لیا ہے اور تاریخ ہندوستان میں بہت مثالیں جان بازی کی پائی جاتی ہیں۔ آج کل ہم ایسے زمانہ میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ جب ہر طرف امن و امان کا تسلط ہو

طالب علموں کے واسطے گزشتہ موجودہ علوم کا سامان ہو۔ اور اس درجہ شہرت پذیر ہو۔ کہ دور دور سے فاضل و کامل تحقیقات علمی کے لیے آئیں۔ اس لائبریری میں دہائیں بہا صائف و مسودات قلمی باقاعدہ طور سے رکھے جائیں گے۔ جواب تک عدم گنجائش کی وجہ سے کالج میں پڑے ہوئے ہیں اور اسی لائبریری میں زمانہ حال کے وہ سنسکرت تصانیف بھی ہوں گے جو استادوں اور شاگردوں کے لیے یکساں مفید ہیں سنسکرت کی ایک ایسی لائبریری جو اپنے خزانہ اور کالج کی تاریخ قدیم کے شایان شان ہو۔ نہایت اچھی اور بہتر شہزادہ ولیس اور شہزادی ولیس کی تشریف آوری بنارس کی یادگار ہوگی۔ بنارس سنسکرت علوم کا محترم و معدن و مرکز ہے۔ اور اس لائبریری کا نام پرنس آف ولیس (سر سوتی جھون) ہمیشہ انگلستان کے تحت و تاج کی طرف اس شہر کی عقیدت مند ہی کو یاد دلایگا۔ بہت سے لوگوں نے آپ کو اس کام میں مدد دی ہے۔ اور یہ نہایت قابل ذکر بات ہے۔ کہ اس شہر میں سنسکرت علوم کی ترقی کے لیے خاص طور سے ذوق و شوق ظاہر کیا جا رہا ہے جس خاتون نے لائبریری کے لیے اُسکو جگہ دی ہے۔ اور نہایت ہمارا راجہ صاحب بنارس اور آنرےبل مسٹر مادھو لال کا احسان آپ کی گردن پر ہے۔ مسٹر اورٹیل نے جو نقشہ لائبریری کا تیار کیا ہے اور جس ترتیب سے انھوں نے اُسکو راستہ کرنا چاہا ہے۔ اسی سے مشرقی و مغربی تحصیل علم کے لیے ایک مشترک جگہ تبادلہ خیالات کے قائم ہوتی ہے۔ کیونکہ صرف اسی طریقے سے کہ مشرق مغرب سے اور مغرب مشرق سے استفادہ کرے سنسکرت علوم ناپید ہونے سے محفوظ

پرنسٹن یونیورسٹی قائم کرنے کے لیے مجھے مدعو کیا۔ اور میرا خیر مقدم کیا۔ ایسے وقت میں کہ جب ایسے مضامین کی طرف توجہ کی جا رہی ہے۔ جو دنیا کی کاروباری زندگی میں کام آسکتے ہیں اور اسکی بھی سخت کوشش ہو رہی ہے کہ زمانہ حال کی تعلیم کو ترقی دیکھائے۔ یہ نہایت موزوں و مفید بات ہے کہ اس ملک میں قدیم علوم کو زندہ کرنے کے لیے بھی ہر قوم میں خیال کیا جاتا ہے۔ نہایت مشکل بات ہے کہ ہندو قوم کے لیے سنسکرت کے تحفظ کی اہمیت کے بیان کرنے میں مبالغہ سے کام لیا جائے۔ ہندو لوگ اس زبان کو صرف مقدس و مذہبی نہیں جانتے۔ بلکہ اسکی ضرورت انہیں روزانہ کے مراسم مذہبی کے ادا کرنے میں پڑا کرتی ہے۔ بنارس میں گورنمنٹ سنسکرت کالج ہندوستان کے اس خطہ میں سنسکرت علوم کا ایک ستون عظیم ہے اور اسکی شہرت مستند ہے۔ کہ یہاں سے اچھے اور فاضل نپٹ نایان ہوئے ہیں اور علوم کی طرح سنسکرت بھی زمانہ حال کی تنقید و تنقیح سے محفوظ نہیں رہ سکتی۔ اگر سنسکرت کے آثار کو محفوظ رکھنا ہے۔ تو ضرورت ہے کہ باہر سے اسپر روشنی کا انعکاس ہو۔ پُرانے قاعدے کے موافق عالم ونپٹ پیدا ہوتے ہیں۔ مگر زمانہ حال کی ضرورت کے لیے موزوں نہیں ہوتے۔ زبان میں نئی روح پھونکنا ہے اور ملک کے ہونہار لوگوں کو ادھر مائل کرنا ہے۔ تو لازمی ہے کہ سنسکرت پڑھنے والے مغربی طریقہ تبحر علمی سے آشنا بنائے جائیں۔ دوسری طرف اسکی بھی ضرورت ہے کہ مغربی طریقہ تحصیل علم و تکمیل فن کو پٹنوں کی مستحکم اور پائدار عملی تفصیلاتوں سے جنکی عجیب و غریب دستگاہ علیہ اسکے لیے ضروری ہے اس زمانہ میں سنسکرت کی ترقی کے لیے ایک معقول لائبریری ہونا چاہیے۔ جہاں

ہنر کی تقریر سنٹرل ہندو کالج بنارس کے ایڈریس کے جواب میں

۱۵ نومبر ۱۹۰۷ء

آج میں پہلی مرتبہ آپ کے کالج میں آیا ہوں۔ آپ نے مجھے دوستانہ طریقے سے خیر مقدم کا ایڈریس پیش کیا۔ جس کا میں شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ اس تعلیم گاہ کے ساتھ گورنمنٹ کا جو رنج ہے۔ اس کی طرف سے غلط فہمی پیدا کرنے کا شبہ اخباروں میں قائم کیا گیا ہے۔ یعنی یہ کہ کالج کے اوائل زمانے میں گورنمنٹ اس کی طرف سے بدظن تھی۔ کالج نے روز افزون ترقی کی اور گورنمنٹ نے یہ دیکھا تو اب وہ کالج کی دوست بن گئی۔ یہ باتیں مجھے دکھ کر کسی قدر حیرت ہوئی۔ جہاں تک میں نے تحقیقات کی ہے۔ کالج کی انتظامی جماعت اور افسران محکمہ تعلیم سے ہمیشہ دوستانہ تعلقات پائے گئے ہیں۔ اور گورنمنٹ نے ہر موقع پر اس کالج کے ساتھ اپنی ہمدردی و دلچسپی ظاہر کی ہے۔ آپ کو خود یاد ہو گا کہ سر جیمس لاٹوس نے کس درجہ اس کالج کے ساتھ ہمدردی ظاہر کی تھی۔ میں یقین دلاتا ہوں کہ میں بھی ویسی ہی نظیر قائم کروں گا۔ بات بھی نہایت درجہ قابل اطمینان ہے۔ کہ اس قومی تعلیم گاہ نے اپنے قومی فرائض کے ساتھ ساتھ سرکاری قواعد متعلقہ تعلیم کی پوری پوری پابندی کی۔

سکینڈری تعلیم

آپ نے میری ان کوششوں کی داد دی ہے جو بین تعلیم متوسطہ اور دستکاری کے متعلق کر رہا ہوں۔ مجھے امید ہے کہ ہر ضلع میں اس عملی

میونسپل بورڈ کا چیرمین تھا۔ آپ کے ضلع کی مالی حالت جب میں اس زمانہ میں ضلع کا حاکم تھا۔ اس وقت سے بہت بہتر ہے ممکن ہے آپ کی آمدنی جملہ اخراجات کے لیے کافی نہ ہو۔ مگر آثار بہت اچھے ہیں۔ میں نے جدید اسپتال کی عمارت کا نقشہ دیکھا ہے۔ وہ مجھے مناسب معلوم ہوتا ہے۔

(ممبران بریلی کا لکچ کیٹی)

گذشتہ ماہ جولائی میں سرجمیس لائونسن نے یہ تقریر فرمائی تھی کہ آپ کی درس گاہ کے لیے ایک حال پر قائم رہنا ناممکن ہے۔ ضرورت ہے کہ آپ لوگ آگے بڑھیں۔ اپنے نظم و نسق میں ترقی کریں۔ میں خوش ہوں کہ آپ لبورٹری (رسد گاہ یا مشاہدہ گاہ) اور سائنس کی اعلیٰ تعلیم کا انتظام کرنا چاہتے ہیں تاکہ آپ کا کالج۔ بی۔ سی۔ سی۔ کی ڈگری عطا کر سکے۔

آپ نے گورنمنٹ کے سارے تین ہزار سالانہ کے عطیہ کی بابت کہا ہے۔ میں اسکو جانتا ہوں کہ مجھ سے پہلے یہ حکریاک پیش ہو چکی ہے۔ اس وقت میرے پیشرو نے اسکو رد کر دیا تھا۔ میں اس تجویز پر بوقت مناسب غور کروں گا۔ بالفعل پانچزار کی رقم لائبریری و سامان سائنس کے لیے دوں گا۔ اگر اور لوگ بھی بطور خود مدد کریں گے۔ تو گورنمنٹ بھی اور زیادہ مدد کرے گی۔ آپ کا اس کشنری کے ڈسٹرکٹ بورڈ دونوں سے امداد کی توقع رکھنا واجب ہے۔ کیونکہ ہر ضلع کا اس کالج سے فائدہ ہے۔



کہ معاش کے مشکلات اسی طرح رفع ہو سکتے ہیں۔ اسپین کچھ شبہ نہیں ہے کہ اپنے کالج میں سائنس اسکول قائم کر کے ایک چھارہ ماہہ اختیار کریں۔ میں وعدہ کر سکتا ہوں کہ آپ کے سائنس اسکول سے میری دلچسپی اسی طرح رہے گی۔ مجھے آپ کی اس تمنا سے پوری ہمدردی ہے۔ کہ آپ کا کتب خانہ مفید کتابوں والا مال ہے۔ آپ کے کالج کی خوش قسمتی ہے کہ ایک ہی سال میں شہزادہ اور شہزادی ولیں اور امیر صاحب کابل نے اسکی سیر فرمائی۔ امیر صاحب معائنہ کے حالات جو آپ نے مجھے بھیجے ہیں انکی اشاعت سے کالج کی طرف سے بہت سی غلط فہمیاں دور ہو جائیں گی۔ اور کالج کے نامور بانی کا مقصد پورا ہوگا۔ یعنی یہاں کے طالب علم شہنشاہ معظم کی وفاداری اور عقیدت مند ہیں۔ استوار ہیں۔ زیور علم اور اصول خود داری سے آراستہ اور ندر ہی معلوما سے بہرہ ور ہوں۔ جو سلطنت کے باکار عنصر بنانے کے لیے ضروریات سے ہے۔

منہ انز کی تقریریں ملی میو سیل بورڈ و ممبران کالج کمیٹی کے جواب میں
(۲۰ مارچ ۱۹۰۷ء)

صاحبو!

میں آپ کے خیر مقدم کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہاں تک اکثر آنا پڑے گا۔ مجھے وہ زمانہ یاد آتا ہے کہ جب میں یہاں اس ضلع کا حاکم تھا۔ اور آج اپنے گرد و پیش اپنے ہم جلیسین کو دیکھ کر نہایت خوشی ہوتی ہے۔ کیونکہ میں اُس زمانہ پر نہایت خوشی سے نگاہ ڈالتا ہوں۔ کہ جب میں آپ کے

کرنے سے کالج کا معائنہ کیا تھا۔ مجھے خیال نہ تھا کہ ایک ن ایسا بھی آئے گا کہ جب مجھے اس کالج کے مربی ہونے کی حیثیت بھی حاصل ہوگی۔ آج وہ ن آگیا۔ اور میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ حتی الوسع جب مجھے یاد کیجئے گا تو ہر طرح کالج کو مشورہ و صلاح دیتا رہوں گا۔

کالج کی ذمہ داریاں روز بروز بڑھتی جاتی ہیں۔ یہ کالج کی سرسبزی و فلاح کی نشانی ہے۔ لیکن اسکے ساتھ ہی انتظام کی دشواریاں بھی بڑھتی جاتی ہیں۔ مجھ کو اس بات کی خوشی ہے کہ آپ لوگوں نے یہاں کی تازہ بچپنی کی پوری طرح چھان بنان کی ہے۔ میں نے ولایت کے قدیم مدرسوں اور آکسفورڈ یونیورسٹی میں تعلیم پائی ہے۔ اس لیے میں پورے طور سے اسکا آرزو مند ہوں۔ کہ آپ کالج میں ادب اور قاعدہ قائم رکھنے کا بہت زیادہ خیال کریں۔ آپ کے لیے اس سے بہتر اور کوئی بات نہیں ہے کہ سرسید مرحوم کے قائم کردہ اصول کی پیروی کریں حقیقت میں آپ کو صرف ظاہری اسباب کی تحقیقات نہیں کرنا چاہیے جن طالب علموں نے ایسا رویہ اپنے استادوں کے ساتھ اختیار کیا۔ اپنے اپنا ارادہ ظاہر کیا ہے کہ آپ کالج کے موجودہ انتظام میں جو خرابیاں ہیں انکو اچھی طرح دور کر دیں گے۔ بشرطیکہ آپ کی کمیٹی خلوص کے ساتھ ہر کسی لحاظ کے تحقیقات کرے جسکا مجھ کو یقین ہے۔ اگر آپ کمیٹی کی تحقیقات کے مطابق عمل درآمد کریں گے تو یہ خرابی تبدیل و ترقی و اصلاح ہو جائے گی۔ آپ نے سائنس اور عربی کی تعلیم کے بارہ میں جو یہ ذکر کیا ہے۔ مجھے اس سے نہایت خوشی ہوئی۔ آپ جانتے ہیں کہ مجھے ملک کی صنعتی ترقی سے زیادہ دلچسپی ہے اور میرا خیال ہے

سب سے بڑھکر انہیں شخصیت و احساس پیدا ہو۔ میرا کہنا آپ ماننے کہ اگر آپ کو کامیابی حاصل کرنا ہے تو آپ وہیہ کام پورا انتظام اپنے پاس کر لیجیے اور محض اس امید پر کہ آئندہ چندہ وصول ہو جائے۔ عمارت کا کام چھوڑ دیجیے۔ اگر ان شرائط کے ساتھ آپ اپنے اپنا کام پورا پورا کیا تو میری ہمدردی آپ کے ساتھ ہے۔

اور میں نہایت خوشی سے اس بات کو سنوں گا کہ آپ تعمیر کالج کے لیے اس صوبے میں کوئی جگہ پسند کرنا چاہتے ہیں۔ بشرطیکہ آپ کالج کو میری تجویز کردہ شاہراہ پر بنانا پسند کریں۔ حتی الامکان میں آپ کی حوصلہ افزائی اور ہمدردی کا وعدہ کر سکتا ہوں۔ اور صرف اس معاملہ میں نہیں بلکہ آپ کی انجمن کے جملہ اغراض میں۔

مہرا نر کی تقریر علیگڑھ کالج کے ٹرسٹیوں کے ایڈریس کے جواب میں

(مارچ ۱۹۰۷ء)

جناب پریسڈنٹ صاحب و ٹرسٹیان کالج۔

میں آپ کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے نہایت تپاک سے مجھے اس صوبے کی لفٹنٹ گورنری پر مامور ہونے کی مبارکباد دی۔ آپ یقین کیجیے میں اپنے معزز پیشرو حضرات کا کالج کے معاملات میں نقش قدم اختیار کروں گا۔ میں نے ۱۸۷۸ء یا ۱۸۷۹ء میں کالج کے نامور بانی کے

اپنے خاندان کو عزت و آرام سے رکھ سکیں۔ اپنے اپنے ادریس میں بیان کیا ہے۔ کہ چھتری ہماسبھا کا مقصد یہ ہے کہ وہ راجپوتوں کی اخلاقی و مجلسی تہوں کو درست کرے۔ انہیں بھائی چارہ پیدا کرے اور ان کے نوجوانوں میں تعلیمی ترقی کی آسائیاں پیدا کرے۔ اور زندگی کے میدان جنگ میں تبدیل شدہ اسلحہ سے مسلح کرے۔ مجھے خاص طور سے اسکے تعلیمی اغراض سے دلچسپی ہے مجھے یہ سن کر خوشی ہوئی کہ آپ کے قائم کردہ ہائی اسکول نے ترقی کی ہے۔ لیکن ابھی بہت کچھ اس میں اصلاح کی ضرورت ہے۔ تاکہ اعلیٰ درجہ کا یہ ہائی اسکول ہوجا میں ان اصلاحوں کو آپ پر چھوڑتا ہوں جو کچھ میں راجپوت کالج کے قائم کرنے میں تہیابیان کروں۔ اس سے آپ یہ نہ سمجھیں کہ میں آپ کی تجویز کو خاک میں ملانا چاہتا ہوں۔ مجھے اس سے پوری ہمدردی ہے۔ لیکن مجھے یات خوب یاد ہے کہ تعلیم میں ذرا ضرورت سے زیادہ جلد بازی سے اکثر نقصان پہنچا، میں آپ سے ملتجی ہوں کہ آپ اپنے مجوزہ کالج کا سنگ بنیاد رکھنے سے پہلے یہ دیکھ لیں کہ آیا فہرست چندہ آپ کے تمامی ضروریات پر حاوی ہے۔ یا نہیں۔ آپ کو جماعت بندیوں اور کالج کی عمارت کا سامان کرنا ہوگا۔ آپ کو معلمین کے اعلیٰ حلقہ کا بھی انتظام کرنا پڑے گا۔ اور اسکے ساتھ ہی مذہبی اور اخلاقی تعلیم کا بھی بندوبست کرنا پڑے گا۔ اور اگر آپ اپنے کالج کو کامیاب بنانا چاہتے ہیں تو ضرورت ہے کہ ایک باقاعدہ دارالاقامت بنائیں۔ ورزش گاہ۔ رصد گاہ اور دوسری ضروری چیزوں کی فکر کریں۔ تاکہ آپ کی اولاد صرف فارغ التحصیل ہو کر نہ نکلے۔ بلکہ ان کی جسمانی حالت بھی اعلیٰ درجے کی ہو۔ اور

تعلیم عامہ پھران کی تقریریں

پھران کی تقریر راجپوت مہا سبھا اگر کے ادریس کے جواب میں

(۱۰ جنوری ۱۹۰۷ء)

راجہ صاحبان و معزز حضرات ! -

مجھ کو نہایت خوشی ہوئی کہ انجمن کے صدر مقام پر مجھے ادریس دیا اور
معزز راجپوتوں کے ٹیپوٹیشن نے خیر مقدم کیا۔ شجاعت جانا بازی اور اپنے
سرداروں کے ساتھ استقامت اور وفاداری چھترپون کا خاص شیوہ رہا ہے
ہندوستان کی تاریخ کے ہر دور میں اس کا ذکر پایا جاتا ہے اور دنیا کی کسی قوم
کا کارنامہ اس سے زیادہ قابل تحسین نہیں ہے۔ اور ہندوستان کی تاریخ
میں راجپوت سرداروں کی بہادری دیکھ کر بسا ختہ تعریف کرنے کو جی چاہتا
ہے۔ لیکن زمانہ بدل گیا اور دنیا جانتی ہے کہ روزانہ کی کشمکش حیات کی جگہ
آج کل کے راجپوتوں کو وہ طریقہ اختیار کرنا لازمی ہو گیا ہے جس سے وہ

الہ آباد کا ہائیکورٹ الہ آباد میں اور لکھنؤ کی عدالت لکھنؤ میں رہیگی۔ جدید انتظامات کے متعلق جب ہی کوئی قطعی رائے دیجا سکتی ہے کہ جب اس صوبے کے مالی نقشے اور کاغذات دوسرے صوبے سے کاغذات کا موازنہ کیا جائے اور اچھی طرح غور کر لیا جائے۔ جب یہ بات ہو لیگی تو مین گورنمنٹ ہند میں اسکی بابت عرض کروں گا۔

کچھ عرصے کے لیے میں اس صوبے سے باہر جا رہا ہوں۔ مین کونسل کی سنجیدہ کارروائیوں پر اسکے ممبروں کو مبارکباد دیتا ہوں۔ گو مین اب سے آخر سال تک بذات خاص شرکت نہ کر سکوں گا۔ لیکن بابر وکسپی لیتا رہوں گا۔ اس کونسل سے رخصت ہوتے وقت مین ممبروں کی تندرستی اور کامیابی کا متمنی ہوتا ہوں۔



مسلمانوں کو پوچھنا ہے اور اپنے ہم مذہبوں پر اچھی نصیحت کر کے انڈالین گئے۔ کہ دونوں آپس میں اتحاد اور ارتباط پیدا کر لیں۔

مختصر یہی ہے کہ آئینی صلاحین اس صوبے نے بہت خوشی سے قبول کر لیں۔ بجٹ سے پہلے وہ طرز عمل اختیار کیا جائیگا۔ جسے گورنمنٹ ہند نے اپنے مراسلہ میں اکتوبر میں ظاہر کیا ہے۔ لوکل گورنمنٹ کے مالی بنیاد پر پہلے صوبے کی کونسل میں بحث ہوگی۔ جسکے غیر سرکاری ممبر کونسل کے غیر سرکاری ممبر منتخب کرے گی۔ اسکے بعد کل کونسل بحیثیت کمیٹی اس پر غور کرے گی۔ تاکہ لوکل گورنمنٹ کو کامل یقین ہو کہ بجٹ کی منظوری سے پہلے اس پر اچھی طرح بحث ہوئی۔ اور نکتہ چینی کا موقع دیا گیا۔

مسئلہ ۱۱-۱۲ کے بجٹ پر مہاراشٹر کی تقریر
(پانچ سالہ ۶)

پارسال بجٹ کے مباحثہ کے وقت آنریبل پیڈت موتی تلال نرو اور آنریبل پیڈت سندر لال نے الہ آباد ہائیکورٹ کی موجودہ عمارت کی بعض وقتوں کی طرف توجہ دلائی تھی۔ چیف جسٹس صاحب نے بارہا کہا کہ ہائیکورٹ کی عمارت موزون نہیں ہے۔ اور وہ خراب حالت میں ہے۔ میں نے بھی بذات خود ہائیکورٹ کی عمارت دیکھی۔ اور طے کر لیا ہے کہ روپیہ فراہم ہونے پر جدید عمارت کی بنا ڈالی جائے۔ ایک مدت سے یہ بحث چلی آئی ہے کہ ہائیکورٹ الہ آباد میں ہو یا لکھنؤ میں ہو۔ میرے نزدیک اسکا فیصلہ قیامت تک نہوگا۔

بشرطیکہ کسی کی دل آزاری نہ ہو۔ جب سنیوں کو گورنمنٹ کے احکام معلوم ہو تو انھوں نے تجویز کیا کہ تعزییہ نہ نکالے جائیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ان احکام سے خوش نہیں ہیں۔

۱۳۔ پانچ کو چلم کے روز سنیوں کا ایک عظیم مجمع کربلا سے روانہ ہوا۔ اور اس مجمع میں چار یا ری اشعار اس طریقہ سے پڑھے گئے جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ احکام کی خلاف ورزی منظور ہے۔ پولیس کو اسکی خبر پہلے سے ہو گئی تھی۔ اسنے نہایت ہوشیاری سے ایکہزار آدمی کو حراست میں لے لیا۔ یوپی کے مسٹر شارپ سپرنٹنڈنٹ پولیس اور سردار مل سنگھ کو تو ال شہر اور ان کے محنت افسر تعریف کے مستحق ہیں۔ کہ بلا کسی تشدد کے خلاف ورزی کرنے والے اس طرح گرفتار ہو گئے کہ انکو خود حیرت رہی جھکوا فسوس ہے کہ میرے ہاں اس قسم کی افواہیں موصول ہوئیں کہ شیعوں نے ایک مرتبہ یہ ارادہ کیا تھا کہ خلاف قانون پبلک جلوس میں ان کو گولن پر تیرہ پڑھا جائے جبکہ عقیدہ یہ نہیں ہے کہ علی رسول کے جائز وارث ہیں مجھے حوشی ہے کہ انھوں نے دانشمندی سے ایسا فعل نہیں کیا۔ میں مسلمانان لکھنؤ کے دلون پر نقش کرانا چاہتا ہوں۔ کہ گورنمنٹ نے کامل غور و فکر کے بعد وہ فیصلہ کیا ہے جسپر وہ نہایت مستعدی سے عمل کرنے کے لیے تیار رہیگی۔ میں لکھنؤ کے سنی گروہ سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ تمام سنیوں کو صاف الفاظ میں آگاہ کر دیں کہ یہ احکام نہیں بدلیں گے۔ اور صوبے کے دونوں فرق کے سربراہ اور وہ حضرات اس نقصان کو سمجھیں گے۔ جو شیعہ اور سنی کے خلاف ہے

سنی کا معاملہ سب کو معلوم ہے کہ دونوں میں محرم کے مراسم ادا کرنے کے متعلق کچھ عرصے سے اختلافات چلے آتے ہیں۔ گذشتہ اکتوبر میں گورنمنٹ نے ایک قائم مقام کمیٹی قائم کی اور اس معاملہ کی تفتیش کی گئی اور شیعہ اور سنیوں کو پورا پورا موقع دیا گیا۔ کہ وہ اپنے اپنے اظہار قلم بند کر سکیں۔ اور اپنے بیان کی تائید میں گواہ پیش کر سکیں۔ گورنمنٹ نے رزولوشن مورخہ ۱۹۰۹ء میں اس کے متعلق کامل غور کے بعد اپنی رائے دی۔ مجھ کو مجبوراً افسوس کرنا پڑا۔ کہ گورنمنٹ نے اس کمیٹی کی محنت و مشقت کی داد میں سنی سرگروہوں سے وہ امداد حاصل نہیں کی جسکی وہ مستحق تھی۔ اس فرقے نے ان احکام کے خلاف خلفاء کی شان میں چار یا پھر پانچ پڑھے۔ جو ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ کی مدح میں ہیں۔ عشرہ اور چہلم یا اہم مضامین کو پڑھنے سے منع کیا تھا۔ کمیٹی کی تحقیقات سے بلاشبہ ثابت ہوا کہ سنیوں نے محرم سے اپنے ان عقائد کے اظہار کا فائدہ اٹھانا چاہا۔ کہ اول تین خلفاء رسول خدا صلعم کے جائز وارث ہیں۔ مگر یہ بات بالکل نئی ثابت ہوئی۔ اس میں شک نہیں کہ اس موقع پر تین خلفاء کی بہت زیادہ تعریف کی جاتی ہے اور مدعا ہوتا ہے کہ حسینؑ کے ماتم میں شیعوں کی دل آزاری ہو۔ گورنمنٹ نے ممانعت کی۔ کہ ان تین دنوں میں چار یا پھر پانچ پڑھے جائیں۔ یہ احکام گورنمنٹ کی اس پالیسی میں خلل نہیں ڈالتے۔ جو اسے مذہبی معاملات کے بارہ میں قائم کی ہو یعنی وہ کسی کے مذہب میں دخل نہ دیگی اور نہ وہ سنیوں کی آزادی میں دخل دیگی۔ ان ممنوع دنوں کے علاوہ انکو خلفاء کی تعریف کرنے سے منع نہیں کی جاتی

شریک تھے۔

مجھے امید ہے کہ ہم اپنے موجودہ طریقہ اصلاح میں کامیاب بن سکیں۔
گورنمنٹ اس مسئلہ کے جزئیات کے فیصلے کے واسطے ایک کمیٹی مقرر
کرے گی۔ اور اسمین سرکاری اور غیر سرکاری ممبر شریک ہوں گے اور
کورٹ آف وارڈس کے قوانین کی ترمیم کے لیے ایک کمیٹی مقرر کرتا ہوں۔

۱۰-۱۹۰۹ء کے بجٹ پر مہار آئر کی تقریر

(اپریل ۱۹۰۹ء)

جہاں تک غور کیا جاتا ہے مالی حالت اطمینان کے قابل نہیں ہے
۱۹۰۷ء میں فصل کی خرابی سے ۳۸ ملین پونڈ کا نقصان ہوا۔ اور ۱۹۰۸ء
میں اور اس کے زمانہ مابعد میں بھی فصل اچھی نہ رہی۔ اب یہ خیال کرنا کہ جو
مالکداری یہ صوبہ داکرتا ہے۔ اسمین سے ہمو اور کچھ ملنا چاہیے۔ ایک
جائز بات ہے۔ تعلیمی اور جڈویشیل انتظامات بھی کچھ مناسب نہیں ہیں
اور آئر ہیل ممبرن کی رے سے اتفاق کرتا ہوں۔ مرض طاعون میں جو
کمی ہوتی جاتی ہے وہ نہایت درجہ قابل اطمینان ہے۔ اور اس کے
استداد کے واسطے جو اخراجات کیے گئے وہ بہت فائدہ مند ثابت ہوئے
لیکن مجموعی حیثیت سے جو فائدہ متصور تھا۔ وہ نہیں ہوا۔ اور رعایا
بھی گورنمنٹ کے انتظامات سے فائدہ اٹھانے کی کوشش نہیں کی۔
ایک معاملہ اور ہے جس کا ذکر کرنا ضروری ہے۔ یعنی لکھنؤ کے شیعوں اور

میں مفید زندگی بسر کرنے کی صلاحیت آئے۔ ایسے مسئلہ کو ان الفاظ میں ہر شخص مان لیتا اور گورنمنٹ بھی اسکو بخوشی مان لیتی۔

۱۹۰۱ء کی تعلیمی کانفرنس کے بعد جو مسئلہ میں ہوئی تھی۔ مجھے ایک چھٹی پر سکڑ گئی جینٹلمن داخلہ کی حیثیت سے دستخط کرنے پڑے اور اسکی غرض یہ تھی کہ اسلئے اس کی تجویزوں کی جانب خاص توجہ دلائی جائے۔ اور زراعتی جماعت کے بچوں کی تعلیم کے واسطے جو نصاب ہو اس میں آسانیاں رکھی جائیں۔ میں ان اصول کا دل سے موید ہوں۔ یہ خلاف عقل ہے کہ قانون لگان یا قانون مالگزار ہی پڑھایا جائے۔ چاہیے یہ کہ لڑکوں کو زراعت کی طرف شوق دلایا جائے۔ اور انہیں قوت مشاہدہ پیدا کی جائے۔ غرض یہ سطح تیار کر دیو جائیں کہ جب وہ بڑے ہوں تو اچھی طرح زراعت کر سکیں اور انکی تعلیم کا دائرہ ایسا محدود ہے کہ دوسرا پیشہ اختیار کرنے سے وہ باز رہیں۔ نرمانس آغا خان نے ایک موقع پر اچھی بات کہی تھی کہ زراعت پیشہ صحابہ کے لڑکوں کو ایسی تعلیم دی جائے۔ جس سے وہ اپنی محنت کے پھل اچھی طرح کھا سکیں۔ مجھے افسوس ہے کہ میری اسلئے والی چھٹی کی نسبت وستانی جماعت نے اپنی پوری ہمدردی انہیں ظاہر کی۔ علی الخصوص سر شمسہ تعلیم نے بہت سرومہری برتی۔ میری رائے میں زراعت پیشہ حضرات کے بچوں کی تعلیم کی اصلاح بتدریج ہو اور اسکا سلسلہ بالاستقلال باقی ہے۔ اس باب میں مجھے ممالک متوسطہ کی کارروائیاں پسند ہیں۔ جب میں وہاں چپ کھنٹ تھا تو میں نے انکا مطالعہ کیا تھا۔ اور ان کارگزاروں میں سر مفلانڈ فلر اور مسٹر و

عمارت یونیورسٹی کے مدین چندہ دیکر اسکا ثبوت دیا ہے۔ نائشنگا کی کامیابی میں سرکاری اور غیر سرکاری ممبر کیساں کو شمش کر رہے ہیں۔ میں قدر کی نگاہ سے اس اعتراف کو دیکھتا ہوں۔ جو آئرلینڈ ممبروں نے میری خدمت کے صلہ میں ظاہر کیا ہے۔ گورنمنٹ بہت کو نشان ہے کہ ملک کی تعلیم یافتہوں کو نئے قسم کی ملازمت دی جائے اور ملک کے سامان صنعت و حرفت کو ترقی دی جائے۔ بہر صورت ہمیں اپنے آپکو مبارکباد دینا چاہیے کہ ہم نے اس شعبہ میں بہت کچھ کر لیا ہے۔ اور ہم وثوق کے ساتھ اس نظم و نصاب کی طرف لو لکھائے ہیں۔ جو اچھی زمین پر کی گئی ہے۔ اور جس سے وقت پر بار آور ہونے کی پوری توقع ہے۔

جو ممبر بیان موجود ہیں وہ سب میرے ہتھیال ہوں گے کہ جس آئرلینڈ ممبر نے کونسل کی توجہ ابتدائی اسکولوں میں زراعتی تعلیم کی طرف مبذول کرانی ہے۔ اس ممبر نے ایک طرح سے پبلک کی خدمت کی ہے۔ اس مسئلہ میں بحث کے وقت جزئیات پر بہت زور دیا گیا ہے۔ میرے خیال میں ہمیں اپنی بحث اصول کی حد تک رکھنی چاہیے۔ بعض اوقات ایسے رزولوشن میں وقت پڑ جاتی ہے۔ یعنی ایک مسئلہ ایسا ہے جو اصول کے لحاظ سے قابل تسلیم ہے مگر فی الفور اسکے جزئیات پر سب کی نظر میں پندیدگی کے ساتھ نہیں پڑتیں۔ یعنی مثلاً ایسا رزولوشن ہو کہ دیہات کے مدرسوں میں ایسی تعلیم دی جائے جس سے طالب علموں میں دیہاتی زندگی سے دلچسپی ہو۔ انہیں قوت مشاقت پیدا ہو۔ گائون جنگل۔ اور کھیت کی ترقی کے خیالات پیدا ہوں اور لڑکوں

فوائد پر زور دیا ہے۔ میں پھر تعلیم یافتہ جماعت سے مستدعی ہوں کہ وہ ٹیکہ
 لینے میں اپنے اوقات بھائیوں کو آمادہ کریں۔ تعلیم کے متعلق مجھے چند
 باتیں ضروری بیان کرنا ہیں۔ مجھے اجازت ملگئی ہے کہ لکھنؤ یونیورسٹی کے کالج
 اور اسکے متعلق ہسپتال کی عمارت کی تجویز عمل میں لاؤں جس کے واسطے
 چند سے روپیہ لیا جائیگا۔ دوسری بات کانپور کا حرفتی مدرسہ ہمارا
 تجویز میں ۹ لاکھ روپیہ کے مصارف کا سرمایہ لازمی ہے اور ۲۶۱۰۰۰ روپیہ
 ہر سال خرچ ہوگا۔

صاحبِ ذریعہ نے ہماری اس تجویز کو بہت پسند فرمایا ہے۔ اب
 ہم گورنمنٹ سے اسکے لیے درخواست کرنے والے ہیں۔ جب ہم اپنی مالی
 حالت پر نظر کرتے ہیں تو ہمیں کہنا پڑتا ہے کہ ہمنے قابلِ تعریف کام کیا،
 ایک ضروری بات اور ہے کہ ہماری یونیورسٹی کے لیے ایک موزون
 عمارت تعمیر ہونی چاہیے۔ آنریبل ممبروں کے پاس اس مجوزہ عمارت کا
 نقشہ ہوگا۔ اسکو دیکھنے سے اطمینان ہوا ہوگا کہ مجوزہ تعمیر کا نقشہ کیسا اچھا
 ہے۔ جب میں نے اسکے سرمایہ کا اپیل کیا ہے تو روسار نے فوراً اس پر
 لحاظ کیا۔ شاندار عطیہ ہمارا راجہ صاحب سندھیا کو الیار کا قیمتی ایک لاکھ
 ہے۔ جسکے ہم لوگ شکر گزار ہیں۔ مجھے یقین ہے اسی طرح کا شاندار عطیہ
 راجپوتانہ سے بھی ملنے والا ہے۔ بہرِ نفع بہت جلد اتنا روپیہ مل جائے گا۔
 جتنا ہمیں درکار ہے۔ اس صوبے کی رعایا ان تجاویز کے لیے جو رفاہ عام
 سے وابستہ ہیں۔ کس قدر فیاضی سے کام لیتی ہے اور نمائش گاہ اور

مجھے تھوڑے دن گزے تھے کہ مجھے ضلع نیار جانا پڑا اور ہاں شمل خرائیت
کی تیاری کا زمانہ تھا۔ مین یہاں کی فصل دیکھ کر متعجب ہوا۔ کیونکہ مین اس صوبہ کو
اور صوبے سے بہت پیچھے سمجھتا تھا۔ مگر اسکے خلاف یہاں کی حالت کاشت
نہایت اچھی بائی گئی۔ کچھ زمانے کے بعد مجھے ناگپور کی کمشنری اوجھتیں گڑیم
جانا پڑا۔ جہاں کی حالت بیمار سے بالکل بدلی ہوئی تھی۔ یہاں چانواں کے
قطعات پرلے طرز پر کاشت کیے جاتے ہیں۔ تخم زیری کے وقت کھیت
ترچھے بوئے جاتے ہیں۔ وہاں کے پودے اور گھاس پھوس ساتھ کے
ساتھ پھینک دیے جاتے ہیں جو بعد کو پھر زمین اور پانی پر آ جاتے ہیں۔ کزرو
گھاس اور پودے مرجھا جاتے ہیں۔ اور مضبوط پودے جڑ پکڑ لیتے ہیں اس

طرح وہاں کی فصل تیار ہو جاتی ہے۔

مین اس امر کو مثال میں پیش کرتا ہوں جس سے صوبہ متوسلہ کی زراعتی
حالت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس سال بھی افسوس ہے کہ طاعون سے ہمیں
سامنا کرنا پڑا۔ یکم جولائی ۱۹۰۷ء سے ۳۰ جون ۱۹۰۸ء تک تعداد
اموات ۲۶۶۰۰ تھی۔ یکم جون ۱۹۰۹ء سے ۱۶ ماہ حال تک تعداد اموات
۳۵۰۰۰ تک پہنچ گئی۔ ۱۹۰۵ء تا ۱۹۰۷ء کے موسم سرما میں جو
حالت تھی اس درجہ تیزی نہیں تھی۔ مگر بلایا۔ اعظم گڑم۔ گور کھپور۔ اور غازی پور
مین طاعون کا بہت زور رہا۔ اب مین دیکھتا ہوں کہ لوگ طاعون کے کتنے
مکانات خالی کر دیتے ہیں۔ مگر ٹیکہ کے بارے میں جو حالت عام رعایا کی
ہے۔ وہ اطمینان کے قابل نہیں ہے۔ مین نے ہر موقع پر ٹیکہ لینے کے

دیتے ہیں۔ اگر ہکو مال گذاری کا نصف حصہ بھی دیا جائے۔ تو ہماری حالت اور صوبوں سے اچھی رہتی۔ آنریبل سرگی فلیٹ وڈولسن نے اس بات کو زور کے ساتھ بیان کیا ہے۔ کہ لوکل گورنمنٹوں کو کفایت شعار ہونا چاہیے اور سرکاری روپیہ فضول خرچی سے صرف نہ کریں۔ میری دلی خواہش ہے کہ رعایا کی حالت میں ترقی ہو اور تعلیم کے معاملہ میں زیادہ کوشش کی جائے۔ اور رعایا کی روزانہ صحت اور تندرستی کے ضروریات کا خیال رکھا جائے۔ تاہم آئندہ اور مدت پر ضرور نگاہ کی جائیگی۔ اور مزید کفایت شعاری کی کوشش ہوگی۔ اگر اور صوبوں کی طرح یہاں بھی سب باتوں میں مساوات قائم کرنا ہے۔ تو ضرور ہے کہ گورنمنٹ ہند یہاں کے محاصل سے کچھ اور زیادہ حصہ ہمیں عنایت کیا کرے۔ ہم اسکی تیاری کر رہے ہیں۔ کہ کسی مناسب موقع سے گورنمنٹ ہند کے حضور میں اپنی حالت عرض کریں۔ گورنمنٹ ہند نے حال میں نئے محاصل قائم کر دیے ہیں۔ کہ آمدنی اور خرچ برابر ہے ایسی حالت میں مناسب نہیں ہے کہ ہم کچھ اور معروضات پیش کریں۔ سال حال کی مستعدی اور اس سے قبل کی تدریجی کیفیت بہت کچھ حوصلہ افزا ہے۔ ابھی ہمیں انتظار کرنا پڑنا پڑے گا۔ کہ معاملات کا کیا رخ ہوتا ہے۔ اگر ہم دیکھیں گے کہ اس سال گورنمنٹ ہند کی آمدنی زیادہ رہی۔ تو پھر ہم اول زیادہ حصے کے لیے ضرور عرض کریں گے۔ جو فرق آنریبل مسٹر ہور نے اس صوبہ اور صوبہ متوسط کی حالت کاشت میں دکھایا ہے۔ میں اس پر بھی کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ صوبہ متوسط میں چیت کمشنر کی حیثیت سے گئے ہو

زیادہ وقت دیا جائے۔ پھر ضرورت باقی نہ رہے گی۔ کہ ممبر مال کے بحجب پیش کرنے اور کونسل میں مباحثہ کے لیے کچھ وقت دیا جائے۔ مالی نقشہ اور بحجب کے مباحثہ کے لیے قواعد اور ضوابط میں جو گورنمنٹ کی منظوری سے طے ہو چکے ہیں۔ عام طور سے بحجب پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ جو ڈیشیل محکمہ محکمہ تعلیم محکمہ ٹو اکڑ سی اور محکمہ حفظان صحت میں کافی طور سے روپیہ نہیں دیا جاتا۔ جسکی وجہ یہ ہے کہ ہمارا سرمایہ ناکافی ہے۔ بہت سے ممبروں نے یہ اعتراض کیا کہ ہم محکمہ پولیس پر بہت کچھ صرف کر دیتے ہیں۔ اسکا جواب آئرلے مولوی عبدالحید اور آئرلے مسٹر اسٹورٹ نے دیا ہے۔ اسکے متعلق اور کچھ نہیں کہنا ہے بلکہ گورنمنٹ ہند کو اس سے کچھ زیادہ اس بد کے واسطے ہمیں دینا چاہیے۔ گورنمنٹ ہند کے مالی انتظام کے متعلق کچھ غلط فہمی ہے۔ مالی محکمہ یہ نہیں کہتا۔ یہ بتا رہا ہے محاصل کا حصہ ہے۔ اسے لیجاؤ۔ اور صرف کرو۔ نہیں۔ وہ خرچ کی تحقیقات کرتا ہے۔ اور ہر شعبہ کے لیے ایک خاص تعداد مقرر کر دیتا ہے۔ عرصہ سے ہمارے اخراجات کا پیمانہ ناکافی ہے۔ گزشتہ انتظامات کے موقع پر گورنمنٹ نے چاہا تھا کہ تعلیم کی مدین ۶ لاکھ کا اضافہ کر دے۔ تاہم یہ کفایت نہ کر سکا۔ آئرلے مسٹر گلن نے کونسل میں کئی مرتبہ وضاحت سے بیان کیا۔ کہ ہماری آمدنی میں کمی ہے۔ اور اگر ہم حاصل میں اضافہ بھی کر دیں گے۔ تو بھی ہم بعد چندے معمولی اخراجات سے کچھ زیادہ صرف کر دینے کے قابل نہ ہوں گے۔ ہندوستان میں آبادی کے لحاظ سے ہمارا صوبہ دوسرے نمبر پر ہے۔ اور گورنمنٹ عالیہ کو ہم سب سے زیادہ رقم مالگزاری آراضیات

دے سکتا ہے۔ جو لوگ شکر سازی کے تحفظ کے لیے خاص تحفظ پسند جنگی عائد کرتا چاہتے ہیں۔ انکی مثال شتر مرغ کی سی ہے۔ جو ریت میں اپنا منہ چھپا لیتا، میرے خیال میں جب تک شکر سازی کے جملہ سامان علی اور کاشت نیشکر پر کوئی مستقل رے نہ قائم ہوئے۔ ایسی بات قابل التفات نہیں۔

۱۱۔ ۱۹۱۷ء کے بجٹ پر ہزاروں کی تقریر (ماہ مارچ ۱۹۱۷ء)

کل اور آج جو مباحثہ ہوا ہے وہ ہر طرح کو نسل کے شایان ہے۔ میں آنریبل ممبروں کو یقین دلاتا ہوں کہ گورنمنٹ جملہ امور پر اپنی توجہ مبذول کرے گی۔ آنریبل ممبروں نے بجٹ کے اعداد و شمار پر اچھی طرح بحث کی ہے۔ میں آنریبل مسٹر گیلین کا ممتون ہوں کہ انھوں نے بڑی قابلیت اور ہوشیاری کے ساتھ اپنے وہ فرائض جو حکمہ مال سے متعلق ہیں نہایت مستعدی سے انجام دیے۔ انکے خدمات کی تعریف کو نسل کے غیر سرکاری ممبروں نے بھی کی ہے۔ خاص کر ان کی ان باریک بینیوں کی تعریف کی ہے جن کا تعلق بجٹ سے ہے۔ میں اطمینان دلاتا ہوں کہ آنریبل ممبروں کو اعداد و شمار متعلق حکمہ متعلق سے مطلع رہنے کے واسطے اچھی طرح کوشش کی جانی گئی۔ مسٹر گیلین نے مجھ کو راہ دی ہے۔ کہ کو نسل کے زمانہ قیام کے لیے ایک ہی مرتبہ فنانس کمیٹی بنالیا اس سے بہت سی دقیقین دور ہو جائیں گی۔ میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ تمام مالی نقشے جن پر نظر ثانی ہو چکی ہے۔ انکی بابت رزلویشن پیش کرنے کے لیے

ایک آلہ بنایا ہے جسکا تجربہ کیا جا رہا ہے۔ اور دخانی قوت سے بھی پانی اُپر لانے کی آزمائشیں کی جا رہی ہیں۔

شکر سازی | مین یہ ذکر کرنا چاہتا ہوں کہ سہارنپور۔ میرٹھ۔ اور مظفرنگر مین نیشکر دس روپیہ فی ایکڑ سے اب چھ روپیہ فی ایکڑ شرح محصول کر دی ہے۔ مین نیشکر سی مفید پیداوار پر اضافہ شرح کو پسند نہیں کرتا۔ مجھ کو مسرت ہے کہ گورنمنٹ ہند نے اس کے محصول مین تخفیف شروع کر دی ہے بعض لوگ اسکو عارضی سمجھتے ہیں۔ لیکن اصل یہ ہے کہ یہ ہمیشہ کے واسطے ہے۔ دنیا مین سب سے زیادہ نیشکر کی پیداوار ہندوستان مین ہوتی ہے اور کل ہندوستان کی پیداوار کا نصف حصہ اس صوبے مین ہوتی ہے۔ ایوان تجارت اپر انڈیا کے میر مجلس صاحب کا قول ہے۔ کہ شکر سازی اب بہت زیادہ زوال پذیر ہے۔ مین اسکو صحیح سمجھتا ہوں۔ اگر زمانہ حال کے موافق نیشکر کی کاشت کی جائے۔ اور شکر سازی عمل مین آئے۔ تو اس صوبے کی دولت مین معتد بہ اضافہ ہو سکتا ہو۔ پارسال ۹۰ فیصدی۔ اس سال ۶۰ فیصدی اسکی پیداوار ہے۔ اور یہ حالت افسوس کے قابل ہے۔

مسٹر محمد ہادی صاحب نے جو طریقہ شکر سازی کا ایجاد کیا ہے۔ اس سے اکثر کارخانے والے بہت فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اگر شروع مین شکر صاف کرنے کے واسطے چوناکام مین لایا جائے۔ تو اور بھی زیادہ نفع اٹھایا جاسکتا ہو۔ ہم سب چاہتے ہیں کہ اس صوبے کی صنعتی کمی کو دور کر دیں۔ اگر ہمارے یہاں شکر سازی کا اچھا انتظام کیا جائے تو ہم سے زیادہ ازراں شکر اور کون

بمقابلہ آبپاشی کے گندی نالیوں کی صفائی کی زیادہ ضرورت ہے۔ بہر نفع
ساردا نہر کی تجویز سے مین مخالفت کرتا ہوں۔

کنوؤں سے آبپاشی | اودھ میں وسعت آبپاشی کے متعلق میری رائے ہے کہ یہاں
آسانی سے تھوڑے خرچ کے ساتھ نچتہ کنوئیں تیار ہو سکتے ہیں۔ انھیں کنوؤں
کی تعداد بڑھانی چاہیے۔ انریبل مسٹر سری رام صاحب نے کنوؤں کے موجود
طریقہ تیاری پر اعتراض کیا ہے۔ میں اسکو مانتا ہوں لیکن ہم اس بارے میں برابر
کوشش کر رہے ہیں۔ اور مسٹر مورلینڈ صاحب سکی تحقیقات کر رہے ہیں۔
(۱) وہ دیہات اور مواضع میں جو نہر اور کنوے سے پوری طرح محفوظ
(۲) وہ مواضع میں جو اپنی مالی۔ اخلاقی اور مشکلات فن انجینری کی
وجہ سے غیر محفوظ ہیں۔

(۳) وہ مواضع میں جو خام کنوے کھود کر بزبانہ خشک سالی اپنے کو
محفوظ رکھ سکتے ہیں۔ اب بند لکھنؤ اور جنوبی حصہ لہ آباد اور مرزا پور کی حالت کا
بیان کرنا باقی ہے۔ یہ خطہ دو حصوں میں منقسم ہو سکتا ہے۔ ایک زرخیز اور دوسرا
پہاڑی حصہ۔ چند جنوبی مقامات میں پانی بہت دور پر نکلتا ہے۔ انتظام ہونا
چاہیے۔ کہ وہاں قوت کے زور سے بذریعہ تل پانی اوپر لایا جائے۔ اگر زمین
کا میابی ہوئی تو پھر یہ خطہ بھی محفوظ ہو جائے گا۔ اعداد اور شمار سے ظاہر ہو رہا
کہ اگر کنوئیں کے ذریعہ سے آراضیات محفوظ ہو سکیں۔ تو یقینی فائدہ ہو سکتا
ہے۔ آج کل نچتہ کنوؤں کے واسطے تقاوی نہایت فیاضی سے دی جا رہی ہے۔
محکمہ زراعت نے عمیق کنوؤں کے کھودنے کی دقتوں کو دور کرنا چاہا ہے۔ او

رعایا طاعون کے حملوں سے محفوظ رہے۔ اور مین فور اگنسٹو۔ کانپور۔ اور
الہ آباد کی گنجان آبادیوں سے جدید طریقہ نکالنے کی طرف متوجہ ہونے لگا۔
اور متوفی کے طور پر مکانات کی تعمیر کا مسئلہ بھی پیش ہونے والا ہے اور مین موسم
گرمیا میں مین نینی تال میں ایک کانفرنس متعلق حفظان صحت منعقد کرنا والا ہوں۔
آبپاشی ۱۹۶۷ء میں ۱۸۲۳۲۲۲۲۔ ایکڑ زمین سیراب کی گئی۔ ۱۹۵۰ء

میں جب کافی بارش نہیں ہوئی تھی تو ۲۱۲۹۱۷۔ ایکڑ سیراب ہوئے۔ اور
امسال ۱۹۶۷ء۔ ایکڑ سیراب ہوئی۔ سرسری طور سے اندازاً بتایا جاسکتا ہے
فصل ریع میں ہر قسم کے کنوؤں سے ۱۰ لاکھ ایکڑ آراضی میں آبپاشی ہوئی۔ ہر
ضلع میں خام کنوے تیار ہوئے ہیں۔ ان کنوؤں میں بہت کم خرچ ہوتا ہے۔
لیکن ایک فصل ان سے ضرور سیراب ہو سکتی ہے۔ مجھے اس کا خیال ہوا کہ
نہرین امسال زیادہ پانی نہیں دیں گے۔ ہمو چاہیے کہ ان نہروں میں زیادہ پانی
جمع کریں۔ اور ساردا سے ایک نہر نکالی جائے۔ مقام نہروا میں گنگا سے
گنگا کی نہر میں ملا دی جائے۔

نہر ساردا کی تیاری | تجویز تھی کہ ساردا سے اودھ سیراب کیا جائے۔ اس کا ذکر
سرانٹونی مکڈانل کی رپورٹ قحط جلد ۳ صفحہ ۱۳ میں ہے۔ مشرٹنٹ صاحب نے
اس پر اعتراض کئے تھے پہلے ۱۹۶۷ء میں ایکٹ و سری تجویز پیش ہوئی کہ شاہجہا
کھیری ہر دوئی۔ لکھنؤ اور اناؤ ۱۲۶ لاکھ روپیہ خرچ کر کے نہر بنا کر سیراب کر جائیں
سرجمیس لاٹونش نے اس تجویز کو پسند فرمایا تھا۔ کہ اس سے ضلع ہر دوئی میں تحفظ
قحط کا سامان ہو جائیگا۔ گورنمنٹ ہند نے رے دی کہ ضلع ہر دوئی میں

قسم کا اسکول ہندوؤں اور مسلمانوں کے واسطے علیحدہ علیحدہ ہونا چاہیے۔ انسپکٹروں کی تعداد میں اضافہ کرنے کے خیال سے ۱۹ ہزار روپیہ کی رقم علیحدہ کر دی گئی ہے۔ ۲۰ ہزار کی رقم ان انگریزی ہی اسکولوں کے واسطے ہے جو اس وقت ہیں۔ یا آئندہ جبکہ افتتاح ہوگا۔

حفظانِ صحت گزشتہ سال بجٹ سالانہ کے پیش ہونے کے وقت آنریبل رے سندر لال صاحب نے تحریک کی تھی کہ انگریزوں اور ہندوستانیوں کو نہایت آسان شرائط کے ساتھ جدید مکانات مطابق اصول حفظِ صحت بنانے کی غرض سے مناسب زمین دی جائے۔ اور گورنمنٹ نمونہ چند مکان تعمیر کرے۔ ان صوبجات کے مفصلات اور مواضعات کا اوسط اموات اس درجہ بڑھا ہوا ہے کہ کسی شخص کو اس سے انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ قصبات اور مواضعات کی ترقی حفظِ صحت کی طرف توجہ کرنا ضروری ہے۔ اسکے بارہ میں چند صلاح کار اپنی رائے ظاہر کر چکے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں اگر ہم پہلے بڑے شہروں کی اصلاح کریں تو بہتر ہے۔ بات یہ ہے کہ شہروں میں اموات زیادہ ہوتے ہیں۔ ترقی کا اثر شہروں میں زیادہ نمایاں ہوتا ہے۔ اور شہروں کے رہنے والے زیادہ روشن خیال ہوتے ہیں۔ اور وہ ترقی حفظانِ صحت کی زیادہ قدر کرتے ہیں۔ گزشتہ نومبر میں گورنمنٹ ہند سے درخواست کی گئی تھی کہ اس صوبے میں ترقی حفظانِ صحت کا کام چند بڑے شہروں میں شروع کیا جائے۔ کانپور۔ لکھنؤ اور شاید بنارس والہ آباد کے لیے سفارش کی گئی تھی۔ بہر کیف گورنمنٹ ہند نے حفظانِ صحت کے لیے ۵ لاکھ کی رقم منظور فرمائی ہے۔ جسکی غرض یہ ہے کہ

ضرورتیں الہ آباد ٹرنینگ کالج میں نہیں پوری ہو سکتیں۔ الہ آباد یونیورسٹی نے اب معلمی کا ایک ڈپلوما علیحدہ قرار دیا ہے۔ اس لیے ٹرنینگ کالج الہ آباد میں معیار حسب ضرورت بڑھا دیا جائے۔ اور اس میں صرف گریجویٹوں کو معلمی کے واسطے تیار کیا جائے۔ اسکے واسطے لکھنؤ میں چھوٹے درجے کی تعلیم کے لیے ایک جداگانہ کالج بنایا جائے۔ یہ تجویز بھی ہے کہ کالج میں انڈین ایجوکیشنل سروس سے ایک ایسا پروفیسر ہے جو سائنس میں گریجویٹ ہو۔ اور صنعت و حرفت سے واقف ہو تاکہ جو لوگ سائنس پڑھائیں وہ عملی طور سے اس کی تعلیم حاصل کر سکیں۔ ایک انسپکٹر مدارس اس غرض سے مقرر کیا گیا ہے کہ وہ نارمل سکولوں اور پرائمری ٹرنینگ کلاسوں کی رفتار ترقی کے متعلق رپورٹ کرتا رہے۔ تاکہ ویسی زبان کے معلموں کی تربیت و تعلیم باقاعدہ اور ضرورت زمانہ کے موافق ہے۔

مجھ کو افسوس ہے کہ ہماری مالی حالت ایسی نہیں ہے کہ ہم ہائی سکولوں میں بھی سائنس اور صنعتی تعلیم کا اچھا سامان کر سکیں۔ مجھے امید ہے کہ آئندہ سال اس کا بندوبست کر سکوں۔

تعلیم سنوان | ہم نے امسال تعلیم سنوان کی مدین ایک لاکھ روپیہ کی منظوری دی ہے۔ تعلیم سنوان کی رفتار اس صوبے میں بڑھ رہی ہے۔ لیکن وقت یہ ہے کہ لائق استانیان نہیں ملتے۔ تجویز ہے کہ استانیوں کی تربیت و تعلیم کے لیے تیس ہزار کی رقم علیحدہ کر دی جائے۔ تاکہ انگریزی پڑھانے والی معلمہ۔ ابتدائی جماعتوں کی معلمہ۔ اور گھروں میں تعلیم دینے والی معلمہ بسانا مل سکے۔ لڑکیوں کے ماڈل سکول کو امداد پہنچا کر ترقی دی جائے گی۔ ہر ضلع میں اس

حکومت عملی کے باب میں لکھا تھا کہ جو طالب علم گریجویٹ ہونا نہیں چاہتے اور انکی سکندری تعلیم کا نصاب ختم ہے۔ تو انکے اسکول چھوڑنے کے سرفیکٹ کا کیسا امتحان لیا جائے۔ انڈین یونیورسٹی کمیشن نے سفارش کی ہے کہ اسکول لیونگ کا امتحان ضروری ہے۔ یہ امتحان ایسا ہے جس میں مختلف قسم کے مضامین و سہیت کے ساتھ رکھے جاسکتے ہیں۔ یہ امتحان صرف ایسا نہیں ہے کہ ایک مدت معینہ کے بعد بس لڑکوں کا امتحان کتاب تک ختم ہو جائے۔ بلکہ اس میں دیکھا جائے گا کہ زمانہ تعلیم میں طالب علم نے اصل میں کیا کام انجام دیا ہے۔ یہ امتحان مسلسل تربیت اور قابلیت کا سامان فراہم کرتا ہے اور کتابین پڑھنے کی عادت کو ترک کر دیتا ہے۔ غرض ہے کہ یہ امتحان نہایت دقیق ہو۔ اور اس کے تحریری امتحان کے علاوہ زبانی اور عملی امتحان بھی لیا جائیگا۔ فائنل کے امتحان میں انگریزی کی زباندانی کا اچھا امتحان نہیں ہوتا تھا۔ اس امتحان کا منشا یہ ہے کہ زبانی امتحان نہایت مکمل اور واضح طور سے ہو۔ اس غرض سے کہ اسکول چھوڑنے پر طالب علموں کو صنعتی درسگاہوں میں جانے کا موقع ہے بعض مضامین کا میا بڑھا دیا گیا ہے۔

معلموں کی تربیت اگر ہم چاہتے ہیں کہ طریقہ تعلیم مستحکم ہو۔ تو ہمیں معلموں کی تربیت کا کافی سامان کرنا چاہیے۔ اب تک الہ آباد میں سرکاری ٹریننگ کالج میں گریجویٹ اور انڈر گریجویٹ معلمی کے واسطے تیار کیے جاتے ہیں۔ لیکن جدید ضرورتیں اسکی مقتضی ہیں کہ سکندری تعلیم کے واسطے جو معلم تیار کیے جاتے ہیں وہ ابتدائی درجے کے معلموں سے کچھ خاص امتیاز یہ حالت میں ہوں۔ اور ایک ساتھ دونوں

سال روان کے پرائیویٹ بجٹ میں تعلیم کی مدین ۲۱۰۰۰ کا اضافہ کیا گیا۔ سہین
 شک نہیں کہ ہم تعلیم میں اور زیادہ خرچ کرنا پسند کرتے ہیں۔ اور آئندہ امید ہے کہ
 ہم ایسا کر سکیں۔ سہین صرف وسعت تعلیم کی طرف توجہ نہیں کرتی ہے۔ بلکہ اپنے
 کل طریقہ تعلیم پر بھی نظر ثانی کرتی ہے۔ اور دیکھنا ہے کہ آیا ان صورتوں سے
 ہماری مقصد برآوری ہوگی یا نہیں۔

سکندری تعلیم | ضروری یہ ہے کہ ہر ضلع میں سرکاری ماڈل اسکول قائم کیا جا
 اس کے مجوزہ کاغذات پبلک کے سامنے پیش ہیں۔ ۱۹۰۶ء میں اس کام کے
 لیے ایک کمیٹی بنی اور سفارش کی۔ ہر ضلع میں ایک اعلیٰ درجے کا سرکاری ہائی
 اسکول ہو جو اور اسکولوں کے واسطے نمونے کا کام دے۔ اور جن ضلعوں میں
 ہائی اسکول ہیں انکو گورنمنٹ اپنے تحت میں لیکر گورنمنٹ ماڈل اسکول بنادے
 اور وہ اور ہاتھس کے ہائی اسکول پڑوسی درگاہ قرار دے گئے۔ اور یہ طریقہ
 جاری کیا گیا۔

(۱) جو ہائی اسکول ڈسٹرکٹ بورڈ کے زیر اثر ہے۔ وہ گورنمنٹ کے
 تحت میں لیا جائے۔

(۲) جان ڈسٹرکٹ بورڈ کے اسکول نہوں۔ وہاں پرائیویٹ اچھا اسکول
 ہو۔ تو وہ گورنمنٹ اسکول قرار دیا جائے۔ مثلاً لکھنؤ میں جو بلی اسکول سرکاری
 درگاہ قرار پایا۔

اسکول چھوڑنے کا ٹیکٹ ۱۹۰۴ء میں بعد ترمیم قواعد مروجہ ۱۹۰۷ء سے
 میٹرکولیشن کا امتحان رکھا گیا۔ گورنمنٹ ہند نے ۱۹۰۴ء میں اپنی تعلیمی

فوقی فی میل ۳۹ رہ گیا۔ ان اعداد سے کسی قدر اطمینان ہوتا ہے اور ہم نے
مدافعت طاعون کے اخراجات کے لیے بجٹ میں گنجائش رکھ لی ہے۔ افسر
علمہ جو اس وقت منظور کیا گیا تھا اب تک قائم ہے اور اگر ہم طاعون کو روکنا
چاہتے ہیں۔ تو ہمیں اسکی روک تھام کے واسطے تیار رہنا چاہیے۔ کیونکہ صحیح
مزانج سے پہلے تحت نظر صحت ضروری ہے۔

متعدد ضرورتیں | چند امور ایسے ہیں جن میں بہت جلد اضافہ کی ضرورت ہے
نائب تحصیلداروں اور قانون گوؤن کی تنخواہ میں ترقی ہونی چاہیے۔ اسکے لیے
ایک تجویز مرتب کی گئی ہے جن پر سالانہ سے عملدرآمد ہوگا۔ ایک کمیٹی جس میں
مشیر گروپین۔ مسٹر رائٹ اور بابو دیانا ناتھ شامل ہیں۔ موجودہ عملہ دیوانی کے مسئلہ پر
غور کر رہی ہے۔ اسکی رپورٹ جلد پیش کی جائے گی بعض شہروں میں ٹرکین
بہت خراب ہو رہی ہیں۔ ضرورت ہے کہ انھیں پھر اصلی حالت پر لایا جائے۔
تعلیم کے اخراجات | حال میں نہر کسٹنس ویرا نے فرمایا ہے کہ ان دنوں
ہندوستان میں مسئلہ تعلیم نہایت اہم ہے اسکے حل ہونے پر ملک کے مستقبل
کا دارومدار ہے۔ میں یقیناً اس کے کئے کا مجاز ہوں کہ میں اس صوبے میں اور
کاموں سے کہیں زیادہ تعلیمی مسائل سے دلچسپی لیتا ہوں کچھ دن ہونے ہیں۔
جب میں نے تعلیمی حالات پجسالمہ پڑھے تھے مجھے ان کے پڑھنے سے خوشی
ہوئی تھی۔ ڈاکٹر صاحب تعلیمات کی رپورٹ سے صاف ظاہر ہے کہ صوبے
کے طریقہ تعلیم ترقی ہونی ہے تعلیم کے معاملات میں اخراجات کا سلسلہ جاری
مجھ سے پہلے ۲۰ سال قبل، لاکھ کا صرف تھا۔ ۱۹۰۶ء میں ۲۲ لاکھ

دینے والوں نے بھیس بدل کر دیہاتیوں سے روپیہ وصول کیا۔ کئی جگہ یہ
 خبر اڑی کہ ٹیکہ لینے سے آدمی مرجاتا ہے۔ ایک جگہ تو یہاں تک کہا گیا کہ گورنمنٹ
 آبادی کم کرنے کے واسطے ٹیکہ دیتی ہے۔ ایک بڑے شہر میں مشہور ہوا کہ
 مین وہاں طاعون پھیلانے کے واسطے آنے والا ہوں۔ اور اسی۔ آئی۔
 ریلوے کی ہڑتال بھی اس وجہ سے ہوئی۔ کہ جب تک مین اپنا کام نہ کر لیں لوگ
 باہر نہ جانے پائیں۔ ان باتوں سے نہایت درجہ دلشکنی ہوتی ہے۔ گورنمنٹ کا
 منشا ہے کہ لوگوں کی جان بچے۔ مگر عوام پر اچھا اثر خود انھیں کے سر پر آوے
 حضرات کی کوشش سے پڑ سکتا ہے۔ ہٹو لکھنؤ۔ میرٹھ۔ فیض آباد۔ بنارس۔
 الہ آباد۔ اعظم گڑھ۔ بلیا۔ غازی پور۔ مظفرنگر۔ اور اٹا وہ مین ٹیکہ لینے میں نہایت
 اچھی طرح کامیابی ہوئی۔ کل صوبوں میں ٹیکہ لینے والوں کی تعداد ۵۰ ہزار سے کم تھی
 قحط اور طاعون بعض کا خیال ہے طاعون اور قحط دونوں ساتھ ساتھ نہیں آتے
 لیکن یہ غلط ہے۔ ہمارے پاس کوئی ایسا طریقہ نہیں ہے جس سے ہم باسکین
 کہ گورنمنٹ کی انسدادی تدبیروں کا اثر مرض کہاں تک ہوا۔ ہاں اس دفعہ ضرور پہلے
 سے طاعون کی شدت میں کمی رہی۔

۱۹۰۷ء کی آخری سہ ماہی میں اموات کی رپورٹ ۳۱۔۳۵۔۱ اور

۱۹۰۲ء سے ۱۹۰۶ء تک اسی زمانہ میں اموات کی تعداد ۱۲۵۹۶۔۱۲۷۸۰

۵۳۳۷۵۔۷۹۰۹۔۱ اور ۱۵۹۹۸ تھی۔ ۱۹۰۸ء کی اول سہ ماہی کی فونی

قریباً ۵۱ ہزار تھی۔ برخلاف سالہائے ماضی کے یکم جولائی ۱۹۰۷ء اور ۳۱

ماہ ۱۹۰۸ء کے درمیان تعداد اموات گھٹ کر ۶۴۶۱۸ رہ گئی۔ اور اس

۳۲۸۸۶۱ ————— ۱۹۰۷ء

اس زمانہ میں کل ۱۰ لاکھ سے اوپر تعداد اموات کی رپورٹ ہوئی ہے۔
 بادشاہ معظّم نے اپنے مخلص نامہ میں جو ویسے ہند کے نام تھا۔ ہندوستانوں
 کے ساتھ ان کے منشا بنین ہمدردی ظاہر کی تھی۔ اسکے بعد ویسے ہند
 اور گورنمنٹ ہند نے لوکل گورنمنٹوں کو ہدایت کی تھی۔ انسداد طاعون کی واسطے
 کارگر تدبیریں کرنا چاہیے۔ ماہ جولائی میں گورنمنٹ ہند کو گزشتہ سال کی تعداد اموات
 کی طرف متوجہ کیا گیا۔ اور اس سال بجٹ میں ۳ لاکھ عطیہ کا اضافہ منظور کر لیا۔ نئی تال
 میں جب انڈسٹریل کانفرنس کا اجلاس ہو رہا تھا۔ تو یہ خط کتابت ہو رہی تھی۔
 اور وہاں کانفرنس میں غیر سرکاری ممبر بھی تھے جنہوں نے تدابیر انسداد طاعون
 میں مدد دینے کا وعدہ کیا تھا۔ ان باتوں کا ذکر صیغہ حفظان صحت کے رزلوشن
 ۲۴ ستمبر میں ہے۔ دوسرا رزلوشن ۱۷ اکتوبر ۱۹۰۷ء کو جاری ہوا۔

بیکہ گورنمنٹ نے انسداد طاعون کے لیے جو جو تدبیریں سوچیں۔ انکی
 اشاعت قصبوں اور دیہاتوں میں ترجمہ کرا کے بہت اچھی طرح کی اور میونسپلٹیوں
 کو اخراجات مدافعت طاعون سے آزاد کیا۔ اسکے علاوہ خاص اسی کے واسطے
 ایک پلیگ فسر مقرر کیا۔ اور ٹیکہ دینے والا ایک خاص عملہ مقرر کیا گیا۔ صفائی
 کے ترقی دینے اور چوہوں کے صنایع کرنے کی تدبیریں کی گئیں۔ گورنمنٹ کی
 ان کوششوں سے جاہل اور وہم پرست لوگوں میں تو ضمانت پیدا ہو گئی اور
 مفسدون کی حرکتوں سے اس شک و شبہ کو ترقی ہو گئی۔ یہ افواہ پھیلی کہ گورنمنٹ
 زبردستی بیکہ دینے پر مجبور کرے گی۔ چند واقعات ایسے ہوئے جنہیں مصنوعی طریقہ

مشتر کیا جائے گا۔ اسمین استدعا کی گئی ہے کہ لوگ اس سال جائزہ کو نہ جائیں۔
مین نے جائزے کی ممانعت نہایت مجبوری اور افسوس کے ساتھ کی ہے۔
اور وہ صرف اسوجہ سے کہ جائزیوں کی زیادہ تعداد جن میں بہت تنگ
حال ہوں گے۔ ان پہاڑی مقامات پر پہنچ جانے سے جو در افتادہ ہیں
سخت تکلیف میں مبتلا ہو جائیں گے۔

فصل | ابھی مین گزشتہ سال کی فصل خریف کا ذکر کر چکا ہوں جسکی حالت اپنی
جگہ ۱۹۶۷ء سے کچھ اچھی نہیں تھی۔ سال روان مین کاشت رسیج کا رقبہ
۱۹۶۷ء کے مزدور سے بہت کم ہے۔ موجودہ سال مین اس صوبہ مین
۲۹ اگست سے ۱۰ جنوری تک کچھ بھی بارش نہیں ہوئی۔ بحیثیت مجموعی
معمولی فصل کے ۳ رقبہ کاشت ۹۰ فیصدی پیداوار کا تخمینہ کیا جاتا ہے۔
مرزا پور۔ کھیری۔ بہرائچ۔ گونڈا۔ اور اضلاع بندیکھنڈ مین فصل ناقص ہوگی۔
کمایون۔ اور گڑھوال مین اس سے بھی زیادہ حالت خراب ہوگی۔ ان پہاڑی
مقامات مین بارش نہیں ہوئی۔ اسوجہ سے فصل کو بہت نقصان پہونچا۔
طاعونی اموات | گزشتہ چھ سال مین یہ تعداد رہی۔

۲۰۲۲۳	۱۹۰۲ء
۸۴۴۹۹	۱۹۰۳ء
۱۴۹۹۸۴	۱۹۰۴ء
۳۸۳۸۰۲	۱۹۰۵ء
۶۹۶۶۰	۱۹۰۶ء

اشیا کی وجہ سے اُنکے ضروریات کے لیے ناکافی تھی۔ ہر نوع یقینی ہے کہ تا آغاز بارش مستحقین امداد کی تعداد زیادہ رہیگی۔

یتیم آنر بیل ممبروں نے کئی مرتبہ سوال کیا کہ یتیموں کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جاتا ہے مین اسکوئین ہسپتال کے گورنمنٹ کل صوبے کے لیے ایک یتیم خانہ کھول دے۔ آنر بیل ٹیڈت مدن موہن مالوی نے جو باتیں محتاج خانوں کی بابت بیان کی ہیں وہ کمشنر صاحب محکمہ قحط کے پاس پہنچا دی جائیں گی۔ قابل شکریہ امر ہے کہ اس سال کے قحط میں یتیموں کی تعداد بہت کم رہی۔ میرا خیال ہے کہ بعد اختتام قحط یتیموں کا انتظام قوانین منضبطہ کے موافق کیا جائے۔

گڑھوال میں قحط آنر بیل ممبر لوگ واقف ہوں گے کہ ہر سال موسم بہار میں کد اڑا تھے اور بدری ناٹھ میں چالیس پچاس تہار جاتری جمع ہوتے ہیں۔ گڑھوال میں بیچ کی فصل خراب ہو گئی اور اس لیے گورنمنٹ کو روپیہ دینا ہو گا۔ کہ وہاں کے باشندے اپنے کھانے پینے کا سامان کر سکیں۔ دکانداروں نے غلے کی دکانیں کھولنے سے اپنی مجبوری ظاہر کی ہے۔ اور گورنمنٹ ایسا انتظام نہیں کر سکتی کہ ایسے بلند کوہستانی مقام پر غلہ ہم پہنچا سکے۔ ایسی حالت میں ۲۰ مارچ کو طے پایا۔ کہ لوگ حباترا سے بازار کھے جائیں۔ اور کمشنر صاحب نے اطلاع دی ہے کہ پل کھپن جھولے کو بند کر دینا ضروری ہے۔ جس سے گنگا عبور کرتے وقت جاتری گزرتے ہیں مجھے خیال ہے کہ اگر یہ تدبیریں عمل میں نہ آئیں گی تو بہت زیادہ تعداد میں جاتری پہنچ جائیں گے۔ اور پھر اس سے جاتریوں کے جان کا خطرہ ہے۔ بدری ناٹھ کے راول نے کمشنر صاحب کو ایک چٹھی لکھی ہے جس کو عام طور سے

آبادیوں میں قحط زور پر تھا۔ بڑا بیچ میں جسکی بابت میرا خیال ہے قحط نے کبھی نہیں ستایا تھا۔ ڈھائی لاکھ کے قریب دلیف کے کام پر تھے۔ مجھے افسوس ہے کہ ان قسمت ضلوع میں نہ صرف موسم بہار کی کاشت کم رقبہ میں کی گئی۔ بلکہ پیداوار فصل بھی اچھی نہیں ہوگی۔

خیراتی دلیف | قحط کے موجودہ خیراتی انتظام پر کچھ غور کرنے کی ضرورت ہے۔ گیہوں اور چانول کا نرخ ۱۹۷۷ء سے کہیں گران ہے۔ گرانے کا اثر خاص کر پس پردہ زیادہ ہوا ہے۔ اور ان مغرز طبقوں میں ہوا ہے۔ جنگی آمدنی کم ہے اور جن سے امید نہیں کہ وہ امدادی کام میں کچھ کام کر سکیں۔ فروری ۱۹۷۷ء کے آخر میں مصلحت میں ۵۲۳۹۵ لوگ دلیف پر تھے۔ اور محتاج خانوں میں ۵۱۳۳۵ فروری ۱۹۷۷ء کے آخر میں ۳۱۴۲۲۲ خیراتی دلیف پر دیہاتوں میں تھے اور ۵۸۴۸ محتاج خانوں میں۔ آخری اعداد آوارہ کی کمی کا ثبوت دیتے ہیں۔ اور یہ اس سال کے قحط میں ایک خاص بات ہے۔ ہتے بلا شک ضرورت سے زیادہ محتاج خانے کھول رکھے ہیں۔ لیکن اس تعداد میں ایسی کمی کرنا جس سے غیر مستحقین کو امداد قحط سے فائدہ اٹھانے کا موقع نہ ملے۔ کچھ آسان کام نہیں ہے مایچ کے صوبے کے مشرقی تہائی حصہ میں بہت کچھ غلہ میں ازرائی ہوئی اور جب یہی صورت صوبے کے اور بقیہ حصوں میں ہو جائے گی۔ تو ممکن ہے کہ ہم قحط میں امدادی کاموں کے متعلق اپنی پالیسی بدل دیں۔ اگر گیہوں کی شرح قیمت گھٹتی گئی اور اسکے ساتھ ہی معمولی اناج کا نرخ بھی کم ہو جائے گا تو وہ زمانہ جلد آجائے گا۔ کہ ہم خیراتی امداد ان لوگوں کو دینا بند کر دیں۔ جنگی آمدنی گرانے

مین ۲۹۵۰ ہزار آدمیوں کو مختلف طریقوں سے امداد دے رہے تھے۔

قطکی ترقی اکیم ڈسمبر کو گونڈے اور بٹراپج کے ضلع قحط زدہ قرار پائے اور آخر ماہ تک پانچ ضلع کم و بیش قحط زدہ قرار پائے۔ اور بارہ ضلع مین گرائی خیال سے خیراتی امداد کی ضرورت پڑی۔ اس مہینہ کی ۲۸ تاریخ ۷۲ ہزار ۶۶۰ آدمی ریلیف کے کام پر تھے اور ۲۹۶۵ خیراتی مدین۔ جنوری مین چھ اور ضلعون مین قحط پڑا اور خیراتی امداد اٹھارہ ضلع مین جاری کی گئی۔

یکم فروری کو ریلیف اور دیگر آزمائشی کام پر ۷۷۸۹۷۵ تھے۔ اور خیراتی مدین ۱۹۰۶۴۶ تھے۔ اس مہینے کی ۲۹ تاریخ تک جب س ضلعون مین ریلیف کا کام تھا۔ تو کل تعداد خیراتی متوسلین کو ملا کر ۱۲۲۹۴۸ تھی۔

مقابلہ و موازنہ ۱۹۶۰-۱۹۶۱ء کے قحط مین ۱۹۰۷ء کی طرح فصل خریف کو اسی طرح نقصان پہنچا تھا۔ لیکن رفع تکالیف کے سامان فراہم کرنے کی ضرورت نہیں ہوئی تھی۔ ۱۹۶۰ء کے آخر تک تعداد ۵۱۰۹۳۳ تک پہنچ گئی تھی۔ جنوری ۱۹۶۰ء کے آخر تک ۱۳ لاکھ ۵۰ ہزار، ۲۱ تک تعداد پہنچ گئی تھی۔ اور آخر فروری تک ۱۶ لاکھ ۹۶ ہزار ۷۲۲ تھی۔

غرض ۱۹۶۰ء مین ایسی تعداد کا منبر بہت بلند رہا۔ اور پانچ کے شروع مین یہ تعداد بہت کم ہونے لگی۔ پھر ربيع کی فصل مین زیادتی شروع ہوئی۔ اور ۴ مارچ تک ۱۴۱۱۷۹۶ ہو گئی۔ اسکے بعد جب فصل کٹنے کا زمانہ شروع ہوا تو پھر اس تعداد مین کمی آئیگی۔

موازنہ سال حال اور سنہ ماضی سے یہ پتہ چلتا ہے کہ بودھ کی ترائی کی

دیا۔ اور کاشتکار جس نے تقاوی لی۔ دونوں کو مناسب ہے کہ اس سے کچھ معاوضہ لیا جائے۔ ہم نے ہر ضلع کے حالات پر غور کر کے جملہ مورٹے کر لیے ہیں۔ یہ افسران ضلع پر ہے کہ زمانہ ربیع میں کس موضع سے کس قدر تقاوی وصول کی جائے۔

عام طور سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس فصل میں ہم ایک مناسب رقم وصول کریں گے۔ اور بقایا آئندہ خریف و ربیع ۹۰۹ء میں اگر فصل اچھی تو وصول کریں گے۔ لیکن بعض ضلع کی حالت ایسی خراب ہے کہ ربیع میں کچھ وصول کرنا محال معلوم ہوتا ہے۔

خیراتی ریلیف فنڈ | مجھے امید ہے کہ آپ صاحب مجھ سے اس امر میں اتفاق کریں گے۔ کہ گورنمنٹ قحط زدوں کی رقع تکلیف اور تحفظ مویشیان میں کچھ کم کوشش نہیں کر رہی ہے۔ آنریبل پنڈت مدن موہن مالوی کے نکتہ چینی کے جواب میں میں خوشی سے کہتا ہوں کہ امسال مویشیوں کی حالت گذشتہ قحط کے ایام سے اچھی رہی۔ ہمارے امکان میں جہاں تک ہے وہاں تک مویشیوں کے تحفظ میں مدد ہے۔ خیراتی ریلیف فنڈ کو جو اس صوبے میں آخر جنوری میں قائم ہوا ہے۔ بہت کچھ مدد مل رہی ہے۔ چند دن ہوتے ہیں کہ ہر کسلبی حضور و ایسے کلکتہ میں تمامی ہند کے قحط فنڈ کے جلسہ عظم کے صدر نشین تھے۔ اور ہکوانڈین پبلیشن فمیں ٹرسٹ فنڈ سے دو لاکھ روپیہ وصول ہو۔ ہمارا جہ بلرام پور صاحب کے نیک کاموں کو میں شہرت دینا چاہتا ہوں جو اپنی ریاست کے کل سامان ریلیف (رفع قحط) کو سنبھالے ہیں۔ ابھی ہفتہ مغلٹہ ہمارا چ

خود گورنمنٹ ہند کے ذرائع آج کل ایسے وسیع نہیں ہیں جیسے ادھر کے چند سال حال میں وسیع تھے۔ مجھ کو یقین ہے کہ کل صوبہ اس لحاظ سے کہ اس نے اس بجٹ کو اس صورت میں پاس ہو جانے کی اجازت دی مشکور ہوگا۔ میرے کہنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میں ان اعداد و شمار پیش شدہ سے بہت کچھ توقعات لکھتا ہوں۔ نہیں۔ جس طرح اس کونسل کا اور کوئی ممبر ناامیدی ظاہر کر سکتا ہے۔ میں بھی اسی طرح ناامید ہوں۔ تاہم ہم کو یہ اطمینان ہے کہ جو روپیہ ان معاملات سے علیحدہ کیا گیا ہے۔ وہ مصیبت اور تکلیف کے دور کرنے میں صرف کیا جا رہا ہے۔ میں نے جو تقریر نومبر میں الہ آباد کے دربار میں کی تھی اور جنوری گذشتہ میں رفع قحط کے موقع افتتاح پر کی تھی۔ انسان میں مشرخیہ تجویزین رفع قحط کی بیان ہو چکی ہیں۔

تقادی | مالکذاری کی وصولی کا التوا اور اس کے تخفیف یا تقسیم تقاوی کا کام بورڈ آف ریونیو کے تعلق ہے۔ سرانیٹونی سیکڑاٹل کی کمیشن نے جسکو ”اخلاقی صف آرائی“ کہا ہے۔ یعنی جسکو بری فصل کی مدافعت سے تعلق ہے۔ اسکا ذکر آئریبل مسٹر بورڈ نے کونسل میں کیا ہے۔ میں اس کے بارہ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ”اخلاقی صف آرائی“ کو شکست دینے میں تقسیم تقاوی کی کثرت بہت کچھ اثر رکھتی ہے۔ اور جسکو دیجائے انکو یہ بتایا جائے کہ یہ انہیں واپس کرنی ہوگی۔ جبتک واپسی کی ضرورت نہوگی۔ لیکن جہاں تقاوی اس لیے دی گئی کہ اس سے فصل کی تخم ریزی کی جائے۔ اور فصل ایسے وقت میں کاٹی گئی کہ جب قیمتیں گراں قدر ہوں۔ تو گورنمنٹ جس نے قرض

میں ہمیشہ "کل اور کل اور کل" ہوتا رہا ہے۔ اخراجات قحط کے پورا کرنے کے
 لیے سوچا گیا تھا۔ گورنمنٹ ہند سے ہماری لوکل گورنمنٹ ایک مقررہ رقم سالانہ
 لیا کرے۔ اور پھر یہ رقم چھتیسویں بابت تحفظ بذریعہ قرض کی رو سے واپس
 کر دی جائے۔ ایک انتظام یہ بھی تھا کہ اگر قحط ایسی ابتدائی حالت میں ہو جبکہ
 اسکے سرمایہ السندادیہ میں کچھ فاضل رقم نہ تو اسکے پانچ سال پہلے کے صرف
 شدہ سرمایہ کو شاہی رقم قرار دیں۔ اس طرح کے سرمایہ قحط کا کام اس رقم پر
 منحصر ہے۔ جو سالانہ ایسے کام کے واسطے صوبہ دار نکالی جاتی ہے۔ صوبجات
 متحدہ کے واسطے ۱۴ لاکھ کی رقم مقرر کی گئی تھی۔ اور پراونشل گورنمنٹ کے پاس
 کل تعداد اس رقم کی ۳۰ لاکھ ہوئی۔ سرجمیس لائوش نے گورنمنٹ ہند سے پرزور
 الفاظ میں تحریک کی تھی کہ یہ رقم نا کافی ہے۔ گزشتہ سال کے ایک اجلاس میں
 راجہ صاحب محمود آباد نے نہایت کام کی بات کہی تھی۔ کہ صرف ساڑھے چار لاکھ
 سالانہ کے پس انداز سے ہمارے سرمایہ میں معقول اضافہ نہیں ہو سکتا۔ آنریبل
 مسٹر ہوز نے بھی اشارہ کیا تھا کہ ۳۰ لاکھ روپیہ نا کافی ثابت ہوگا۔ اور آنریبل مسٹر
 سری رام نے بھی ایسے ہی خیال ظاہر کیے تھے۔ ہم کو صرف ۱۴ لاکھ کی رقم میں
 رفع قحط کا کام ہے جس کا تخمینہ ۱۰ لاکھ کیا جاتا ہے۔ اسکے واسطے گورنمنٹ
 ہند نے پہلی مرتبہ ۱۴ لاکھ یعنی ہماری سالانہ مقررہ رقم سے پانچ حصہ زیادہ
 دیا۔ اور بقیہ میں نصف لوکل گورنمنٹ کو اور نصف گورنمنٹ عالیہ کو دینا ہوگا
 ہمارے پاس روپیہ نہیں ہے۔ ہم کو گورنمنٹ ہند سے توقع ہے کہ وہ سبٹ میں ہماری
 آمدنی اور ہمارے خرچ کو برابر کر دے گی۔

ہونے کو تھے تو ہمیں امید تھی کہ اب زمانہ ناموافقی کا خاتمہ ہو گیا ہے۔ وزیر مال نے وعدہ کیا تھا کہ وہ سنہ بند و بست کا کام بہت جلد شروع کریں گے۔ اور اُسکے بابے میں جو خط و کتابت ہوئی تھی اُس میں منجانب گورنمنٹ ہند آنریبل مسٹر سیکرٹری اور مسٹر منسٹر اور منجانب صوبیات متحدہ مسٹر موزار اور اینجانب خود شامل تھے۔ جب میں شملہ سے اس کام کے بعد واپس آیا تو میں نہایت خوش تھا۔ کہ گورنمنٹ ہند نے ان صوبیات کی ضرورتوں پر حتی الامکان کافی طور سے غور کیا۔ اس سال کا بجٹ ان اعداد اور شمار پر منحصر ہے جو انتظامات مال کے لیے مقرر ہیں۔ لیکن بقول آنریبل مسٹر گیلن چونکہ سکرٹری گورنمنٹ ہند نے ابھی تک اس نقشہ کو منظور نہیں کیا ہے۔ اس لیے ابھی ہم نہیں کہہ سکتے کہ اسپر حسب خواہش کب عملدرآمد ہوگا۔ گورنمنٹ ہند کا ارادہ تھا کہ اس بند و بست کا نفاذ ۱۹۰۸ء سے کیا جائے۔ اور اسکی نوعیت نیم استمراری ہو۔ بشرطیکہ گورنمنٹ ہند کو اسکی نظر ثانی کا اختیار ہو۔ اور یہ اختیار اس وقت کام میں لایا جائیگا۔ کہ جب مقررہ آمدنی اور مصارف میں کچھ ایسی کمی یا بیشی واقع ہو کہ پھر گورنمنٹ ہند یا میڈیکس مقرر کرے۔ اور یا اس صوبہ سے طلبکار مدد ہو۔

تحتفظ قضا کا سرمایہ | اس سال کے بجٹ تیار کرنے میں بہت سی دقیق پیش آئی تھیں۔ جنکو آنریبل مسٹر گیلن نے نہایت قابلیت کے ساتھ دور کیا۔ بات یہ ہے کہ قحط نے ہمارے وسائل آمدنی کو برباد کر دیا۔ اسکی وجہ سے خریداری اجناس کی مدین بہت کچھ اضافہ کرنا پڑا۔ اور رفع تکالیف قحط کے مختلف کاموں میں بھی ہمیں بہت کچھ خرچ کرنا پڑا۔ اس بد قسمت صوبے کے مالی انتظامات کے معاملہ

کی تعطیلات میں ایک جلسہ شوری منعقد کروں۔ اور اسمین اس کونسل کے چند سرکاری اور غیر سرکاری ممبر ضرور شریک ہوں گے۔

مسٹر بلر صاحب ڈپٹی کمشنر لکھنؤ ماہ جون سے اس خاص کام پر تعینات ہوں گے۔ کہ اس مسئلہ کے متعلق جملہ کاغذات کا معائنہ کر کے نتائج زیر بحث پیش کریں۔ اور مختلف مقامات کو بھی جو ظاہر کیے گئے ہیں ملاحظہ میں لائیں۔ مجھے امید ہے کانفرنس سے کچھ روز پہلے یہ کاغذات ممبران کانفرنس مذکور کو غور و خوض کے واسطے بلجائیں گے۔ ہمیں امید ہے کہ اب ہم اس صوبے کی صنعتی ترقی کے لیے کوئی باقاعدہ تجویز مناسب کریں گے۔

بجٹ ۱۹۰۸ء کے موقع پر پٹنہ کی تقریر

وفات [گذشتہ سال سے اس وقت تک ہم کو اس کونسل کے دو سابق ممبروں کی وفات کا ماتم کرنا پڑا۔ یعنی آنریبل نیڈلٹ شیمز ناٹھ اور نواب یوسف علی خان کے مرنے کا غم ہے۔ اول الذکر اس کونسل کے چھ سال تک ممبر رہے اور آخر الذکر دو سال تک۔ یہ دونوں ممبر اپنے ملک اور اپنی حکمران قوم کے نزدیک مغرور تھے۔ حال میں اس صوبے کے تین سابق حاکموں نے انتقال کیا۔ اول سر جان اسٹریچی اودھ کے چیف کمشنر اور اس صوبے کے فٹنٹ گورنر تھے۔ دوم سر جارج کوپر اودھ کے چیف کمشنر اور مالک مغربی و شمالی کے بھی فٹنٹ گورنر تھے۔ سوم سر کلینڈ کالون تھے۔ صوبہ کا بندوبست اچھلی دفعہ جب ہم صوبے کی مالی حالت پر بحث کر کے مجدا

ترقی کی راہ میں کیا چیزیں سد راہ ہیں۔ مثلاً غیر ملک کی چیزوں کا مقابلہ۔ نوٹوں
سامان صنعت کا کیا ہونا۔ مناسب وزار اور آلات کا نہ ہونا۔ طولانی طریقہ
عمل اور شہتارات وغیرہ کی آسانیاں۔ دوسری بات یہ دیکھنا ہے کہ دستکاری
اور صنعت عامہ کو کس طرح فروغ دیا جائے کہ زیادہ آدمیوں کو کام کرنے کا
موقع ملے اور مشترکہ سرمائے سے ایسی کمپنیاں قائم ہوں۔ اور تیسری بات یہ
کہ گورنمنٹ مذکورہ بالا کارڈوں کو کس طرح دور کر سکتی ہے۔ مسٹر جی صاحب
اس کام کے واسطے صوبے کے تجارتی مرکزوں میں دورہ کریں گے۔ او
کارخانہ داروں اور کارگیروں اور بیوپاریوں سے دریافت حال کریں گے۔
مجھے امید ہے کہ صاحب موصوف کی تحقیقات سے گورنمنٹ کو صاف
طور سے معلوم ہو جائیگا۔ کہ وہ صنعت اور دستکاری کو کس حد ترقی دینے میں
مردود دیکھتی ہے۔ ہم نے ۲۵ ہزار کی رقم بجٹ میں ایسی دستکاری اور صنعت کو
ترقی دینے میں مردود دینے کے واسطے علیحدہ کر دی ہے۔ اور جب تک ہم پوری
طرح تحقیقات نہ کر لیں گے۔ اس سے زیادہ رقم منظور نہیں کر سکتے۔ انہی
مسٹر میک رابرٹ نے دریافت کیا ہے کہ قلیل رقم کن کاموں میں صرف
ہوگی۔ جب تک مسٹر جی کی تحقیقات پوری نہ ہو لگی۔ ہم اسکو نہیں بٹا سکتے
صنعتی و حرفتی تعلیم گزشتہ ہفتہ آئین پبل نیڈٹ مدن موہن مالوی نے صنعتی تعلیم
کی کمیٹی میں چند باتوں کی سفارش کی تھی۔ جو عملی طور پر ناقص ہیں اور کسی تجارت
پیشہ حضرات نے بھی پی رلے دی۔ میری رائے ہے کہ اس صوبہ میں صنعتی
و حرفتی ترقی کے لیے عملی تدبیریں کرنی چاہیے۔ اور اسکے لیے غنی تال میں ہائیکور

ہونا چاہیے۔ بقیہ ۱۰ روپیہ ۶ فیصدی سے ۲۴ فیصدی شرح تک لیا گیا محکمہ مال نے ریاست کی آمدنی کا تخمینہ قریب ۱۰ لاکھ ۶۱ ہزار کے کیا ہے۔ اب ریاست کے متعلق تمامی معلومات موجود ہیں۔ پس تمامی امور پر غور کرنے کے بعد یہ نہیں کہا جاسکتا کہ آمدنی میں کیا اضافہ ہو سکتا ہے۔ اخراجات کا تخمینہ قریب ۱۰ لاکھ کے ہے۔ ریاست اب خود ہیا کی حالت اور ہمارا راجہ سرمان سنگھ کے خدمات پر نظر کرتے ہوئے میرے پیشتر اور میں نے ریاست کو تباہی سے بچانے کے لیے ہر طرح کوشش کی۔ بہترین صورت یہ ہے کہ ریاست کو رٹ کی جائے۔ اور ریاست کا کوئی حصہ علیحدہ نہ کیا جائے۔ یہ بھی انتظام ہے کہ ہمارا راجہ صاحب بلرام پور سے ۳ لاکھ اور راجہ صاحب جھانگیر آباد سے ۲ لاکھ قرض لیا جائے۔ کم سود پر اس وقت قرض کا ملنا مشکل ہے۔ اس لیے بیرونجات میں ریاست کی جو جائیداد ہے وہ فروخت کی جائے۔

صنعتی ترقی اگر ششہ اجلاس کونسل میں آنریبل نپٹ مدن موہن مالوی نے صنعتی ترقی کے متعلق چند سوالات کیے تھے اور میری اس تقریر کا حوالہ دیا۔ جو میں نے جیٹیت ممبر نواب گورنر جنرل بہادر کی کونسل کی تھی۔ میں اپنے ان خیالات سے انحراف نہیں کرتا۔ اور میں اسکی (صنعتی) تحقیقات کے لیے مسٹر چٹرجی جنٹ مجسٹریٹ جو نیپور کو متعین کیا ہے۔ اور وہ صوبے کی ہر صنعت و حرفت کی فہرست اور ضروریات پر رے دین گے۔ اس کے بعد گورنمنٹ دیکھیگی۔ وہ کیا کر سکتی ہے۔

مسٹر چٹرجی کی کارگزاری | سب سے پہلے یہ دیکھنا ہوگا کہ صنعت اور حرفت کی

ٹریکل کالج کے متعلق کیا کارروائیاں ہو رہی ہیں۔ دسمبر ۱۹۵۵ء میں حضور شاہزادہ صاحب بیس نے میدان شاہ مینا میں اسکا سنگ بنیاد رکھا تھا۔ اگر آپ لوگوں کو منظور ہے کہ ٹریکل کالج اپنا کام اچھی طرح انجام دے۔ تو اس کے ساتھ ایک اعلیٰ درجے کا ہسپتال بھی ہو۔ جہاں زمانہ حال کے جدید آلات کافی طور سے فراہم کیے جائیں۔ اور طلباء کو عملی جراحی اور تجربات امراض کا موقع ہو۔ لکھنؤ میں ایسا ہسپتال نہیں۔ ٹریکل کالج کے علاوہ یون بھی گورنمنٹ کا ارادہ ہے کہ لکھنؤ میں کوئی اعلیٰ درجے کا ہسپتال ہو۔ جہاں ۲۰ لاکھ کی آبادی ہے۔ کرنیل سرورٹنٹن صاحب نے کالج اور ہسپتال کی عمارتوں کا نقشہ تیار کیا۔ اور جملہ اخراجات کا اندازہ گیارہ لاکھ کیا گیا ہے۔ اور اگر ڈاکٹروں کے رہنے کا مکان اور بجلی کی روشنی کا انتظام کیا گیا تو ۲۰ لاکھ کالج کی مرمت اور اخراجات کے واسطے گورنمنٹ ۳ لاکھ سالانہ دیا کرے گی۔

ریاست اجویہا | چند روز پہلے اپنی وفات کے ہمارا جہاں اجودھیہا نے گورنمنٹ سے استدعا کی تھی۔ کہ گورنمنٹ انھیں مدد دے۔ اور پریشانیوں سے بچائے اسوجہ سے انکی آمدنی اور خرچ کی تحقیقات کی گئی۔ اسی اشارہ میں ہمارا جہاں نے انتقال کیا۔ آپکی وصیت کے مطابق آپکی دوسری رانی صاحبہ ریاست کی مالک بن گئی۔ اور انکو متبہنی کرنے کا اختیار ہے جو انکے بعد ریاست کا مالک ہو گا۔ گورنمنٹ کو اختیار دیا کہ اگر ضرورت ہو تو انتظامات ریاست کی نگرانی کے لیے ایک ایجنٹ یعنی انگریز افسر مقرر ہو۔ معلوم ہوا کہ ریاست ۶۱ لاکھ کی قرضدار ہے جس میں ۵ لاکھ ۶۰ روپیہ فیصدی کی شرح سود پر ہے۔ جو آٹھ سال کے اندر ادا

ہو چکا ہے۔ اور حتی الامکان اسکے ذمہ دین رعایا کی امداد لی جائے گی۔ ۱۹۰۴ء
 اور ۱۹۰۶ء میں اس متحدہ صوبہ میں ۵ لاکھ سے زائد موتیں ہوئیں۔ ۱۰ سال شروع
 کے ۱۲ ہفتوں میں ایک لاکھ موتوں کی خبر آچکی ہے۔ اور نوجوان موتیں زیادہ ہوئیں۔
 اب تک سوائے اسکے کہ ٹیکہ لیا جائے اور کوئی کارگر علاج اور طریقہ التدا و طاعون
 کا پیش نہیں کیا جاسکتا۔ یہاں کہ طاعون زدہ مقامات سے ہٹ جائیں۔ میں امید کرتا
 ہوں اس کونسل کے غیر سرکاری ممبروں باشندگان صوبہ ٹیکہ لیتے اور مکان خالی
 کر دینے کے فوائد پر بخاطر کھین گے۔

گورنمنٹ کی مالی حالت ایسی نہیں ہے کہ جب لوگ مکانات چھوڑ کر باہر ہٹنا
 شروع کریں۔ تو انکے باہر ہٹنے کا پورا پورا انتظام کر دے۔ میں نے اس بڑے شہر کو
 مستثنیٰ کر کے جہاں اتنے لوگ بچ کے طور سے اپنے رہنے کا انتظام نہیں کر سکتے
 تیس ہزار روپیہ کی منظوری دی ہے۔ کہ جو لوگ شہر باہر رہنا چاہیں انکا انتظام کر دیا جائے۔
 شکر سازی | آنریبل پیڈل من موہن مالوی نے نظم و نسق عامہ کے متعلق
 جو جو باتیں بیان کی ہیں۔ ان پر اس وقت کافی طور سے بحث کی جائے گی۔
 لیکن یہ ضرور کہوں گا کہ شکر سازی کا تحفظ اس صوبہ میں ضروری ہے۔ غیر ملکی
 شکر کی درآمد پر جنگی کا محصول لیا جائے۔ یہ معاملہ گورنمنٹ ہند سے واسطہ رکھتا
 ہے۔ مگر اسکو ہر شخص پریشانی سے اندازہ کرے گا۔ کہ غیر ملکوں سے چھند کی
 شکر یا نیشکر کس قدر آتی ہے۔ لیکن اگر میں اس صوبے کی شکر سازی کے تحفظ
 کا وعدہ نہ کروں گا۔ تو میں اپنی ذمہ داریوں سے قاصر رہوں گا۔
 ٹریل کالج | آنریبل رے نہال چند صاحب بہادر یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ کہ

سال میں الاکم بقایا کی مدین رہیں گے۔

اس کا مطلب بجز اسکے اور کیا ہو سکتا تھا کہ ہمارے صوبے کا دیوالہ ہو جائیگا۔ ہم گورنمنٹ ہند کے ممنون ہیں کہ اُس نے قحط میں ہمارے امداد کی۔ بادی النظر میں ہمارے صوبے کی مالی حالت جیسی ہے۔ ویسی قابل اطمینان نہیں ہے۔ اس وقت زیادہ غور طلب یہ مسئلہ ہے کہ گورنمنٹ ہند کب تک تریسم بندوبست منظور فرمائے گی۔

مجھے آنریبل ممبر صاحب مال متعلق کونسل نواب گورنر جنرل سے معلوم ہوا ہے کہ آئندہ سال سے ایسا عمل درآمد ہوگا۔ اور اس صوبہ میں بھی شرائط بندوبست وہی قرار پائیں گے۔ جو اور دوسرے صوبوں میں ہیں جس سے گورنمنٹ کو نصف آمدنی ملے گی۔

ہمارے صوبے کی حالت اس وقت ہمارے صوبہ کی حالت عام طور سے اچھی ہے۔ حال میں میں نے صوبے کا دورہ کیا۔ تو مجھے معلوم ہوا کہ وہاں طاعون سے اس صوبے کی آسودگی اور اسکے اطمینان میں فرق آگیا ہے۔ گورنمنٹ پر الزام عائد کیا گیا ہے کہ اس نے سخت سے سخت اسنادوں کی تدابیر کیوں نہیں عمل میں لائے۔ ۹۹-۱۸۹۸ء عمر کی طاعون کمیشن نے اپنی یہ رائے ظاہر کی ہے کہ رعایا پر احکامات مدافعت طاعون کے واسطے جبر کرنا کوئی قابل عمل بات نہیں ہے۔ جبر اور دباؤ کی جتنی تدبیریں ہیں وہ سب ترک کرنے کے قابل ہیں۔ جب تک میں ان صوبہ جات میں ہوں رعایا کو ہرگز خوف نہیں کرنا چاہیے۔ کہ میں کسی قسم کا جبر یہ طریقہ اسناد و طاعون میں اختیار کروں گا۔ لیکن اس صوبے کو طاعون سے سخت نقصان

ساتھ اپنے فرائض منصبی پورے کیے۔ ممالک آگرہ و اودھ کے مالی انتظام میں انکی واقفیت عامہ و رپیچہ معاملات کے سنبھالنے میں انکی دستگاہ بنیاد تھی اور صوبہ ہذا کے دونوں حصوں سے انھیں کمال ہمدردی تھی۔ صوبہ ہذا کے سابق لفٹنٹ گورنر صاحب کا اعتماد مرحوم مسٹر موہر پر بہت تھا۔ اور واقعاً آپ سے زیادہ کوئی دوسرا اس اعتماد کا مستحق نہ تھا۔ ہیکو افسوس ہے کہ ۳۵ برسوں کی باکار اور لگاتار ملازمت سرکاری کے بعد انھیں آرام و راحت اٹھانے کی فرصت نہ ملی۔ اب میں اسکا فخر کرتا ہوں کہ میں اس کونسل کا سب سے پہلے پریسیڈنٹ ہوتا ہوں اور ممبر جنرل کی صاحب میرے قدیم شناسا ہیں۔ کونسل میں میرے ساتھ تشریف فرما ہیں۔ اور میں آپ لوگوں سے خواہ سرکاری یا غیر سرکاری عہدہ دار ہیں۔ اپنے زمانہ لفٹنٹ گورنری میں امداد کی توقع کر سکتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ اس یون کونسل میں جملہ مباحث ہمیشہ اتفاق کے ساتھ طے ہوں گے۔ مجھے کامل یقین ہے کہ ہم سب لوگ اس صوبہ کی زرخیزی اور بہان کی رعایا کی فلاح و بہبود میں اپنی کل قابلیت صرف کریں گے۔

میں اسکا اعتراف کرنا چاہتا ہوں کہ آئرلینڈ ممبر کونسل اپنے معاملات میں سرگرم اور سچے ہیں اور انھوں نے جو نکتہ چینی کی اور جو مشورہ دیا وہ نہایت خلوص سے دیا۔ آئرلینڈ مسٹر ہوز صاحب نے آپ کے سامنے وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا ہے کہ اس صوبہ کی موجودہ مالی حالت کیسی ہے۔ ایک سال پہلے جب آپ لوگ اس کونسل میں شریک ہوئے تھے۔ آپ کا یہ اندازہ تھا کہ آمدنی کے مقابلے میں ہمارے اخراجات ۲۸ لاکھ زائد ہوں گے۔ اور آخر

سجٹ کی تقریریں

گورنمنٹ ہوس میں ہزار کی تقریر

۲۳ مارچ ۱۹۰۷ء کو سجٹ کے پہلے موقع پر ہزار نے ذیل کی تقریر گورنمنٹ ہوس میں فرمائی تھی۔

آج میں کونسل کی کارروائی شروع کرنے سے پہلے سابق کے وائسرائے کی وفات کی خبروں کی وفات حسرت آرات کا افسوس ظاہر کرنا چاہتا ہوں۔ جس کے غم میں سب حضرات شریک ہوں گے۔ یعنی سر پر تاب نرائن سنگھ صاحب بہادر تعلقدار اجدو دھیا اور مسٹر موہر پر نے جو پچھلے اجلاس کونسل میں شریک تھے۔ افسوس ہے کہ وفات پائی۔ ہمارا چہرہ پر تاب بہادر مرحوم اس کونسل کے قائم ہونے کے شروع زمانہ میں چار سال تک ممبر رہے۔ جھکوا افسوس ہے کہ جب میں ان صوبہ جات میں آنے والا ہوا تو وہ انتقال کر گئے۔ یوں تو ہر شخص ان کی عزت کرتا تھا۔ لیکن خاص طور سے ان کے ہم عصر تعلقداروں کو ان کی وفات کا غم ہوگا۔

مسٹر موہر مرحوم نے اپنے زمانہ ملازمت تک نہایت احتیاط کے

انجمن ہائے موجودہ کا معائنہ و نگرانی کریں اور اس تحریک کے اصول و طریقوں کے شایع کرنے میں مدد دیں۔ (اس تحریک کے متعلق) ہر قسم کے کام کے لیے مدد کرنے والوں کی سخت ضرورت ہے اور جو غیر ملازم سرکار اشخاص لاج اس دربار میں موجود ہیں۔ ان سب صاحبوں کو یہ صلاح و مشورہ دیتا ہوں کہ وہ نمائش کے طبقہ زراعت میں اُس حصہ کو جا کر دیکھیں جو امداد باہمی کے طریقے کے متعلق ہے۔ وہاں اُن کا غذات میں جو اب تک کی کارروائی کے متعلق ہیں۔ اور اُن تحریرات میں جن میں آئندہ ترقی کے طریقے تجویز کیے گئے ہیں۔ آپ کو بہت سی ایسی باتیں معلوم ہوں گی جو آپ کی توجہ اور دلچسپی کے قابل ہوں گی۔ مجھے امید ہے کہ آپ کے وہاں جانے کا یہ نتیجہ ہوگا۔ کہ جن صاحبوں نے اب تک ایسا نہیں کیا ہے۔ وہ بھی اس بات پر راغب جائینگے کہ عملی طور پر اور سرگرمی سے طریقہ امداد باہمی کی تائید کریں۔



کارروائی سے ظاہر ہوتا ہے کہ ماہ جون ۱۹۰۹ء کے آخر تک ملک ہند میں ۲۰۰۰ انجمنیں موجود تھیں۔ جن میں ۱۸۵۰۰۰ ممبر تھے اور ان کا سرمایہ تقریباً ۸۱ لاکھ روپیہ تھا۔ اس میں شک نہیں کہ جو نتیجے اس سال کے جلسہ میں جو آئندہ جنوری میں بمقام الہ آباد منعقد ہوگا۔ ظاہر ہوں گے۔ وہ اور بھی زیادہ قابل اطمینان ہونگے اور الہ آباد ایسا مقام ہوگا جہاں گورنمنٹ ہند کے صدر مقام کے علاوہ رجسٹراروں کی کانفرنس منعقد ہوگی۔ ہمارے صوبوں میں اب تک قریب ۸۰۰ دیہاتی انجمنوں کی رجسٹری ہو چکی ہے اور ان کا سرمایہ ۱۳ لاکھ روپیہ سے زیادہ ہے۔ آئندہ زمانہ میں جو کام کرنا چاہیے وہ یہ ہے کہ انجمن ہائے امداد و قرضہ کی توسیع اور ان کے مناسب انتظام کا بندوبست کیا جائے۔ گورنمنٹ نے اس طریقہ کی مثال قائم کر دی ہے اور اس کی ترتیب و انتظام کا ایسا نمونہ طیار کر دیا ہے۔ جو گورنمنٹ کے نزدیک حسبِ خواہ ہے۔ لیکن یہ کام رعایا ہی کا ہے کہ اس طریقہ کو ان ممالک میں پھیلا دیا جائے۔ اس کام کے لیے ایسے صاحبوں کی اعانت درکار ہے۔ جو انجمن امداد باہمی کی کیفیت اور فائدے کا شکاروں کو سمجھائیں اور ایسے اشخاص کو جو اس کام کی لیاقت رکھتے ہوں۔ آپس میں شریک کر کے انکی انجمنیں قائم کر دیں اور انتظام کے شروع زمانہ میں (صلاح و ہدایت و حیر سے) ان کو مدد دیں اور جب ضرورت ہوئے صدر بینک قائم کر کے ان میں روپیہ لگائیں۔ اور ان کا انتظام کریں۔ یہ سب ایسے طریقے ہیں کہ ان پر عمل کرنے کے ذریعے سے ذمی اثر سربر آوردہ لوگوں اور ایسے نوجوانوں کے لیے خیر خواہی خلافت کے اظہار کا بہت وسیع میدان کھلا ہوا ہے۔

صنعت و حرفت کے کاروبار میں یا قرب و چار کی زراعت کے کام میں لگایا جائیگا۔ تو یہ طریقہ ضرور جماعت مذکور کی دولت کی ترقی کا ایک بڑا باعث ہوگا۔ پس امداد باہمی کی تحریک کی طرف دو پہلوؤں سے نظر کی جاسکتی ہے ایک تو اس پہلو سے کہ چونکہ بچت کے روپیہ سے آمدنی ہونے لگتی ہے لوگوں میں کفایت شعاری سے روپیہ پس انداز کرنے کی عادت بڑھ جاتی ہے اور دوسرے اس پہلو سے کہ اُسکی وجہ سے زراعت اور اور فائدے کے کاروبار میں سہولتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ وہ سرمایہ جو انکے لیے درکار ہوتا ہے بہم پہنچ جاتا ہے۔ علاوہ ان دونوں پہلوؤں کے ایک تیسرا پہلو بھی ہے۔ یعنی وہ اثر جو خود ایسی انجمنوں کے ممبروں کے عادات پر پہنچتا ہے۔ جو بجز تیرہ و کے ملکوں میں حاصل ہوا ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اثر ہر حالت میں عمدہ ہی ہوتا ہے۔ ہر انجمن امداد باہمی کے ممبر زیادہ کفایت شعار ہو جاتے ہیں اور انکو اپنا کام خود ہی کرنے کی عادت ہو جاتی ہے اور ان کا حوصلہ بڑھ جاتا ہے اور اپنی طبیعت کو قابو میں رکھنے کی زیادہ عادت ہو جاتی ہے۔ اور اس امر سے کسی کو بھی انکار نہ ہوگا۔ کہ ان صفتوں کے بڑھ جانے سے ان ممالک کے لوگوں کی ہمت و قوت میں بڑی ترقی ہوگی۔

یہ لحاظ اس امر کے کہ ایکٹ انجمن ہاے امداد قرضہ کو جاری ہوئے ابھی صرف چھ سال کے قریب گزرے ہیں۔ اس میں کچھ شک نہیں ہو سکتا۔ کہ اس تحریک میں غیر معمولی کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ انجمن ہاے امداد قرضہ کے رجسٹراروں کی جو کانفرنس ماہ نومبر ۱۹۰۹ء میں ہوئی تھی۔ اُسکی

اُس سے مقصد یہ بھی ہوتا ہے کہ لوگوں میں کفایت شعاری کی عادت بڑھ جائے۔
 اس انتظام کا اصلی مقصد یہ ہے کہ دولت اور پیداوار بڑھانے کے کاموں کے
 واسطے سرمایہ مل سکے۔ اور یہی حالت کارگیروں مثلاً کپڑا بننے والوں کی صورت
 میں بھی ہوتی ہے۔ جنکو اس غرض سے سرمایہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ کہ خام
 اشیاء خریدیں۔ اور اپنا طیار شدہ مال مناسب موقع پر زیادہ نفع سے بھیج سکیں۔
 لیکن شہروں اور قصبوں کے رہنے والوں کے متعلق زیادہ صریحی نفع اس
 تجویز کا یہ ہے کہ علاوہ اسکے کہ لوگوں میں برابر روپیہ پس انداز کرتے رہنے کی
 عادت بڑھے۔ اُن کو یہ بھی عادت ہو جائے۔ کہ اپنے بچت کے روپیہ کو بیکار نہ رہنے
 دیں۔ بلکہ اُسکو نفع کے کاموں میں لگاتے رہیں۔ لوگوں کے بعض گروہوں میں
 مثلاً محروروں اور کلرکوں اور کارخانہ جات کے ملازموں اور مزدوروں میں ان
 عادتوں کے بڑھانے کی سخت ضرورت ہے۔ کفایت شعاری کی ترغیب اتنی
 زیادہ کسی امر سے نہیں ہو سکتی جتنی کہ سیونگس بنکیوں یعنی بچت کے بینکوں
 کی ترقی سے ہو سکتی ہے جو امداد باہمی کے طریقے کے مطابق قائم کیے جائیں
 اور جن میں ہر ممبر اپنی آمدنی کا تھوڑا سا حصہ مقررہ اوقات پر برابر جمع کیا کرے
 اور اس رقم کی بابت اُسکو سود ملا کرے اور اس طور پر اُسکا ایک ایسا سرمایہ
 جمع ہو جائے جس میں سے وہ سخت ضرورت کے وقت روپیہ لے سکے۔
 اس معاملے میں بھی ایسے اشخاص کو جو ایسے طبقوں میں اثر رکھتے ہیں جن
 لوگوں کو برابر کچھ روپیہ پس انداز کرنے کا مقدور نہ ہو خلائق کو نفع پہونچانے کا
 بڑا موقع حاصل ہے۔ اور اگر وہ سرمایہ جو ایسی انجمنیں جمع کریں گی۔ مقامی

کہ کاریگروں کی سمجھ اور تجربہ بڑھے اور انکو اپنے کام میں ترقی کا شوق پیدا ہو یہی ہے کہ انکی انجمنوں کی کارروائی و نگرانی کی ذمہ داری بالکل انجمن پر ڈال دی جائے اور اب تک اس سے بہتر تئیر اس بارہ میں معلوم نہیں ہوئی۔ ان صوبوں میں کاریگروں اور پیشہ روں اور سوداگروں کی امداد و بہبود کے لیے پچاس سے زیادہ انجمنیں اب بھی موجود ہیں۔ اور یہ خاص مکر بنارس اور رے بریلی میں زیادہ ہیں۔ ان دو شہروں میں جبکا ابھی ذکر ہوا جو تہ بنانے والوں اور چمڑا پکانے والوں اور چونہ بنانے والوں اور پتیل کا کام کرنے والوں اور میز کر سسی وغیرہ سامان پرکش تیار کرنے والوں اور کپڑا بننے والوں اور مختلف قسم کے اشیاء کے سوداگروں کی انجمنیں موجود ہیں۔ ٹانڈا کے کپڑا بننے والوں میں کئی انجمنیں قائم کی گئی ہیں جو قصبہ سوچہ سے مشہور ہے۔ کہ وہاں کی عیسیٰ ہولی ملل اور تزیب عمدہ ہوتی ہے۔ خاص الہ آباد میں بھی ایک نہایت عمدہ چھوٹی سی انجمن موجود ہے جسکو ہمیلٹن صاحب بیڑٹھریٹ لائے بہت چھوٹے درجے کے ملازمان مینو سیلپی اور خانگی نوکروں (خدمتگزاروں وغیرہ) کے فائدے کی غرض سے قائم کیا ہے۔ مثل دیہات کے شہروں اور قصبوں میں بھی اگر ایسے صاحب جو ملازمان سرکار نہیں ہیں پہلے سے زیادہ تعداد میں اس بارہ میں کوشش کریں تو ان کا یہ کام بہت پسندیدہ اور قابل شکر ہوگا۔ و حقیقت اس بات کا کہنا غلط نہ ہوگا کہ مشکل سے کسی قسم کا کوئی کاروبار یا پیشہ ایسا ملیگا جسکے متعلق امداد باہمی کا اصول اختیار کرنا مفید نہ ہو۔

امداد باہمی کی تحریک کا ایک دوسرا پہلو بھی ہے۔ اگرچہ یہ تعلق دیہات کے

اب تک مین نے انجمن ہائے امداد قرضہ کے صرف وہی حالات بیان کیے ہیں جو زراعت سے تعلق رکھتے ہیں۔ لیکن جس قدر کہ زراعت کے لیے روپیہ کی ضرورت صاف ظاہر و عیان ہے۔ اُس قدر قدیمی و سیاحت و حرفت کی ترقی اور جدید صنعتوں اور پیشوں کے قائم کرنے کے لیے بھی روپیہ کی حاجت ہے۔ در حالیکہ ترقی ذرائع معاش و دولت کے متعلق سب سے پہلے یہ بڑا اور ضروری امر ہمارے پیش نظر ہے۔ کہ اس ملک کی خام پیداواروں کی مقدار اور حیثیت مین افرائش و ترقی کی جائے۔ اسکے ساتھ ہی یہ دو اسرار بھی کچھ کم ضروری نہیں ہے کہ ان مختلف قسموں کی خام پیداوار کو کام میں لانے اور اُسکی چیزیں پیدا ہونے کی غرض سے صنعتوں اور حرفتوں کی حالتوں مین اصلاح و ترقی اور ان مین افرائش کی جائے۔ پس ان ممالک کے شہروں اور قصبوں مین بھی باہمی امداد قرضہ سے فائدہ اٹھانے کی گنجائش ویسی ہی زیادہ ہے۔ جیسی کہ دیہاتوں مین ہے۔ سرمایہ کی ضرورت کارگیروں کے لیے بھی اُس قدر زیادہ ہے کیونکہ چھوٹے چھوٹے کاروباروں مین عمدہ قسم و جدید طرز کے اوزاروں وغیرہ کا استعمال کرنا اور بہتر طریقوں اور سامان کا جاری کرنا اور کام مین لانا زیادہ تر اسپر منحصر ہے کہ کارگیر سمجھ والے ہوں اور جو سرمایہ انکو درکار ہو وہ آسانی سے مل سکے۔ ظاہر ہے کہ شہروں کے کارگیروں کو بھی بغیر کسی طریقہ امداد باہمی کے ان مین وجوہ سے کم سود اور مناسب شرائط پر سرمایہ دستیاب نہیں ہو سکتا۔ جن وجوہ دیہات کے لوگوں کو اُس کا ملنا مشکل ہوتا ہے۔ بجز یہ سے معلوم ہوا ہے کہ سرمایہ ضلع کے بینکوں سے مل سکتا ہے اور سب سے بہتر تزیار اس امر کی

لاحق ہوتی ہے۔ خواہ وہ کام کچھ ہی ہو اور ایک مرتبہ اس ظہور پر اتفاق باہمی
 قائم ہو جانے کے بعد وہ اپنی کوششوں کو دوسرے کاموں کی نوبت جیسا
 جیسا کہ موقع آتا جاتا ہے رجوع کرتے ہیں۔ اس بات کے آثار موجود ہیں کہ ان
 ممالک میں بھی یہی کیفیت ہوگی۔ (یہاں کے لوگوں کو) بالفعل تو فوری اور
 شد ضرورت اس امر کی ہے کہ بہ نسبت حال کے کم شرح سود پر قرضہ مل سکے اور
 اسی مقصد کے حاصل کرنے کے لیے انجمن ہائے امداد قرضہ قائم کی گئی ہیں
 مگر صیغہ زراعت کے کاغذات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابھی سے انجمن ہائے
 مذکور نے مختلف امور کی بابت صیغہ مذکور سے صلاح لینا شروع کر دی ہے۔
 یعنی نئے قسم کے اجناس کی کاشت اور جدید طرز کے آلات اور اوزار۔ اور
 (کاشت وغیرہ کی) نئی ترکیبوں کے جاری کرنے کی نسبت اور اپنی پیداوار کی
 تھوک فروشی اور اور ایسی تدبیروں کی نسبت جن سے انجمن ہائے مذکور کے
 ممبروں کی خوشحالی میں ترقی ہو۔ صیغہ زراعت کو ایک بہت بڑی علمی وقت
 اس وجہ سے پیدا ہوتی ہے کہ جب کبھی زراعت کے کام میں کسی طریقہ صلاح
 و ترقی کے جاری کیے جانے کی خواہش کیجاتی ہے۔ تو کاشتکاروں کو جنکی
 تعداد نہایت کثیر ہے (فرد افراد) اُس سے واقف کرنے کی ضرورت ہوتی ہے کہ
 اور اس میں کچھ شک نہیں کہ انجمن ہائے قرضہ کے قائم ہو جانے کی وجہ سے
 سب سے بہتر کاشتکاروں کے گروہوں کو اس طرح واقف کرنے میں آسانی
 ہو جائیگی۔ اور یہ ان ممالک کی زراعت کی ترقی مزید کے لیے ایک ایسی بات ہوگی
 جو نہایت درجہ ضروری اور مفید ہے۔

امانت اور ڈبچروں کے ذریعہ سے رقم کثیر کا اضافہ ہو سکتا ہے۔ اور یہ کہ بعض صورتوں میں ان بینکوں کو معمولی جائنٹ اسٹاک (یعنی مشترکہ سرمایہ رکھنے والے) بینکوں سے مزید رقمیں مل سکتی ہیں۔ یہ ثابت ہو گیا ہے کہ اگر ان صدر بینکوں کا احتیاط کے ساتھ انتظام کیا جائے تو حصہ داروں کو ایک مناسب رقم منافع کی مل سکتی ہے، اور ایک معقول سرمایہ بچت کا کام میں لگے ہوئے سرمایہ سے علیحدہ قائم کیا جاسکتا ہے۔

متفقہ کوشش کے اصول سے صرف یہی مقصد نہیں ہے کہ ساکھ اور اعتبار بڑھ جائے۔ ملک کے اکثر فرقوں میں اور کاروبار کے ہر شعبہ میں لوگوں کی ایک ایسی جماعت جو متفقہ طور پر کسی مشترک غرض کے لیے کوشش کرے۔ بہ نسبت اُسکے زیادہ کامیابی حاصل کر سکتی ہے جو انہیں اشخاص کو علیحدہ علیحدہ کوشش کرنے کی حالت میں حاصل ہو سکتی ہے۔ دنیا کے اور حصوں میں کاشتکاروں کی انجمن ہائے امداد و قرضہ نے بہت سے مختلف طریقوں سے (امور منفعتی میں) کامیابی حاصل کی ہے۔ یعنی ایسی چیزوں کی مشترکہ خریداری سے جن پر پیداوار منحصر ہے۔ مثلاً بیج یا کھاد۔ کلون کی مشترکہ ملکیت کے ذریعہ سے چسپا کہ گھی اور دودھ وغیرہ کے مشترکہ کارخانوں میں ہوتا ہے۔ باہمی ذمہ داری پر مویشی کا بیمہ کرانے کے ذریعے سے اور اپنی پیداوار کو بغیر کسی درمیانی شخص کے وسیلے کے فروخت کرنے کے ذریعہ سے دنیا کے ایک بڑے حصہ کی زراعتی ترقی کی حال کی کیفیتوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ معمولاً زراعت پیشہ لوگ شروع میں ایسے کام کے لیے متفق ہوتے ہیں جسکی اسی وقت میں انکو سخت ضرورت

کو شمش اپنے اوپر لازم سمجھے۔ انجمن مذکور اپنی ضرورت کے لائق کمیشنٹ قرض
 لے لیتی ہے اور اُس سرمایہ کو اپنے ممبرن میں اُنکی ضرورتوں کے مطابق تقسیم کر دیتی ہے
 اور اُن سے اُس شرح سود سے جو کہ وہ خود ادا کرتی ہے کچھ زیادہ وصول کرتی ہے
 اور جو منافع اس طور پر ہوتا ہے اُس سے اپنے اصلی سرمایہ میں اضافہ کرتی ہے
 اور نیز اس غرض سے کہ اُسکی ساکھ بڑھ جائے۔ ایک جداگانہ بچت کے سرمایہ کے
 قائم کرنے میں لگاتی ہے۔ اسکے سوا انجمن مذکور اپنے ممبرن سے مقررہ ميعادوں
 پر چھوٹی چھوٹی رقمیں خواہ بطور رقوم امانت خواہ حصوں کی قیمت کے طور پر
 لیا کرتی ہے۔ اور اس طور پر وہ رفتہ رفتہ خود اپنا سرمایہ قائم کر لیتی ہے پس
 جیسے جیسے کہ اُس کالج کا سرمایہ بڑھتا جاتا ہے۔ اُسکو قرض لینے کی ضرورت کم
 ہوتی جاتی ہے۔ اور اس وجہ سے رفتہ رفتہ اُس کو اور بھی کم شرح سود پر قرضہ
 مل سکنے کی امید ہو سکتی ہے۔ مگر اس کے لیے ایک زمانہ چاہیے کہ ایسی چھوٹی
 چھوٹی انجمنیں اپنے کام میں لگے ہوئے سرمایہ کے کسی بڑے جزو کی خود ہی مالک
 ہو جائیں۔ اور شاید سب سے بڑا تردد جو اس تحریک کی ابتدائی حالتوں میں
 پیش آیا۔ وہ یہ تھا کہ آیا انجمن ہائے مذکور کے کام کے لیے ایسی شرح سود پر
 جو تعداد مناسب زیادہ نہ ہو کافی سرمایہ کا (قرض) ملنا ممکن ہے۔ یا نہیں۔
 یہ تردد بظاہر اس طور پر رفع ہو گیا ہے کہ ایسے سنٹرل بینک یعنی صدر بینک
 قائم ہو گئے ہیں۔ جنکا اصلی منشا یہ ہے کہ گانوں کی انجمنوں کے لیے سرمایہ مہیا
 کریں۔ تجربے سے یہ معلوم ہوا ہے کہ ان بینکوں کے حصہ مقام متعلقہ کے
 لوگوں میں بک جاتے ہیں اور یہ کہ اُنکے کام میں لگے ہوئے سرمایہ میں رقوم

اسکے اُسکو خاص کر غنی یا خوشی کے موقعوں پر فضول خرچ کرنے کی بہت رغبت ہوتی ہے اور ایسے وقت میں یہ ہو سکتا ہے کہ وہ اُس روپیہ کو خرچ کر دے جو اسے اپنے مہاجن کو دینا چاہیے تھا۔ پس جو شخص جدا جدا کاشتکاروں کو قرضہ دیتا ہے اُسکو ہر کاشتکار کی نسبت یہ تحقیق کرنا ضرور ہوتا ہے کہ اُس کا چال چلن کیسا ہے اور اُس کی مالی حالت کیسی ہے اور شرح سود مقرر کرنے میں اس تحقیقات کے خرچ اور تضييع وقت کا ضرور بہت اثر ہوتا ہے اور علاوہ اسکے وہ شرح خواہ مخواہ ایسی ہونی چاہیے کہ اُن نقصانوں کا معاوضہ ہو سکے جو بعض قرضوں کے وصول نہ ہونے کی وجہ سے ہوں۔

لیکن اگر چالیس یا پچاس کاشتکار جن میں سے ہر شخص ایک دوسرے کے چال چلن اور مالی حیثیت سے واقف ہو۔ ایک دوسرے کے قرضہ کے اس طرح ذمہ دار ہو جائیں کہ وہ ساری جماعت اکٹھی ذمہ دار ہو اور ہر شخص الگ الگ بھی تو مہاجن جماعت مذکور کو اُسکے مشترکہ ذاتی اعتبار پر نسبت اُس شرح سود کے جس پر کہ وہ جماعت مذکور کے اشخاص کو علیحدہ علیحدہ قرضہ دیتا بہت کم شرح سود پر بہ اطمینان قرضہ دے سکتا ہے۔ (اس طریقہ سے) اول تو کسی قرضے کے وصول نہ ہو سکنے کا خوف اسوجہ سے بہت کم ہو جاتا ہے کہ بجائے ایک شخص کے بہت سے شخص اُسکے ذمہ دار ہو جاتے ہیں اور دوسرے یہ کہ اُسکو اُس بات کی فکر اور معلوم کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی کہ اُن شخصوں میں سے ہر شخص کی علیحدہ علیحدہ مالی حالت کیا ہے جو کہ جماعت مذکور میں نہ یک ہیں۔ حقیقت میں ایسی انجمن کا پہلا اصول یہ ہے کہ اُسکا ہر ممبر اُس میں کامیابی کی

آراضی وزارت کے متعلق بینکوں کی نسبت تحریر کی اور نیز ڈوپرنے صاحب
اپنی کتاب موسومہ پیپلس بینکس فار نادرن انڈیا (یعنی شمالی ہند کے رعایا کے
بینک) میں واضح طور پر ظاہر کیا۔ دس برس کا عرصہ ہوا جبکہ ان ممالک میں
ایسی انجمنوں کے قائم کرنے کی آزمائش شروع کی گئی تھی اور یہ انجمنیں باقاعدہ طور
سے اُس زمانہ میں قائم کی گئیں جو ۱۹۰۷ء سے شروع ہوا جس سال میں کہ ان
انجمنوں کے متعلق ایک ایکٹ صادر ہوا۔ اور پہلا رجسٹرڈ انجمن ہاے امداد و قرضہ
مقرر کیا گیا۔

یہ امر بہ آسانی سمجھ میں آ سکتا ہے کہ انجمن امداد و قرضہ سے کیا مراد ہے۔
ہر شخص یہ یقین کرتا ہے کہ بہ لحاظ نیت کے معمولی کاشتکار کی دیانت میں کچھ شک
نہیں۔ یعنی جب وہ روپیہ قرض لیتا ہے تو اُس کا یہ ارادہ ہوتا ہے کہ ٹھیک وقت پر
اُس کو ادا کر دے۔ میں آپ سے یہ بیان کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ یہ امر کہ اس یقین
کی معقول بنیاد ہے کبھی اس سے زیادہ صاف طور پر ثابت نہیں ہوا جیسا کہ ان
کاشتکاروں کی اُس طرز عمل سے ثابت ہوا جو انھوں نے اپنے قرضہ تقاوی
کے ادا کرنے میں ظاہر کی۔ جو قرضہ ان کو ۱۹۰۷ء کے قحط کے زمانہ میں دیا گیا تھا
اور جس کی مقدار بہت بڑی یعنی سوا دو کروڑ روپیہ کی تھی پس اس حد تک کاشتکار
کی ساکھ اُسکی نیت کے لحاظ سے اچھی ہوتی ہے۔ مگر اُسکے آس پاس اُسکے کام
کے لیے سرمایہ بہت کم ہوتا ہے اور اُسکی حالت کی بھلائی بُرائی حادثوں پر منحصر
ہوتی ہے۔ جنگی وجہ سے ہر وقت ایسا اتفاق ہو سکتا ہے کہ وہ اس قابل نہیں ہے
کہ اپنا قرضہ ادا کر سکے۔ مثلاً ایسا ہو سکتا ہے کہ اُسکے بل کے بل مر جائیں۔ علاوہ

لیے مہیا کیا جائے۔ اور ایسا انتظام کیا جائے کہ ہر کاشتکار کو اس طرح قرضہ
 مل سکے۔ اگر روپیہ کم سو روپے مل سکے تو اور زیادہ کنوین طیار ہوں اور زمین زیادہ
 اچھے طور پر جوئی جائے اور بہتر قسم کے اجناس بوئے جائیں۔ اور پیداوار بھی
 فی ایکڑ اس سے زیادہ ہو۔ جو اس وقت ہوتی ہے۔ پس جس جس کو ذرا عمت
 کی آمدنی مین سے حصہ ملتا ہے یعنی گورنمنٹ اور زمیندار اور کاشتکار سب کے
 نفع کی یہ بات ہے کہ زمیندار کے کاروبار کے لیے بہ نسبت حال کے زیادہ
 آسانی سے کم سو روپے روپیہ مل سکے۔ اور یہ بات صرف اس وقت ہو سکتی ہے
 کہ اس سرمایہ مین اضافہ ہو جائے جس مین سے کاشتکاروں کو قرضہ مل سکتا ہے۔
 یہ مسئلہ صرف ملک ہند کے لیے مخصوص نہیں ہے بلکہ وہ پچھلے پچاس برس کے
 اندر قریب قریب ہر ایسے ملک مین پیدا ہوا ہے جہاں ملک ہند کی طرح آرضی
 کی کاشت چھوٹی چھوٹی جو توں مین تقسیم ہو کر کی جاتی ہے۔ اور اس مسئلہ کے حل
 کرنے کے مختلف طریقوں سے کوشش کی گئی ہے۔ اس مسئلے کے کس قدر
 حل کرنے کے متعلق ایک تدبیر جو شروع ہی سے ملک ہند کے حالات کے
 مناسب معلوم ہوئی۔ یہ ہے کہ ایسی انجمنیں قائم کی جائیں جو انجمن ہائے امداد
 قرضہ کے نام سے مشہور ہیں۔ ان انجمنوں کا خاص مقصد یہ ہے کہ کاشتکاروں
 کی وہ مشکلیں رفع ہو جائیں جو انکو سرمایہ کی قلت اور قابل اطمینان کفالت
 نہ ہونے کی وجہ سے ہوتی ہیں۔ اس قسم کی انجمنوں کے قائم کرنے سے جس
 فائدے کے حاصل ہونے کی بظن غالب امید ہو سکتی تھی۔ اس کو سب سے
 پہلے سر فریڈرک نکلسن نے اس رپورٹ مین صاف طور سے ظاہر کیا جو انھوں نے

سال کے کل مطالبہ لگان سے کم نہیں ہوا کرتی ہے۔ بیشک بہت سے کاشتکار ہی پیشہ لوگ ایسے بھی ہیں جو مقروض نہیں ہیں۔ مگر جب تک سود کی شرح افسردہ زیادہ رہے گی۔ یہ امید کرنی فضول ہے کہ کاشتکار لوگ اس قدر سے زیادہ قرض لیں گے جو ان کی اُسی وقت کی ضرورتوں کے لیے مطلوب ہو۔ ظاہر ہے کہ وہ صرف وقت موجودہ کی واقعی ضرورتوں کے لیے جو ان کو پیش ہوتی ہیں قرض لیتے ہیں۔ اور اگر وہ (ترقی زراعت کے) آزمائشی طریقہ نہیں روپیہ لگانے کی غرض سے قرض لینے میں پس و پیش کریں تو وہ قابل الزام نہیں گو ان آزمائشوں کی کامیابی کی بہت زیادہ امید پائی جاتی ہو۔ علاوہ اس کے بہت سے ضلعوں میں کاشتکاروں کو اس روپیہ کے ملتے ہیں دشواری ہوتی ہے۔ جو انکو درکار ہوتا ہے اور اس وجہ سے وہ مجبوراً اپنی جوت کی آئندہ پیداوار پہلے ہی سے ان لوگوں کے ہاتھ جو انکو روپیہ قرض دیتے ہیں ایسے نرخ سے فروخت کر دیتے ہیں جس سے ان کاشتکاروں کا بہت نقصان ہوتا ہے اس طرح اکثر زیادہ قیمتی اجناس کے پیداوار کی نسبت عمل کیا جاتا ہے۔ علاوہ اس کے کاشتکاروں کو اکثر مجبوراً ہی سے خراب بیج بونا پڑتا ہے اور وہ اکثر بیج ایسی شرطوں پر لیتے ہیں جنکی وجہ سے انکو بدلے میں پیداوار کا واجب سے زیادہ حصہ ہاجن کو دینا پڑتا ہے۔ یہ امر آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے کہ ان حالتوں کی وجہ سے زراعت کی ترقی میں بہت ہرج و مرج واقع ہوتا ہے اور یہ فوراً ذہن نشین ہو سکتا ہے کہ اس ملک کی زراعت کے لیے سب سے زیادہ ضرورت اس امر کی ہے کہ اور زیادہ سرمایہ کم سود اور معقول شرطوں پر قرض دینے کے

قابل تعریف طریقہ ہے اور اگر اس طریقہ کو کل ایسے زمیندار جن کے پاس وہ پیسہ اختیار کریں تو انکو بہت نفع ہوگا۔ گورنمنٹ نے بھی حال کے برسوں میں اس بارہ میں بہت کارروائی کی ہے۔ کہ قدیم طریقہ تقاوی یعنی سرکاری قرضہ متعلقہ اغراض و راعی کے ملنے میں آسانی ہو جائے۔ اور بیشتر سے زیادہ رقوم اس طرح مل سکیں۔ لیکن عام طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس ملک کے کاشتکاروں کو اس قسم کی مدد نہیں مل سکتی ہے۔ جو ملک یورپ میں اکثر ایسے روپیہ والے اشخاص دیا کرتے ہیں۔ جو شراب یا رشیم یا اس قسم کی اور بہت سی چیزوں کا کاروبار کرتے ہیں۔ پس زیادہ تر لوگوں کو قرض ملنے کا ذریعہ مہاجن ہی ہے۔ اگرچہ یہ ناکافی ذریعہ ہے یہ ذریعہ زیادہ تر اسوجہ سے ناکافی ہے کہ خود ان مہاجنوں کے پاس ہی سرمایہ کم ہوتا ہے۔ علاوہ اسکے چونکہ مہاجنوں کے پاس زیادہ روپیہ قرض دینے کے لیے نہیں ہوتا۔ اور انکو اسی لین دین سے اپنی گذر کرنی ہوتی ہے اور جو نقصان اس کاروبار میں اٹھانے پڑتے ہیں انکے معاوضہ کی بھی ضرورت ہوتی ہے اسوجہ سے وہ خواہ مخواہ سود بہت زیادہ شرح سے لیا کرتے ہیں۔ دو برس ہو کہ رجسٹرار انجمن ہائے امداد قرضہ نے تحقیقات کی تھی۔ جس سے یہ ظاہر ہوا۔ کہ اُس سود کی اوسط شرح جو ایسے کاشتکاروں کو دینا پڑتا ہے۔ جو حقوق ملکیت نہیں رکھتے قریب ۳۶ فیصد سالانہ ہے۔ بہ استثناء ان مقاموں کے جو ان ممالک کی مغربی سرحد پر واقع ہیں۔ جہاں سود شرح مذکور سے کچھ کم ہے۔ بعض صاحبوں نے تو یہ تخمینہ کیا ہے۔ کہ خود میری رائے میں اس تخمینہ میں مبالغہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ ان ممالک کے راعی پیشہ لوگوں کے قرضہ کی اوسط تعداد

جو ذریعہ ہے معاش اور وسائل دولت سے تعلق رکھتے ہیں اور انہیں بھی میری رائے میں زمین کی پیداوار کے بڑھانے کا مسئلہ سب سے زیادہ اہم ہے۔ اسی امر کے لحاظ سے آج میں انجمن ہے امداد قرضہ کی نسبت کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ کاروبار کے لیے بہ نسبت حال کے کم شرح سود پر روپیہ کا مل جانا انتہائی ہی ضروری ہے۔ زراعت میں کامیابی اور ترقی اس بات پر منحصر ہے کہ قرضہ سانی سے مل سکے اور تمام دنیا میں کاشتکاروں کو اپنی آراضی سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کے لیے قرض لینے کی ضرورت پڑا کرتی ہے۔ اس قرض کی اس ملک میں مختلف کاموں کے لیے ضرورت ہوتی ہے۔ کنواں کھودنے اور پشتون کی طیارسی کے لیے بمقابلہ اور ضرورتوں کے زیادہ روپیہ درکار ہوتا ہے اور اس سے کم مویشی اور معمولی آلات اور اوزاروں کے خریدنے کے لیے اور اس سے بھی کم کھیت کے جوٹنے اور بیج کی خریداری اور کھیتی کے متفرق کاموں کے لیے درکار ہوتا ہے۔ یہ ضرورتیں ہمیشہ سے یہی ہیں۔ لیکن اُن کے علاوہ حال میں مزدوری کی شرح بڑھ جانے کی وجہ سے اس امر کے لیے روپیہ کی ضرورت بڑھتی جاتی ہے کہ زراعت کے متعلق سستی قسم کی کلیں خریدی جائیں۔ جیسی کہ ہماری نمائش میں دیکھنے میں آئیں گی اور انہیں ایسی بہت سی کلیں ہوں گی جو اب تک اس نواح میں نہیں آئیں۔

بالفعل زراعت کے کاموں کے لیے روپیہ قرض ملنے کا بڑا ذریعہ یہی ہے کہ گائوں کے مہاجن سے قرضہ لیا جائے۔ یہ صحیح ہے کہ بعض علاقوں میں زمیندار لوگ کاشتکاروں کو مناسب شرح سود پر روپیہ قرض دیا کرتے ہیں۔ یہ ایک نہایت ہی

پیشہ لوگ اس موقع سے فائدہ اٹھائیں گے اور ان ذریعوں کو غور و توجہ سے دیکھیں گے۔
 میں خوب جانتا ہوں کہ ہند کے کاشتکاروں کے حالات بہت سے اموکے
 لحاظ سے ایسے ہیں کہ انکی وجہ سے وہ طریقہ ہائے کاشت کی اصلاح و ترقی کے
 ذریعوں کو جلد اختیار نہیں کر سکتے۔ ملک ہند کے کاشتکار دنیا کے اور بہت
 سے ملکوں کے کاشتکاروں کی طرح اپنے ہی قدیم طریقوں کا قائم رکھنا پسند
 کرتے ہیں۔ مگر اسکے ساتھ یہ بھی ضرور ہے کہ اس زمانے کے کاشتکار یہ نسبت
 دس بیس ہی سال قبل کے کاشتکاروں کے بھی اپنے کاشتکاری کے کام میں
 زیادہ توجہ اور ہوشیاری کرتے ہیں اور ان سابق کے کاشتکاروں سے زیادہ
 ہمیشہ اس امر پر آمادہ رہتے ہیں کہ اگر کوئی خاص مفید حالت کسی موسم میں پیدا
 تو وہ اُس سے اپنے فائدے کا کام نکالیں۔ لیکن اگر کاشتکاریہ امور اختیار
 کریں کہ اپنی محنت کو بعدہ کلون وغیرہ کے استعمال سے (ملکاکرین اور کھیتی
 کی متعلقہ چیزوں کی زیادہ احتیاط و خبر گیری کریں تاکہ وہ حنا بیج نہ ہونے پائیں اور
 زمین کے جو تنے بونے کا بہتر طریقہ اختیار کریں اور کھیت میں ایسے اجناس
 ایک دوسرے کے بعد بوئیں۔ جو قاعدہ علمی کے بموجب زمین کی طاقت قائم
 رکھنے کے لیے زیادہ مناسب ہوں اور بہتر قسم کا بیج بوئیں۔ اور آراضی میں
 اور زیادہ عمدہ طور پر کھاویں۔ تو ملک کی آراضی کی پیداوار بید بڑھ جائے اور
 ہر جماعت کے لوگوں کو بے شمار نفع پہنچے۔ اس ملک کے متعلق کوئی
 مسئلہ ان مسئلوں سے بڑے اور زیادہ ضروری یا زیادہ قابل غور و توجہ دلی
 نہیں ہیں۔

زراعت کے اخراجات جس کا افتتاح ابھی حال میں ہوا ہے۔ گورنمنٹ ممالک
 متحدہ نے یہاں کیے ہیں۔ طبقہ مذکور کے اخراجات کی تعداد ایک لاکھ روپیہ ہے۔
 گورنمنٹ نے یہ اخراجات اس لیے برداشت کیے ہیں کہ ممالک ہذا کے زراعت
 پیشہ لوگوں کو یعنی زمینداروں اور خوشحال کاشتکاروں اور نیز چھوٹے کاشتکاروں
 کو دکھلا یا جائے۔ کہ کلون کے ذریعے سے اور اور طرح سے طریقہ کاشت میں
 کیا کیا اصلاحیں اور ترقیاں کی جاسکتی ہیں۔ اس ملک کا سب سے بڑا حرفہ
 (اور ذریعہ معاش) زراعت ہی ہے۔ اور بالضرور ہمیشہ ہی رہے گا۔ کاشت کے
 طریقوں کی ایسی اصلاح جس سے کہ ہماری خام پیداواروں کی مقدار میں اضافہ
 ہو۔ یا انکی حیثیت میں ترقی ہو کارگیروں کے فوائد کے لیے جو اس پیداوار کو کلون
 کے ذریعے سے کام میں لاتے ہیں (اور اس کے اشیاء پیدا کرتے ہیں)۔ بہت
 ضروری ہے اور اسی طرح ان کاشتکاروں کے منافع کے لیے بھی ضروری ہے
 جو اس لیے دھرتی کی سیوا کرتے ہیں کہ پیداوار بہ افراط ہو۔ اس سے
 بڑھ کر اور اس سے زیادہ ضروری اور کوئی کام فرض نہیں ہے اور گورنمنٹ کو
 اس سے زیادہ کسی اور کام کو اپنے ذمہ لینے کی خواہش و رغبت نہیں ہے
 کہ پیشہ کاشتکاری کے متعلقہ کل امور اور چیزوں میں اصلاح کی جائے۔ کیونکہ
 کاشت کے طریقوں کی ہر بڑی اصلاح کا اثر خواہ مخواہ ملک کے کل فہرہ و
 پہنچتا ہے۔ جو ذریعے کاشت کی اصلاح و ترقی کے اس نمائش میں پیش نظر ہیں۔
 ان کو دیکھنے اور اپنی غور و توجہ کرنے کا یہ بے نظیر اور انمول موقع ہے۔ جو ہمیشہ
 حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور میں دل سے توقع اور آرزو کرتا ہوں کہ زراعت

بہت زیادہ ہوتا اور پورے کو یہ یقین نہیں ہوا کہ اس تجویز کا نتیجہ حسب مراد ہوگا۔ اب ایک اور تجویز بالکل مختلف طرز کی گورنمنٹ کے سینسٹری انجنیر کی نگرانی میں طیارہ لگائی گئی ہے اور اسکی لاگت کا تخمینہ مع اخراجات عملہ اور کل دیگر اخراجات اتفاقی کے ۸ لاکھ روپے کیا گیا ہے۔ تجویز مذکور یہ ہے کہ کل میلہ پانی وغیرہ ایسٹ انڈین ریلوے کے جہنا کے پل کے قریب ایک مقام پر جمع کیا جائے۔ اور وہاں سے دریا کے پار کے کسی مناسب قطعہ زمین تک بذریعہ پل کے پہنچایا جائے۔ اور وہاں وہ اس مقام پر راحت کی آبپاشی کے لیے استعمال کیا جائے۔ جو میلے پانی کے کام میں لانے کے واسطے ہوگا۔ جیسا کہ آج کل لکھنؤ اور آگرہ دونوں مقامات میں کیا رہا ہے۔ جہاں اس سے حسبِ خواہ نتیجہ پیدا ہوئے ہیں۔ میں نے یہ قرار دیا ہے کہ ۱۲-۱۹۱۱ء میں مینو سیسلٹی کو دو لاکھ روپے دیا جائے۔ اور اس کو یہ روپیہ ان دو تجویزوں میں سے کسی ایک کے شروع کرنے میں لگانے کا اختیار ہوگا۔ اگر ان ممالک کی حالت خزانہ کے لحاظ سے ایسا ممکن ہوتا تو میں تجویز اس سے زیادہ روپیہ دیتا۔ شہر میں بہ نسبت سابق کے زیادہ سرگرمی اور ترقی کی علامتیں پائی جاتی ہیں۔ اور انہیں سے ایک علامت یہ ہے کہ صحیتیا باغ کے قطعات آراضی تعمیرات کے واسطے لے لیے گئے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ اس سے ان لوگوں کو آسائش و سہولت ہو جائیگی۔ جو وہاں مکانات تعمیر کرنے کا صرف گوارا کر سکیں گے۔ اور یہ بھی توقع ہے کہ یہاں نمائش کے قائم ہونے سے اس شہر کی مرفہ حالی میں کچھ مدد ملے گی۔

غالباً آپ سب صاحبوں کو معلوم ہوگا کہ اس ٹریڈ نمائش کے طبقہ

لطف و آسائش زندگی اُس حالت سے بہت بڑھے ہوئے ہیں۔ جسکے یہاں حال
 ہونے کی ہم امید کر سکتے ہیں۔ مشکل سے کوئی محصول ادا کرنے والا ایسا ہوگا۔ جو
 کوئی کونسل کا (جو محصول مقرر کرتی ہے) شاکی نہ ہو۔ لیکن میں نے اپنا اطمینان
 نسبت اس امر کے کر لیا ہے کہ محصول مکان اور محصول پانی کے متعلق لوگوں کی
 شکایت واجبی نہیں ہے۔ کیونکہ نظر ثانی کا مل طور سے طریقہ ہائے مندرجہ قانون
 کے مطابق کی گئی ہے۔ جو اب تک پورے طور سے عمل میں نہیں لائے گئے تھے۔
 میری ذاتی رائے یہ ہے کہ میونسپل جماعتوں کو گورنمنٹ سے امداد پانے کا کسی قدر
 حق ضرور حاصل ہے اور کچھ زیادہ عرصہ نہیں گذرا کہ میں نے اپنی یہ رائے علما اس
 طور پر ظاہر کی کہ میونسپلٹی الہ آباد کو ڈھائی لاکھ روپیہ اس غرض سے دیا کہ وہ شہر کی
 اصلاح و ترقی کی ایک تجویز کی ابتدا کر سکے۔ میں یہ بھی تسلیم کرتا ہوں کہ لوکل گورنمنٹ کا
 صدر مقام ہونے کی وجہ سے الہ آباد کو گورنمنٹ کی امداد کا خاص طور پر مستحق حاصل
 مجھے معلوم ہوا ہے کہ میونسپل کمیٹی میں یہ تجویز پیش ہے کہ نل کا صاف کیا ہوا پانی
 یہ نسبت حال کے زیادہ مہیا کیا جائے۔ اور اس تنظیم کے لیے قریب ڈھائی لاکھ
 روپیہ قرض لینے کی ضرورت ہوگی۔ اسکے علاوہ غلاظت وغیرہ کے نکاس کی ایک
 تجویز بھی زیر غور ہے۔ ابتدائی تجویز جسکے خرچ کا تخمینہ قریب بیس لاکھ کے کیا گیا تھا۔
 میونسپل بورڈ نے اسوجہ سے نامنظور کر دی کہ اُس کے تفصیلات کی جانچ سے
 معلوم ہوا کہ وہ ناقص و ناکافی ہیں۔ وہ تجویز یہ تھی کہ شہر کا میلا پانی وغیرہ تالابوں اور
 فلٹرون (یعنی چھاننے کے تعمیرات) میں لاکر کئی مقامات پر دریا میں پھونچا دیا جائے
 اور نکاس کے اس طریقہ پر بورڈ نے اس وجہ سے اعتراض کیا کہ اُس میں خرچ

بندوبست ہر جگہ مساوی نہ تھا۔ تاہم اسپین (اسوقت) اس قدر اختلاف معلوم نہ
 ہوا۔ کہ امور تنظیم کی بنا پر ترمیم بندوبست مناسب قرار دی جاسکتی۔ مگر جو حقیقتیں
 بعد میں ۱۹۰۹ء میں کی گئیں ان کے نتیجے سے ثابت ہوا کہ پرتہ جمع سرکاری کی
 کمی پیشی بہ مقامات مختلف اس قدر سے بہت زیادہ ہے جس قدر پہلے سمجھی گئی
 تھی۔ اور ضلع کے بعض حصوں میں جمع سرکاری مناسب سے بہت زیادہ ہے۔
 یہ بھی معلوم ہوا کہ اگرچہ اس ضلع میں (بہ تعلق زراعت و پیداوار وغیرہ) ترقی کی حالت
 بہ تدریج حاصل ہوئی۔ مگر وہ ترقی ایسی جلد جلد نہیں ہوئی جیسی امید کی گئی تھی۔
 (باین وجہ) بورڈ مال اور صاحب کمشنر اور صاحب ڈائریکٹر کاغذات آراضی و
 زراعت نے یہ سفارش کی کہ عام نظر ثانی مالگنداری کی کی جانی چاہیے اور گورنمنٹ
 ہند نے اس رائے کو منظور کر لیا ہے۔ چنانچہ ۱۹۱۱ء کے موسم سرما میں ایک
 مہتمم بندوبست مقرر کیا جائیگا۔ مگر اس سر نوپیمائش نہیں کی جائیگی۔
 چند روزہ ہوئے کہ الہ آباد کی میونسپل کمیٹی نے ویرلے بہادر سابق کے
 حضور میں ایڈریس پیش کیا تھا۔ اسوقت میں وہاں موجود تھا۔ ایڈریس مذکور میں
 میونسپلٹی کی مالی حالت کے بیانات تھے اور گورنمنٹ ہند اور صوبہ کی گورنمنٹ کی
 امداد کی درخواست کی گئی تھی۔ میں نے حالات مذکور کو بغور و توجہ اور دلی مہمندی
 سے سنا۔ جیسا کہ ہوتا ہے چاہیے تھا۔ مجھے معلوم ہے کہ حال میں محصول پانی اور
 محصول مکان کی نظر ثانی کی گئی ہے اور اسکی وجہ سے آمدنی کچھ زیادہ ہو گئی ہے۔
 لیکن لوگ بہت ناراض اور شاکی ہیں۔ ایسی ناراضگی محض ایک فطری امر ہے۔
 اور لندن میں بھی جہاں تمام تندرستی و حفظان صحت وغیرہ کے لحاظ سے سباب

رے یہ ہے کہ قسمت آلہ آباد میں ضلع الہ آباد و کانپور و فوجپور و ٹانوا و
فرخ آباد ہوں اور مجھ کو توقع ہے کہ یہ پختیز میں (جدید قسمت ہائے جہانسی و
والہ آباد کے قائم کیے جانے کی نسبت) گورنمنٹ ہذا اور صاحب سکرٹری
آف ٹیلیٹ بہادر منہد کے حضور سے جلد منظور ہو جائیگی

کچھ عرصے سے یہ رے زیر غور تھی کہ ضلع کانپور میں تحصیلوں کی
تعداد کم کر دی جائے۔ بالفعل ضلع مذکور میں آٹھ تحصیلیں ہیں اور انہیں سے
بعض تحصیلوں میں کام بہت کم ہے۔ چنانچہ جو پختیز اس بارہ میں صاحبان کلکٹر
و کمشنر نے پیش کی تھی۔ اور بورڈ مال نے پسند کی تھی اُسکی منظوری کا حکم حال
میں صادر ہو گیا۔ اس حکم کے بموجب تحصیل ہائے نرول و شیوراجپور و سری
تحصیلوں میں ملاوٹ جائیگی۔ اور ضلع میں صرف چھ تحصیلیں رہ جائیگی جو تحصیلیں
اس طرح از سر نو قائم ہوں گی۔ انہیں سے کسی تحصیل میں نہ تو کام مناسب مقدار
سے زیادہ ہوگا اور نہ صدر مقام تحصیل کا فاصلہ بہت سے رقبے یا دیہات
متعلقہ سے بہ نسبت حال کے بڑھنے پائے گا۔

حال میں یہ طے ہوا کہ ضلع فوجپور کا بندوبست جدید شروع کر دیا جائے۔
آپ کو معلوم ہے کہ بندوبست کی معمولی میعاد تیس سال ہے اور اس ضلع کے مختلف
حصوں کے پچھلے بندوبست کی میعاد ۱۹۰۵ء اور ۱۹۰۶ء اور ۱۹۰۷ء میں ختم
ہو گئی۔ مگر میعاد مذکور ۱۹۰۰ء میں دس سال کے لیے اس سبب بڑھا دی گئی کہ
مالی امور کے لحاظ سے کوئی ایسے وجوہ معلوم نہ ہوئے کہ بندوبست کی نظر ثانی مناسب
سمجھی جاتی۔ اور نیز اس سبب سے کہ گویا بعض بعض مقامات میں بیشک پر تہ جمع

کیونکہ بالفعل اُس میں سات ضلع ہیں جنکا رقبہ قریب سترہ ہزار مربع میل کے
ہے۔ اور اسوجہ سے کمشنر کے لیے یہ امر قریب قریب غیر ممکن ہے کہ بند بلیکھنڈ
کے تنظیم کی طرف خاص طور سے اُس قدر توجہ کر سکیں جتنی کہ ضرورت ہے
چنانچہ اکتوبر ۱۹۰۱ء میں یہ تجویز کی گئی کہ بند بلیکھنڈ کی ایک ایسی کمشنری اڈہ بنو
قائم کی جائے جس میں موجودہ ضلع جھانسی و جالون و ہمیر پور و بانڈا ہون اور ایک
نیا ضلع ہجس میں موجودہ ضلع بانڈا کی دو تحصیلیں اور ضلع الہ آباد کی وہ تین تحصیلیں
ہوں جو جمنپار یعنی اُس کے جنوب میں واقع ہیں اور تجویز مذکور لوگوں کے ظہار رے
کی غرض سے شایع کی گئی۔ جن عہدہ داروں و اشخاص معتد کو اس معاملہ سے تعلق
تھا۔ اُن نے اُس پر بہت توجہ سے غور کرنے کے بعد مجھ سے اپنی یہ رے
ظاہر کی کہ الہ آباد کی ان تین تحصیلوں کے باشندے ان تحصیلوں کے ضلع
الہ آباد سے نکال دیے جانے کی نسبت اعتراض کرتے ہیں اور اُن کے اعتراض
کے وجوہ بہت معقول ہیں۔ سال گذشتہ کے ماہ جنوری میں تائیس ضلع کے
افتتاح کے وقت یہ اعلان کر دیا کہ ان تین تحصیلوں کے الہ آباد سے نکالے
جانے کا خیال چھوڑ دیا گیا۔ جب یہ تجویز زیر غور تھی اُس وقت یہ رے بھی پیش
کی گئی کہ ضلع الہ آباد کی دو تحصیلیں (سراٹھوا اور منجھن پور) ضلع فتحپور میں ملا دی
جائیں۔ مگر چونکہ ان مقاموں کے باشندوں کو یہ رے پسند نہ تھی لہذا اُس پر عمل کرنا
بھی مناسب نہیں سمجھا گیا۔ پس جو تجویز ایک (جدید) قسمت بند بلیکھنڈ یا چھائی
کے قائم کیے جانے کی نسبت بحضور گورنمنٹ ہند بسفارش ہو کل گورنمنٹ
ارسال کی گئی ہے اُس کے بموجب ضلع الہ آباد بدستور بحالت موجودہ قائم رہے گا۔

روک کرنے اور اُس میں کمی بیشی کرنے کی غرض سے استعمال کیے جاتے ہیں۔
 اور نیز نمونے مختلف اقسام کی ایسی تعمیرات کے جو دریا کے پانی کو قابو میں رکھنے
 کے لیے ہوتی ہیں۔ علاوہ ان کے یہ چیزیں بھی وہاں دکھائی جائیں گی۔ یعنی آٹا بننے
 کی نہر کی بچکئی کے چلتے ہوئے نمونے۔ پانی کی آمد و رفت کم و بیش کرنے کے
 ایسے پھانک جو خود بخود چلتے ہیں اور ایک ایسا نمونہ ایجاد کی گئی صاحب
 ایگزیکٹو ٹیو انجینیر صیغہ آبپاشی پنجاب کا جس کے ذریعہ سے ہر حالت میں مقررہ مقدار
 پانی کی نکلتی رہتی ہے۔ ان صوبوں میں آبپاشی نہر کے طریقے کی ابتدا و ترقی
 اور اس کی حالت موجودہ اور توسیعات مجوزہ اور ان کے فوائد کی تفصیل اور حالتیں
 تصویرون اور نقشوں کے ذریعہ سے دکھائی جائیں گی اور فوٹو گراف کی تصویرون
 کے ایک سلسلہ کے ذریعہ سے نہروں اور دریاؤں کی خاص خاص قابل توجہ
 حالتیں دکھائی جائیں گی طبقہ آبپاشی کے قریب کے رقبہ طبقہ زراعتی میں
 بہت سی قسموں کے ایسے پپ (یعنی پانی کھینچنے کے نل) چلتے ہوئے دیکھنے
 میں آئیں گے۔ جو ہاتھ کے یا جانوروں کے ذریعہ سے پانی اٹھاتے یا کھینچتے ہیں
 یا ہوا یا گیاس یا تیل یا بھاپ کے انجنوں کے ذریعہ سے چلتے ہیں اور ان کے
 کام کی واقعی مقدار زمین اور قریب کے کھیتوں کی آبپاشی کر کے دکھائی
 جائے گی۔ اس سلسلہ میں تین ضلعوں جھانسی اور جالون اور نیز للت پور
 کی جواب حصہ ضلع ہی ایک جداگانہ کمشنری تھی۔ مگر اُس سال سے وہ قسمت
 الہ آباد میں شامل کر دیے گئے ہیں۔ تجربہ سے معلوم ہوا کہ قسمت اکہ باوجہ حالت
 موجودہ ایسی بڑی قسمت ہے کہ اس کا اہتمام ایک کمشنر بہ آسانی نہیں کر سکتے

آپاشی ہو سکتی تھی۔ جو مزید پائش و تحقیقات عمل میں لائی گئی ہے۔ اُس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ جنوبی رقبہ کی کامل حفاظت کے لیے کمیشن آپاشی کے تحفظ سے بہت زیادہ رقم درکار ہوگی۔ ایک جدید تجویز تعمیرات جس میں ۲ کروڑ ۵۰ لاکھ روپیہ صرف ہوگا۔ صیغہ آپاشی نے طیارہ کی ہے اور اسکو گورنمنٹ ہند نے منظور کر لیا ہے۔ (علاوہ اسکے) بہت سی بالکل نئی تجویزیں بھی طیارہ ہو رہی ہیں۔ مگر وہ رقم جو کل ممالک ہند میں تعمیرات حفاظتی کی بابت خرچ ہونے کے لیے مل سکتی ہے۔ محدود ہے اور اُس رقم کو (مختلف صوبوں کے واسطے) تقسیم کرنے میں گورنمنٹ ہند کو ملک ہند کے کل حصوں کی ضرورتوں کا لحاظ کرنا ہوتا ہے۔ پس قبل اسکے کہ یہ سب تجویزیں مکمل ہوں ہم کو غالباً زیادہ عرصے تک انتظار کرنا ہوگا۔ مگر لوکل گورنمنٹ کا یہ قصد مصمم ہے کہ اپنے حتی الامکان اُن تجاویز کے عمل میں لائے جن جو بند بلیکھنڈ کی حفاظت کے واسطے بہن عجلت کرے۔

میں مشورہ دیتا ہوں کہ آپ نائیش کے طبقہ آپاشی کو جا کر دیکھیں آپ ہاں ایسے نمونے دیکھ سکیں گے۔ اور انہیں سے بہت سے کام کرتے ہوئے دکھلائے جائیں گے۔ جن سے زیادہ قابل توجہ تعمیرات آپاشی کی کیفیت معلوم ہوگی۔ یعنی اُس مقام کی تعمیرات جہاں سے نہر نکلتی ہے اور جہاں نہر کو پہاڑ میٹا لے اور دریا کے پار لے جانے کے تعمیرات اور تالابوں کے بانڈھ اور نہروں اور تالابوں سے آپاشی کرنے کی مختلف چیزیں اور اُس کے طریقے اور نیز نمونے اُن خاص خاص قسموں کے پھاٹکوں کے جو پانی کی آمد کی

دریائے کین کی نہر جس کا افتتاح سرجمیس لاٹوش نے کیا۔ جسکو عرصہ چار سال کا ہوا اور نہر ڈھسان اور ڈھکوان کا ویئر یعنی پختہ بند نہر بتوا کی حالت کی اصلاح کے لیے۔ چونکہ نہر کین کے پانی کی بہت زیادہ مانگ تھی۔ لہذا یہ قرار پایا کہ بمقام گنگاؤ ایک سو اور باندھ پانی کے روکنے کی غرض سے طیار کیا جائے۔ یہ تعمیر دو سال میں ختم ہو جائیگی۔ اور اسوقت نہر کین سے ضلع باندھ میں قریب ۱۲۰۰۰۰ ایکڑ رقبہ کی آبپاشی ہو کرے گی۔ اس کام کا خرچ شامل کر کے نہر کین کی لاگت قریب ۵ لاکھ روپیہ کے ہوگی۔ نہر ڈھسان دریائے ڈھسان سے بمقام لچورا واقع ضلع ہمیر پور نکالی گئی ہے۔ اسکی ایک شاخ چند روز میں کھولی جائیگی اور امید کی جاتی ہے کہ کل نہر اگلے سال کے جاڑے کے موسم سے پہلے پوری ہو جائیگی اور اسوقت سے وہ آبپاشی کے کام میں آ سکے گی۔ اس نہر کی لاگت کچھ کم ۴ لاکھ روپیہ ہوگی اور اُس سے بہ لحاظ موسم ۵۰۰۰ ایکڑ سے لیکر ۹۰۰۰ ایکڑ تک کی آبپاشی ہوگی۔ نہر بتوا کی حالت کی اصلاح اس طرح کی گئی ہے کہ ایک نیا ویئر یعنی پختہ بند بمقام ڈھکوا بنایا گیا ہے اور بمقام پارچہا سابق کے ویئر کی سطح اونچی کی گئی ہے۔ ڈھکوان کے ویئر میں ۲۴ لاکھ روپیہ صرف ہوا اور وہ ۹۰۹۰۰ عین مکمل ہو گیا۔ اُس سے اسقدر رقبہ کی آبپاشی ہو سکیگی۔ جو ۷۰۰۰ ایکڑ اور ۹۰۰۰۰ ایکڑ کے درمیان ہوگا۔ پارچہا کے ویئر کی اصلاح کا یہ نتیجہ ہوا ہے کہ آبپاشی کا رقبہ دو چند ہو گیا۔ ہے۔ اور اس کی تعداد پچھلے سال میں ۱۰۸۰۰۰ ایکڑ تک پہنچی۔ نہر بتوا کی تعمیر ابتدائی میں ان اضافوں کے ہو جانے سے نہر مذکور سے ۲۰۰۰۰ ایکڑ سے زیادہ کی آبپاشی ہو سکتی ہے حالانکہ پہلے صرف تقریباً اسکے چوتھائی رقبہ کی

زراعت پیشہ کی حالت بہت بہتر ہو گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ ذرائع آبپاشی
 میں توسیع کی گئی ہے۔ دس سال سے زیادہ عرصہ سے ممالک متحدہ کے صیغہ
 آبپاشی کی توجہ بند لیکھنڈ کی طرف بمقابلہ دیگر حصوں کے جو صیغہ مذکور کو سپرہین
 زیادہ خصوصیت کے ساتھ رہی ہے۔ اور توسیع آبپاشی مذکور مارش صاحب
 اور میکلوڈ صاحب کی عاقلانہ ہدایت سے اور انکی نگرانی میں بہ اعانت لائق
 اور جفاکش انجینیروں کے عمل میں آئی ہے۔ ۱۹۹۶-۹۷ء میں ان ممالک میں
 سولے نہر بیتوا کے کوئی اور ایسی نہر نہ تھی جو قحط سے محفوظ رکھنے کی غرض سے
 طیار ہوئی تھی۔ سالہائے مذکور کے قحط سے پہلے بند لیکھنڈ کی سخت قسم کی
 زمینوں کی آبپاشی کے متعلق نہر بیتوا محض ایک آزمائشی ذریعہ آبپاشی
 سمجھی گئی تھی اور حسب قدر فائدہ کی توقع اس نہر سے کی گئی تھی۔ وہ پوری نہیں ہوئی
 تھی۔ مگر قحط مذکور میں یہ نہر جیسا کہ لارڈ میکڈانل صاحب نے تحریر فرمایا۔ ضلع
 جالون کے لیے ذریعہ زندگی ثابت ہوئی۔ کمیشن آبپاشی نے اس امر پر زور
 دیا تھا کہ ایسے تعمیرات کے جاری رکھنے کی ضرورت ہے۔ جن سے قحط سے
 حفاظت ہو۔ اور کمیشن مذکور نے اپنی اس فہرست میں جو اس نے ایسے
 تعمیرات کی طیار ہی کی تھی۔ بند لیکھنڈ کی ضرورتوں کا تخمینہ ۹۰ لاکھ روپیہ کیا
 تھا۔ اس قسم کے تعمیرات نہرین اور بڑے حوض اور تالاب اور کھیتوں کی
 حفاظت کے شے ہیں۔ بند لیکھنڈ میں پچھلے چھ سال میں تعمیرات حفاظتی
 کی بابت رقم مذکور سے قریب قریب دو چند خرچ ہو چکا ہے۔ جو تعمیرات اول
 کام وہاں طیار کیے گئے۔ انہیں سب سے بڑے ہیں اول نہرکین (یعنی

کیے گئے۔ اول یہ کہ لوکل گورنمنٹ نے زمینداروں کو قرضہ کے بہت بڑے بارے
 سبکدوش کرنے کی غرض سے بند بلیکھنڈ کی قرضہ دار زمینداروں کا ایکٹ اور
 بند بلیکھنڈ کا انتقال آراضی کا ایکٹ صادر کیا۔ جسکا منشا یہ تھا کہ آراضی کاشتکاری
 پیشہ لوگوں کے ہاتھ سے دوسرے لوگوں کے پاس نہ جانے پائے۔ دوسرے
 یہ کہ لوکل گورنمنٹ نے مالگزار می آراضی کے بار کی تخفیف کرنے کے لیے
 بہت کچھ کیا تھا۔ یہ مقصد تین مختلف طریقوں سے حاصل ہوا۔ ۱۹۰۲ء میں
 تشخیص کی ہوئی مالگزار می میں سرسری طور پر تخفیف کی گئی۔ اور اس کا روائی
 کے بعد بند و بست آراضی میں یہ ترمیم کی گئی کہ میعاد بند و بست بجائے تیس سال
 کے پانچ سال کر دی گئی۔ جسکا یہ نتیجہ ہوا کہ بند بلیکھنڈ کے زمیندار کو اب برائے
 سال تک ایک ہی مقررہ تعداد مالگزار می کی دنیا واجب نہیں ہوتا بلکہ نامبرہ
 کی مالگزار می کی تعداد کے پانچویں سال نظر ثانی کی جاتی ہے اور اس نظر ثانی پر
 ایسے اصول اختیار کیے جاتے ہیں جنہیں زمیندار کے ساتھ رعایت کرنے کا
 بہت خیال کیا جاتا ہے اور اگر رفتہ مزرعہ میں کچھ کمی ہو جاتی ہے تو مالگزار
 کی تشخیص میں اسکا پورا لحاظ کیا جاتا ہے۔ علاوہ اس کے ایسی صورت کی نسبت
 کہ کوئی دیہات کسی ایسی مصیبت میں مبتلا ہوں۔ جو بہت دور تک پھیلی ہو یا
 صرف وہی ہو۔ اور زیادہ رعایت کا طریقہ رقم معافی کا حساب لگانے سے
 حاصل ہوتی ہے وہ بجائے اسکے کہ آئندہ وصول کیے جانے کے لیے
 (صرف) ملتوی کر دی جائے۔ فوراً معاف کر دی جاتی ہے۔ ایک تیسری
 تدبیر اور بھی کی گئی ہے۔ جس سے حال کے برسوں میں بند بلیکھنڈ کے شخص

چند امور ایسے ہیں جن کا اس قسمت کے لوگوں سے خاص تعلق ہے اور میں انکو اس موقع پر بیان کرنا چاہتا ہوں۔ سب سے پہلے میں اس قسمت کے اُس حصہ کی بابت کچھ کہوں گا۔ جو بند ملکینڈ کے نام سے مشہور ہے۔ چند سال سے لوکل گورنمنٹ کی بہت زیادہ توجہ اس حصہ ملک کی طرف ہوئی ہے۔ بند ملکینڈ سے میری مراد اس حصہ ملک سے ہے جس میں ضلع الہ آباد کی وہ تین تحصیلیں جو دریائے جمنا کے جنوب میں واقع ہیں۔ (یعنی تحصیل ہاسے میجا۔ وبارا۔ وکرچنہا) اور چار ضلع جھانسی و جالون و ہمیر پور و باند اداخل ہیں۔ ممالک متحدہ ہیں جس قدر قطعات ایسے ہیں جنکی پیداوار کی نسبت بھروسہ نہیں ہو سکتا۔ انہیں سے اس قطعہ کی حالت سب سے زیادہ غیر قابل اطمینان رہا کرتی ہے۔ اس حصہ میں ۱۸۹۶-۹۷ء میں اور پھر ۱۹۰۶ء میں اور بعد ازاں ۱۹۰۸ء میں سخت فحط پڑا۔ مگر ۱۹۰۸ء کا فحط بند ملکینڈ میں بہ نسبت ۱۸۹۶-۹۷ء کے فحط کے بہت کم سخت ہوا۔ باوجودیکہ ۱۹۰۸ء میں فصل زیادہ خراب ہو گئی تھی۔ اسکا سبب کسی قدر تو یہ تھا کہ جب ۱۹۰۷ء کی فصل خریف اور ۱۹۰۸ء کی فصل ریمج بہت خراب ہوئی۔ تو اس سے پہلے جو فصلیں ہوئی تھیں وہ سب قدر خراب نہ تھیں۔ جب قدر کہ وہ فصلیں تھیں جو ۱۸۹۶-۹۷ء کے فحط کے پہلے ہوئی تھیں مگر اسلئے سوائے ۱۹۰۸ء کے فحط کے کم سخت ہونے کے اور بھی اسباب تھے۔ کیونکہ ان دو بڑے فحطوں کے وقت کے درمیان جو زمانہ گزرا۔ اُس میں لوکل گورنمنٹ نے بہت بڑی کوششیں اور تدبیریں اس غرض سے کیں کہ بند ملکینڈ کے فرقہائے زراعت پیشہ کی تکلیفیں کم ہو جائیں۔ چنانچہ تین مختلف طریقے اختیار

وقت آگیا کہ میں باشندگان قسمت الہ آباد سے دوسری مرتبہ دربار میں ملاقات کر رہا ہوں۔ جس وقت آپ سے اور مجھ سے پچھلی مرتبہ دربار میں ملاقات ہوئی تھی۔ اُس وقت ہم پر ایک نہایت سخت مصیبت (قحط) کے نازل ہونے کے آثار پائے جاتے تھے۔ اور میں نے اُس موقع پر اُس وقت کی حالت موجودہ بیان کر کے یہ ظاہر کرویا تھا کہ جو مصیبت ہمارے صوبے پر آنے والی تھی اُسکی سختی کم کرنے کی غرض سے گورنمنٹ کیا کارروائی و تدبیر کرنا چاہتی ہے۔ جس مصیبت قحط کا اُس وقت اندیشہ تھا۔ واقعی قحط کی مصیبت اُس سے کسی طرح کم نہ نکلی اور اس وقت کے بعد کے موسم خریف تک ان صوبوں کے زیادہ تر حصہ میں سخت تکلیف تھی۔ ہم کو خداوند کریم کا شکر کرنا چاہیے کہ اب ہمارے ملاقات کا موقع ایسے وقت ملا جبکہ پہلے کی حالت مصیبت بالکل بدل کر حالت سرسبزی قائم ہو گئی ہے۔ (قحط کی مصیبت کے بعد) ہمارے صوبہ میں تین متواتر فصلیں اچھی ہوئیں اور انہیں سے ایک (یعنی سال گزشتہ کی فصل ربیع) تو نہایت ہی عمدہ تھی اور اگلی فصل ربیع کے بھی بہت اچھے ہونے کے آثار معلوم ہوتے ہیں۔ جس طرف نظر ڈالیے سرسبزی و خوشحالی کے نشانات دکھلائی دیتے ہیں۔ جن کے دیکھنے سے نہایت خوشی ہوتی ہے۔ اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ قحط کی خرابیاں قریب قریب بالکل نیست و نابود ہو گئیں۔ مجھ کو نہایت مسرت ہے کہ سب صاحبوں سے دربار میں دوسری مرتبہ ایسے وقت میں ملاقات کی نوبت آئی کہ یہ صوبہ سرسبزی و شادابی کی حالت میں ہے۔ اور میری توقع و آرزو ہے کہ یہ زمانہ خوشحالی جس کی ہمارے صوبے میں اب ابتدا معلوم ہوئی ہے بہت مدت تک قائم رہے۔

ہمیشہ منظر و قوت دیکھی جاتی ہے۔ زمانہ گزشتہ میں بھی اس ملک میں حکمرانوں کے مشیر مقرر کرتے تھے جن سے وہ برسر عام صلاح و مشورہ لیا کرتے تھے۔ لیکن یہ کام موجودہ گورنمنٹ ہی نے کیا۔ کہ اس بارہ میں اور آگے قدم بڑھایا۔ اور رعایا کے قائم مقاموں کو اور بھی زیادہ اختیارات عطا کیے۔ میری آرزو دلی اور توقع واثق ہے کہ ان اختیارات کی قدر دانی کی جائے گی۔ اور وہ ملک کی بہبود کے لیے اُسی طریقہ پر عمل میں لائے جائیں گے۔ جس طرح کہ زمانہ سابق کے وہ اختیارات جو مقابلتا ان سے کم تھے عمل میں لائے گئے۔ اور میں اعتماد و یقین کرتا ہوں کہ جو صاحب آج کے اس دربار میں موجود ہیں ان سب کو بھی یہی آرزو و توقع اُسی طرح صدق دلی اور وثوق کے ساتھ ہی جس طرح محکوم ہو۔



الہ آباد کے دوسرے دربار میں ہزار کی تقریر

ہزار بقالبانے یہ تقریر ۱۹ دسمبر ۱۹۱۱ء کو الہ آباد کے دوسرے دربار میں فرمائی تھی۔
اس تقریر میں نہایت اہم اور ضروری مسائل صوبہ ہند پر ہزار بقالبانے نے تبصرہ فرمایا ہے۔ جس کا حرف حرف قابل غور و فکر ہے۔

راجگان و نوابان و درباریان قسمت الہ آباد۔

پچھلے مرتبہ جب میں نے آپ صاحبوں سے دربار میں ملاقات کی تھی اُس کو تین برس سے بھی کچھ زیادہ زمانہ گزرا۔ اُس وقت میں نے یہ کہا تھا۔ کہ میں ان صوبوں کی مختلف قسموں کے صدر مقامات میں باری باری سے دربار کروں گا۔ چنانچہ میں اب قسمت وار درباروں کا وہ سلسلہ ختم کر چکا اور

متعلق جو اسپین درج ہون زرولیوشن صادر کرے۔ بالآخر جبٹ گورنمنٹ ہند کی منظوری کے بعد کونسل میں پھر پیش ہوگا۔ جیسا کہ اب تک ہوتا رہا ہے ایک دوسرے معاملہ کے متعلق بھی ایک جدید طریقہ کار روائی اختیار کیا گیا ہے آئندہ سے کونسل کے ہر ممبر کو اختیار ہوگا کہ کسی ایسے امر کی نسبت جس سے کو کون کو تعلق اور دلچسپی ہو اور جس کا تعلق ان ممالک کے نظم و نسق سے ہو۔ کسی زرولیوشن کی تحریک کرے۔ اور جب اس امر کی نسبت پورے طور پر مباحثہ ہو جائیگا تو زرولیوشن کے متعلق ووٹ لیے جائینگے۔ سوالات کرنے کا اختیار بھی اس طور پر بڑھا دیا گیا ہے کہ اب (اصلی سوال کے متعلق) ضمنی سوالات بھی کیے جاسکتے ہیں۔

اور علاوہ ان مزید یا بڑھائے ہوئے اختیارات کے کونسل ممالک ہند میں رعایا کے قائم مقاموں کی تعداد بہت کچھ بڑھ گئی ہے۔ یعنی کل تعداد ممبروں کی کل تعداد سے چھبیس ممبر (شخص خاص غیر ملازم سرکار ہون گے۔ اور ممبران ملازم سرکار بشمول لفٹنٹ گورنر صرف اکیس ہون گے۔

مجملہ ان تبدیلیوں کے جو اس وقت سے اب تک ہوئی ہیں جبکہ یہ ملک تاج انگلستان کے زیر حکومت آیا۔ یہ حال کی تبدیلیاں سب سے زیادہ وسیع الاثر ہیں۔ یہ تبدیلیاں اسل اعتماد کامل کے ساتھ کی گئی ہیں کہ جیسی کشادہ دلی سے وہ حقوق جنہیں ان تبدیلیوں کے ذریعہ سے وسعت دی گئی ہے عطا کیے گئے۔ ویسی ہی کشادہ دلی سے وہ قبول کیے جائیں گے۔ چونکہ چینی انصاف کے ساتھ بعد کامل واقفیت حالات متعلقہ کی جاتی ہے وہ

ضوابط کی رو سے نئی کونسل کو دیے گئے ہیں۔ انکی تحقیر کی طرف ملک ہند کے بعض حصص کے اخبارات مائل ہیں۔ مگر اس قسم کی نکتہ چینی بے بنیاد ہے۔ اور اُسکو ایسے انصاف پسند اشخاص جنکو اپنے ملک کی توالیچ اور اُسکے طریقہ نظام سے واقفیت ہے۔ صحیح و درست نہ سمجھیں گے۔ ایک نہایت اہم کام جو گورنمنٹ کو کرنا ہوتا ہے۔ سالانہ بجٹ کا مرتب کرنا ہے۔ جس میں ملک کی آمدنی کے صرف کا انتظام کیا جاتا ہے۔ زمانہ گذشتہ میں یہ اکثر کہا جاتا تھا کہ جو بجٹ بجٹ کے متعلق کی جاتی ہے اُس سے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ ایسے وقت ہوتی ہے جبکہ بجٹ قریب قریب ختم طور پر طر ہو جاتا ہے۔ جن لوگوں نے ان امور پر نظر رکھی ہے جو اس وقت کے بعد سے عمل میں آئے ہیں۔ جب کونسلوں کو کیفیت آمد و صرف کے متعلق مباحثہ کرنے کا اختیار عطا کیا گیا تھا وہ اس سے وقت ہوں گے۔ کہ جو نکتہ چینیان غیر سرکاری ممبروں نے کین۔ انکی نسبت اعتنائی اور عدم توجہی نہیں کی گئی۔

ملک اب تو اس بارہ میں اور بھی بڑی صلاح کی گئی۔ وراپندہ سے گورنمنٹ کو تخمینہ جات کے قطعی طور پر طر ہونے سے پہلے دو مرحلوں پر عام رعایا کے قائم مقاموں کی رائے معلوم کرنے کا موقع حاصل ہوگا۔ اول تو کونسل کی ایک سب کمیٹی جس میں چھ ایسے ممبر ہوں گے۔ جنکو کونسل کے غیر ملازم سرکار ممبر منتخب کریں گے۔ اور چھ ملازم سرکار ممبر ہوں گے پورے مباحثہ کے بعد تخمینہ جات سال متعلقہ کی بابت اپنے تجاویز پیش کرے گی۔ بعد ازاں پوری کونسل کو یہ موقع دیا جائیگا کہ تخمینہ جات کی نسبت بحث کرے۔ اور ان مدت کے

کی طرف سے منتخب ہونے کے امیدوار ہو سکتے ہیں اور کسی ایسے امیدوار کی نسبت
 بھی جو کسی قسمت سے امیدوار انتخاب ہو تعلق مذکور ملکیت جائیداد کی قابلیت
 کے مساوی ہو جائیگا۔ اعلیٰ حضرت ملک معظم کے صاحب سکرٹری آف
 اسٹیٹ کا یہ منش ہے کہ میونسپل بورڈوں اور ڈسٹرکٹ بورڈوں کا تعلق کونسل ہاؤس
 واضح آئین و قوانین کے ساتھ بہ نسبت سابق کے بڑھا دیا جائے۔ تاکہ لوگوں کو
 لوکل سیلف گورنمنٹ (معاملات مختص المقام کے متعلق حکومت خود اختیار کی)
 کے کام کی طرف حسب الخواہ شوق و ترغیب پیدا ہو۔ اور یہ منش اس تنظیم انتخاب
 ممبران سے حاصل ہو جائیگا۔ کونسل میں زمینداران آگرہ و اودھ کے دو مقام
 خود زمینداران مذکور کے منتخب کیے ہوئے ہوں گے۔ یعنی ایک ہمبر جسکو ایسے
 زمینداران صوبہ آگرہ منتخب کریں گے۔ جنکی خاص قابلیت یہ ہوگی کہ وہ پانچ
 پانچ ہزار روپیہ بطور مالگزار ہی آراضی ادا کرتے ہوں اور دوسرا وہ ممبر جسکو پٹن
 انڈین ایسوسی ایشن منتخب کرے گی۔ مسلمانان (مالک ہذا) کو چار قائم مقام
 منتخب کرنے کا حق دیا گیا ہے۔ جنہیں سے ایک کو قسمت ہائے میرٹھ و آگرہ
 انتخاب کنندگان مجاز منتخب کریں گے۔ اور دوسرے کو قسمت ہائے ریلوے
 و کمایون کے انتخاب کنندگان مجاز منتخب کریں گے۔ اور تیسرے کو قسمت ہائے
 لکھنؤ و فیض آباد کے انتخاب کنندگان مجاز منتخب کریں گے۔ اور چوتھے کو
 قسمت ہائے الہ آباد و بنارس و گورکھپور کے انتخاب کنندگان مجاز منتخب
 کریں گے۔

جو مزید اختیارات ایکٹ کونسل اور اسکے بموجب مرتب کیے ہوئے

جدید کے) موقع پران شہرون کے بورڈون کو جو زیادہ بڑے ہیں اور ان ضلع کو جنکی آبادی زیادہ ہے۔ زیادہ حق اس طور پر دیا گیا ہے کہ ڈیلیگیٹوں کی تعداد آبادی کی تعداد کے لحاظ سے مقرر کی ہے۔ یہ تنظیم کیا گیا ہے۔ کہ ایسے قصبوں یا شہروں کے میونسپل بورڈ جنکی آبادی بیس ہزار سے زیادہ نہو ایک ڈیلیگیٹ نامزد کریں۔ اور ایسے قصبوں یا شہروں کے جنکی آبادی بیس ہزار او پچاس ہزار کے درمیان ہو۔ دو ڈیلیگیٹ اور ایسے شہروں کی جنکی آبادی پچاس ہزار اور ایک لاکھ کے درمیان ہوتی ہیں۔ ڈیلیگیٹ اور ایسے شہروں کے جن کی آبادی ایک لاکھ سے زیادہ ہو۔ چار ڈیلیگیٹ نامزد کریں۔ جو شہر اپنے ہی میونسپل بورڈون کے ذریعہ سے اپنے خاص قائم مقام منتخب کر سکتے ہیں۔ وہ قسمت کے ممبر کے لیے ووٹ دینے کے واسطے ڈیلیگیٹ اس حالت میں نامزد کر سکیں گے جب خود ان کا ایک ممبر کونسل کے لیے موجود ہو۔ ڈسٹرکٹ بورڈون کی جانب سے ووٹ دینے کا طریقہ مختصر یہ ہے کہ ضلع متعلقہ میں آبادی کے ہر ڈھائی لاکھ اشخاص کی بابت ایک ڈیلیگیٹ نامزد کیا جائیگا۔ لیکن کسی ضلع کے ڈیلیگیٹوں کی تعداد دو سے کم یا سات سے زیادہ نہوگی۔ ایسے انتخابات کی صورت میں جو بڑے شہروں کی جانب سے ہوں۔ اور نیز قسمت کے قبوں کے قائم مقاموں کے انتخاب کے لیے ان تنظیمات کے بموجب جماعت انتخاب کنندگان میں بالکل وہ اشخاص ہوں گے۔ جنہوں نے میونسپل اور ڈسٹرکٹ بورڈون کا کام کرنے میں دلچسپی ظاہر کی ہو۔ اس قسم کا تعلق (کارمیری بورڈ سے) ایسے امیدواروں کے لیے تو ضروری ہے جو بڑے میونسپل بورڈون

ایجن سے ۶۲ ممبر فنڈ گورنر کے مقرر کیے ہوں گے۔ لیکن منجملہ انکے ۲۰ سے زیادہ ملازمان سرکار ممبر نہیں مقرر کیے جاسکتے ہیں۔ اور ایک ممبر ایسا شخص غیر ملازم سرکار ہوگا۔ جو ہندوستانی تاجروں کی جماعت کے قائم مقام کے طور پر پسند کر لیا جائے۔ منتخب کیے ہوئے ۲۰ ممبروں میں سے ایک کو یونیورسٹی الہ آباد اور ایک کو اپر انڈیا چیمبر آف کامرس (یعنی انجمن جماعت تجارت شمالی ہند) منتخب کرے گی۔ جیسا کہ اب تک ہوتا تھا۔ ممالک ہند کے آٹھ بڑے شہروں یعنی الہ آباد و لکھنؤ و بنارس و کانپور و آگرہ و بریلی و میرٹھ و فیض آباد سے باری باری سے چار چار شہروں کی جانب سے چار چار قائم مقام ہوں گے۔ یعنی ہر ایک شہر کی طرف سے ایک ایک قائم مقام ہوگا۔ جسکو میونسپل بورڈ متعلقہ منتخب کرے گا۔ کونسل کی پہلی مدت کے لیے (یعنی پہلی باری میں) انتخاب شہر ہائے الہ آباد و لکھنؤ و آگرہ و میرٹھ کی جانب سے ہوگا۔ مالی قسٹوں میں سے سولے کمائیوں کے ہر قیمت کے ڈسٹرکٹ بورڈوں اور میونسپل بورڈوں کے ڈیلیگیٹ ایک ممبر منتخب کریں گے۔ ممالک متحدہ میں ان شہروں اور قصبوں کی آبادی جہاں میونسپل بورڈ قائم ہیں۔ تقریباً بیس لاکھ اور دیہاتی رقبوں کی آبادی تقریباً چار کروڑ چالیس لاکھ ہے۔ ان قاعدوں کی رو سے جنکے مطابق قبل ازیں کونسل کے لیے انتخابات کی کارروائی کی جاتی تھی۔ تعداد ان میونسپل بورڈوں کی جو کونسل کے لیے ایک ممبر منتخب کرنے کے واسطے اپنے قائم مقام منتخب کرتے تھے۔ پرنسپل ان میونسپل بورڈوں کی تعداد کے کم ہے۔ جنکو اب یہ حق دیا گیا ہے۔ علاوہ اسکے اس انتظام

جو اسپین صادر کیے گئے۔ باشندگان شہر بنارس نے اپنے خیالات و فاشکاری کو بہت قوی طور سے ثابت کر دیا ہے۔

آپ سب واقف ہیں کہ پارلیمنٹ کا وہ ایکٹ جس کے بموجب گورنر جنرل اور صوبوں کے گورنروں و لفٹننٹ گورنروں کی کونسل کے واضح آئین و قوانین کی توسیع کی گئی ہے۔ ہفتہ گزشتہ میں نافذ ہو گیا۔ ممالک ہذا کی توسیع شدہ کونسل کے لیے انتخابات کے متعلق ابتدائی کارروائیاں شروع کی جا چکی ہیں۔ ضوابط مشترک دیے گئے ہیں۔ لیکن وہ کسی قدر مطول ہیں۔ اور شاید لوگوں کو اس سے مدد ملیگی۔ کہ میں اس موقع پر مختصر طور سے یہ بیان کر دوں کہ ان اصلاحات کا اثر ممالک متحدہ میں کیا آیا ہوگا۔ سب سے پہلے میں امپیریل (یعنی گورنر جنرل کی) کونسل کے لیے ممالک ہذا کی جانب سے ممبروں کے منتخب کیے جانے کا ذکر کرتا ہوں۔ بمطابق ان ۲۵ ممبروں کے جواب ہند کے کل ممالک کی طرف سے منتخب کیے جائیں گے۔ چار ممبر ممالک متحدہ کی جانب سے ہوں گے۔ انہیں سے دو کو لفٹنٹ گورنر کی کونسل کے ایسے ممبر جو ملازم سرکار نہ ہوں منتخب کریں گے۔ اور ایک کو صوبہ آگرہ کے زمیندار اور برٹش انڈین ایسوسی ایشن (انجمن تعلقداران اودھ) باری باری سے منتخب کیا کریں گے۔ صوبہ آگرہ کے صرف وہ زمیندار منتخب کرنے کے مجاز ہوں گے جن کو قابلیت مصرحہ (ضبط) حاصل ہو۔ جنہیں سے بڑھی قابلیت یہ ہے کہ وہ زمیندار بالکزاری اراضی کی بابت دس ہزار روپیہ داکرٹا ہوا اور چوتھے ممبر کو مسلمان ممالک متحدہ منتخب کیے گئے لفٹنٹ گورنر کی کونسل میں علاوہ خود لفٹنٹ گورنر کے معمولاً ۲۶ ممبر ہوں گے۔

آئے۔ اور دوسرے مقامات کے بہت سے باشندے اپنی اس آرزو کو پورا کرنے کے لیے وہ اس متبرک شہر کے حدود کے اندر وفات پالین یہیں مستقل طور پر سکونت اختیار کر لیتے ہیں۔ کچھ عرصہ سے پودھ مذہب کے لوگ سال بسال بہ تعداد روز افزوں اس شہر میں بدین غرض آنے لگے ہیں۔ کہ اس متبرک مقام کی زیارت کریں۔ جہاں بدھ نے پہلا وعظ کہا تھا۔ ان وجوہ سے یہ شہر مختلف قوموں اور فرقوں کے اشخاص مرکز ہو گیا ہے۔ اور اس پر ان حالات کا اثر پڑ سکتا ہے۔ جو ممالک ہذا کے باہر ملک ہند کے اور حصوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ کہ گذشتہ دو سال میں بلکہ اس سے کچھ زیادہ مدت میں جبکہ فتنہ انگیز اشخاص نے ملک ہند کے دوسرے حصوں میں مشکلات برپا کیں۔ وہ لوگ بنارس کے باشندوں کے خیالات خراب کرنے کی کوشش سے بھی نہ چو کے۔ گورنمنٹ اس سے واقف ہے کہ ہمارے باندیش یہاں موجود ہو گئے تھے۔ اور گورنمنٹ اس بات کی قدر دانی کرتی ہے کہ یہاں انکی کوششوں کا اس قدر کم اثر ہوا۔ میں اس موقع پر پسر عام اسل مرکا اعلان واعتراف کرتا ہوں۔ کہ ایسے وقت میں جب باشندگان شہر بنارس کو بد اعمالی پر راغب کرنے کی کوششیں کی گئیں۔ بالعموم یہاں کے لوگوں کی طرز عمل قابل تعریف تھی اور میں یورپائشس کا اور نیز اس شہر کے ان سربراہان و وہ اشخاص کا جنکی رے کی لوگ وقعت اور تقلید کرتے ہیں۔ شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کہ آپ سب صاحبوں نے قانون دامن خلالت کی طرف ذرا اختیار کی اور اپنی قومی و پراثر اعانت سے سرکار کی اعانت سے سرکار کی حمایت کی۔ اس جلسہ عام سے جو یہاں ۲ ستمبر ۱۹۰۱ء کو منعقد ہوا اور ان زولیشون سے

مجھ کو یہ بات سن کر تعجب بلکہ افسوس ہوا کہ ضلع مذکور میں قریب تیس کے ایسے ریلوے اسٹیشن تھے کہ (مقامات قرب و جوار سے) ان اسٹیشنوں تک جانے کے لیے پختہ سڑکیں موجود نہ تھیں۔ اس میں شک نہیں کہ اُس ضلع میں ریل تو بہت سے مقاموں میں پہنچ گئی ہے۔ مگر سڑکیں بہت کم ہیں۔ چنانچہ میں نے ڈسٹرکٹ بورڈ سے یہ وعدہ کیا تھا کہ بشرط امکان اس بارہ میں میں اُسکی مدد کروں گا۔ حال میں مے صاحب اور ایکمیں صاحب نے ان ممالک کے ڈسٹرکٹ بورڈوں کی ضرورتوں کی تحقیقات کی ہے۔ اور یہ تخمینہ کیا گیا ہے کہ (ضلع گورکھپور میں) پکی سڑکیں (سب ملا کر) قریب ۱۱۰ میل کے اور کچی سڑکیں (سب ملا کر) قریب ۸۰ میل کے اور بنائی جانی چاہیے۔ جدید انتظام آمد و خرچ کی رو سے جسکا عملہ اگلے سال مالی سے شروع ہوگا۔ تقریباً ساٹھ ہزار روپیہ سالانہ کا اضافہ اُس رقم میں کیا جا رہا ہے۔ جو ڈسٹرکٹ بورڈ گورکھپور (بالفعل) اپنے ذریعہ ہائے آمد و رفت (یعنی سڑکوں وغیرہ) کے قائم رکھنے کے کام میں لگا سکتا ہے۔ لیکن اس معاملہ میں ایک دشواری یہ ہے کہ کنکریا اور چیز سڑک کے پختہ کرنے کی مشکل سے دستیاب ہوتی ہے۔

کاشی کے شہر متبرک کی عظمت ملک ہند کے کل حصوں میں مانی جاتی ہے۔ اول تو بہت سے والیان ملک کے مکان اس شہر میں گنگا کے کنارے پر موجود ہیں۔ اور علاوہ اسکے یہاں کے بہت سے مندروں کی بہت کچھ امداد ملک ہند کے دور دور کے ہنود اپنی فیاضی اور مذہبی پاک خیالی کی وجہ سے کرتے ہیں۔ ہر ہندو کو یہ خواہش و تمنا ہوتی ہے کہ وہ یہاں کے جاترا کیلئے

تقسیم کرنے کے مسئلہ پر غور و خوض کر رہی ہے جس سے قسمت گورکھپور کے رہنے والوں کو بہت غرض و تعلق ہے۔ اس ضلع کی مردم شماری تقریباً تین لاکھ کے ہے اور یہ تعداد سولے ضلع بستی کے ان ممالک کے بڑے بڑے ضلعوں کی آبادی سے دو چاند ہے۔ قسمت گورکھپور میں (صرف) تین ضلع ہیں مگر اسکی مردم شماری سولے قسمت فیض آباد کے اور ہر قسمت کی مردم شماری سے زیادہ ہے اور قسمت فیض آباد میں چھ ضلع ہیں۔ گورکھپور میں کئی لائق اور نہایت جفاکش کلکٹر کیے بعد دیگرے آئے۔ جنہیں سے ملونی صاحب اور پوپ سمن جی خاصکر قابل ذکر ہیں۔ مگر ان سب کو وہاں کی کلکٹری کا کام بہت زیادہ معلوم ہوا۔ چنانچہ ضلع نہ گورکھپور کے تقسیم کرنے کے مسئلہ پر غور و خوض کرنے کے لیے گذشتہ موسم سرما میں ایک ایسی کمیٹی مقرر کی گئی جس کے صدر انجنیر ممبر بورڈ مال تھے۔ اور کمشنر گورکھپور اور کلکٹر ان گورکھپور و بستی اور تین اشخاص غیر ملازم سرکار اسکے ممبر تھے۔ یہ مسئلہ بہت دشوار ہے اور محکوم یہ یقین نہیں کہ اب تک اسکے حل کرنے کا کوئی بھی ایسا طریقہ تجویز ہوا۔ جو فی الواقع قابل اطمینان ہو۔ بہر حال یہ تو صاف ظاہر ہے کہ کلکٹر گورکھپور کے کام کو کم کرنے کی قوی ضرورت ہے۔ مگر نہ تو اس بات کا طرک کرنا باقی ہے۔ کہ آیا کام ہلکا کرنے کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ ضلع کے حدود میں ترمیم کی جائے۔ یا یہ کہ معمول سے زائد ماتحت اس غرض سے مقرر کیے جائیں۔ کہ معمولی قسم کے کاموں سے کلکٹر کو سبکدوشی ہو جائے۔ چنانچہ میں اس معاملہ پر بہت توجہ سے غور و خوض کر رہا ہوں۔

جب میں گورکھپور گیا تھا جسکو تقریباً دو سال کا عرصہ ہوا۔ اسوقت

خود شہر بنارس بہ عاقل و مست آبادی کے مالک ہندوین سولے ایک شہر کے اور
 کل شہروں سے بڑا ہے میونسپل بورڈ بنارس کی سالانہ خالص آمدنی محصول
 جنگلی کی تین لاکھ روپیہ ہے۔ مگر حدود میونسپلٹی کے باہر چھوٹی چھوٹی ٹنڈیاں
 قائم ہو گئی ہیں جنگلی وجہ سے شہر کی تجارت کو بہت نقصان پہنچتا ہے سالانہ
 بین بین نے ان ممالک کی میونسپلٹیوں کے نظام محصولات کے متعلق تحقیقات
 کرنے کے لیے ایک کمیٹی تصدیق ہو پ تسن صاحب مقرر کی تھی۔ اس کمیٹی
 کا یہ کام تھا کہ ان امور کی نسبت تحقیقات اور غور و خوض کرے کہ مختلف شہروں
 کے موجودہ قواعد و نقشہ جات محصول جنگلی کے متعلق ہر شہر میں کون کون سے
 قواعد اور محصول ایسے ہیں جو وہاں کی تجارت و کاروبار میں بہت زیادہ الجھ
 و مغل میں۔ اور آیا یہ ممکن ہے کہ محصول جنگلی بالکل موقوف کر دیا جائے۔ اور
 اگر ایسا ہو سکتا ہے تو اسکی جگہ پر بھی محصول آمدنی حاصل کرنے کا کیا عام اصول
 قائم کیا جائے۔ اور یہ کہ محصول جنگلی کے خاص خاص شہروں میں موقوف کر دینے
 سے اور (عام طور سے) نقشہ جات محصول جنگلی کے ترمیم کرنے سے اور ضابطہ
 کارروائی کی اصلاح سے موجودہ خرابیوں کے اسناد کے متعلق کیا نتیجہ ہو گا۔ بین
 صدر انجمن صاحب اور ممبران کمیٹی کا جنھوں نے بہت قابل قدر رپورٹ تیار کی
 حمایت شکر گزار ہوں اور یہ رپورٹ اصلاح عام کے لیے شہر ہو چکی ہے کمیٹی
 مذکور نے اپنی تحقیقات سے یہ نتیجہ نکالے ہیں کہ یہ نہایت مناسب امر ہے کہ
 محصول جنگلی ہر جگہ سے موقوف کر دیا جائے۔ اور یہ کہ جو کچھ اصلاح موجود
 مزاحمت میں ہو سکتی ہے۔ اسکا سرٹ ہندو نتیجہ ہو سکتا ہے کہ بہ نسبت حال کے

خاص ذریعہ محصول جنگی ہے۔ بعض وجوہ سے محصول جنگی کو لوگ پسندتے اور
 رستے۔ ان لوگوں کو ایسے شہروں یا قصبوں میں،
 محصولات کے زیادہ پسند کرتے ہیں۔ مگر کوئی محصول جو انہیں لوگوں سے
 ہیں۔ جہاں محصول جنگی تو عائد کیا جاتا ہے۔ بعض اوقات یہ غلط خیال
 نہیں لیا جاتا۔ جن پر محصول کا بار واقع ہوتا ہے۔ وہ ایسے محصول کا دنیا نہایت پسند
 ہوتا ہے کہ وہ کوئی محصول نہیں ادا کرتے۔ وہ ایسے محصول کے ہاتھ میں دینا پڑے۔
 کرتے ہیں۔ جسکی بابت کچھ زر نقد خود انکو حاصل کس کے ہاتھ میں دینا پڑے۔
 مگر انکو یہ خیال نہیں رہتا کہ اگر ان ضروریات زندگی کے آئندہ کو جو انکو خریدنا
 ہوتے ہیں۔ چوکی جنگی پر محصول ادا کرنا ہوتا ہے۔ تو اس کے عوض میں (وہ اپنے
 مال کے خریداروں سے اس قدر ضرورت وصول کر لیتا ہے۔ چوکی کے انتظام
 اور گمان غالب یہ ہے کہ اس سے بھی زیادہ لے لیتا ہے اور یہ خرابی بھی
 کے عمل درآمد میں بہت سخت ناجائز کارروائیوں کا موقع ملتا ہے اور یہ خرابی بھی
 ہو کر رہتی ہے کہ بیوپاریوں کو واجب اور مناسب محصول کی نسبت بہت زیادہ
 رقم کی زیر بار رہی ہوتی ہے اور یہ رقم بالآخر ان لوگوں کے ذمہ پڑتی ہے جو مال کو
 خرید کر کام میں لاتے ہیں۔ جو اشیاء کا محصول جنگی خواہ مخواہ بالآخر محصول ادا
 ہو جاتا ہے۔ جو محصول جنگی وصول ہو چکا ہے۔ اس کا بہت بڑا حصہ بعد میں
 واپس کرنا ہوتا ہے اور جنگی کے چھوٹے مالکان کو جو محصول وصول کرتے
 ہیں۔ ناجائز کارروائیوں کرنے کے بہت زیادہ موقع ملتے ہیں۔ ان حربہ ایوں
 کی وجہ سے محصول جنگی آمدنی میں سبکی کی بہر سانی کا ایک بہت قابل اعتراض ذریعہ
 ان دو قسم تھا۔ بنارس اور کھپور میں بڑے شہر زیادہ نہیں ہیں۔ البتہ

تصور سے اپنے معاہدوں کی تعمیل کی اور اپنے معمولی سہلیٹھ ہونے والے اخراجات کو ان رقوم سے بڑھنے نہ دیا۔ جو ان کے اختیار میں تھے۔ اگر دیہات میں تعلیم ابتدائی کی ترقی کی غرض سے جماعت ہائے مختص مقام کی آمدنی میں اضافہ کرنے کے واسطے گورنمنٹ کے پاس رقم غیر محدود موجود ہوتی تو بجلی بہت خوشی ہوتی۔ مگر جب تک کہ اس کام کے لیے روپیہ کی تعداد ایسی ہی محدود رہیگی جیسی کہ بالفعل بجلی لازم ہے کہ ہر بورڈ سے اسکی ذمہ داری کی تعمیل کراؤن کہ اپنا خرچ آمدنی کے مطابق رکھے۔ بجلی امید ہے کہ جب گورنمنٹ کی مالی حالت (بہ نسبت حال کے) بہتر ہو جائیگی۔ تو یہ ممکن ہو گا کہ ڈسٹرکٹ بورڈوں کو ذریعہ ہائے تعلیم کی اصلاح و توسیع کے لیے کچھ اور زیادہ روپیہ دیا جائے۔

یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ میونسپل بورڈ بنارس کو یہ حکم دیا گیا کہ اپنے اخراجات تعلیم میں تخفیف کرے۔ بورڈ نے ۱۹۰۸-۹ء کی بابت اپنا بجٹ مرتب کرنے اور اپنے اخراجات کے بڑھانے میں دورانہ پیشی نہ کی اور اس غرض سے کہ آخر سال میں بمقابلہ آمدنی کے خرچ کی رقم زیادہ نہ نکلے صرف یہی تدبیر ہو سکتی ہے کہ اُس کے ذمہ کے قرضہ جات کے اقساط کا ادا کرنا ملتوی کر دیا جاتا۔ پس اس غرض سے کہ آمد و خرچ برابر ہو جائیں۔ بورڈ کو روپیہ ضرر تھا کہ یا تو اپنے خرچ میں کمی یا آمدنی میں اضافہ کرے۔ اور اس صورت میں گورنمنٹ کو یہ حکم دینا لازم ہوا کہ بورڈ اپنا خرچ آمدنی کے مطابق رکھے۔

اب میں تھوڑی دیر کے لیے ان محصولات کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ جو میونسپلٹیوں لیتی ہیں۔ حاکم ہدایین بالفعل اکثر میونسپلٹیوں کی آمدنی کا

استطاعت نہ ہو سکی۔ کیونکہ جو روپیہ گورنمنٹ کے پاس ڈسٹرکٹ بورڈوں کو
 بطور قوم امداد دینے کے لیے ہے۔ وہ تھوڑا ہے۔ بالآخر ڈسٹرکٹ بورڈ
 بنارس نے اگرچہ سال ماقبل میں بورڈ کو رتبہ کر دیا تھا۔ کہ اُس کا
 معمولی چھپتہ ہو نہیو الاخرج بہت ہی زیادہ بڑھ گیا ہے۔ اپنے اخراجات متعلقہ تعلیم
 سقندر بڑھانا بخیر کیا کہ اُس کو گورنمنٹ سے ایک خاص عطیہ کے لیے اس
 غرض سے درخواست کرنی پڑی۔ کہ گزشتہ سال حسابی کے آخر میں اُس کا خراج
 اُس رقم سے نہ بڑھ جائے۔ جو اُس کے نام جمع ہو۔ ان واقعات کے بیان سے
 یہ امر پورے طور پر واضح ہو گا کہ اگر خاص خاص مقامات میں ذریعہ ہاے
 تعلیم میں توسیع کرنے کے وعدے کیے گئے۔ یا اُسکی امیدیں دلائی گئیں
 اور وہ پوری نہیں ہوئیں۔ تو یہ قصور اُن بورڈوں کا ہے۔ جنہوں نے بلا لحاظ
 اس امر کے کہ اُن کے پاس اُن کے پورا کرنے کے لیے سرمایہ ہے یا نہیں۔ ایسے
 وعدے کیے۔ یا ایسی امیدیں دلائیں۔ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ جو تحقیقات
 گزشتہ موسم سرمایہ میں اس بارہ میں کی گئی۔ کہ مختلف ڈسٹرکٹ بورڈوں کو کن
 کن ابتدائی تعمیرات کی ضرورت ہے۔ اُس سے صاف طور پر ظاہر ہوا کہ جو
 معاہدات کے عمل میں آنے کے وقت ڈسٹرکٹ بورڈ ہاے قسمت بنارس
 کے ساتھ بمقابلہ اکثر دیگر ڈسٹرکٹ بورڈوں کے زیادہ رعایت کا برتاؤ ہوا۔
 یہ صریحاً خلاف انصاف ہو گا۔ کہ جن ڈسٹرکٹ بورڈوں نے سمجھ بوجھ کر
 اپنے معاہدات کی خلاف ورزی کی اُن کو نفع پہونچانے کی غرض سے ان
 ڈسٹرکٹ بورڈوں کی رقم مقررہ میں کمی کر دی جائے۔ جنہوں نے پورے پورے

کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ تاکہ وہ غلط فہمی جو اس بارہ میں ہے۔ دور
 ہو جائے۔ ڈسٹرکٹ بورڈوں کی آمدنی کا ایک حصہ محصولات مختص لمقام
 سے حاصل ہوتا ہے۔ مگر محصولات مختص لمقام ڈسٹرکٹ بورڈوں کے
 کل اخراجات کے لیے کافی نہیں ہوتے اور انہیں پراونشل آمدنی سے
 بندہ رقیعہ امدادی اضافہ کرنا ہوتا ہے۔ موجودہ رقوم امداد عرصہ تین سال
 کے لیے مقرر کیے گئے تھے۔ اور بورڈوں سے یہ معاہدہ ہوا تھا کہ وہ اپنے
 ایسے اخراجات کی تعداد جو معمولاً ہمیشہ ہوا کرتے ہیں۔ اس قدر رکھیں گے
 کہ انکی آمدنی سے بعد منہائی اخراجات مذکور ایک معین رقم تعمیرات ابتدائی
 کے واسطے ہمیشہ بچتی رہے۔ عام طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ پابندی
 شرط مذکور کے ڈسٹرکٹ بورڈوں کو یہ اجازت ہے کہ اپنی آمدنی جس طرح
 چاہیں خرچ کریں۔ ڈسٹرکٹ بورڈ ہائے جو پور و غازی پور و بنارس نے
 ان شرائط کی خلاف ورزی کی جنکی پابندی سے وہ رقوم امداد انکے لیے
 مقرر کیے گئے تھے۔ ڈسٹرکٹ بورڈ جو پور نے اپنا ہمیشہ کا حسب معمول
 خرچ تعلیم اس قدر بڑھا دیا کہ گورنمنٹ کو اسکی امداد کے لیے تقریباً تیرہ ہزار
 روپیہ سالانہ دینا پڑا۔ ڈسٹرکٹ بورڈ غازی پور نے بھی ایسا ہی کیا۔ اور گورنمنٹ
 کو ایک گنتی چٹھی اس مضمون کی ڈسٹرکٹ بورڈوں کے نام جاری کرنی پڑی
 کہ اگر وہ بغیر اسکے کہ پہلے یہ سمجھ لیں جو زیادہ رقم مطلوب ہوگی وہ امان سے
 آئیں گی۔ اپنے معمولی ہمیشہ ہونے والے اخراجات بڑھائیں گے۔ تو جسکا
 نتیجہ سولے اسکے کچھ نہیں ہو سکتا کہ انکو اپنے خرچ کے رقوم ادا کرنے کی

ابتداءً یہ ارادہ تھا کہ جب اُن کُل ہائی اسکولوں کا خرچ جو ضلعوں کے صدر مقاموں میں واقع ہیں۔ اخراجات مدپرائش میں ڈال دیا جائے گا۔ (یعنی گورنمنٹ ممالک نہ اُسکو اپنے ذمہ کر لے گی۔) تو اسوجہ سے اُن قوم امداد میں جو ڈسٹرکٹ بورڈوں کو دیے جانے کے لیے مقرر کیے گئے ہیں۔ مرہم نہ کیجا گئے گی۔ یعنی انہیں سے ہائی اسکولوں کے خالص خرچ کی رقم منہا نہ کیجا یگی۔ بلکہ وہ رقم ڈسٹرکٹ بورڈوں کی آمدنی میں اضافہ کے طور پر قائم رکھی جائیگی۔ اور بورڈ ہائے مذکور کو یہ ہدایت کیجا یگی کہ وہ اسکو اولاسکینڈری ورنائیو لبر (درجہ ابتدائی سے اوپر کے زبان دیسی کے) اسکولوں کے لیے (جس قدر کہ اُنکے لیے ضرورت ہو) اور بعد از ان پریمری (ابتدائی) اسکولوں کی توسیع کے لیے کام میں لائیں۔ لیکن چونکہ لوکل گورنمنٹوں کی مالی حالت بہت ہی زیادہ ناقابل اطمینان ہو گئی۔ اس لیے اس معاملہ پر غور کرنے کی ضرورت ہوئی۔ پس بورڈوں کو جنوری ۱۹۰۱ء میں یہ اطلاع دی گئی کہ جب ہائی اسکولوں کا خرچ اخراجات مدپرائش میں شامل کر لیا جائیگا۔ تو اُن معینہ رقم امداد میں سے جو اُنکو دیے جاتے ہیں ہائی اسکولوں کے خالص خرچ کی تعداد منہا کر لی جائے گی۔

حال میں اخبارات میں ایسے بیانات مشہور ہوئے ہیں۔ جنکا مطلب یہ ہے کہ گورنمنٹ نے براہ راست یا بذریعہ حکام ماتحت قسمت بنارس کے ڈسٹرکٹ بورڈوں کو خصوصاً ڈسٹرکٹ بورڈ بنارس کو۔ یہ حکم دیا ہے کہ اپنے اخراجات متعلقہ تعلیم میں تخفیف کریں۔ اس موقع پر حالات واقعی کا بیان

حاصل ہونے کی امید نہیں کی جاسکتی ہے۔ یہ ضروری ہے کہ ان طلبہ کی تعداد محدود کر دی جائے۔ جنکو ایک درجہ میں تعلیم دی جاسکتی ہے اور اسکول میں درجن یا درجن کے سکشنوں کی تعداد ان کمروں کی تعداد کے لحاظ سے جو تعلیم کے لیے موجود ہوں اور اس امر کے عائد سے مقرر کر دی جائے۔ کہ ہیڈ ماسٹر کس قدر نگرانی کر سکتا ہے۔ صرف ایسے ہی انتظامات کے ذریعہ سے یہ ہو سکتا ہے۔ کہ جو سرکاری تنظیم میں ہیں یہ غرض حاصل ہو کہ وہ بطور نمونہ کے کام دین۔ پس مل مر کی قابل اطمینان تدبیر کہ طلبہ کی تعداد مناسب تعداد سے نہ بڑھتے پائے۔ یہی ہے کہ اور نئے اسکول قائم کیے جائیں۔ نہ کہ یہ کہ موجودہ اسکولوں میں طلبہ کی تعداد بلا کسی حدود قید کے بڑھتی رہے۔ بنارس میں علاوہ گورنمنٹ ہائی اسکول کے دو مشن ہائی اسکول اور ایک ہائی اسکول متعلقہ ہندو کالج اور ایک ایڈیڈ (امدادی) ہائی اسکول واقع بنگالی ٹولہ موجود ہیں اور ایک ہائی اسکول حال ہی میں چھتریوں کے لیے کھولا گیا ہے۔ جس کے قائم کرنے کا خرچ تقریباً بارہ لاکھ روپیہ ہوگا۔ اور یہ سب روپیہ راجہ صاحب بھنگا نے فیاضی سے عطا کیا ہے۔ لیکن اب بھی تعداد ان طلبہ کی جو اسکولوں میں داخل ہونا چاہتے ہیں۔ ان اسکولوں کی گنجائش سے زیادہ ہے۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ بنارس کے لوگ اپنے قریب کی قسمت یعنی گورکھپور کے لوگوں کی قائم کی ہوئی نظیر پر عمل کریں گے۔ جنھوں نے اس وقت جب گورنمنٹ ہائی اسکول میں طلبہ کی تعداد زیادہ ہو گئی۔ فوراً نہایت قابل تعریف کوشش کر کے کے ایک دوسرا ہائی اسکول قائم کر دیا۔

کرنا چاہیے کہ وہ نمونہ کے اسکول قائم کر دے۔ سرکاریہ نہیں کر سکتی ہے کہ اُن
 کل اشخاص کے لیے جو تعلیم انگریزی حاصل کرنا چاہیں سرکاری سکندری اسکول
 قائم کر دے گورنمنٹ کا طریق عمل یہ ہے کہ ہر ضلع کے صدر مقام میں ایک ہائی
 اسکول بطور نمونہ کے اسکول قائم رکھے اور لوگوں کو اس بات کی ترغیب دے
 کہ وہ خود اور ایسے زائد اسکول قائم کریں جنکی ضرورت ہو اور جب ممکن ہو سرکاری
 ہائی اسکول میں دیجائے۔ اسیں طلبہ کو حتی الامکان کامل استعداد حاصل ہو جائے
 اور یہ امر یقینی ہو جائے کہ وہ زمانہ مابعد میں عملی طور پر انکے لیے مفید ہوگی۔
 اور اس سے صرف یہ مقصد نہ ہوگا کہ امتحانوں میں کامیابی حاصل ہو جائے
 اس غرض کا لحاظ رکھ کر گورنمنٹ اپنے حتی الامکان یہ کوشش کر رہی ہے
 کہ اُن انگریزی کے اسکولوں میں جو صرف گورنمنٹ کے خرچ سے قائم ہیں۔
 تعلیم زیادہ کامل طور کی اور زیادہ عملی قسم کی اور زیادہ اچھی طرح دیجائے زبان
 انگریزی میں گفتگو کرنا صحیح طور پر سکھانے کی طرف اور سائنس (علوم و فنون)
 کی زیادتی علمی تعلیم اور ہاتھ کے کام کی مشق و صفائی بڑھانے کی طرف خاص
 طور پر توجہ کی جا رہی ہے۔ اور ان تینوں امور کی طرف خاص توجہ کرنے سے
 منشا یہ ہے کہ لڑکوں میں یہ قابلیت پیدا ہو جائے کہ وہ اپنی استعداد علمی کو زندگی
 کے ضروریات روزمرہ میں زیادہ اچھی طرح کام میں لاسکیں اگر ان امور میں ترقی
 منظور ہے تو یہ نہایت ضروری ہے کہ ہر طالب علم کی طرف خاص طور سے
 زیادہ توجہ کی جائے اور ایسے اسکولوں میں جہاں طلبہ کی تعداد گنجائش سے زیادہ
 ہے۔ اور سامان تعلیم و تعداد مدرسین نا کافی ہے۔ ان مقاصد کے حسبِ لحاظ

علاوہ اُس پچیس ہزار روپیہ کے جو انھوں نے بطور چنڈہ دیا۔ یہ بھی وعدہ کیا کہ اگر وہ رقم جو چنڈہ سے جمع ہوگی۔ ایک لاکھ روپیہ سے کم ہوگی جو اس وقت کے تحینہ کے بموجب کتب خانہ مذکور کے لیے درکار تھا۔ تو وہ اپنے پاس سے اور روپیہ دیکر اس کمی پورا کر دینگے۔ اب یہ تحینہ کیا جاتا ہے کہ عمارت اور اس کے متعلقات میں ڈیرہ لاکھ روپیہ سے زیادہ خرچ ہوگا۔ جب میں ۱۹۰۷ء میں یہاں آیا تھا تو میں نے اُس نئے کتب خانہ کا سنگ بنیاد نصب کیا تھا۔ جو ہر اہل ہانس پرنسپس آف ویلز کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ اب تک صرف کتب خانہ ہی کے لیے روپیہ کا انتظام ہو رہا ہے اور طلبہ سنسکرت کے مکان کے لیے اور شیار قدیم متعلقہ مذہب ہندو کے عجائب خانہ کی عمارت کے واسطے روپیہ کا انتظام ہنوز نہیں ہوا۔ میں امید کرتا ہوں کہ جس قدر روپیہ کی ضرورت ہے اُس کے بہم پہنچانے کی خاص طور پر کوشش کی جائیگی۔ اور نیز یہ کہ عمارت کی تیاری میں بہ نسبت سابق کے زیادہ عجلت کی جائیگی۔

ان ممالک کے ہر جگہ کے لوگوں میں تعلیم انگریزی کی خواہش بہت بڑھ گئی ہے اور اسوجہ سے اُس کے ذریعوں کی توسیع و صلاح کی بہت ضرورت ہے۔ اور تعلیم انگریزی کی طرف دلی رغبت و توجہ قسمت ہائے شرقی میں ان ممالک کی کسی اور جگہ سے کم نہیں ہے۔ فی الواقع تعلیم انگریزی حاصل کرنے کی خواہش لوگوں میں اس قدر بڑھ گئی ہے کہ اُس کے لیے کافی بندوبست کرنا مشکل ہو گیا ہے۔ جن اصول پر گورنمنٹ بہ تعلق سکینڈری (یعنی ابتدائی) سے اوپر کے درجہ کی تعلیم کے عمل کرتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ سرکار اس سے زیادہ کچھ

لگایا ہے۔ ان وظائف کے لیے ایسے طالب علم منتخب کیے گئے جو پُرانے طریقہ کے مطابق سنسکرت کی تعلیم اچھی طرح حاصل کر چکے تھے۔ جدید طریقوں کے مطابق تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے ابتدائی تدابیر اُنکے لیے نہ کالے گئے۔ کہ وہ زبان ہائے پالی اور پرکرت کی تحصیل کریں۔ اور زبان جرمن کی تعلیم بھی اس غرض سے شروع کرائی گئی کہ وہ خود مصنف کی زبان میں اُن اعلیٰ تصنیفات میں سے بعض کو پڑھ سکیں جو ممالک یورپ میں ماہران سنسکرت نے لکھے ہیں۔ امانت وقت سادھولال کے ایک وظیفہ دار نے ایک پُرانی کتاب متعلقہ مذہب بودھ جو بلجاظا انکشاف حالات تواریخی قابل وکسپی ہے بغرض طبع مرتب کی ہے اور اُسکو ملک انگلستان کی پالی ٹیکسٹ سوسائٹی۔ (جماعت اشاعت کتب قدیم زبان پالی) نے پسند کر کے اُسکا طبع و شایع کرنا قبول کیا ہے۔

(لوگوں کی) یہ خواہش کہ بنارس میں تعلیم سنسکرت کو ترقی دیا جائے۔ اس جلسہ اربعین میں اور بھی زیادہ ظاہر ہوئی۔ جو ۱۹۰۶ء میں منعقد ہوا تھا۔ اس جلسہ میں یہ تجویز قرار پائی کہ چندہ کے ذریعہ سے روپیہ اکٹھا کر کے ایک کتب خانہ اس غرض سے تعمیر کیا جائے کہ اُس میں قلمی کتابوں کا وہ قابل قدر ذخیرہ جو گورنمنٹ کالج کی ملکیت ہے۔ مناسب طور پر حفاظت سے رکھا جائے۔ اور لوگوں کو بطور انسب اُنکے مطالعہ کا موقع ملے۔ (اس تعمیر کے لیے) دو لاکھ اسی سو روپیہ اوسان گنج نے نہایت فیاضی سے ایک عمدہ قطعہ اراضی کا دے دیا ہے۔ ہنرمانس ہمارا جہ صاحب بنارس نے تیس ہزار روپیہ چندہ دیا اور شری بادھولال نے

نہیں کرتا ہے کہ وہ اپنی کتابوں کے مضمون کو سمجھ لے بلکہ اسکو صلی کتاب کی
 عبارت اور قدیم تشریح معنی بھی ٹھیک ٹھیک حفظ باد کرنی ہوتی ہے۔ ممکن ہے
 کہ باوی نظریں یہ معلوم ہو کہ اس طریقہ میں غیر ضروری محنت اور تصنیع اوقات ہوتی
 ہے۔ لیکن سہیں شک نہیں کہ اسکے ذریعہ سے علوم سنسکرت کے ماہر نڈپون کا
 ایک ایسا گروہ آج تک موجود ہے جنکی طرقت زمانہ حال کے متعلم کو باوجود ان کل
 کتابوں کے جنسے وہ مدد لے سکتا ہے مشکلات پیش آنے کے وقت ضرور رجوع کرنا
 پڑتا ہے۔ پس کمال وختگی عام کے لحاظ سے مناسب ہے کہ قدیم طریقہ ہائے تعلیم کو
 جس قدر زیادہ عرصے تک ممکن ہو زمانہ حال کے ان خیالات کے اثر سے محفوظ
 رکھا جائے۔ جنہیں صرف معمولی قسم کے یا فوری نفع کا لحاظ کیا جاتا ہے لیکن جس
 طرح طریقہ قدیم کا قائم رکھنا مناسب ہے اسی طرح یہ مناسب ہے کہ اسکے ساتھ ساتھ نیا
 طریقہ بھی یعنی اہل یورپ کی طرز پر تحصیل علم و تحقیقات مسائل علمی اختیار کی جائے
 ساٹھ سال سے زیادہ عرصہ ہوا کہ جمیس ٹامپسن صاحب نے جو اس زمانہ میں لفٹنٹ
 گورنر تھے یہ خیال کیا تھا کہ اس امر کی ضرورت ہے ^{۱۹۰۴} کہ عین سرجمیں لاٹوش
 صاحب نے ایک صاف اور مفصل تجویز اس کارروائی کے متعلق ظاہر کی
 جو اس وقت گورنمنٹ مالک ہذا علی بین لانے پر آمادہ تھی اور انھوں نے اسکا
 انتظار کیا کہ اس کام کی ابتداء عایا کی جانب سے کی جائے۔ یہ امر موجب مسرت ہے
 کہ منشی ماہو لال نے اس تجویز کے ایک حصہ کی تائید فوراً اس طور پر کی۔ کہ
 سنسکرت کی اعلیٰ تعلیم کے لیے ایک وقف بنام امانت وقف سادھو لال
 اسکالرشپ (یعنی) وظائف یادگار سادھو لال قائم کیا۔ جس میں ہم ہزار روپیہ

پروفیسروں میں سے ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ ایک ایک شعبہ علم کی تعلیم کا کام
 سپرد کیا جانا چاہیے۔ نیز بعض اشخاص نے یہ خواہش کی ہے کہ جو چھ سال کا
 نصاب تعلیم آچاریہ کی ڈگری کے لیے مقرر ہے۔ اسکو گھٹا کر تین سال کر دینا چاہیے
 تاکہ وہ اُس مدت کے قریب قریب ہو جائے۔ جو زمانہ حال کی یونیورسٹیوں
 میں ڈگری کے لیے مقرر کیجاتی ہے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ جو لوگ اس قسم کی
 نکتہ چینیاں کرتے ہیں۔ انھوں نے ملک ہند کے پرانے طریقہ تعلیم کے
 نہایت قابل قدر اصول کا لحاظ نہیں کیا۔ آج کل زمانہ کارہجان یہ ہے کہ استاد
 بھی مثل اُس بچان کتاب کے جسکا وہ درس دیتا ہے (اپنے شاگردوں کے
 ساتھ) کچھ سروکار (سوا پڑھانے کے) نہ رکھے اور وہ اخلاقی تعلقات جو
 تعلیم دینے اور تحصیل علم (یعنی رشتہ استاد و شاگردی) اسکے ساتھ وابستہ
 ہیں۔ نظر انداز ہوئے ہیں۔ طریقہ قدیم میں شاگرد کو ہمیشہ زیادہ قوی تعلقات
 (اخلاقی) مذکور کی یاد دہانی ہوتی رہتی ہے۔ اگرچہ ممکن ہے کہ اپنے گرو
 کی ہدایت کے بموجب اُسکو جیسے جیسے کہ اُسکے علم میں ترقی ہوئی جا۔ ایک
 استاد سے دوسرے استاد کے پاس بغرض تحصیل علم جانا پڑے۔ اور کثر
 ایسا ہوا ہی کرتا ہے۔ میری رائے میں ہمکو اسکی بہت احتیاط رکھنی چاہیے۔
 کہ کوئی امر ایسا نہ کریں جس سے اُن قوی تعلقات میں خلل پڑے۔ جو گرو اور
 اُسکے شاگرد کے درمیان قائم ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُن لوگوں نے
 جو آچاریہ کی ڈگری کے لیے مدت تعلیم کو کم کر دینا چاہتے ہیں۔ اس طریقہ تعلیم
 کے مقصد اصلی کو نظر انداز کر دیا ہے۔ انوعمر طالب علم سنسکرت کو صرف یہی

محاذ سے ممکن ہو۔ شرح فیس امتحان نہایت کم رکھی جائے۔ مگر پھر بھی بعض لوگوں نے یہ شکایت کی کہ فیس کا لیا جانا ایسا دستور جدید ہے جس سے کم مقدور طلبہ بہت زیر بار ہوتے ہیں۔ اور ان ممالک میں آئندہ تعلیم سنسکرت کو نقصان پہونچا کا اندیشہ ہے۔ دراصل ان اشخاص کا خوف بے بنیاد ثابت ہوا۔ ۱۹۰۹ء میں نو سواڑ تالیس امیدوار مختلف امتحانوں میں شریک ہوئے۔ امتحان پرچہ آچاریہ میں جسکے لیے سب سے زیادہ یعنی امتحان کے ہر حصے کے لیے پانچ روپیہ فیس لیجاتی ہے۔ بارہ درگاہوں سے اٹھائیس امیدوار امتحان مذکور میں شریک ہوئے تھے۔ جو فیس امیدوار سے لیجائے وہ بطور امر لارمی اس فیس کے کسی قدر متناسب ہونی چاہیے۔ جو ذی لیاقت ممتحن کو پرچہ سوالات کے تیار کرنے اور جوابات کے جانچنے کے لیے دیجاتی ہے۔ اور بہ تعلق فیس ممتحان بعض اشخاص کو یہ معلوم ہونے سے شاید تعجب ہو کہ ایم۔ اے کے امتحان میں سنسکرت کا پرچہ سوالات تیار کرنے کی بابت یونیورسٹی الہ آباد ایک سو روپیہ دیتی ہے۔ اور امتحان آچاریہ کے پرچہ سوالات کی بابت سنسکرت کالج سے صرف دس روپیہ ملتے ہیں۔

اسکے علاوہ سنسکرت کالج میں یہ بھی نقصان پایا جاتا ہے کہ وہاں کے طریقہ ہائے درس وغیرہ اور نصاب ہائے تعلیم پرانے ہونے کی وجہ سے زمانہ حال کی ضرورتوں کے مطابق نہیں ہیں۔ یہ خواہش کیجاتی ہے کہ اُس میں زمانہ حال کے کالج کے طریقوں کے مطابق اصلاح ہونی چاہیے اور یہ کہا جاتا ہے کہ بجائے اس آزادی کے کہ استاد مختلف شعبہ ہائے علم سنسکرت کی تعلیم دے

ہر دو کے غیر کو ہستانی ضلع سے بڑھا ہوا ہے اور اسوجہ سے یہاں امور تعلیمی جن پر ہر جگہ کے لوگ توجہ کر رہے ہیں۔ خاص طور پر لحاظ کے قابل ہیں۔ یہاں دو کالج ایسے ہیں جو آرٹس (یعنی شعبہ علوم ادب و تواریخ وغیرہ) مین یونیورسٹی سے باضابطہ متعلق ہیں اور نیز سنسکرت کالج قدیم جسکا افتتاح ۱۸۹۱ء مین ہوا ایسی خاص توجہ کے قابل درگاہ ہے۔ جسکی نسبت مین کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ کچھ عرصہ ہوا کہ گورنمنٹ کے حضور مین یہ شکایت کی گئی کہ جو سالانہ امتحان سنسکرت کالج کے پروفیسر لیا کرتے ہیں۔ انہیں ہمیشہ دوسری درگاہوں کے تعلیم پائے ہوئے امیدواروں کے ساتھ انصاف کا برتاؤ نہیں ہوتا ہے۔ نتائج امتحانات سے جو سال بہ سال گورنمنٹ گزٹ مین مشتر ہوئے لیتے ہیں۔ یہ شکایت صحیح نہیں پائی جاتی۔ مگر ان قابل اعتراض امور کے دور کرنے کی غرض سے جسنے ایسا طریقہ امتحانات جسکی رو سے ایک ہی درگاہ کے اشخاص امتحان مقرر کیے جائیں۔ پورے طور پر ہر گز محفوظ نہیں رہ سکتا۔ گورنمنٹ نے ایک رجسٹر ارمقرر کیا اور یہ حکم صادر کیا کہ ممتحنوں مین سے ایک معقول تعداد مناسب ملک کے مختلف حصوں کے نامی اور تجربہ کار پنڈتوں مین سے منتخب کی جائے۔ یہ احکام متعلق امتحانات ۱۹۰۹ء کے عمل مین لائے گئے۔ اور سات پنڈتوں نے جن کو سنسکرت کالج سے کسی قسم کا تعلق نہ تھا ممتحن ہونا منظور کیا۔

یہ ممکن نہیں ہے کہ گورنمنٹ بغیر اسکے کہ امیدواروں سے فیس امتحان لیجائے۔ عام امتحانوں کا طریقہ جاری رکھے۔ یہ تعلق سنسکرت کالج کے سکا بہت خیال رکھا گیا۔ کہ جہاں تک کہ امتحان کے بخوبی انجام پانے کے

داد ابھائی کی چٹھی کو انصاف کی نظر سے دیکھ گے گا۔ اسکو ضرور اسکے پڑھنے سے اس امر کا کامل یقین ہو جائیگا کہ ٹیکہ لگوانے سے مرض طاعون سے بہت ہی بڑی حفاظت ہو جاتی ہے۔ مجھکو پورا یقین ہے کہ اس چٹھی میں لکھے ہوئے واقعات کو پڑھکر ان صاحبوں میں سے جو اس دربار میں موجود ہیں یہ سنجیدہ و سلیم الطبع صاحبوں کا جلسہ ہو۔ ہر ایسے صاحب کو جنکو اب تک اس بارہ میں کچھ شکوک ہوں گے۔ اسکا اطمینان کلی ہو جائیگا۔ کہ جب کسی شہر یا قصبہ یا گائون میں طاعون پھیلے ہو۔ اسکے پھیلنے کا اندیشہ ہو تو ان تدبیروں میں سے جو ہمکو معلوم ہوئی ہیں ٹیکہ لگوانا سب سے بہتر تدبیر حفاظت کی ہے۔ میں آپ صاحبوں سے جو یہاں موجود ہیں۔ بتا کیدیہ کہتا ہوں کہ جب طاعون پھیلنے کا اندیشہ ہو۔ یا یہ مرض کہیں شروع ہو جائے۔ تو آپ اپنے رسوخ کو عمل میں لا کر اور لوگوں کو سمجھا بچھا کر انکو ٹیکہ لگوانے پر راغب کریں۔ اسکی توقع تو رکھنا فضول ہے۔ کہ لوگ عام طور پر ایسی حالت میں ٹیکہ لگوانے پر راضی ہوں گے۔ جبکہ اس بیماری کے دور ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔ مگر جب واقعی اندیشہ و با کے پھیلنے کا ہو تو جب قدر جلد ٹیکہ لگوا کر حفاظت حاصل کی جائے اُس قدر بہتر ہے۔ اور ضلع بلیا کے ان قطعات میں جنہیں برابر معین وقت پر ہر سال طاعون پھیلا کرتا ہے۔ سال کی آخر سہ ماہی میں اس بیماری کا خطرہ اس قدر زیادہ ہوا کرتا ہے (وہاں کے) سربراہ و ردہ و ذمی رسوخ اصحاب کے۔ لیے یہ امر بہت مناسب ہے کہ لوگوں کو اس پر راغب کریں کہ اس زمانہ میں جہاں تک ہو سکے سب ٹیکہ لگوالین۔ گو طاعون شروع نہوا ہو۔

بنارس میں فیصد پرتہ ایسے شخصوں کا جو لکھ پڑھ سکتے ہیں ان ممالک کے

ٹیکہ لگا۔ سب سے آخر کی اطلاع سے جو حال میں ملی ہے۔ یہ اطمینان بخش
 قیاس ہو سکتا ہے کہ ٹیکہ کے خلاف باطل خیال (لوگوں کے دلوں سے) کم
 ہوتے جاتے ہیں۔ جہاں پچھلے سال یہ حال تھا کہ لوگ ٹیکہ لگانے والے
 کے آتے ہی لاکھیاں لیکر نکل آیا کرتے تھے۔ اب سنا جاتا ہے کہ وہیں کے
 لوگ خوشی سے خود ہی ٹیکہ لگواتے ہیں۔ یہ گورنمنٹ وفاقاً ایسے کا غذا
 تقسیم و مشترکرتی رہی ہے۔ جنہیں ایسی خاص مثالیں درج کی جاتی ہیں جن سے
 ٹیکہ کا مفید ہونا ثابت ہوتا ہے۔

حال میں میرے ایک دوست مسٹر نیرنجی دادا بھائی میجر الیپریس بس مقام
 ناگیور کی ایک چٹھی اخباروں میں چھپی ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مل کے
 کا رخانہ مذکور میں مزدوروں اور کاریگروں وغیرہ کو ٹیکہ لگانے سے کیا نتیجہ ہوا۔
 جو حالات اس چٹھی میں درج ہیں اُسے (ٹیکے کے مفید ہونے کا) ایسا اثر دل
 میں پیدا ہوتا ہے کہ میں نے اُس چٹھی کی نقلیں اپنی اس پیج کے ترجمہ کے
 ساتھ اس غرض سے شامل کرادی ہیں کہ آپ سب اُسکے مضمون پر بوقت
 فرصت غور سے نظر کریں۔ آپ کو اس چٹھی میں ایسی خاص خاص مثالیں لکھی
 ہوئی ملیں گی جنہیں ٹیکہ کا نفع نمایاں طور پر ظاہر ہوا مگر اصلی امر قابل توجہ یہ ہے
 کہ اس کا رخانہ میں کام کرنے والے قریب پانچ ہزار آدمیوں کے ٹیکہ لگا اور ٹیکہ
 لگے ہوئے آدمیوں میں سے صرف تین کی نسبت یہ معلوم ہوا کہ وہ طاعون سے
 مرے۔ حالانکہ بقیہ ٹیکہ لگے ہوئے آدمیوں میں سے نوے آدمی اس بیماری
 سے فوت ہوئے۔ میں دعوے کے ساتھ کہتا ہوں کہ جو شخص مسٹر نیرنجی

مین اور بالخصوص ضلع بلیا مین جلے کے موسم کے شروع مین طاعون کی
 بیماری زیادہ پھیل جایا کرتی ہے اور نیز یہ کہ طاعون کے وہاں پھیلنے کا نتیجہ
 ہوا کرتا ہے کہ وہاں سے ان ممالک کے دوسرے حصوں مین یہ مرض پھیل
 پھیل جایا کرتا ہے (پس) ضلع بلیا اور اسکے قرب جوار کے اضلاع کے
 باشندوں کا فرض ہے کہ نہ صرف اپنی حفاظت کے لحاظ سے بلکہ بقیہ حصص
 صوبہ کی حفاظت کے لحاظ سے بھی طاعون سے محفوظ رہنے کے لیے خاص
 تدبیریں اختیار کریں۔ اگر اس قطعہ مین اس مرض کی پہنچ کنی نہ کر دی جائے گی
 تو اس مین شک نہیں کہ بقیہ ممالک ہذا مین مرض کے پھیل جانے کا ہمیشہ خطرہ
 رہا کرے گا۔ افسوس ہے کہ کچھ عرصے تک ایسا ہوتا رہا۔ کہ ان تدابیر حفاظت
 کی طرف سے جو گورنمنٹ نے بخیر نیت کیے اور بالخصوص حفاظت طاعون کے
 سیکے سے جو میری رائے مین سب سے زیادہ کارگر اور مفید تدبیر ہے غفلت
 کی گئی۔ بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ اس سے گریز کیا گیا۔ اس زمانہ مین اکثر یہ خبریں آیا
 کرتی تھیں۔ کہ رعایا کو طاعون ٹیکہ لگانے والے کا دیکھنا بھی گوارا نہ تھا۔ یہاں
 تک کہ وہ اسکو مار پیٹ کی دھمکی دینے پر آمادہ ہو جاتی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس
 بارہ مین رفتہ رفتہ بعض لوگوں کے خیالات مین اب ایسی تبدیلی ہو گئی ہے جو
 باعث اطمینان ہے۔ ۳۰ جون ۱۹۰۷ء کو جو سال ختم ہوا اس مین ضلع بلیا مین
 قریب گیارہ ہزار آدمیوں کے اور اضلاع اعظم گڑھ و غازی پور مین قریب چھ
 ہزار آدمیوں کے ٹیکہ لگا۔ اسکے بعد کے بارہ مین مین ضلع بلیا مین قریب
 چوبیس ہزار آدمیوں کے اور گورکھ پور مین آٹھ ہزار سے زیادہ آدمیوں کے

کل اموات طاعونی کی تعداد کے نصف سے زیادہ ہے۔ عموماً ایسا ہوتا رہا ہے کہ برسات کے موسم کے شروع میں طاعون کی بیماری تھوڑے عرصہ کیلئے بالکل جاتی رہتی ہے۔ یکم جولائی ۱۹۰۸ء سے اسہرا اکتوبر ۱۹۰۸ء کی درمیانی مدت میں جو ایک تہائی حصہ سال کا ہے۔ ان کل ممالک میں طاعونی موتوں کی تعداد تین سو سے کم درج ہوئی۔ اس سال یہ حالت بدل گئی ہے۔ کیونکہ اس سال مصر حہ بالا ہینٹون میں اس مرض سے بہت موتیں وقوع میں آئیں منجملہ پانچڑا چھ سو اموات طاعونی کے جو ان ممالک میں درج ہوئے۔ ایک تعداد کثیر اموات کی یعنی چار ہزار سات سو ضلع بلیا و عظم گڑھ و گورکھپور میں واقع ہوئی۔ اور صرف ایک ضلع بلیا میں اموات کی تعداد بہت ہی زیادہ یعنی تین ہزار ہوئی۔ اس وقت بلیا میں اس وبا کا بہت زور ہے اور تعداد اموات فی ہفتہ سات سو سے بڑھی ہوئی ہے۔ اب تک سکی کوئی قابل اطمینان وجہ نہیں ظاہر کی گئی کہ ہر سال اس وباے طاعون کی ابتدا ضلع بلیا میں کیوں ہوا کرتی ہے اور یہ مرض صوبے کے جنوبی شرقی حصہ میں کس وجہ سے بہت زیادہ زور پکڑتا ہے اسباب آب و ہوا کے متعلق یا (بمقابلہ دیگر مقامات کے) وہاں باہر سے بیماری کا زیادہ اثر پہنچنے کے معلوم نہیں ہوئے۔ اور اگرچہ یہ صحیح ہے کہ اس حصہ ملک کی آبادی نہایت گنجان ہے اور اس وجہ سے بیماری کا اثر ایک گائون سے دوسرے گائون تک جلد پہنچ جاتا ہے۔ مگر اسی قسم کی بہار کے ان قطعات کی آبادی میں جو وہاں سے قریب ہیں۔ طاعون کا زور اس قدر نہیں ہوا۔ بہر حال یہ امر بالکل صاف ظاہر ہے کہ ان ممالک کے مشرقی حصے کے بعض قطعات

انکی تعداد قسمت بنارس میں ساڑھے تیرہ لاکھ روپیہ اور قسمت گورکھپور میں ساڑھے گیارہ لاکھ روپیہ تھی۔ مالگزاری اراضی قسمت بنارس میں بقدر پانچ لاکھ روپیہ کے اور قسمت گورکھپور میں بقدر چھ لاکھ روپیہ کے ملے تو یہی کی گئی۔ اور ان دو قسموں میں مالگزاری بقدر اڑھائی لاکھ روپیہ کے معاف کی گئی۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ جو جنگلی کم آبادی والے قطعات ضلع مزارپور کے جنوبی حصہ میں واقع ہیں۔ انہیں امداد قحط کا پہونچانا ان سب کارروائی ہائے قحط سے زیادہ مشکل تھا جو ان ممالک میں کی گئی۔ اس کام کو فڈ ہم صاحب کلکٹر نے جو اس قطعہ کے باشندوں اور وہاں کے تمام حالات سے اس قدر واقفیت رکھتے ہیں کہ اس امر میں کوئی انکی برابری نہیں کر سکتا اور ان لوگوں نے جو انکے زیر حکم مامور تھے۔ نہایت خوبی سے انجام دیا۔ ان قطعات میں جنہیں ۱۹۰۹ء میں قحط کا اثر پہونچا تعداد ان اشخاص کی جنکو امداد قحط کی حاجت پڑی کسی وقت زیادہ نہیں بڑھی اور اس وقت قحط وغیرہ کا اثر بالکل جاتا رہا ہے۔

اب میں اسی قسم کی دوسری سخت مصیبت یعنی طاعون کا ذکر کرتا ہوں جسکی وجہ سے ممالک ہذا کے شرقی حصہ کے لوگوں کو عرصہ دراز سے سخت تکلیف اٹھانی پڑی ہے۔ اس گورنمنٹ کے رزلویشن مورخہ ۲۹- اگست ۱۹۰۸ء میں یہ لکھا گیا تھا کہ ۱۹۰۲ء سے ۱۹۰۷ء تک کے چھ سال کے عرصہ میں ضلع بلیا میں مجموعی تعداد اموات طاعونی کی فی ہزار اسی سے زیادہ اور غازیپور میں قریب ترین فی ہزار اور اعظم گڑھ میں اڑتیس فی ہزار تھی۔ سال گزشتہ میں ضلع بلیا میں چار ہزار سے زیادہ موتیں طاعون سے ہوئیں اور یہ تعداد ان ممالک کے

منفقد ہوئے۔ اُنکے سلسلہ کا یہ آخر دربار ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ اس وقت سے پہلے اس دربار کا انعقاد ممکن نہ ہوا۔ مگر تاخیر سے بدرجہ اقل ایک فائدہ تو ضرور ہوا۔ یعنی یہ کہ اب ہم ایسے وقت جمع ہوئے ہیں کہ ہر قسمت میں فصل بھری اچھی پیدا ہوئی ہے۔ دراصل ربیع کے لیے زمین تیار کرنے کے واسطے معمول سے زیادہ موافق حالتیں موجود ہیں۔ اور اپنی لحاظ کرنے سے یہ امید ہوتی ہوتی ہے کہ اگر آئندہ بھی سب باتیں حسب مراد ہوں گی تو معمول سے زیادہ رقبے میں اچھی فصل پیدا ہوگی۔ ان دو قسمتوں میں باتشناے تھوڑے سے قطعات کے قحط کا اُس قدر سخت اثر نہیں ہوا۔ جیسا کہ ان ممالک کے بہتے اور قطعات میں تھا۔ قسمت بنارس میں صرف دو ضلع یعنی مرزا پور اور جونا پور ضلع قحط زدہ قرار دیے گئے۔ اور باقی تین ضلع گرائی کے ضلع تھے۔ قسمت گورکھ پور میں ضلع بستی ایسا تھا جہاں قحط سخت تھا۔ اعظم گڑھ میں محض گرائی خفیف قسم کی تھی۔ اور گورکھ پور ان کل ممالک کے اُن اٹھ ضلعوں میں داخل تھا۔ جنہیں قحط یا گرائی کا بالکل اثر نہیں ہوا۔ ضلع مرزا پور کے بعض حصوں میں قحط بہت سخت تھا۔ اور اس ضلع کے بعض قطعات یعنی کیرنگور اور بگے گڑھ میں اور ضلع بستی کی تحصیل ڈومریا گنج میں ۱۹۰۹ء کی گرمی کے موسم میں پھر ضرورت امداد قحط کی ہوئی۔ ۱۹۰۹ء اور ۱۹۰۹ء کے درمیان خاص امداد قحط کی کارروائیوں کا خرچ قسمت بنارس میں قریب چھتیس لاکھ روپیہ کے اور قسمت گورکھ پور میں قریب ساڑھے چھ لاکھ روپیہ کے ہوا۔ جو رقوم تقاوی ۱۹۰۸ء کی فصل ربیع اور فصل خریف کے لیے دیئے گئے۔

بالکل موزون نہیں۔ بلکہ قدرتا چراگاہ کے لائق ہے۔ پھر خید روپیوں کے
 قائدے کے لیے ایک جائیداد یا ذریعہ معاش کو نقصان پہونچانا کسی طرح
 مناسب حال نہیں ہے۔ دوسری بات یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ آئندہ چلکر حضرت
 انہیں کمیاب ورمحدود آراضی پر مویشیوں کا گزارہ نہ رہیگا۔ بلکہ لازمی طور پر
 کاشت کردہ آراضی سے انہیں چارہ مہیا کرنا ہوگا۔ جو خود مضرت رسان ہے۔
 مویشیوں کی کمیابی سے دودھ اور گھی گران ہو رہا ہے جسکا اثر کل آبادی پر
 یکساں پڑ رہا ہے۔ مجھے زراعت میں مدد دینے والی اور دودھ دینے والی
 مویشیوں کا خاص خیال ہے۔ اور اسی لیے میری رائے ہے کہ لکھنؤ میں
 برسات کے موسم میں ایک کانفرنس زمینداران ممالک متحدہ اور دوسرے قابل صحابہ
 کی متفقہ کروں۔ کہ گورنمنٹ اسمین کیا کرے۔ اور زمینداروں کو کیا کرنا چاہیے۔
 مسٹر پبلی جوئیر ممبر بورڈ آف یونیورسٹیاں اسکے صدر انجمن ہوں گے۔ کیونکہ اس سے
 انجمن خاص دلچسپی ہے۔ اور مسٹر مورلینڈ اپنی ذاتی واقفیت اور تجربے سے
 اسمین مدد دین گے۔ اور مجھے امید ہے کہ اس کانفرنس سے ملک میں عملی
 فائدے ہوں گے۔



بنارس کے دربار میں ہزارن کی تقریر

ہزارن نے ۲۳ نومبر ۱۹۰۹ء کو بنارس کے دربار میں یہ تقریر ارشاد فرمائی
 یورہاسنس وراجگان و درباریان قسمتہائے بنارس و گورکھپور
 دو سال گزشتہ میں جو درباران ممالک میں مختلف قسمتوں کے واسطے

بہت کار آمد ہیں۔ یہاں بہت سے اطراف میں ہلکی ریلوے سے کام لیا
 جاسکتا ہے۔ جس سے آمدنی و ذرائع آمد و رفت میں ترقی ہو سکتی ہے۔
 مویشی | اس قسمت میں کاشتکار محنتی اور مشقت پیشہ ہیں۔ زمین سرسبز۔ ذرائع
 آبپاشی وسیع ہیں۔ اور وسائل آمد و رفت دوسری قسموں سے زیادہ ہیں اور
 زیادتی کی امید ہے۔ زراعت۔ تجارت۔ منفعت بخش لیکن صرف ایک بات
 جس پر آئندہ کے لیے خوف کا سامنا نظر آتا ہے۔ یعنی دستیابی مویشیان۔
 ایک صدی پیشہ زراعت چند خاص خاص مزرعات تک محدود تھی۔ اور ہر گاؤں کے
 قرب و جوار میں بہت سی آراضی بلا کاشت پڑی رہتی تھی۔ اور گھاس خود رو سپر
 اگی رہتی تھی۔ جس سے بہت سے کاشتکار اپنی مویشی کی داشت بھی کرتے تھے۔
 اس زمانہ ترقی میں کاشت کا خیال زیادہ ہونے لگا۔ اس لیے ہر آراضی دار نے
 اپنا فرض سمجھ لیا ہے کہ کاشت میں زیادہ زمین رکھے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ غیر
 آراضی میں سے زیادہ تو اسے دیکھی اور بقیہ قابل چراگاہ بہت کم آراضی بچ رہی
 ہے۔ اسی وجہ سے اب مویشی گران قیمت ہیں۔ اور اتنے عہد نہیں جتنے کہ ماقبل
 میں تھے۔ اکثر لوگوں نے اس کی طرف خیال کیا ہے۔ اور اب وقت آگیا کہ زراعت
 پیشہ اور زمیندار صاحب اس غلطی پر جو زیادہ قابل کاشت آراضی رکھنے اور چراگاؤ
 کے کم کرنے سے ہوئی ہے۔ توجہ کریں۔ انھیں یہ بھولنا نہ چاہیے کہ مویشیوں کی
 گرانی اور کمزوری آگے چلکر ان کی آمدنی میں بہت کچھ باعث نقصان ہوگی ایسے
 پہلے ہی کچھ نقصان برداشت کر لینا اولیٰ اور انسب ہے۔ انھیں اس پر بھی خیال کرنا
 چاہیے کہ بہت سی زمین خاص کر دریا کے نشیبی کناروں کی زراعت کے لیے

تعمیر کے لیے دیے گئے ہیں۔ لیکن دوسرے اضلاع میں اس پر زیادہ خیال نہیں کیا جاتا۔ اگر اس بات کا لحاظ رکھا گیا کہ کنوؤں کی دیوار ایسی بنائی جائے کہ سیلون کے بدلے انجن کام کر سکے۔ تو صوبہ مدراس کی طرح یہاں بھی بہت ترقی ہوگی۔

ریلوے اور پختہ اور خام سڑکیں | ذرائع آبپاشی کی طرح ذرائع درآمد و برآمد و رفت

میں بھی یہاں بہت ترقیاں ہوئی ہیں۔ تیس سال قبل ۲۶۱ میل ریلوے لائن تھی۔ اب ۵۶۵ میل ہے اور بجائے ۳۰ سٹیشنوں کے اب ۱۹۶ سٹیشن ہیں۔

فی الحال بالیوڈ سے راج گھاٹ تک ریل نکالنے کی پیمائش ہو رہی ہے۔ تیس برس پہلے ۲۴۵ میل سڑک تھی۔ اب ۳۳۰ میل ہے۔ لیکن یہ ترقیاں صرف اضلاع

میرٹھ اور دیرہ دونوں میں ہوئی ہیں۔ لیکن ابھی صوبے میں سڑک نکالنے کے بہت سے مواقع ہیں۔ ڈسٹرکٹ بورڈوں کو چاہیے کہ جہاں جہاں ضرورت

سمجھیں موافق آمدنی سڑک بنانے کی کوشش کریں۔ اور اس کا التزام کریں کہ مختلف اضلاع کے خاص خاص مقامات میں سڑک کے ذریعے سے سلسلہ قائم کریں

آپ چند حضرات واقف ہوں گے کہ صوبہ مدراس میں ڈسٹرکٹ بورڈوں نے لائٹ ریلوے (چھوٹی گاڑیاں) نکالی ہیں۔ وہاں کے قانون کے مطابق ڈسٹرکٹ

بورڈ کے پاس ایک مد اخراجات ریلوے کے نام سے ہے۔ اور اسی کی ذمہ داری پر وہاں چھوٹی چھوٹی ریل گاڑیاں نکالی گئی ہیں۔ جو بہت مفید

ہیں۔ اس میں یہ ضروری نہیں کہ ریلوے کے مد کاروبار میں ضرور صرف کیا جائے۔ بلکہ اس کا مصرف صرف یہ ہے کہ اگر کبھی ریلوے کے محاصل میں نقصان آئے تو اس مد سے پورا کیا جائے۔ اس قسمت کے زرخیز مقامات اس مصرف کے لیے

کے لیے قرض دیا گیا۔

نہروں کے ذریعے سے آبپاشی | ۱۲ ملین ایکڑ یا کل قسمت کا $\frac{1}{10}$ حصہ آراضی دوران خشک سالی میں سیراب کیا گیا۔ لیکن بد قسمتی سے نہروں کا پانی دریاؤں کی خشکی سے باعث کفایت نہ کر سکا۔ فی الحال ایک ہی پائپ ساردا-گنگا-جننا-کے مشترک نہر کے متعلق ہو رہی ہے۔ جو اگر پوری اتر گئی تو اس سے اضلاع میرٹھ اور مظفرنگر کو بہت فائدہ ہوگا۔ اولاً قسمتوں کا بھی اس سے فائدہ ہے جو گنگا کے بالائی یا زیرین اطراف میں ہیں۔ ہاتھس شاخ کے نکل جانے سے ضلع علی گڑھ میں ۴۴ ہزار ایکڑ آراضی سیراب ہو سکیگی۔ اور اُس میں یہ بھی امید ہے کہ دیرہ دون میں بھی نہروں کا سلسلہ بڑھایا جائیگا۔

پچکے ذریعے سے چھوٹے دریاؤں سے آبپاشی | حکام محکمہ نہر اس بات میں ساعی ہیں کہ چھوٹی ندیوں سے پپ کے ذریعے سے پانی آبپاشی کے لیے لیا جائے ضلع مظفرنگر میں کاٹھی ندی اور اضلاع مظفرنگر میرٹھ اور بلند شہر میں کالی ندی اور ندی نی اس مصروف کے لیے موزون معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن مظفرنگر کے اکثر لوگوں نے کالی ندی سے پپ کے ذریعے سے آبپاشی کی کوشش کی۔ خاطر خواہ کامیابی نہ ہوئی۔ اس لیے ضرورت ہے کہ اس کو علی پیانے پر لانے کے لیے گورنمنٹ پہلے کامیابی اور کفایت کا خیال کریگی۔

چاہات آبپاشی | اس قسمت کے اکثر حصے پختہ کنوؤں کے لیے موزون ہیں اور مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جاہ جا کنوین بھی بنوا دیے جائیں۔ ضلع میرٹھ میں اسکے متعلق بہت ترقی ہوئی ہے۔ اور ۴ لاکھ روپیہ صرف پختہ چاہات کی

ہوئے مجھے بڑی خوشی ہوئی۔ اگر میرے آنے اور اس امر کے اظہار کی وجہ سے جو صلہ مندوں کی عنایت سے اس نیک کام اور امداد مصیبت زدگان میں ترقی ہو۔ اور جب مجھے معلوم ہو جائیگا کہ عوام نے اس کے لیے کوشش کی اور تعمیر اسپتال کا قصد کر لیا تو کوشش کروں گا کہ گوشت بھی اس میں بڑ کرے۔ لیکن جب تک خور و عایا اس کا خیال نہ کریگی۔ میرے لیے یہ ناممکن ہو گا کہ بیک وقت سے امداد دینے کا ارادہ کروں۔

کہ بزرگ فقیہ سے امداد دینے کا ارادہ کروں۔
تھا میراثہ ڈویژن میں تھا کی سختیوں کا خوف کمر ہے۔ اسے مملکت متحدہ کا بنا نا
کمنٹیجیا نہ ہوگا۔ کیونکہ جب تمام صوبے بین خطائی تکلیف ہوتی ہے۔ یہاں کے
کا شتمہ روزمیدار غلہ نکال کر خوب روپے وصول کرتے ہیں۔ لیکن سال گذشتہ
میں فصل بیج چھٹی نہیں ہوئی۔ ششماہ کے قحط میں میرٹھ میں ۸۱ فی صدی
بھی گزشتہ ورسا پرچہ میں ۷۰ فی صدی اور مجبوعی اوسط ۶۵ فی صدی پیداوار ہوئی
تھی۔ سیکس ششماہ میں علی گڑھ تو میں ۴۵ فی صدی اور مظفرنگر میں ۳۲ فی صدی
تھی۔ یعنی کمال کشوری میں ۴۵ فی صدی پر رہتا تھا۔ ششماہ میں فصل بیج سہارا پور
میں ۳۵۔ اور دیردووان ۴۵ فی صدی کی پیداوار تھی۔ اور مجبوعی اوسط پیداوار
۴۵ فی صدی تھی۔ حالانکہ کل صدیہ میں ۶۵ فی صدی کا اوسط تھا۔ اس طرح گویا
ششماہ کی طرح آپ کو ریاض آمدنی کی صورت نہ تھی۔ لیکن امداد صرف ڈیڑھ دو
کے چند پر غمی حصوں میں دی گئی۔ اور نتیجہ کشوری کی حالت ششماہ سے بہتر
معلوم نہیں تھی۔ تو بھی گورنمنٹ نے اپنی امداد کی۔ اور پالا لاکھ لاکھ لاکھ لاکھ
معائنات ہوئی۔ پالا لاکھ سو سو لاکھ روپیہ۔ غلہ۔ مولیشی۔ اور آبپاشی

اس مرض کی معلوم نہیں ہوتی تیس برس قبل میں بلند شہر میں تھا۔ اُس وقت بھی
 ۱۹۰۸ء میں ایسی ہی بیماری ہوئی تھی۔ اُس وقت ۵ مہینے میں ایک ملین آبادی
 میں سے ایک لاکھ آدمی اس مرض میں فوت ہوئے تھے۔ علی گڑھ میں یہی
 حالت تھی۔ پھر بھی ۱۹۰۸ء کی سی سختی نہ تھی۔

اسپتال اور تفرغ خانے | ایک بات میں میرٹھ صوبے کے بہت سے شہروں سے
 پیچھے ہے۔ یہاں مریضوں کے لیے عمدہ بندوبست نہیں ہے۔ موجودہ اسپتال
 ناکافی اور موجودہ زمانے کے ضروریات سے بہت پیچھے ہے۔ زنانہ اسپتال
 کی عمارت اگرچہ عمدہ ہے لیکن اچھے موقع پر نہیں ہے۔ مراد آباد کو دیکھیے یہاں
 ہر حالت میں چھوٹا ہے لیکن اسپتال کا انتظام بہت عمدہ اور آپ لوگوں کے لیے
 قابل تقلید ہے۔ ٹاؤن ہال کے قریب موقع اور جگہ عمدہ ہے۔ جہان زمانے
 اور مردانے اسپتال بہت موزون ہو سکتے ہیں۔ ایک اسپتال پر جہیں ۵۶ مریض
 جنرل وارڈ اور ۶ مریض پرائیوٹ وارڈ کے رہ سکیں۔ ۱۱ لاکھ صرف ہوگا۔ اس
 ضلع کے کمشنر اور کلکٹر دونوں اس تجویز سے بہت ہمدردی رکھتے ہیں۔ لیکن
 مجھے مسٹر لوپٹر سے یہ سنکر افسوس ہوا کہ اُنکے چندے کے اپیل پر خاص شنوائی
 نہ ہوئی۔ یہ بات میرٹھ کے دولت مند باشندوں کو دیکھتے ہوئے کچھ قابل تعریف
 نہیں۔ اور میں یہ چاہتا ہوں کہ کمشنری کا صدر مقام ہونے کی حیثیت سے
 پوری قسمت سے اس کو مدد دی جائے۔

میں موقع دربار پر چندہ کی استدعا موزون نہیں سمجھتا ہوں۔ لیکن پھر بھی
 میرا یہ فرض ہے کہ آپ لوگوں کو اس مفید امر میں چندے کی تحریک و رجوش دلاؤ

تھی۔ لیکن ہر شخص کو اسپر خوش ہونا چاہیے کہ اسکا پوری طرح سے امتیصال ہو گیا۔
پلیگ | اس قسمت میں سنہ ۱۹۰۳ء سے آج تک طاعون کا بہت زور شور رہا ہے۔
 سنہ ۱۹۰۲ء میں تعداد اموات ۵۰۰ تھی۔ سنہ ۱۹۰۳ء میں ۶۰۰۰ ہزار ہوئی۔ سنہ ۱۹۰۴ء
 میں ۲۰ ہزار اور سنہ ۱۹۰۵ء میں ۵۲ ہزار ہوئی۔ سنہ ۱۹۰۶ء میں گھٹ کر کل ۷۷۰۰
 رہ گئی۔ لیکن سنہ ۱۹۰۷ء میں ۱۱۰۰۰ ہو گئی۔ اور سنہ ۱۹۰۸ء میں کل ۲۷۵۰ موتیں
 ہوئیں۔ لیکن خوشی کا مقام ہے کہ سنہ ۱۹۰۹ء میں خاص اثر طاعون کا باقی نہیں
 رہا۔ ان اطراف میں طاعون سے زراعت پیشہ کو خاص نقصان پہونچا ہے لیکن
 سنہ اور سنہ میں طاعونی ٹیکے کا خاص خیال کیا گیا۔ اور سال گزشتہ میں ۲۵ ہزار
 کو ٹیکہ لگایا گیا۔ جنہیں سے ۱۶ ہزار ضلع میرٹھ کے باشندے تھے۔ اس سے
 ثابت ہوتا ہے کہ آپ لوگوں نے اس ٹیکے کی کامیابی کو تسلیم کر لیا ہے۔ اور
 میں اصرار کرتا ہوں کہ اگر ذرا بھی طاعون کا اثر ظاہر ہو آپ فوراً ٹیکہ لیلیں کیونکہ
 یہی ایک طریقہ حفاظت کا ہے۔

لیسریا | اس قسمت میں بھی اگر دیکھا جائے تو سلیکھنڈ کی کمشنریوں کی طرح کل صوبے
 سے زیادہ ملیر یا کا اثر رہا ہے۔ گزشتہ سال شروع ۸ ماہ میں ایک لاکھ تیس ہزار
 موتیں ہوئیں۔ لیکن آخری چار ماہ میں یہ تعداد بڑھ کر دو لاکھ دس ہزار تک پہونچ
 گئی۔ چونکہ کل اموات سالانہ کی ۶ فیصدی ہوئی۔ اضلاع بلند شہر اور علی گڑھ
 میں جہاں ان چار ماہ میں پچاس ہزار سے زیادہ موتیں ہوئیں۔ اسکا بہت زور
 تھا۔ میرٹھ میں جہاں کہ آبادی بہت زیادہ ہے ۸۴ ہزار موتیں ہوئیں۔
 جیسا میں اور مقامات پر بیان کر چکا ہوں۔ اب تک کوئی قابل اطمینان وجہ

ہائی اسکول علی گڑھ کے لیے بورڈنگ ہوس تھا اور اُسے سپرنٹنڈنٹ آفٹر م کی
 وساطت سے طلبا میں ایک یورپ کے شایع شدہ پمفلٹ کی اشاعت سے
 اس بات کی کوشش کی تھی۔ کہ انگریزوں کو قتل کرنا چاہیے۔ لیکن شکر ہے کہ
 علی گڑھ کا فتنہ بلا کسی خاص اثر کے دفع ہو گیا۔ مجھے یہاں پر صرف اس بات پر
 زور دینا ہے اور یہی دکھانا ہے کہ اکثر باشندگان قسمت میرٹھ اور خصوصاً
 شہر میرٹھ نے اسی مفسد کو اپنے بیان پناہ دی اور حکام کو اسکی کوئی اطلاع دی
 بھلا یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایسے شخص کے چال چلن سے یہ لوگ ناواقف نہ
 ہوں گے۔ ایک شخص کی ڈائری سے اُسکے اجاب ۱۱ اور شناسایوں کا
 پتہ چلا ہے۔ جنہیں سے زیادہ تر قسمت اور شہر میرٹھ کے باشندے ہیں۔ میری
 واست میں ایسوں کو ٹھہرانے یا حوصلہ دلانے میں کوئی خاص فرق نہیں ہے۔
 اور جنہوں نے اُسے ٹھہرایا اور ملتے جلتے رہے اُنکو یہ ماننا پڑیگا کہ ہر طرح کی
 امداد کی۔ مجھے امید ہے اگر آئندہ خدا نخواستہ ایسا ہو تو حکام کو اطلاع دینے میں
 سستی نہ کی جائیگی۔ اور یہی قصہ پھر نہ دوہرایا جائیگا۔ میں اس موقع پر جب کہ
 لوگوں کو اطلاع نہ دینے کی شکایت کرتا ہوں۔ میں خوشی کے ساتھ اُن صحاب کی
 امداد کا اعادہ کرتا ہوں جنہوں نے پولیس کو بمقام آگرہ اُسکی تفتیش میں مدد دی۔
 راجپوتوں اور جاٹوں نے پولیس کو مقدمہ کی تفتیش میں باوجود اخفا کی کوششوں
 کے بھی نہایت صفائی اور راستی سے کل معاملہ بیان کر دیا۔ مٹریسی براملی
 اور پولیس متعینہ کا کام اس مقدمے کے چلانے میں بہت اچھا لایا۔ اور اگرچہ
 اس قسمت میں سڈیشن پھیلانے کی کوشش بہت کچھ قابل فسوس کارروائی

طرف سے کبھی اچھا خیال نہیں پیدا ہو سکتا۔ جسکی حکومت میں وہ زندگی بسر کر رہے ہیں۔

ہر مذہب جسکا تاریخ عالم میں کوئی مہتمم بالشان حصہ ہے چاکم و قوت کی اطاعت و اجابت سے تصور کرتا ہے۔ اور جس اصول تعلیم میں حکمرانی کی عزت نہیں سکھلائی جاتی۔ اُس سے کچھ فائدہ مترتب نہیں ہو سکتا۔ گورنمنٹ اب ہر ڈسٹرکٹ اسکول کو لیکر صاحب ڈائریکٹر سرشتہ تعلیم کی ماتحتی میں دیدیگی اور جبکہ اسکول سلطنت کے اندر جائیگا۔ تو مدرسوں کی کامل نگرانی ہو سیکگی۔ اور امدادی مدرسوں میں گورنمنٹ گشتی انسپکٹروں کے ذریعے سے اُسکا اطمینان کر لیں کہ سلطنت کو نقصان پہونچانے کی فکر نہیں کی جاتی۔ اور چونکہ علی العموم ابتدائی مدرسے ڈسٹرکٹ بورڈ کی ماتحتی میں ہوتے ہیں۔ اسلئے میں بورڈ کے ہر ممبر کو ادھر متوجہ کرتا ہوں کہ اپنی زیر نگرانی مدرسوں کی کامل نگرانی کریں۔ اور آئندہ سلون کو خراب ہونے سے بچالیں۔

ملکی بچپنی | مجھے افسوس ہے کہ میں گزشتہ موسم برشکال میں جبکہ میں نے ملک کی سیاسی حالت کے اظہار کے لیے اکثر شہروں میں دربار کیا تھا۔ یہاں نہیں آسکا لیکن آپ لوگ اُس سے واقف ہیں۔ کیونکہ اُسکی نقل تمام صوبے میں بھیج دی گئی تھی۔ آپکو یاد ہوگا کہ میں نے علی گڑھ کے واقعات کا خاص طور سے ذکر کیا تھا۔ اب اُن لوگوں کو مناسب سرائیں مل گئیں۔ جنہوں نے علی گڑھ میں شورش پھیلانے کی کوشش کی تھی۔ یہ بہت تعجب انگیز امر تھا کہ ایک مشہور شورش انگیز کو ویدک آشرم میں ٹھہرنے کی جگہ دی گئی تھی۔ جو آریا سماج طلباء

دیکھا جا رہا ہے۔ کہ طلباء کے طور پر زمین میں فرق ہے۔ اور جسکی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ مدرسین نے اپنی ذمہ داریوں کا خیال نہیں کیا۔ اور اپنے قابو میں رکھنے کی کوشش نہیں کی۔

میں انھیں اطراف کے چند واقعات بیان کروں گا۔ جن سے ثابت ہوگا کہ مدرسوں نے اپنے فرائض اور ذمہ داریوں کا پورا خیال نہیں کیا۔ ایک مدرس ایک دوسرے مدرسے کے لڑکوں کو انکے والدین کے خلاف مرضی اس طرح بھڑکاتا ہوا بتایا گیا کہ وہ تعلیم سے کنارہ کش ہو کر پنجاب کے ایک پولیٹیکل ایسوسی ایشن میں بحیثیت والنٹیر ملازمت قبول کر لیں۔ بہت سے مدرس شورش انگیز اخبارات منگاتے ہوئے پائے گئے۔ جن سے طلباء پر برا اثر پڑنے کی امید تھی۔ اور طلباء ان اخباروں سے منتفع یہ ہوتے تھے۔ رات کے پڑے جو اس غرض سے کھولے گئے تھے۔ کہ جو لوگ دن کو فرصت نہیں پاتے۔ رات کو پڑھا کریں۔ پولیٹیکل سوسائٹیوں میں تبدیل ہو کر بالکل سیاسی پہلو پر آئے۔ بہت سے مدرس جو ایک خاص مذہب کے مناد تھے۔ اور ڈوٹرکٹ بورڈ کے ملازم تھے۔ یہ کوشش کرنے ہوئے پائے گئے۔ کہ طلباء جس مدرسے میں پڑھتے تھے۔ انھیں چھوڑ کر خاص انکے مدرسوں میں شامل ہوں۔ ایک مدرس اپنے مدرسے میں چند ایسے اشخاص کی یادگار رکھے ہوئے تھا جو سٹڈینٹس کے جرم میں سزا پا چکے تھے۔ انہیں سے تقریباً کل مدرس ایسے تھے جو سرکار انگریزی کے جانی دشمن تھے۔ ان واقعات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اسکو پوچھیں ایسی ہوا چلی ہوئی ہے جسکی وجہ سے طلباء میں اس سلطنت اور حکومت کی

کہ جو لوکل یا مقامی کمیٹیاں تعلیم دشوار کی اشاعت کے لیے مقرر کی گئی ہیں وہ لڑکیوں کی تعلیمی آسانوں کا خیال رکھیں گی۔

اسکولی ماسٹروں کی حالت | میں کچھ ان اسکولی ماسٹروں کی طرز و اطوار کے متعلق کہنا چاہتا ہوں جو کہ ڈسٹرکٹ بورڈ کے اندر ہیں۔ گوکہ یہ بات صرف اسی کشتی کے ماسٹروں پر عائد نہیں ہوتی۔ لیکن چونکہ بیان بہت بڑا اور نمایاں ثبوت ملا ہے۔ اس لیے ذکر کرتا ہوں۔ مجھے افسوس ہے کہ ماسٹروں نے اپنی حالت اور ذمہ داریوں کا خاص خیال نہیں رکھا ہے۔ عام رعایا کی طرح ایک اسکول ماسٹر بھی اپنی خاص پبلیکل یا سیاسی رے رکھ سکتا ہے۔ لیکن اسے اپنی حالت کا لحاظ کر کے اس کے اظہار میں خاص خیال رکھنا چاہیے۔ اور اگر وہ یہ سمجھے کہ میں اپنے جذبات کو روک نہیں سکتا تو بہتر ہے کہ مستعفی ہو کر عام رعایا کی طرح اپنی زبان سے اپنے خیالات ظاہر کرنے کا حق حاصل کرے مگر جب تک وہ ایک مدرس ہے اسے احتیاط رکھنا چاہیے۔ کہ طلباء کے کیا حقوق اور ذمہ داریاں اس کی ذات سے وابستہ ہیں۔ اور کبھی اپنی تقریر اور طرز انداز سے ایسا سبق نہ دینا چاہیے۔ کہ طلباء احکامات اور حکام کی مناسب رے پر نہ چلیں۔ اسکول کے لڑکوں سے بڑھ کر اور کون پیروی اور اطاعت کرنے میں اپنی نظیر آپ ہو سکتا ہے۔ ہر مدرس کو سمجھنا چاہیے کہ طلباء افعال۔ اقوال۔ طور و اطوار میں اس کی پابندی کریں گے۔ اس زمانہ میں جبکہ چند خاص نفوس کا یہ ارادہ ہے کہ طلباء کو جادہ مستقیم سے ہٹا دیں۔ مدرسوں کو اس کا خیال چاہیے کہ وہ طلباء کے گمراہ کرنے میں ساعی نہ ہوں۔ شہروں کا کیا پوچھنا۔ دیہاتوں میں

بھی سائنس کے لیے ایک کمرہ نہیں ہے۔ خود سمجھ جائیں گے کہ کیسی خراب اور نکمی تعلیم ہوتی ہوگی۔ کیونکہ سائنس کی تعلیم بغیر عملی تعلیم بالکل نکمی رہ جاتی ہے۔ گورنمنٹ ہر طرح اُسکی ترقی میں کوشاں ہے۔ لیکن بغیر عام امداد کے تکمیل ہونی ممکن نہیں۔ اسکی ضرورت ہے کہ کل کٹھنری بھر میں سائنس کی تعلیم کا خاص خیال کیا جائے۔ مجھے خوشی ہے کہ ورنیکا کیو لیر تعلیم اس قسمت میں خاطر خواہ ترقیاں کر رہی ہے۔ اور گو بہت سے ورنیکا کیو لیر ٹیڈل سکولوں کی عمارتیں اچھی ہیں اور بورڈنگ ہوس کی ضرورت ہے۔ پھر بھی ڈسٹرکٹ بورڈوں نے اس کے متعلق بہت کچھ کیا ہے۔ اور اس معاملہ میں قسمت میرے کھل صوبوں کے آگے ہے۔ جس کے لیے میں ڈسٹرکٹ بورڈوں کو مبارکباد دیتا ہوں۔

ابتدائی تعلیم میں بھی اس کٹھنری کا ممتاز اور اعلیٰ درجہ ہے۔ یہاں کے مدرسوں میں لڑکوں کی کافی تعداد ہے۔ اور یہاں لڑکے اوسط فیصد ہی کے حساب سے زیادہ تعداد میں تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ بجز قسمت فیض آباد کے یہاں کے ایپر پرائمری مدرسے اور سب قسمتوں سے تعداد میں زیادہ ہیں۔ البتہ تعلیم نسوان کے لحاظ سے یہ دوسرے صوبوں سے کوئی خاص امتیازی حالت نہیں رکھتا۔ لیکن مجھے خوشی ہے کہ عوام کو تعلیم نسوان کا خیال ہونے لگا ہے۔ کچھ دن پہلے فیصدی ایک لڑکی بھی علیگڑھ کے مدرسہ میں شریک نہیں ہوتی تھی۔ لیکن اب اسی ضلع میں ۲۴ مدرسے زنانہ موجود ہیں۔ دیرہ دون کا کنیا پاٹ شالہ سٹریٹس اسروپ کے انتظام اور نگرانی میں دوسرے مقامات والوں کی اپنی آپ مدد کرنے کی ترغیب لارہا ہے اور مجھے امید

اور ۱۔ اندر گریجویٹ قانون پڑھتے تھے۔ فی الحال ایک قانونی معلم ہے۔ اول
یہ ظاہر ہے کہ یونیورسٹی کمیشن کی رے کے مطابق یہ کالج قانونی تعلیم کے لیے
کافی سامان نہیں کر سکتا۔ اس لیے مین منتظین کالج سے یہ استدعا کرتا ہوں کہ جب
اُنکے طلباء آباد کے قانونی کالج میں داخل ہو جائیں۔ اس درجہ قانون کو اپنے
کالج سے نکال دیں۔

سکندری یا تعلیم متوسطہ پر نگاہ ڈالتے ہوئے اس قسمت میں ابھی ہائی
اسکول قائم کیے جانے کی ضرورت نظر آتی ہے۔ اب تک ہر ضلع کے صدر
مقام پرنسپل بورڈ کی طرف سے ایک ہائی اسکول قائم ہے۔ لیکن یہ ارادہ ہے
کہ ان اسکولوں کو گورنمنٹ اپنی نگرانی میں لیکر منونے کے اسکول قائم کرے گی
اس کمشنری میں صدر مقامات کے علاوہ اکثر دوسرے مقامات پر بھی اچھے
پیانے پر اسکول قائم کیے گئے ہیں۔ مثال کے طور پر ہم جو جی کا ذکر کرتے ہیں
جہان سیٹھ رے نتھی مل بہادر اور لالہ رامیشی مل اُنکے بھائی نے نہایت
عمدہ عمارتیں مدرسے کی بنوائی ہیں۔ لیکن اب بھی بہت سے ضلع ایسے ہیں
جہاں ضرورت ہے کہ اسکول کھولے جائیں۔ مثلاً ڈیڑھ کھٹ اسکول علی گڑھ
کی ذمہ داریاں بہت بڑھ گئی ہیں اور طلباء کی تعداد زیادہ ہو گئی ہے۔ اور ہسٹل
بھرے ہوئے ہیں۔ اور ضرورت ہے کہ وہاں کوئی دوسرا مدرسہ قائم کیا جائے۔
اس کمشنری کے اسکولوں کی تعلیم سائنس ناقص ہے اور جب تک اسکی
صلاح نہ ہوگی اسکول لیونگ کی تعلیم وہاں نہیں دیا جاسکتی۔ آپ میرے اس
کہنے پر کہ اس کمشنری میں ۱۱۵ اسکولوں میں سائنس کی تعلیم ہوتی ہے۔ لیکن ایک

معیار میں بہت کچھ ترقی کر جائیگا۔ مگر یہ ترقیان صرف اسکول میں ہون گی۔ کالج میں باوجود وزافزون ترقیوں کے ایسے ذرائع نہیں کہ یونیورسٹی کے ضروریات کو پورا کر سکیں۔ اور سٹڈنٹ کیٹ نے تنظیمیں کالج کو آگاہ کر دیا ہے کہ اگر معلموں کی تعداد نہ بڑھائی گئی تو مضامین کی تعلیم اٹھا دینا پڑے گی۔

کالج کو اس وقت بہت مالی امداد کی ضرورت ہے۔ گو کہ قسمت کے خاص مینوسپل اور ڈسٹرکٹ بورڈ نے اسکی مدد کی ہے۔ ایسی نقدی امداد کی میرا ن ۱۲۴۰۰ روپیہ سالانہ ہے۔ اس میں ۱۲۰۰ روپیہ ڈسٹرکٹ بورڈ و مینوسپل بورڈ صلح میرٹھ سے عطا کیا جاتا ہے۔ میں نے پہلی دفعہ بھی دوسرے ڈسٹرکٹ بورڈوں کو کالج کی امداد پر توجہ دلائی تھی اور اب میں پھر بھی خاص طور سے انھیں اس طرف متوجہ کرتا ہوں کہ مرکزی کالج کی امداد میں فیاضی دکھانی بہتر ہے۔ اور مجھے فوس ہو کہ صوبے کی مالی حالت اسکی متقاضی نہیں کہ فی الحال صوبہ سے کچھ اسے دیا جائے لیکن میں امید دلاتا ہوں کہ آئندہ چلکر اگر مالی حالت متقاضی ہوئی تو میں ضرور اس کالج کی مدد کروں گا۔ اس وقت خاص ضرورت سائنس کے لیبرٹری کی ہے جسکی مرستی کے لیے سٹڈنٹ الہ آباد یونیورسٹی پر کالج انسپکٹروں کی رپورٹ کا اتنا اثر پڑا تھا کہ اسنے صرف کچھ معیادی ہملت اسکی ترقی کے لیے دی ہے۔ یہ میعاد اب ختم ہوئی والی ہے اور یہ متفق علیہ مسئلہ ہے کہ سائنس کی تعلیم بغیر لیبرٹری میں عملی کام جانے ہوئے مکمل نہیں ہو سکتی۔ اس لیے میں امید کرتا ہوں کہ اگر فیاض طبع اصحاب تعلیمی کاموں پر کچھ خرچ کرنا چاہتے ہوں تو پھر اس موقع کو ہاتھ سے نہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ گذشتہ چار برسوں میں ۲۲ طلباء رجسٹر میں ۵ گریجویٹ

اور کالج الگ الگ کر دیے گئے ہیں۔ اور کالجیٹ اسکول کی جگہ گورنمنٹ اسکول کھولا جائیگا۔ اور گوکہ کالج میں بہت سی باتوں کی کمی ہے۔ پھر بھی میری گذشتہ آمد سے اس وقت تک ماہ الامتیا ترقی ہوئی ہے۔ اور آئندہ کی ترقیوں کے لیے خاص اور نمایان راستہ کھول دیا گیا ہے۔

شروع شروع میں نانک چند ٹرسٹ کے متولیوں نے یہ کوشش کی تھی کہ ایک اسکول قائم کریں۔ چنانچہ اُسکی عمارت بھی طیار کر لی تھی۔ بعد ازاں یہ ظاہر ہوا کہ متولیوں نے اپنی حیثیت سے زیادہ حوصلے سے کام لیا۔ انکے پاس اتنا سرمایہ نہیں رہا کہ وہ اسکول کو چلا سکیں۔ اس وقت گورنمنٹ نے انکا ہاتھ بٹایا اور ایک اعلیٰ درجے کا اسکول بالاشتراك قائم کرنا چاہا۔ متولیوں نے تو اسے منظور کر لیا۔ لیکن مشیر قانون سرکار نے رے دی کہ دفعات ٹرسٹ اس اتحاد اور شمولیت کے خلاف ہیں۔ اب پھر دقت پڑ گئی۔ لیکن وہ یوں حل ہوئی کہ متعین کالج نے نانک چند انگیکنسنگ اسکول کی عمارت کو خرید لیا۔ اور گورنمنٹ نے اپنا اسکول قائم کرنے کا قصد کر لیا۔ جسکی عمارت کا نقشہ وغیرہ طیار ہے۔ اب متولیان نانک چند ٹرسٹ ایک دوسری عمارت اپنے اسکول کے لیے بنایا چاہتے ہیں۔ اور مجھے بہت خوشی ہوگی کہ میں اُسکا سنگ بنیاد رکھوں گا۔

اس رد و بدل میں باشندگان میرٹھ کا فائدہ ہو گیا۔ کیونکہ اب بجائے ایک کے دو اسکول ہو گئے۔ اور کالج کو وسیع اراضی اور کافی موقع ملا۔ کہ آئندہ ترقی کرے اور پھلے پھولے۔ اور اسکول کی قربت اُسکے کام میں خلل انداز نہ ہو۔ جب یہ سب انتظامات مکمل ہو جائیں گے۔ تو میرٹھ میری پہلی آمد سے (جسے دو برس ہو گئے) نقلی

آگرہ میں وہ لطف آتا ہے اور آگرہ مجھ سے اُن باتوں کا اعادہ کرتا ہے۔ جو ہند کی دوسری سرزمین نہیں کرتی۔ جہاں کہیں رہا ہوں ہمیشہ آگرہ دیکھنے کی خواہش رہی ہے۔ اور شاید ہی کوئی سال گزرا ہوگا کہ میں یہاں نہ آیا ہوں۔ جبکہ وہ وقت آگرہ میں مشرق کو ہمیشہ کے لیے خیر آباد کہوں۔ تو میں اقرار کرتا ہوں کہ میرے دل میں آگرہ اور باشندگان آگرہ کی خاص جگہ ہوگی۔



میرٹھ کے دربار میں ہزار کی تقریر

(۲۳ فروری ۱۹۰۹ء)

تعلیمی حالت میں خوش ہوں کہ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر کچھ آپ کی قسمت کے باشندوں کی بہبود کے متعلق کہوں گا۔ اندون ملاقات تعلیمی خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

ایک زمانے سے اس صوبے کی نسبت کہا جاتا تھا کہ یہ تعلیمی حالت میں پیچھے ہے۔ لیکن شکر ہے کہ اب یہ کمی دور کی جا رہی ہے۔ جس سے تلافی مافات کی امید ہے۔ یکشنری صوبے کے اور حصص سے تعلیمی حالت میں کچھ اچھی حالت میں ہے اور بڑی خوشی اسکی ہے کہ عوام میں ترقی کا خیال پیدا ہے۔

آگرہ سے یہاں آتے ہوئے میں نے دو درسا ہوں کا معائنہ کیا۔ ایک ”علی گڑھ کالج“ اور دوسری ”اڈورڈ کارونیشن ہائی اسکول خورجہ“ اور یہ دونوں تعلیم کا بہت صرف عوام کی کوششوں کا نتیجہ ہیں۔ میرٹھ میں بھی اسکول

بھی زیادہ کرنا ہے۔ ہمارا ارادہ ہے کہ اسوقت ایک سڑک بنائی جائے۔ اور ملک انڈیا پارک کو وسعت دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن اس اہم کام میں ترقی قدرتا جلد نہیں ہو سکتی۔ اور غالباً میرا یہ خیال میرے سامنے مکمل نہیں ہوگا کہ یہ پارک قلعہ سے مال ڈوٹ تک بڑھا دیا جائے۔ البتہ مجھے امید ہے کہ پمیل پارک سول لائن اور شہر کے درمیان میں میرے سامنے بن جائیگا۔

بیشک ایک دن یہ سب ترقیاں مکمل ہو جائیں گی۔ مجھے امید ہے کہ اعلیٰ گورنمنٹ اس خیال سے مدد کرے گی۔ کہ اگر وہ اس صوبہ میں ممتاز درجہ رکھتا ہو۔ لیکن مجھے اسکی اطلاع دی گئی ہے کہ اس کے متعلق کل اخراجات صرف صوبے کے خزانے سے دیے جاسکتے ہیں۔ یہیں اپنی نازک مالی حالت کا خیال کرتے ہوئے ان کاموں میں قدم رکھنا چاہیے۔ اور قدم رکھتے ہوئے یہ ذہن نشین رکھنا چاہیے۔ کہ ہماری مالی پستیاں یہیں زیادہ قدم بڑھانے نہ دیں گی۔

لارڈ کرزن نے ایک پرائوٹ چٹھی میں تاج کے عطیہ لیمپ کا ذکر کرتے ہوئے یوں لکھا ہے۔

”اگر وہ اکتے تاریخی مقامات تجھے دیکھ کر یاد آجاتے ہیں۔ گرم دن تھکانے والی سیر و تفریح اور سرگرم تجسس اس حُسن غیر فانی منظر کے حُسن متانت اور سکوت کے سامنے کچھ بھی نہیں ہیں۔“

جو کچھ لارڈ کرزن نے لکھا ہے اسکا خاص اثر مجھ پر بھی ہے خود یہاں میری زندگی چار سالہ خدمات کے ساتھ شروع ہوئی۔ ایک نوجوان کے لیے ہندوستان میں اس سرزمین سے زیادہ کہیں جوش اور خیال ترقی پذیر نہیں ہو سکتا۔ مجھے

میری دانت میں سلطنت کا فرض یہ ہے کہ صرف آگرہ کی عمارتوں کا خیال نہ کرے بلکہ ان سب آثارِ قدیمہ کو ملحوظِ خاطر رکھے جو ملک کے دوسرے حصہ میں ہیں۔

برٹش انڈیا کے شہروں میں آگرہ کا خاص درجہ ہے۔ یہاں جدھر نگاہ ڈالیے۔ شاہانِ مغل کے زمانہ اقبال کے آثارِ نمایان ہیں۔ یہ ریاستہائے راجپوتانہ کی سرحد پر ہے۔ جہاں کہ مغل بادشاہوں کے زمانہ میں اسکے بعد ٹپٹا لے اور مرہٹہ کے وقتوں میں بھی آزادی رہی ہے۔ اب بھی بہت سے سردارانِ راجپوتانہ اور وسط ہند کی قیام پذیر رہتے ہیں۔ ہمارا یہ فرض ہونا چاہیے کہ اس مشہور شہر کو ہر طرح درست اور خوشحال بنائیں۔ تاکہ ایسی حکمرانوں کے لیے ایک مثال قائم ہو جائے۔ اور مسافرانِ مشرق و مغرب پر جو کہ یہاں بغرض سیر و تفریح آتے رہتے ہیں۔ واضح ہو جائے کہ گورنمنٹ ہر طرح آثارِ قدیمہ کو قائم رکھنے کی فکر کرتی ہے اور آئندہ نسلوں کے لیے ایک عمدہ سبق چھوڑتی ہے۔

اول اول جب میں آگرے آیا ہوں۔ جسے آج تیس برس ہوئے عمارتِ قدیمہ کی مرمت اور حفاظت کا کام شروع ہو چکا تھا۔ اور میرے قیام ہی کے زمانہ میں خاص ترقی ہو چکی تھی۔ لیکن آگرہ کی اصلی ترقی کا خیال لاٹو مکڈنلڈ کے زمانہ لفٹنٹ گورنری تک نہیں شروع ہوا۔ مکڈنلڈ پارک جو اُس مقام پر ہے جہاں کہ تاج اور قلعہ کے درمیان پانی رہا کرتا تھا۔ اپنی محنت اور خیال کا خاص ثبوت ہے۔ درستی اور تعمیر کا کام سترجیس لاٹوش کے عہد حکومت میں بھی جاری رہا۔ اور میں بھی حتی الوسع اس میں مدد دون گا۔ لیکن سچ یہ ہے کہ جتنا میں کروں گا اُس سے

وقت اور موقع کی تلاش رکھتے ہیں کہ ناجائز رقوم وصول کریں مجھے سو پر طنز
 کیٹی سے جو کہ اس وقت یہاں تشریف رکھتے ہیں۔ یہ پتہ چلا ہے کہ یہ بابتین
 پایہ ثبوت کو ہونچ گئی ہیں۔ لیکن وقت یہ ہے کہ جنگی کی طرح دوسرا ٹیکس کوئی
 نظر نہیں آتا۔ اور جنگی میں جو آسانیاں ہیں وہ بھی ظاہر ہیں۔ اور یہ بھی ظہر میں آتا
 ہو۔ کہ استعمال کنندہ اشیاء کو (یعنی خریدار کو) اپنے جیب خاص سے یہ ٹیکس ادا
 کرنا نہیں ہوتا۔ مجھے امید ہے کہ عوام اس کا خیال کریں گے۔ کہ یہ فائدے بڑی
 مشکلوں سے حاصل ہوتے ہیں۔ اور جنگی سے بہتر محاصل کے متعلق غور
 کریں گے۔

تاج محل | ہنر مجبھی ملک معظم کی آمد کے وقت سے اس بات کا خاص خیال کیا
 جا رہا ہے۔ کہ زمانہ گذشتہ کے آثار قدیمہ جو اگرہ۔ فچپور سیکری اور سکندرہ میں
 ہیں۔ محفوظ رکھے جائیں۔ یہ خیال خود بادشاہ عالیجاہ کا تھا۔ اور اس کا پہلا اثر
 قلعہ کے اس کتبہ سے ظاہر ہے۔ جو لارڈ ولٹن نے آج ۳۰ برس پہلے لکھا
 تھا۔ اور جس میں اس کا اعادہ ہے کہ سر جان اسٹرنجی نے تاج محل اور دوسری
 عمارتوں کی حفاظت کی کوشش کی ہے۔

آثار قدیمہ کے تحفظ اور نگرانی میں لارڈ کرزن سے زیادہ کوئی سرگرم نہ تھا۔
 اور آپ کے آخری کاموں سے ظاہر ہے کہ یہ دلچسپی کسی طرح کم نہیں ہوئی تھی۔
 اپنے ایک قیمتی لیمپ ہدیہ کیا ہے کہ ممتاز محل اور شاہجہان خلد مکان کے مقبرہ
 پر لٹکایا جائے۔ اور یہ خیال ظاہر کیا گیا ہے۔ کہ میری آگرہ کی اس آمد میں لیمپ
 اپنی جگہ پر لٹکایا جائے۔

سب عمارتوں میں ۸ ۱/۲ لاکھ کا خرچ ہوا ہے۔ یہ ہاسپٹل اور اسکول بوجہ صوبہ میں ہونے کے کل صوبہ کا سمجھا جاتا ہے۔ اور لوکل گورنمنٹ بوقت ضرورت امداد کے لیے طیارے۔

اگرہ میونسپلٹی | اب مجھے چند باتیں اگرہ میونسپلٹی کی مالی حالت پر بیان کرنی ہیں۔ جسکی حالت اطمینان بخش نہیں ہے۔ اور مجبوراً مجھے گورنمنٹ میں یہ رپورٹ کرنی پڑی ہے۔ کہ قرضہ شہر کی وصولی کچھ دنوں کے لیے ملتوی کر دیا جائے۔ لیکن یہ حالت ہمیشہ نہیں رہیگی۔ اور آپکا شہر تجارتی معاملات میں ترقی کر جائیگا۔ کیونکہ اب آپکے یہاں ایک صدر مال گودام ہے۔ اور کلکتہ میلبی اور شمالی ہندوستان ریلوے لین سے سیدھا راستہ ہو گیا ہے اور کیونکہ اب میونسپلٹی کی بہبود کی امید کی جائے۔ اب تک جنگلی خاص ذریعہ آمدنی تھا۔ اور اب ایک کمیٹی اسکے متعلق تجاویز سوچنے کے لیے مقرر کی گئی ہے۔ اگرہ میں جتنی آمدنی جنگلی سے ہوتی ہے اسکا ۱/۵ حصہ واپس ہو جاتا ہے۔ کیونکہ بہت سی چیزیں باہر فروخت کے لیے بھیجی جاتی ہیں۔

اگرہ دیوان تجارت نے میرے پاس ایک یادداشت اس سال جنگی کے متعلق بھیجی ہے۔ اس یادداشت میں بہت سی غلط باتیں دکھائی گئی ہیں۔ او بہت سی شکایتیں جو میونسپل بورڈ کی لگتی ہیں غلط نکلی ہیں۔ لیکن اس یادداشت میں کچھ اس قسم کے ٹیکس کا بھی ذکر ہے جس سے مجھے ہمدردی ہے۔

مجھے یقین ہے کہ اکثر مقاموں پر جنگی کی وجہ سے خاص کاوٹ تجارتی کاروبار میں ہوتی ہے۔ اور مجھے یہ بھی معلوم ہے کہ میونسپلٹی کے ادنی ملازمین

کچھ قابل تعریف ہے۔ یہاں کا تعلیمی اسٹاف قسم دوم کے کالجوں کے مقابل ہے۔
 ذمہ داران کالج نے بیا لوجی میں خاص ترقی کی ہے۔ اور دوسرے علوم فلسفہ جدید
 کی ترقی میں نمایاں کوشش کر رہے ہیں اور مجھے امید ہے کہ اس مقصد کے لیے میں
 صوبہ کی آمدنی سے کچھ مدد لے سکوں گا۔ عملی تعلیم میں بھی یہاں نمایاں ترقی دکھلائی جا رہی
 ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ اس کالج نے گورنمنٹ کے عطیے اور امداد کو اچھی طرح خرچ کیا ہے
 لیکن طلباء کی روز افزون زیادتی سے جگہ ناکافی ہے۔ اور اس بات کی خوشی ہے
 کہ کالج کے لیے ایک نئی عمارت بننے کا منصوبہ طیار ہے جس سے کالج اور سکول
 الگ الگ ہو جائیں گے۔ ان دونوں کی علیحدگی ضروری ہے۔ اور مٹرا ہتھار ہوٹل
 کی اس معاملہ میں جو کچھ امداد کی جائے کم ہے۔ کالج کی اس نئی رپورٹ کے لیے زیادہ
 انہیں کی ضرورت ہوگی۔ اور مجھے افسوس ہوگا۔ اگر کالج کی موجودہ زمین جو طلباء کی
 تفریح کے لیے چھوٹی ہوئی ہے۔ اس مصرف میں لائی گئی۔

طبی تعلیم | ایک تعلیم یہاں خاص ہے۔ جس کے لیے اگر صوبے بھر میں ممتاز ہے۔
 یہاں ایک ڈیپل اسکول ہے۔ جو ۵۵ سالہ عمر میں کھولا گیا تھا۔ دورانِ عمر میں
 میں بھی اسکول جاری تھا۔ فی الحال یہاں ۲۴۰ لڑکے اور ۶ لڑکیاں تعلیم پاتی ہیں۔
 یہ مدرسہ چون برس ہوئے ماسن کے ساتھ اس صوبے کے ایک مشہور فٹنٹ
 گورنر کی یادگار میں کھولا گیا تھا۔ علاوہ ان مقاموں کے جنہیں سے ایک کے متعلق
 بورڈنگ ہاؤس بھی ہے۔ کئی عمارتیں یہاں ڈفرن فٹ کے زیرِ انتظام جو کسی حالت
 میں ہندوستان کی دوسری عمارتوں سے کمتر درجہ پر نہیں ہیں۔ یہاں نہایت ہسپتال
 بہت عمدہ ہے۔ اور عورتوں کی تعلیم کے لیے ہسپتال کھولا گیا ہے ان

ضلع سے اجازت نہ بلجائے اُنھیں مالی دقتیں پیش آئیں گی۔ مگر مجھے امید ہے کہ میں چند روزہ امداد دیکھوں گا۔

اس وقت کالج میں ایک درجہ تعلیم قانون کے لیے بھی ہے۔ جس میں جالبین لڑکے ہیں اور ایک پروفیسر تعلیم دیتا ہے۔ لیکن الہ آباد میں گورنمنٹ نے ایک قانونی کالج اس بنیاد پر کھولا ہے۔ کہ تعلیم قانون صدر مقام پر دی جائے۔ اور مختلف کالجوں میں جو تعلیم قانون کے نام کافی طریقے رائج کیے ہیں بند کر دیے جائیں۔ اس لیے مجھے امید ہے کہ ٹرسٹی صاحبان بہت جلد اسکے بند کرنے کا خیال کریں گے۔ اور اس بات کو ذہن نشین رکھیں گے کہ الہ آباد میں نہایت عمدہ اصول سے تعلیم قانون دی جائیگی۔ میرے سامنے یہ حرکت پیش کی گئی ہے کہ اگر کالج میں ایک پروفیسر بیا لوجی کا مقرر کیا جائے۔ گو کہ میں خود بھی اسکے موافق ہوں کہ سائنس کی تعلیم عام ہو۔ لیکن میرا یہ بھی خیال ہے کہ پہلے یہ دیکھا جائے کہ جن علوم کی تعلیم دی جاتی ہے وہ ابھی مکمل طریقہ پر ہے یا نہیں۔

لیکن کسی اور بھی وجوہات جنکے بدولت میں نہیں چاہتا۔ کہ اگر کالج میں بیا لوجی کا پروفیسر ہے۔ جب تک کہ کالج میں اسکول یہاں رہے گا۔ کافی کرے بیا لوجی اور اسکے سامان ولیبورٹری کے لیے مل نہیں سکتے۔ علاوہ برین یہاں سے چند قدموں پر سینٹ جان کالج ہے۔ جہاں ڈاکٹر ہنٹلے بیا لوجی کے قابل پروفیسر موجود ہیں۔ میری رائے میں یہ مناسب ہے کہ قریبی کالج مختلف مضامین کی تعلیم دیں۔ اور اس مضمون کی تعلیم دین۔ جسکی ممتاز تعلیم دوسرے قریبی کالج میں ہے۔ سینٹ کالج کی ترقی جب سے کہ ریورنڈ مسٹر باہتار ٹوہٹ پرنسپل ہیں بہت

کالج کی تعلیم | تقریباً ایک برس گزے ہوں گے کہ میں نے اگرہ کالج میں ایک ہوسٹل کھولا۔ اور موقع کو خیریت سمجھ کر میں نے اُس کالج سے خاص دلچسپی ظاہر کی۔ اُس وقت اسکول اور کالج کی علیحدگی کا مسئلہ درپیش تھا۔ اور گورنمنٹ کے اس ارادے پر بہت کچھ بدگمانیاں پھیل رہی تھیں۔ یونیورسٹی کمیشن نے اسکول اور کالج کو نامناسب سمجھا ہے اور عہدہ داران یونیورسٹی بھی اسے اچھا نہیں سمجھتے۔ یہ اسکول اور کالج دونوں کے لیے مضرت رسان اور اسکول کی تہذیب و ریاپندیوں کے لیے بہت نقصان دہ ہے۔ میرا اس علیحدگی سے صرف یہ منشاء تھا کہ اسکول اور کالج دونوں اعلیٰ درجے پر پہنچ جائیں۔ کالج کی ترقیوں کے ضروریات نے میری توجہ کو خاص طور سے اپنی طرف رجوع کیا ہے۔ یونیورسٹی انسپکٹروں نے اپنے معائنہ میں اس کالج میں پایا کہ لڑکے زیادہ ہیں اور کمرے چھوٹے۔ پروفیسر کی تعداد کم ہے اور کام زیادہ۔ اور ایک زائد پروفیسر علم و اقتصاد کی سخت اور فوری ضرورت تھی۔

منتظمان کالج کی یہ رائے کہ اسکول گورنمنٹ کے سپرد کر دیا جائے۔ قابلِ تعریف ہے۔ کیونکہ اسکی وجہ سے نہ صرف اگرہ کو ایک اعلیٰ درجہ کا اسکول ملیگا۔ بلکہ یہ کالج الہ آباد یونیورسٹی کی خواہش علیحدگی میں پوری کر دیگا۔ اس قسمت کی بڑی بدنامی ہے۔ اگر یہ کالج کسی طرح دوسرے کالجوں سے پیچھے رہا لیکن اسکول گورنمنٹ کے حوالے کرنے کے لیے انھیں عدالت ضلع میں ایک درخواست دینا ہوگی اور حکم لینا ہوگا۔ اور گوکہ اسکول کے نکل جانے کے بعد ٹرشیان کالج کو کالج میں ترقی دینے کا موقع اور ذریعہ ہاتھ آئے گا۔ لیکن جب تک کہ عدالت

نہیں۔ اور نہیں چاہتے کہ گورنمنٹ آسین کوئی حصہ لے۔

سکندری یا تعلیم متوسط | اس بات کی عام شکایت ہو رہی ہے کہ سکندری مدرسے بہت بھر گئے ہیں۔ گورنمنٹ کی اسکے متعلق یہ پالیسی ہے کہ ہر ضلع میں ایک مدرسہ مثل نمونے کے قائم کر دے۔ جسکی نظر پر عوام ذاتی کوششوں میں اور ذریعوں سے سکندری مدرسے کھولیں۔ اور اگر یہ مدرسے تعلیمی معیار میں پورے ہوں تو گورنمنٹ بھی انکی امداد کرے۔ چونکہ اسوقت خصوصاً اس صوبہ میں متوسط تعلیم کے لیے بڑی کوششیں ہیں۔ اس لیے اس بات کا لحاظ ضروری ہے کہ ایسے مدرسے نہ جاری رہیں۔ طلباء کی تعلیمی حالت درست نہ ہو سکے۔ اور صنعتی تعلیم دینے والوں اور دیگر تعلیمی رواج کی خاص کمی نہ ہو۔ اور گورنمنٹ کبھی ان مدرسوں کو مدد نہیں دیتی جنہیں ان باتوں کا خیال نہ رکھا جائے۔ اسکے ساتھ ہی یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ جن مدرسوں میں تعلیم قواعد کے مطابق نہیں ہے۔ وہاں کے طلباء اسکول لیونگ میں شریک نہیں ہو سکتے۔

اس وقت بڑی ضرورت اسکی ہے کہ سائنس کی تعلیم کا خاص خیال کیا جائے۔ اس قسمت میں کئی انگریزی مدرسے ہیں جنہیں سائنس کی تعلیم ہوتی ہے۔ لیکن کوئی بھی عمدہ تعلیم نہیں دیتے اور تقریباً کل ایسے ہیں۔ جہاں زمانہ موجودہ کے ضروریات کے موافق عمدہ تعلیم نہیں دی جاتی۔ اور گورنمنٹ نے جو سائنس کے لیے منظور کیا ہے۔ وہ اتنا نہیں ہے کہ کل مدرسوں کے ضروریات کے لیے کافی ہو۔ بلکہ ضرورت ہے کہ آزاد قوم اپنی فیاضیوں سے اس کام میں گورنمنٹ کا ہاتھ بٹائے کہ سکولوں کی حالت زمانہ موجودہ کے ضروریات کے موافق درست ہو جائے۔

یہ تعداد اگرہ کی میونسپلٹی کا لحاظ کرتے ہوئے بہت کم ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ اسپر خاص خیال کیا جائیگا۔ دوسری میونسپلٹیوں بھی اس سے کچھ اچھی حالت میں نہیں ہیں۔ اور اسکی ضرورت ہے کہ ابتدائی تعلیم پر زیادہ خیال کیا جائے۔

قسمت اگرہ میں دوسری بات ابتدائی تعلیم میں یہ ہے کہ تعلیمی معیار کم ہے۔ جسکی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ سوائے اسکے کہ جانچ اور معائنہ میں اسکا خاص خیال نہیں کیا جاتا۔ مجھے امید ہے کہ ریلے بہادر گپتا نند رانا تھ صاحب چکورتی انسپکٹر مدارس متعینہ اگرہ اس کا خیال کریں گے۔ اور اپنے ذاتی تجربات اور قابلیتوں کو صرف فرما کر اسکے دور کرنے کی کوشش کریں گے۔

تعلیم نسوان | اس کمشنری میں مثل دوسری قسمتوں کے تعلیم نسوان میں بہت کم ترقی ہوئی ہے۔ بہت سی باتیں اسکی ترقی میں ہالچ بھی ہیں جنہیں سب سے زیادہ وجہ یہ ہے کہ معاملہ بھی نہیں ملتی ہیں۔ لیکن مجھے امید ہے کہ گورنمنٹ کے حسب منشا جو کمیٹی اسکی ترقیوں کے لیے مستعد ہوئی ہے وہ ایسی کوشش کرے گی۔ کہ جو مشکلات مانع ترقی ہیں دور ہو جائیں۔

گذشتہ سال کے فینانسیل اسٹمنٹ پر بحث کرتے ہوئے میں نے کہا تھا۔ کہ گورنمنٹ ہر طرح تعلیم نسوان کی مدد کے لیے تیار ہے۔ لیکن ضرورت ہے کہ ڈسٹرکٹ بورڈ اور عوام اس پر خیال کریں۔ اور اسکا آغاز کریں۔ مجھے افسوس ہے کہ اس قسمت کے ذمہ ضلوع فرخ آباد واناوہ میں کمیٹیاں قائم کی گئی ہیں۔ اور بقیہ ضلوع میں کمیٹیاں قائم ہونے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ عوام کو اس سے دلچسپی

عالمگیر تھا۔ اور اس قدر جلد بڑھا کہ تقسیم کو نین کافی نہ ہو سکی۔ یہاں تک کہ خود تقسیم
کنندہ امین مبتلا ہو گئے۔ اس بات کے جاننے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ
ملیریا کے اسباب کیا ہیں لیکن اب تک خاطر خواہ ترقی نہیں ہوئی۔ البتہ کو نین
سے متکین ہوتی ہے۔ مگر عوام جلد اس بلا سے نجات پا کر سنبھل گئے۔ یہ بات
بھی تشفی بخش ہے کہ لوگوں نے اس مصیبت کو صبر سے برداشت کیا اور اگرچہ
اسکا اثر سخت تھا لیکن سب مریضوں پر اسکا کوئی دیر پا اثر نہیں رہا۔

ابتدائی تعلیم انی اکال جو معاملات گورنمنٹ کے پیش نظر ہیں۔ امین تعلیم سے
زیادہ کوئی اہم مسئلہ نہیں۔ اس لیے میں کچھ اپنی کشنری کی تعلیم پر کہنا چاہتا ہوں۔
ابتدائی تعلیم سر دست مینوسپل اور ڈسٹرکٹ بورڈ کے متعلق ہے۔ اور کشنری صوبہ
کی دوسری کشنریوں سے ابتدائی مدارس اور اوسطاً حاضری طلباء کا خیال کرتے
ہوئے کسی طرح پیچھے نہیں ہے۔ لیکن چونکہ اس صوبہ کے ہر دس دیہات کے ساتھ
ایک مدرسہ ہے پس باوجود ابتدائی تعلیم میں ابھی تک افسوسناک کمی ہے۔ مجھے
معلوم ہے کہ ڈسٹرکٹ بورڈ کا ایسا کافی سرمایہ نہیں ہے کہ تعلیم میں لگا سکے لیکن
مجھے امید ہے کہ وہ دیہاتی طلباء کی عمدہ تعلیم ابتدائی کا خیال کریں گے۔ اور دیہاتی
مدرسوں کی عمارات کا جنمیں بہت کچھ کمی ہے۔ خاص خیال کریں گے۔ البتہ
مینوسپلٹون کے اندر ابتدائی تعلیم کی بہت کمی ہے۔ خاص یہ شہر اگرچہ دوسرے
بڑے شہروں سے اس معاملہ میں پیچھے ہے۔ گذشتہ ۳۱ مارچ کو ورنائیو اسکول
کے ابتدائی درجوں میں ۸۷۷ طلباء تھے۔ اور انگریزی اسکول میں ۱۸۵۵۔ اس
تعداد سے معلوم ہوتا ہے کہ ورنائیو مدارس میں بنیادیت سال ماسبق کے کمی ہے۔

تو غالباً اسکا اثر رک جاتا۔

اس طاعون میں قابل غور بات یہ ہے کہ شہر اگرہ کل آباد شہرون کے برخلاف محفوظ رہا ہے۔ یہاں ۱۹۰۲ء سے لیکر ۱۹۰۹ء تک چار سو اموات سے زیادہ نہیں ہوئے۔ بہر حال موجودہ حالت امید افزا ہے۔ اور اس اٹھارہ ماہ کی کمی پر نظر ڈالتے ہوئے یہ نظر آتا ہے کہ اسکا اثر گھٹ رہا ہے۔ لیکن میری دانست میں اسکی کمی اور تنزل کا خیال کر کے اسکے دفعیہ کا خیال چھوڑ نہ دینا چاہیے بلکہ جگہ جگہ مقامی حکام اور دانشمندوں کے غیر سرکاری ممبروں کا یہ فرض ہونا چاہیے کہ ہر ممکن صورت سے ایسی بات رائج کرنے کی کوشش کریں جس سے پلگیک کے دفعیہ کی امید ہو سکے۔

میسریا | اس صوبہ میں خصوصاً اسکے مغربی حصہ میں ایک فضلی بیماری ملبریا طاعون سے بھی سخت ابھی ابھی رہی ہے۔ اسکا اثر قسمت اگرہ پر سخت تھا۔ جنوری سے اگست تک کے مہینوں میں جبکہ کل ضلع میں قحط کا کام جاری تھا۔ گزشتہ چار مہینوں میں اس بیماری سے ۲ لاکھ ۸ ہزار جانیں تلف ہوئیں یعنی آخری ۳ ماہ میں بقیہ سال سے ۶۳ فی صدی تعداد اموات زیادہ تھی۔ ضلع اگرہ میں ستمبر سے دسمبر تک پچاس ہزار اموات۔ اور مئی میں ۴۸ ہزار اموات تھیں۔ لیکن آبادی کا لحاظ کرتے ہوئے مئی میں زیادہ سختی اور زور تھا۔ جہاں کہ یورپین اور ہندوستانی کیسان زمینیں مبتلا ہوئے۔ مئی میں قحط بھی سخت تھا۔ لیکن زمانہ قحط میں تعداد اموات ۸ ہزار تھی۔ جو اس تعداد کی نصف تھی جو کہ بقیہ چار ماہ میں ہوئی۔ اس بیماری میں زیادہ تکلیف دہ بات یہ تھی کہ بچوں پر اسکا خاص اثر رہا۔ گورنر کو اسکے دفعیہ کی فکر میں بھی بہت دقتیں واقع ہوئیں۔ کیونکہ یہ عارضہ روز افزون اور

ہیں۔ کہ بالوئی وادی اندرونی سطح آب ماسنون کے ختمام کے چند ہی ہفتے بعد
۱۲ سے ۱۵ فٹ تک اور نیچے چلی جاتی ہے۔

اخراجات قحط میں علاوہ خاص خاص اخراجات کے گورنمنٹ زمینداروں
اور زراعت پیشوں کی بھی امداد کرتی ہے۔ تاکہ وہ مصیبت کے دن گزار سکیں۔ چنانچہ
۹۱ لاکھ کے قریب آگرہ اور متھرا میں لگان سرکاری واکداشت ہوئی۔ اور
کوئی ۸ لاکھ ضلع آٹاواہ۔ آگرہ اور متھرا میں ملتوی رہی۔ اور خرید آلات و مویشی
اور آبپاشی فصل ربیع و خریف ۱۹۰۸ء کے لیے تقریباً ۳۱ لاکھ روپیہ قرض دیا گیا۔
لیکن اب بحر متھرا کے چند پرگنوں کے اور کہیں قحط کا اثر نہیں ہے۔ اور گوکہ اس
سال بھی اچھی بارش نہیں ہوئی۔ لیکن امید ہے کہ فصل ربیع اچھی ہوگی۔ اور غالباً
آئندہ چلکر پھر سرسبزی و شادابی نمایان ہو۔

پلیگ | قحط کے ذکر کے ساتھ اُس کا بھی خیال آ جاتا ہے۔ جس نے بد قسمتی
سے آپ لوگوں کو نہایت استحکام سے گھیر رکھا ہے۔ سن ۱۹۰۸ء سے اس قسم کے
مغربی حصے میں پلیگ سختی سے نمودار ہوا۔ اور اول اول ضلع آگرہ و آٹاوا تک
محدود رہا۔ سن ۱۹۰۴ء میں اموات طاعون ۲۰ ہزار اور سن ۱۹۰۵ء میں ایک لاکھ
پانچ ہزار تک پہنچ گئے۔ صرف متھرا میں فی میل ۶۲ آدمی مرے۔ اور مجموعی تعداد ۴۸
ہزار تھی۔ آگرہ کا کل صوبے میں چوتھا مہلک ترین ضلع تھا۔ اور ۱۹ آدمی فی
میل کے حساب سے مرے۔ سن ۱۹۰۶ء میں تعداد تین ہزار کسرے زائد تھی لیکن
سن ۱۹۰۷ء میں ۲۴ ہزار ہو گئی۔ مگر سن ۱۹۰۸ء میں ۵۶۰۰ رہ گئی۔ اس وقت بھی ہر ضلع
میں کچھ نہ کچھ اسکا اثر ہے۔ لیکن اکثر صورتوں میں حکام مقامی کو اطلاع دی گئی ہوتی

متھرا۔ اور کچھ حصہ ضلع اٹاواہ کاٹے۔ بقیہ تین اضلاع میں کنوئین اور نہروں کی بدولت آب رسانی کا سامان کافی ہے۔ اور اس سے قحط کا اثر بھی زیادہ نہ تھا۔ فی الحال اگرہ اور متھرا میں کوشش کی گئی ہے۔ کہ ان اضلاع کی حالت درست ہو۔ فحشوہر سکری کی نہر ۱۲ میل اور بڑھائی گئی ہے۔ جو طیاری پر ۴۴۰۰۰ ایکڑ کی سالانہ آبپاشی کرے گی۔ اب تک اس سے فصل ربیع کو فائدہ ہوتا تھا۔ اور ۱۶ ہزار ایکڑ میں پہونچتا رہا ہے۔ اسکے علاوہ ہاترس کی شاخ کو اپر گینجر کینل (بالائی نہر گنگ) سے ملائے کی تجویز فی الحال فسر بلا دست کی خدمت میں ملاحظہ اور منظوری کے لیے بھیجی گئی ہے۔ یہ شاخ ۲۵ میل طویل ہوگی۔ اور یہ تجویز ہے کہ اس سے ایک لاکھ نو ہزار ایکڑ آراضی سیراب کیجا سکے۔ اور اس میں سے ۶۵۰۰۰ ایکڑ قسمت اگرہ میں ہے۔ بچلہ نیکے چار چھوٹی شاخیں اور نکالی جائیں گی جو ۸ میل تک جائیں گی۔ اور اضلاع اگرہ و متھرا ۴۰۰۰۰ ایکڑ زمین کو نفع پہونچائیں گی۔ یہ بھی خیال تھا کہ تحصیل خیرگڑھ ضلع اگرہ تالاب سے آب رسانی میں مدد لیجائے لیکن اسکے متعلق مسٹر سید رسول قائم مقام چیف انجینیر محکمہ نہری رپورٹ امید افزا نہیں ہے۔

اس وقت بڑے سے بڑا مسئلہ غور طلب یہ ہے کہ کسی طرح اندرونی سطح زمین میں اصلاح اور ترقی کی صورت نکالی جائے۔ کیونکہ اس قطعہ میں بہت سے پکے کنوئین ہیں۔ جو یوں معمولی زمانوں میں تو اچھی طرح کام دیتے ہیں۔ لیکن خشک سالی میں بالکل خشک ہو جاتے ہیں۔ اس قطعہ کے اندرونی سورتے صرف اسی قطعہ کے جمع شدہ آب باران سے بنتے ہیں۔ کیونکہ اسکے تین طرف ریگستانی پہاڑیاں ہیں۔ وادی کی زمین مجوف ہے۔ اور سطح نشیب بہت ہے۔ اور قدرتی چشمہ اسے آبپاشی اتنے گہرے

سرجمیں لائوش نے یہ بھی فرمایا کہ اس قانون کے نفاذ کے پہلے ہمیں دیکھنا چاہیے کہ آیا یہ قانون شرع محمدی اور دھرم شاستر کے خلاف تو نہیں ہے۔ جبکہ نفاذ اس صوبے میں ہے۔ غرض انہیں سب باتوں کا خیال کرتے ہوئے سرجمیں لائوش نے یہ دیکھ کر کہ اس قانون کے نفاذ میں دیر ہوگی۔ صرف اتنا وعدہ کیا کہ میں اسے اپنے جانشین کے لیے چھوڑ جاتا ہوں۔ اسے ڈھائی برس گزر گئے اور پھر گورنمنٹ میں کوئی عرضداشت پیش نہیں ہوئی۔ میں جانتا ہوں کہ اس وقت اسکی خواہش پھر کچھ ایسی ہے۔ اور میں آپ سے متقاضی ہوں کہ اسمین دیر نہ کیجیے۔ میں نہایت اسکا خواہشمند ہوں کہ زمینداران صوبہ اگر تباہی سے بچیں۔ اس طبقہ کی سلامتی اور طاقتور رہنے پر بہت کچھ امن وامان کی امید ہے اور گورنمنٹ کو حکومت میں آسانیاں ہیں۔ اسکے علاوہ یہ طبقہ خود اس ملک کے لیے مفید ہے۔ جسمیں موجود ہے۔

قط اور وسائل آب سانی | مجھے افسوس ہے کہ قسمت اگر ہمیں ان دو برسوں میں جب سے میں لفٹنٹ گورنر ہوں رعایا خوشحال نہیں ہے۔ یہ درست ہے کہ فصل خریف ۱۹۰۶ء اور فصل ربیع ۱۹۰۷ء یہاں اچھی ہوئی۔ پھر بھی کمشنری اس مصیبت سے نجات دے سکی۔ جو عموماً کل ضلع میں بوجہ نہ ہونے فصل خریف ۱۹۰۷ء کے پڑی تھی۔ لیکن خوش قسمتی سے نہ تو دوسرے ضلع کی سی یہاں سختی تھی اور نہ ۱۹۰۷ء کی سی زیادتی قحط۔ جب کہ تعداد ادا گیارہ ملین تک پہنچ گئی تھی۔ اور بڑی سی بڑی تعداد ادا وقتی ۱۹۰۰ء تھی۔ حالانکہ ۱۹۰۷ء میں صرف ۸ ملین مجموعی تعداد۔ اور وقتی تعداد ۵۰۰۰ تھی۔

اس کمشنری میں کمزور ضلع جہاں قحط کا اثر زیادہ پڑ سکتا ہے۔ اگرہ۔

کچھ جائیداد کا حصہ ہر حالت میں اُنکے پاس ہے۔

اکتوبر ۱۹۰۶ء میں زمینداران ایسو-سی۔ ایشن صوبہ آگرہ نے ایک ایڈریس سرجمیں لاٹوش کی خدمت میں علی گڑھ پیش کیا تھا۔ اس ایڈریس میں بیان کیا گیا تھا کہ تقسیم و تفریق کی غیر محدود قوتوں نے بہت سے پُرانے خاندانوں کو تباہ کر دیا جس سے نہ صرف پرانے صاحب شوکت و سطوت خاندانوں کا اثر نیست و نابود ہوا بلکہ ان خاندانوں کے غریب افراد یہاں تک سمجھ بیٹھے کہ گورنمنٹ ہی ہماری تباہی کا باعث ہے۔ اور یہ خواہش ظاہر کی گئی تھی کہ۔

(۱) جائیداد موروثی ناقابل انتقال سمجھی جائے۔ اور

(۲) یہاں بھی اودھ کے قانون تعلقہ داری کے اصول پر خاندانی جائیداد کی تقسیم و تفریق ناجائز ٹھہرائی جائے۔

خیر۔ اس واقعہ کو چند برس گزر گئے۔ یہاں تک کہ اپریل ۱۹۱۷ء میں نواب تازالدولہ سرفیاض علی خان نے لیجسلیٹو کونسل لفٹنٹ گورنر صوبہ متحدہ کے اس میں یہ ثابت کیا کہ زمینداران صوبہ آگرہ بھی اُس قانون کے مستحق ہیں جو ال اودھ میں ہے۔ اس سے پہلے لارڈ مکڈانلڈ نے اس قانون کی ضرورت

سراف کیا تھا۔ اور سرجمیں لاٹوش نے بھی اسکے ساتھ ہمدردی کرتے ہوئے ایک واقعی عذر پیش کیا تھا کہ چونکہ گورنمنٹ کے سامنے کوئی مکمل اسکیم پیش نہیں کی گئی اور نہ زمیندار یون اور ریاستوں کی فہرست دی گئی ہے۔ اس لیے ضرورت ہے کہ ممبران زمیندار یون اور ریاستوں کی فہرست دی گئی ہے۔ اس لیے ضرورت ہے طیارا کریں۔ لیکن ہر خاندان کے مختلف رسم و رواج کا بھی خیال رکھیں۔

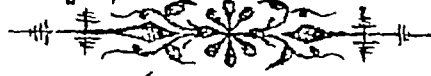
یہ ترمیم پیش کی گئی تھی کہ ضلع فرخ آباد۔ اٹاواہ کشتری الہ آباد میں۔ اور ضلع علی گڑھ کشتری اگرہ میں شامل کر دیئے جائیں۔

اس ترمیم سے ہر کشتری میں بجائے چھ کے پانچ ضلع رہ جائیں گے۔ جو کہ انتظامی پہلو سے ہر حال میں مفید ثابت ہوگا۔ اس ترمیم سے بند لکھنؤ، الو کوہان ہر طرح کا آرام ہوگا۔ وہاں دوسرے ضلع منتقل شدہ کے باشندوں کو بھی کوئی خاص دقت نہ ہوگی۔ فرخ آباد اور اٹاواہ اگرچہ دور ہیں۔ تاہم ریلوے نے انھیں بہت قریب کر دیا ہے۔ لیکن علی گڑھ والے اس ترمیم سے خوش ہونگے۔ کیونکہ گورنمنٹ پراسپانڈا ہر کیا گیا ہے۔ مگر یہ سکیم ابھی صرف عوام کی رائے لینے کے لیے ظاہر کی گئی ہے۔ اس تجویز کے پھیلنے سے یہ منشاء نہیں ہے کہ لوکل گورنمنٹ ضرور بالضرور اسے حکام بالا دست تک بھیج کر اس کے نفاذ کی سفارش کرے گی۔

بڑے تعلقہ داروں کی حفاظت جائداد کا قانون میں نے حال ہی میں دربار لکھنؤ میں بیان کیا تھا کہ گورنمنٹ کا یہ منشاء ہے کہ تعلقہ داران اودھ کی حفاظت کرے۔ اور ان کی جائداد ضائع نہ ہونے دے۔ مجھے اس کا اطمینان دلانے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی کہ گورنمنٹ صوبہ اگرہ کے اعلیٰ خاندانوں کی حفاظت کے لیے مثل اودھ کے طیارے ہے۔ آپ لوگوں کو یاد ہوگا کہ لارڈ مکڈانلڈ کے زمانہ میں اودھ سٹیٹس ایکٹ پاس ہوا تھا۔ جسکی ضرورت تعلقہ داروں نے بوساطت برٹش انڈین ایسوسی ایشن بحرہائیں گراٹھوٹ لکھنؤ گورنمنٹ کو صوبہ اگرہ کو ۱۹۹۷ء میں دکھائی تھی۔

اس قانون کا منشاء یہ ہے کہ تعلقہ داروں کی جائداد محفوظ رہے۔ اور کم از کم

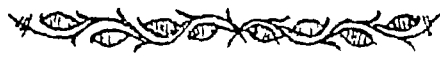
ہوں کہ آپ پر جس کام کا انحصار و دار و مدار ہے۔ ان پر توجہ اور غور سے کام کرنے
یعنی رعایا سے اوصاف کی بہبود کا خیال آپ کو مقدم آچکے اور فرائض سے ہوگا۔



آگرہ کے دربار میں ہزارنہ کی تقریر

۳۱ فروری ۱۹۱۹ء کو ہزارنہ باقالبہ نے قسمت آگرہ کے صدر مقام پر جو دربار منعقد

فرمایا۔ وہ بہت عالیشان تھا۔ اُس میں ہزارنہ نے ذیل کی تقریر سے دربار کو خطاب کیا تھا



راجگان و دربار بیان آگرہ!

اس دربار میں آپ سے ملنے کی مجھے بہت مسرت ہے۔ اس لیے

کہ عام فوائد پر آپ سے کچھ باتیں کرنی نہیں۔

ترمیم حدود کمشنری | پہلی بات خاص و نجیبی کی حدود کمشنری میں ترمیم ہو۔ حال
ہی میں عام رائے اس مسئلہ کے متعلق طلب کی گئی تھی۔ کہ آیا بند ملکینڈ میں
ایک علیحدہ کمشنری قائم کی جائے۔

میری دانست میں اس سے سب متفق ہوں گے کہ بند ملکینڈ ایک ایسی
جگہ ہے۔ جہاں بغیر ایک خاص کمشنری کے کام نہیں چل سکتا۔ لیکن اس
کمشنری کے قائم کیے جانے سے سرحدی کمشنریوں کے حدود میں بہت کچھ ترمیم
کرنی ہوگی۔ بند ملکینڈ کے نکل جانے کے بعد قسمت الہ آباد میں اتنے ضلع باقی
نہ رہ جائیں گے۔ کہ ایک کمشنری کے لیے وہ کافی ہوں۔ اسکے علاوہ کمشنری
میرٹھ کے لیے کام بہت ہے۔ اسی بنا پر گذشتہ اکتوبر میں پبلک کے سامنے

ہیں۔ لیکن ہمیں ہمیشہ انکا خیال رکھنا چاہیے۔ جن کی ہم نیابت کر رہے ہیں۔
دولت خاندانی ہو یا خود پیدا کردہ۔ منصب ملازمتی ہو یا موروثی۔ ہمیشہ اختیارات
ذمہ داریاں اور طاقت اپنے ساتھ رکھتے ہیں۔ اسوقت کسانوں کے لیے ضرور
ہے کہ ہمیشہ اپنے پیشہ میں مصروف رہیں۔ اب نوابی کی حالت نہیں ہے۔ بلکہ مین
و آسمان کا فرق ہے۔ مین اسوقت سب سے زیادہ مٹن ۸۸ برس والے بولے تعلقہ
ٹھا کر جوا ہر سنگھ کی چٹھی سے جو اپنے مجھے اعلان شاہنشاہ فیصلہ مندر لکھی ہے۔
آپ کو سناتا ہوں۔ آپ لکھتے ہیں کہ۔

مین قدرتی فخر کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ مین وہ زمانہ دیکھے ہوئے ہوں۔
جب کہ اس ملک میں سابق کی بے امنی اور طائف الملوک کا دور دورہ تھا۔ او
موجودہ زمانہ کا امن و امان بھی میری نظروں کے آگے ہے۔ اور سولے اُن لوگوں کے
جنہیں حرارت زیادہ اور خون جنکا بہت گرم۔ سب کا اقرار کریں کہ انگریزی کے
یہ پچاس سال ایسے گزرے ہیں جنکی نظیر تاریخ عالم کی کسی سلطنت میں نہیں ملے سکتی۔
مین یقین کرتا ہوں کہ برٹش سلطنت کا جیسا جیسا زمانہ گزرتا جاتا ہے۔ رعایا
خوشحال ہوتی جاتی ہے۔ اور مجھے پوری طرح معلوم ہے کہ زراعت پیشہ طبقہ اب
پہلے سے زیادہ مادی ترقیان کر رہا ہے۔ اور اپنی حفاظت اور بہتری کے سامان
اپنے پاس رکھتا ہے۔ اور انھیں اسکا اعتبار ہے کہ گورنمنٹ اُنکی مدد کر رہی ہے۔
اور وہ گورنمنٹ اور تعلقہ داروں کی امداد کو قدر کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ یہ
ہمارا فرض ہونا چاہیے کہ ہم پرچھوڑنا کرنے والے کسی طرح ہماری بے پروائیوں
نقصان نہ اٹھائیں۔ اے تعلقہ دار صاحبان و افسران صوبہ و مدھ میں امید کرتا

دویم بین ہیں۔ اس وقت کیننگ کالج میں ایک لاکلاس ہے اور اگرچہ ہم طلباء یہاں تعلیم پاتے ہیں۔ لیکن مجھے اسکی کوئی کافی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ الہ آباد کالج کے ہوتے ہوئے یہاں اسکی تعلیم جاری رکھی جائے۔ اور علاوہ برین گورنمنٹ کا عطیہ ملنے کے لیے یہ شرط بھی ہے کہ کیننگ کالج سے لاکلاس اٹھا دیا جائے۔ اس سے طلباء کو بھی زیادہ نقصان نہیں پہونچے گا۔ بلکہ الہ آباد کالج سے کل ممالک متحدہ اسی طرح فائدہ پہونچے گا جیسے طبی کالج لکھنؤ سے کل صوبے کو۔

عزم | مجھے اس وقت اپنے موجودہ مسلمان دوستوں سے کچھ کہنا ہے۔ گذشتہ چند برسوں میں شیعہ اور سُنی میں اکثر فساد اور جھگڑے ہوتے رہے ہیں۔ یہ بہت بُری بات ہے۔ کہ صرف ملتی اسباب موجب نزاع اور طال ہوں۔ حالانکہ اُن کی بہتری کے لیے اسکی ضرورت ہے کہ دونوں ملکر رہیں۔ زیادہ تکلیف دہ یہ امر ہے کہ بنارس صحت ایک سانحہ ہے۔ جسکی بابت دونوں سنی و شیعہ کے نزدیک متبرک ہے۔ گذشتہ اکتوبر میں میں نے ایک کمیٹی مقرر کی تھی۔ جس میں دو سُنی اور دو شیعہ۔ دو ہندو اور دو عیسائی ممبر تھے۔ میں نے اُسی ہینہ میں ایک رزلویشن کے متعلق اُس کمیٹی کی رپورٹ دیکھی ہے۔ مجھے اس پر بے حد افسوس ہے کہ ممبران کمیٹی میں ہنجالی و ہم جنسی نہیں ہو سکی۔ لیکن میں نے اُنکی سفارشوں پر خاص غور کیا ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ دوران محرم میں جو احکامات صادر ہوئے ہیں منصفانہ تھے اور میں ہر سُنی و شیعہ گروہ سے کہنا چاہوں کہ وہ اپنی اپنی جماعتوں کو یہ سنا دیں کہ ان احکام کی پابندی لازمی ہے۔

خاتمہ | اس دربار میں ۳ ملین باشندگان صوبہ میں سے صرف معدوٹے چند جمع

کہیہ کالج پبلک کی خواہش کے مطابق پرائیوٹ اور ایڈوکیٹڈ کالج رہے۔ البتہ اس کی ضرورت ہے کہ اس کا تعلیمی معیار موجودہ زمانہ کے موافق ہو جائے۔ اور برٹش انڈین ایسوسی ایشن سے امید ہے کہ اسکے لیے وہ چندہ کریگا۔ مین کالج کی کمیٹی سے استعراج کر کے اسکے لیے بھی طیارہ ہو سکتا ہوں۔ کہ نصف خرچ اس کالج کا گورنمنٹ دیا کرے۔ بشرطیکہ برٹش انڈین۔ ایسوسی ایشن تعلقہ دار کالج کے لیے... آریہ سالانہ کا سامان کالون اسکول کی درستی کے لیے کر دے۔ مین برٹش انڈین کی بھلائی کے لیے یہ رے دون گا کہ ایسوسی ایشن۔ اور تعلیمی اخراجات کا جو چندہ ایک فی صدی کے حساب سے کل قسام جمع پر لیا جاتا ہے۔ اٹھا کر ایک عطیہ اس زیادہ حساب سے اصلی جمع پر لیا جائے۔ اگر یہ اہم فیصدی کے حساب سے ہوتا تو کسی کو معلوم و گران بھی نہ ہوتا۔ اور ایسوسی ایشن عمدہ تعلیم بھی دلا سکتی۔ اور اگر کوئی شخص اودھ میں اس وقت کوئی عطیہ کہیں دینا چاہے تو میں ہی کہوں گا۔ کہ کیننگ کالج کی عمارت اور کالون اسکول کی لیپورٹری اور زائند کرے اس کے خاص محتاج ہیں۔

کینگ کالج میں قانونی کیننگ کالج کے متعلق ایک بات ضروری یہ ہے کہ لیپورٹری تقسیم کی ضرورت کمیشن نے اپنی رپورٹ میں یہ لکھا تھا کہ ہر لیپورٹری میں ایک قانون کا مرکزی مدرسہ ہونا چاہیے۔ اور کمیشن کی بھی یہ خواہش ہے کہ ایسا قانونی کالج بنانے کے بعد تمام سے قانونی درجے توڑ دیے جائیں۔ اور صرف قانون کی وہیں تعلیم ہو۔ جہاں باضابطہ تعلیم ہو سکے۔ الہ آباد میں گورنمنٹ کی امداد سے ایک قانونی کالج تیار ہو گیا ہے۔ جس میں فی الحال ۸۴ طلباء یعنی ۸۸ سال اول، ۲۰ سال

تختینہ لاکھ کا ہے۔ لیکن سہین کی نہیں ہو سکتی ہے کل عطیات کا اور اسل و بیہ کا جو یہاں عمارت کی فروخت کا ملیگا۔ خیال کرتے ہوئے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دو لاکھ کی اور بھی ضرورت باقی رہیگی۔ ہوسٹل کے متعلق یونیورسٹی کے انسپکٹروں کی یہ رائے ہے کہ تمام ملک میں نہیں تو صوبہ میں بہترین عمارت ہے اور مجھے امید ہے کہ کالج بھی یہی مثال پیش کرے گا۔

یونیورسٹی سنڈکیٹ نے یہ بھی رائے ظاہر کی ہے کہ استادوں کی کمی بہت جلد پوری کرنی چاہیے اور ایک انگریزی کا زائد پروفیسر اور ایک تاریخ کا پروفیسر اور کیمسٹری کا ایک زائد پروفیسر اور ایک ریاضی کا پروفیسر یہاں جلد آنا چاہیے۔ اور میری رائے میں ایک بیالوجی پروفیسر کی بھی ضرورت ہے۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کیننگ کالج کو میور کالج الہ آباد کا ہم پلہ بنانے کے لیے ۴۵۰۰۰ روپیہ سالانہ کا زائد صرفہ پڑے گا۔ کالج کے متعلق اخباروں میں بہت رائے زنی ہوئی ہے۔ کسی کی یہ رائے ہے کہ گورنمنٹ اس کالج کو لے لے۔ اور کسی کی یہ رائے ہے کہ سائنس کو اٹھائے۔

میں ان دونوں رائوں سے متفق نہیں ہوں۔ میری رائے ہے کہ اودھ میں کم از کم ایک کالج کل حالتوں سے درست و تمام فنون و علوم کی تعلیم دینے والا رہے اور چونکہ لکھنؤ میں طبی کالج قائم ہو رہا ہے۔ اس لیے میں نہیں چاہتا کہ یہاں سے سائنس اٹھایا جائے۔ بلکہ یہ خواہش ہے کہ اس میں اعلیٰ تعلیم فلسفہ جدیدہ کی دی جائے۔ میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ گورنمنٹ کالج ہو جائے۔ کیونکہ یہ کالج یا کارمین انڈر کیننگ کے جواودھ کے بھی خواہ اور سچے دوست ہے۔ بنائے۔ اس لیے رائے ہے

صرف کرنا چاہیے۔ اور مجھے معلوم ہے کہ کمیٹی نے اسپین دس ہزار روپیہ نیا منظور کیا ہے۔ ڈاکٹر کٹر کی رٹے ہے کہ ۱۱۰۰۰ روپیہ سالانہ کا ضرور خرچ بڑھتا ہے۔ اسپین امید کرتا ہوں کہ برٹش انڈین ایسوسی ایشن اس اسکول کی درستی کا سامان کرے گا۔ اور میں اُن سے یہ چاہتا ہوں کہ اُن تعلقہ داروں سے جن کے بچے یہاں تعلیم نہیں پاتے ہیں اصرار کرنے میں میری مدد کریں۔ اور خود بھی مسئلہ پیش کرنے والا ہوں کہ جو نابالغ بچے تعلقہ داروں کے کورٹ کی نگرانی میں ہوں وہ بجز اس مدرسہ کے دوسری جگہ بغیر اجازت گورنمنٹ تعلیم نہ پائیں۔

کیننگ کالج [دوسری تعلیم گاہ برٹش انڈین ایسوسی ایشن کے انڈر کیننگ کالج ہے جسے تعلقہ داروں نے لارڈ کیننگ کی یادگار میں قائم کیا تھا۔ اور اُس وقت کے وزیر ہند سر چارلس وڈ نے یہ منظور کیا تھا کہ گورنمنٹ ہند ۲۵۰۰ ہزار روپیہ سالانہ جتنا تعلقہ دار دینے پر تیار ہیں دین۔ فی الحال تعلقہ داروں سے سالانہ چندہ ۳۵۰۰ ملتا ہے۔ اور فیس کے ۴۰۰۰ روپیہ ملا کر کل ۷۵۰۰ روپیہ سالانہ خرچ ہوتا ہے۔ لیکن بڑھتی سے کالج موجودہ زمانے کے لائق نہیں ہے۔ یونیورسٹی کے مقرر کردہ معائنہ کنندوں نے رپورٹ کی ہے کہ عمارت ناکافی ہے اور استادوں کی کمی ہے۔ اس وقت بادشاہ باغ میں کالج بنانے کے لیے نقشہ مرتب کیا جا رہا ہے اور چندہ جمع ہو رہا ہے جس میں ہمارا جہ بلرام پور کا فیاضانہ عطیہ قابل قدر ہے۔ مجھے برٹش انڈین ایسوسی ایشن کی یہ خواہش معلوم ہے۔ گورنمنٹ پُرانی عمارت کو خرید لے۔ اور میں طیار ہوں جب صوبہ کی مالی حالت اجازت دے تو خرید لوں۔ میری نیت ہے کہ اسپین ایک بک خانہ اور عجائب خانہ صوبہ کا رکھا جائے۔ جسکے لیے موجودہ عمارت ناکافی ہے۔ کالج کی عمارت کا

ڈالین اور انھیں ایسی مدد دین کہ وہ اپنے بچوں کو لکھنؤ کے مدرسہ میں بغرض تعلیم بھیجیں۔
 سرکلنڈ کا لون مرحوم کا فیصلہ تھا کہ تعلقہ دارون پر کسی قسم کا ناجائز دباؤ نہ ڈالنا
 چاہیے۔ البتہ ایسا اثر ان پر ڈالنا چاہیے کہ وہ بچوں کو اس مدرسہ میں بغرض تعلیم بھیجیں۔
 لیکن زیادہ تر یہ کام صرف مدرسہ کی عمدگی پر چھوڑنا چاہیے۔ کوئی شخص اس عمدہ فیصلہ
 سے خرافہ نہ کرے گا۔ لیکن مجھے خوف ہے کہ اس اسکول سے جو امیدیں کی گئی تھیں وہ حاصل
 نہ ہوئیں۔ اور تعلقہ دارون کے لڑکوں کی ایسی تعداد بہت زیادہ ہے جو اس اسکول میں
 پڑھ سکتے ہیں۔ مگر پڑھتے نہیں۔ تاہم تعلقہ دارون کی سب پر وایان صرف اس خرابی کا
 باعث نہیں ہیں۔ بلکہ اسکول کی حالت بھی کچھ زیادہ اچھی نہیں۔ ڈاکٹر سررشتہ تعلیم کی
 رپورٹ ہے کہ اس مدرسہ کی تعلیم ایک گورنمنٹ اسکول سے کمین خراب ہے حالانکہ
 فیس تین روپیہ سے پچاس روپیہ تک لیجاتی ہے اور سائنس مطلق نہیں پڑھایا جاتا۔
 غالباً تعلقہ دارون کے بہت سے طلباء انھیں کیوں کی وجہ سے یہاں نہیں پڑھتے۔
 علاوہ برین کچھ تعلقہ دار اپنے بچوں کو گھر پر خانگی تعلیم دلاتے ہیں حالانکہ یہ لوگ وہ
 تعلیم نہیں حاصل کرتے ہیں۔ جو مدرسہ میں پاس کئے ہیں۔ اور انھیں وہ تربیت اور پرورش
 جو طلباء کو مدرسہ اور کھیل میں یکجائی سے ہوتی ہے۔ نہیں حاصل ہو سکتی۔ غالباً آپ
 یہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ کہ انگلستان میں صاحب جائداد کس طرح اپنے بچوں کو جو
 ان کے بعد وارث ہوں گے اسکولوں میں تعلیم دلاتے ہیں۔ آپ کا پہلا فرض یہ ہونا چاہیے۔
 کہ اسکول کو ترقی دیجیے۔ مدرسین کی حالت درست کیجیے۔ اور اسکا سامان درست کیجیے۔
 مثل امسال کے اس سررشتہ تعلیم کی باضابطہ نمائندگی میں رکھیے۔ ڈاکٹر سررشتہ تعلیم
 کی رپورٹ ہے کہ ۲۵۰۰۰ ہزار روپیہ فی الفور کم سے۔ سامان سائنس۔ اور زراعت میں

ہاتھوں میں بی بی ہیں۔ جو ایک طرف رعایا لوٹتے اور دوسری طرف اپنے مالک کو بتاتا ہے۔ اسکا بس یہی علاج ہے کہ تعلقہ دار صاحبان کو شمش کر کے خود کو اور ہندو نسلوں کو قابل کار بنائیں۔ مجھے افسوس ہے کہ یہاں ایک عجیب خیال سب کے دلوں میں گھر کیے ہے کہ (میان جم ہوگا سو ہوگا) جیسا ہوتا آیا ہے اور جو بات اب تک مفید رہی ہے۔ وہ آئندہ بھی مفید ہوگی۔

مجھے یہ دیکھ کر بہت صدمہ ہوتا ہے کہ جمہور تعلقہ دار اپنی اولاد کو یہ سمجھ کر تعلیم نہیں دلاتے کہ آئندہ چلکر انکو کسی منصب پر پہنچنا ہے۔ یاد رکھیے کہ اگر تعلیم کا خیال نہ کیا گیا۔ تو آپ کی جماعت کو نقصان عظیم پہنچے گا۔ اگر آپ وقت کے ساتھ ساتھ نوجوانوں کے توجہ دوسری جماعتوں سے جو حکومت اور منصب کے لیے جدوجہد کر رہی ہیں بہت سچے رہ جائیں گی۔ جبکہ قوے دماغی کمزور ہیں بلکہ صرف تھوڑی صلاح اور تربیت کی ضرورت ہے جب کہ آپ میں وراثتاً نظام اور حکومت کا مادہ ہے۔ یہ درست ہے کہ اب بزرگوں کے قدم بقدم چلنے میں فلاح نہیں ہے۔ بلکہ آپ کو اپنی عزت و بچوں کی تعلیم کا خیال کرنا چاہیے۔ دیکھیے بچوں کی تعلیم ضروری ہے۔ اور اس کے لیے میں اور کہنا چاہتا ہوں۔

کالون اسکول تعلقہ داران | کالون اسکول جو فی الحال برٹش انڈین۔ ایسوسی۔ اسٹیشن کے انتظام میں ہے۔ آج ۱۷ برس سے جاری ہے۔ تعلقہ داروں کے بچے اور دیگر غرا تعلیم پائیں اور دوسرے اعلیٰ زمینداروں کے بچے بھی داخل ہو سکیں۔ بشرطیکہ فیس زیادہ ادا کر سکیں۔

ایک تجربہ کار کمیشن کی رائے ہے کہ اگر اسکول کی کامیابی اور تعلقہ داروں کی آئندہ بہبود نظر ہے۔ تو افسران ضلع کا فرض ہونا چاہیے کہ اپنا اخلاقی اثر زمینداروں پر

تعلقہ کی فروختگی کا مخالفت ہیں۔ لیکن پھر بھی اسکی محافظت میری دانست میں ناممکن ہے۔
 اس معاملہ پر چند تعلقہ داروں کی وساطت سے پھر غور کیا گیا ہے۔ اور بہت سی تدبیریں
 سوچی گئی ہیں کہ وہ بڑا فرض جسکے سود میں جائداد و تعلقہ مستغرق و مکفول ہے ادا کر دیا
 جائے۔ لیکن تدبیر قابل عمل ثابت ہونے لفظ نہیں آتی۔ اب تعلقہ دار نے اپنے شرائط
 اٹھائے لیے ہیں۔ اور دوبارہ جانچ سے ظاہر ہوا کہ موجودہ آمدنی تعلقہ کی ایک لاکھ اسی^{۲۳}
 ہزار روپیہ ہے۔ اور ضروری خرچ مع سود ۶ فیصدی سالانہ کے حساب سے ۲۸ لاکھ ۲
 قرضہ کا ۲ لاکھ روپیہ ہے۔ اس طرح ۳۰ لاکھ ۲ ہزار روپیہ سالانہ کی کمی ہے۔ یہ درست ہے
 کہ تعلقہ میں اگر تنظیم ہو تو آمدنی بڑھ سکتی ہے۔ لیکن تنظیم اور ترقیوں کے لیے وقت کی
 ضرورت ہے۔ حالانکہ سرگرم طرفداروں کا یہ خیال ہے کہ تنظیم بذریعہ کورٹ جلد اور
 اچھا ہو سکتا ہے۔ اور محاصل میں بے انتہا ترقی ہو سکتی ہے۔ لیکن یہ طریقہ بھی ذرا
 مشکل نظر آتا ہے۔ کیونکہ تعلقہ کا زیادہ حصہ زمین میں مکفول و مستغرق ہے اور اسکی
 واکذاشت بغیر خاطر خواہ تنظیم اور آمدنی نہیں ہو سکتا۔ میری دانست میں بہترین تدبیر یہ
 ہے کہ کسی نہ کسی طرح تعلقہ کا کچھ حصہ مالک تعلقہ کے لیے بچانا چاہیے۔ لیکن مجھے
 ابھی پوری امید نہیں ہے کہ گورنمنٹ اس میں خاطر خواہ مدد دے سکیگی۔

تعلقہ داروں کی عام ناقابیت | واقعہ تعلقہ عیسیٰ نگر سے میرے اُن الفاظ کی تائید ہوتی
 ہے۔ جو میں نے تعلقہ مالے اودھ کے متعلق کہا ہے۔ یہ درست ہے کہ بہت سے
 تعلقہ دار یہاں عمدہ تنظیم کرتے ہیں اور جس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ خوش حال ہیں اور اپنی حالت
 درست کیے ہوئے ہیں۔ لیکن ہم اسے نظر انداز نہیں کر سکتے۔ کہ بہت سے ایسے تعلقہ دار
 اور صاحب جائداد ہیں جو بالکل تنظیم نہیں کر سکتے اور بالکل اپنے خود غرض متبعین

تہظام کے قابل نہ سمجھے تو انکی جائداد کو رٹ ہو سکتی ہے۔ البتہ اس ایکٹ سے وہ لوگ فائدہ نہیں حاصل کر سکتے جنہوں نے بلا کسی غدر شرعی کے محض فضول خرچی اور اسراف کی بدولت اپنی جائداد کو زیر بار کیا ہے۔ مین اسے تسلیم کرتا ہوں کہ بعض حالتوں میں کورٹ کی کارروائیاں کچھ زیادہ مفید ثابت نہیں ہوئیں۔

لیکن آنریبل مسٹر جلی ممبر بورڈ آف ریونیو اور منتظم کورٹ آف انڈس کی کامل نگرانی سے مجھے امید ہے کہ کورٹ کا تہظام خاطر خواہ مفید ہوگا۔ علاوہ برین کورٹ کے اعلیٰ تہظام میں تو کوئی شک نہیں اور اسکا پتہ کورٹ کی سالانہ رپورٹوں سے ظاہر ہوتا ہے اسوقت اودھ میں ۷۷ زیر کورٹ ہیں جس میں اجودھیا کی بڑی ریاست کے جسیمن ۸۰۰۰ گائون ہیں۔ چھوٹی جی زمینداروں تک ہیں۔ اور گورنمنٹ ہی ہر طرح انکے مالکان آراضی کو اسپین مدد دیتی ہے۔ کہ انھیں تحفظ جائداد میں آسانیاں ہوں لیکن ناممکن کام ممکن بنانا گورنمنٹ کے حیطہ اختیار سے باہر ہے۔ اسکے متعلق مجھے ایک سوال یاد آگیا۔ جو تعلقہ داروں میں خاص دلچسپی پیدا کر رہا ہے۔ وہ یہ ہے کہ کیا تعلقہ عیسائی نگر کورٹ ہو سکتا ہے۔ اس تعلقہ میں ۵۰ موضع ہیں۔ اور تقریباً اٹھائیس لاکھ قرض ہے۔ ایک عرضداشت کی رو سے تعلقہ دار کے چند اعزہ نے مجھے یہ ظاہر کیا کہ یہ کل اتنی ضرر تعلقہ دار کی کجرائی اور بے پرواہیوں اور بے تہظامیوں سے ہے۔ اور اس میں شبہ نہیں کہ یہ وجہ صحیح بھی ہے۔ ۱۹۰۷ء میں تعلقہ دار نے کورٹ ہوسے کی درخواست دی تھی۔ لیکن یہ ناممکن شرائط رکھے تھے کہ کوئی موضع بغیر ادائے قرضہ واجب الدین فروخت نہو۔ یعنی چار پانچ برس تک فروخت نہو۔ بورڈ آف ریونیو نے کاغذات کی جانچ کر کے بتلایا کہ محاصل اتنا نہیں ہے کہ زر سود بھی ادا ہو سکے۔ اور اگرچہ مین

ایکٹ تعلقہ داری اودھ ۶۹ء کو عدالتوں نے بہت سے ایسے مضمونین

استعمال کیا جو اس کا مفہوم نہ تھا۔ اس بنا پر پٹنن اڈین۔ ایسوسی ایشن کی عرضداشت پر

سرجمین لاٹوش نے تعلقہ دارون اور سرکاری فیسروں کی ایک کمیٹی مقرر کی تھی کہ اس ایکٹ

کی ترمیم پر غور کریں۔ گذشتہ فروری میں اس کمیشن نے گورنمنٹ میں اپنی رپورٹ بھیجی۔

جس کے بعد افسران ضلع متعینہ اودھ کی رائے کمیٹی کی تجویز پر چھپی گئی۔ جس کے بعد

میں نے کمیٹی کے چند ممبرن کے ساتھ ملکر دو مسودے تیار کر کے گورنمنٹ ہند میں بھیجے

تاکہ ایکٹ تعلقہ داری اودھ ۶۹ء اور ۹۰ء میں مناسب ترمیم ہو جائے۔ ان

مسودات کا غشار یہ ہے کہ تعلقہ داریامورث اور اسکے ورثاء اپنی جائیداد پر اس طرح قابض

ہو سکیں۔ جو کہ اصلی منشاء ایکٹ ۶۹ء کا ہے۔ علاوہ برین انجین اور بھی فروعی باتیں

ہیں جنکے اعادے کی ضرورت نہیں۔ پس اتنا کہ دنیا کافی ہے کہ میں نے اس بات

کی کوشش کی ہے کہ تعلقہ دارون کی رائے جو برٹش اڈین۔ ایسوسی ایشن نے

پیش کی ہے انھیں کی بنیاد پر یہ نئے مسودات تیار کیے جائیں۔

مجھے حال ہی میں معلوم ہوا ہے کہ اسی ۶۱ جنوری کو یہ مسودات وزیر ہند کے

پاس روانہ کر دیے گئے اور غالباً جلد کونسل میں پیش ہوں گے۔

دوسرا ذریعہ گورنمنٹ نے ان جائیدادوں کی حفاظت کے لیے یہ سوچا ہے

کہ مقروض جائیدادین یا ایسی جائیدادین جن کا انتظام اچھی طرح نہیں ہوتا۔ کورٹ آف

وارڈس کے متعلق ہو جائیں۔ اس ایکٹ کی رو سے یہ اختیار ہے کہ نابالغ ورثاء اور

عورتیں اور ایسے مرنجھین عدالت دیوانی نے فائز لعل مانا ہے۔ اور ایسے شخص

جنھیں لوکل گورنمنٹ کسی دماغی یا جسمانی کمزوری کے باعث یا سزا یا بی کی وجہ سے

دینے سے حاصل ہو جائے گی۔

حفاظت جائداد و تعلقہ داران

اودھر گورنمنٹ کے خیالات

گورنمنٹ کو اسکی بہت فکر ہے کہ صاحبان جائداد کے

حقوق محفوظ رہیں۔ اور وہ ہر ایسا کام کرنے کے لیے

مستعد ہے جس سے وہ مثل زمانہ گذشتہ کے اپنی ریاستوں میں منتفع نہ ہو سکیں۔

ایک بات مجھ سے ہر وقت کھٹکتی رہتی ہے کہ یہاں اکثر جائدادوں کے بیکار جھگڑے

حصہ لریوں کے متعلق اٹھاتے ہیں۔ جس سے اور بھی انھیں نقصان پہونچتا ہے۔

پچھلے برسوں کے جیسے جیسے مقدمے حصہ داروں کے اٹھے۔ وہ دل ہلا دینے والے

ہیں۔ میری دانش میں آپ لوگ بھی اسکا احساس کرتے ہیں۔ لیکن فرداً فرداً تعلقہ دار

اسمیں کچھ نہیں کر سکتے اور مجبوراً چارہ سازی عدالت سے انفضال قضا یا چاہتے

ہیں۔ حالانکہ انھیں جاننا چاہیے کہ مقدمہ بازی میں نہ صرف رسوم اور فیس وکلا کے

جانز اخراجات بڑھتے ہیں۔ بلکہ اور بھی دوسرے خرچ فریقین کو پریشانی میں ڈالنے

والے ہوتے ہیں۔ حکام گورنمنٹ ہمیشہ اسکے لیے مستعد رہیں گے۔ کہ ثالثی سے

جھگڑے طر کر دیے جائیں اور مجھے یقین ہے کہ برٹش۔ انڈین۔ ایسوسی ایشن۔

بھی اسمیں مدد دیگا۔

تعلقہ اورنگ آباد ضلع سیتاپور کا یہ واقعہ بہت مایوس کھنے والا ہے۔ کہ

ڈپٹی کمشنر کی سخت کوششوں کے باوجود بھی اسکا خوف ہونے لگا تھا۔ کہ فریقین

ثالثی سے انکار کریں۔ تعلقہ کی تباہی کی باعث سب سے زیادہ آپ لوگوں کی تقسیم

وراثت کی افسوسناک حالت ہے۔

تعلقہ داروں کے متعلق ایک خاص بات اسوقت زیر غور ہے۔

کہ یہ لوگ ... ۵۰۰ ہزار گائون مین کوئین تقسیم کر سکے ہوں گے۔ جبکہ یہ بہت ممکن ہے کہ انہیں سے کتنے خود اس مرض میں مبتلا ہو گئے ہوں گے۔ گورنمنٹ رعایا کے ساتھ ہمدردی کرتے ہوئے افسوس کرتی ہے کہ مصیبت دکان ملیں یا کو زیادہ بڑے ہو چکی۔ اصلاحات کونسل [جو اصلاحات بڑے دن کے قبل صاحب زیر ہند نے مشترک کیے ہیں۔] اُن سے لوگوں کو گونا گونا گویا اطمینان ہو چلا ہے۔ جن کاغذات میں کہ ان اصلاحات کے متعلق عوام کو کل گورنمنٹ اور اعلیٰ گورنمنٹ اور وزیر ہند کے نتائج درج ہیں اُن سے اچھی طرح مادی حالت معلوم ہو سکتی ہے اور وہ نہایت دلچسپ ہیں۔ اُن کاغذات کی جلد دوم میں میری رائے درج ہے۔ اور مجھے اسکی خوشی ہے کہ گورنمنٹ ہند نے بلارڈ ویل میری رائے صاحب زیر ہند کے پاس بھیج دی۔ پبلک میری دست میں اس خیال سے خوش ہوگی کہ گورنمنٹ نے ہر طبقہ کو نیابتی حقوق عطا کیے ہیں۔ اور مجھے امید ہے کہ میں بہت جلد بحسب لیٹو کونسل کی ممبری میں ایک ممبر برٹش انڈین۔ ایسوسی ایشن کا اور ایک ایک ممبر قسمت ہائے لکھنؤ۔ اور فیض آباد اور ایک ممبر خاص شہر لکھنؤ کا دیکھوں گا۔

اودھ خاص کر ایک زراعتی صوبہ ہے اور ۲۱ حصہ آبادی کا ایسے دیہاتوں میں ہے جنہیں کل ۵۰۰۰ آدمی رہتے ہیں اور لکھنؤ کو ملا کر صرف ۵ ہزار ایسے ہیں جہاں ۲۰۰۰ سے زیادہ آبادی ہے اس لیے ضروری ہے کہ نیابت میں کل حصے جائز حقوق پائین۔

اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ بات ایک نیابت برٹش انڈین۔ ایسوسی ایشن کو دینے اور ڈسٹرکٹ بورڈ کو میونسپل بورڈ کے ساتھ تقسیمی نیابت میں رائے کا حق

کہ یورپین بھی ہندیوں کی طرح اسمین مبتلا ہوئے۔ اور کسی یورپین فوجین بالکل ہی چند دنوں کے لیے بیکار ہو گئیں۔ ایک شہرین تو بجز سول سرجن کے کوئی محفوظ نہیں تھا۔ اسکا اثر گھوٹون پر بھی پڑا۔ اور ایک فوج میں ۵۰ فیصدی گھوڑے بخار میں مبتلا ہوئے اور سب عجیب بات اسمین یہ تھی کہ یہ بخار میں ان ضلع میں زیادہ پھیلا۔ جہاں پر فحط نہ تھا۔ اور قسمت ہائے میرٹھ و آگرہ و روہیلکھنڈ میں اسکی بہت زیادتی تھی۔ ان تینوں کمشنروں کے ۱۸ ضلع میں سے صرف تین ضلع میں فحط تھا۔ حالانکہ قسمت میرٹھ کے باہر چاروں طرف فحط کا زور تھا۔ لیکن ملیریا سے ۳۰ فیصدی اموات بمقابلہ پہلے آٹھ مہینوں کے زیادہ ہوئے۔ گو کہ اودھ صوبہ آگرہ میں سختی نہ تھی۔ پھر بھی ضلع ہردوئی میں جہاں واران فحط میں ۲۵ سے زیادہ خرچ نہیں کیا گیا۔ ملیریا کا زیادہ اثر تھا اور ضلع میں تو خیر۔ لیکن بڑا پیر میں جہاں اسکا اثر ۲۵ فیصدی تھا۔ اس بخار کا سخت حملہ نہ تھا۔

اگرچہ اس بات کی تحقیقات کی جا رہی ہے کہ ملیریا کے پھیلنے کے کیا اسباب ہیں۔ لیکن ابھی خاطر خواہ کوئی نتیجہ نہیں نکلا ہے۔ لیکن یامر واقعی ہے کہ ۱۸۹۷ء اور ۱۸۹۸ء کے سالوں کے سالوں کے قبل میں فحط تھا۔ البتہ ۱۸۹۷ء اور ۱۸۹۸ء میں فحط زیادہ نہیں ہوئی تھی۔ اسکا انتظام خاص طریقوں سے کیا گیا تھا۔ کہ کوئین فحط زدہ ضلع میں مفت تقسیم ہوا اور دوسرے ضلع میں بخار کے شروع ہوتے ہی مفت تقسیم شروع ہو گئی۔ مگر ملیریا کا اثر روز افزوں ترقی کرتا رہا۔ بھلا ایسی حالت میں کیا امید ہے۔ کہ لوگوں کو کوئین ملی ہوگی۔ گو یہ صحیح ہے کہ شفا خانہ کے ڈپوس والوں نے تو وہاں سے دوا لے لی ہوگی۔ اور دیہاتوں میں تقسیم کنندہ مقرر تھے۔ لیکن بھلا کب امید ہو سکتی ہے

جنھوں نے اس زمانہ میں مدد کی ہے بہت شکر گزار ہے۔

پلیگ | اب میں اُس کا ذکر کروں گا کہ جس نے ملک پر حملہ کیا ہے۔ پلیگ کے متعلق بار بار اشارہ کرنے کی بابت میں معافی مانگنے کی ضرورت نہیں سمجھتا ہوں۔ کیونکہ مجھے یقین ہے کہ بہت سخت کوششوں کے بعد یہ ممکن ہے کہ ہم طاعون کو نیست نابود کر سکتے ہیں۔

گزشتہ سال میں جو حالت پلیگ کی اودھ میں رہی ہے۔ اُس سے کچھ طمیان ہوتا ہے۔ سب سے زیادہ موتیں ۱۹۰۷ء میں ہوئی ہیں یعنی ۵۶۶۸۸- اور ۱۹۰۶ء میں ۱۶۰۰۰- اور ۱۹۰۵ء میں ۴۹۰۰۰- اور ۱۹۰۴ء میں ۴۲۰۰۰- اور ۱۹۰۳ء میں ۲۸۰۰۰- لیکن ۱۹۰۸ء میں محض ۳۵۲۰- آدمی مرے ہیں جنہیں صرف ۱۲۵ متین سال کے آخرین آٹھ مہینوں میں ہوئی ہیں۔ شہر لکھنؤ اور فیض آباد میں جہاں ۵۶۲۵- اور ۱۹۲۱ء میں ۱۹۰۸ء میں صرف ایک موت ہوئی۔ ۱۹۰۸ء میں اس صوبے میں ۳۰۰۰۰ ٹیکے دیے گئے تھے لیکن ۱۹۰۷ء میں ٹیکوں کی تعداد ۵۰۰۰ سے کم تھی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو رقم گورنمنٹ نے طاعون کے متعلق صرف کی ہے وہ ضائع نہیں ہوئی۔ اور جو کوششیں گزشتہ ۱۸ مہینوں میں ہوئی ہیں وہ بے سود نہیں نکلیں۔ ہر طرح کے تجربے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ٹیکہ مفید ہے اور صوبہ آگرہ میں بہت سی ایسی مثالیں موجود ہیں۔ کہ اگرچہ ہون کے گرنے پر یاد میں میں بیمار یوں کے آثار نمودار ہونے پر فوراً مقامی افسروں کو خبر کر دی گئی ہو تو طاعون روک دیا گیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ پلیگ حال میں ہونے کی وجہ سے آپ لوگ اس کے روکنے کی کوشش سے ہاتھ نہ اٹھائیں گے۔ پہلے یہ بات کرنا چاہیے کہ

تقاویٰ دیتی ہے تو انکو اس بات پر نہ مجبور کرے کہ کاشتکاروں کو بھی برابر ادا دیں۔
 بلکہ انکو اجازت دیدے کہ وہ جس طرح چاہیں زمین تقسیم کر دیں۔ مین مان لیتا ہوں کہ بہت
 زمیندار ایسے ہیں جو اس کام کے سپرد کیے جانے کے قابل ہیں لیکن یہ شکل بھی ساتھ
 ہی ساتھ حسد انگیز ہوگی اگر کچھ لوگوں کو یہ اختیار دیدیا جائے اور کچھ لوگوں کو نہ دیا جائے۔
 اور بہت سے زمینداروں کو نو کروں کے ذریعہ سے اس کام کو انجام دینا پڑتا ہے جنہیں
 تنخواہ کم ہونے کی وجہ سے اعتبار نہیں کیا جاسکتا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ ایسے آدمی
 کاشتکاروں پر ظلم کریں۔ اور انکو ان کے حقوق سے محروم کریں۔ یا ان سے بجا طور پر رویہ
 وصول کریں۔ بغیر زمینداروں کو اطلاع کیے ہوئے۔ اس وجہ سے گورنمنٹ اس لیے پر
 عمل نہیں کر سکتی کہ زمینداروں کو تقاویٰ تقسیم کرنے کے اختیارات اپنی خواہش کے
 مطابق دیا جائے۔ لیکن مین اس معاملہ پر غور کر رہا ہوں اور خاص خاص فسرٹن سے
 رے بھی لے رہا ہوں۔ ممکن ہے کہ کسی حد تک اس قسم کے اشیاء کا اختیار ان کو
 دیا جائے۔ فی الحال تو میرے خیال میں مناسب نہیں ہے۔ قبل اسکے کہ مین قحط
 کے متعلق اپنی اپنی سوچ کو ختم کروں۔ مین پھر عوام الناس کے سامنے گورنمنٹ کا شکوہ
 اودھ کے ان اصحاب سے جنھوں نے قحط کے مشکل کام میں مدد دی ہے ادا کرتا
 ہوں۔ اس مجلس میں بہت سے لوگ اپنی جانفشانی کی داد پا چکے ہیں اور بہت سے
 لوگ کلکتہ میں دربار نہر کسلنسٹی جو وائسیرے کی طرف سے آئندہ مہینہ میں ہونی والا ہے
 پائین گئے۔ مشکل ہے کہ ہر شخص کے خدمات کا صلہ دیا جائے۔ لیکن گورنمنٹ ہر
 شخص کے خدمات کا اعتراف کرتی ہے۔ رعایا نے بھی اس مصیبت کو صبر کے
 ساتھ برداشت کیا ہے اور مجھے ہر طرح سے یقین ہے کہ وہ گورنمنٹ اور ان لوگوں کی

میزان ۱۲ لاکھ سے زیادہ تھی۔ مالگذاڑی کے ۲ لاکھ معاف کیے گئے۔ اور ۸ لاکھ ملتوی کر دی گئی۔

مالگذاڑی کی معافی وغیرہ کے متعلق مجھ کو کچھ کہنا ہے۔ ایک ضروری شرط تقاویٰ کے لیے یہ ہے کہ جہاں پر ایک مقررہ رقم زمیندار کو دی جاتی ہے وہاں پر کاشتکاروں کو بھی ایک مقررہ رقم دینی چاہیے۔ صوبہ آگرہ میں قانوناً اختیار دیا گیا ہے کہ وہ مناسب کے ساتھ محاصل اور مالگذاڑی دونوں میں کمی اور معافی کریں۔ لیکن قانوناً کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے۔ اودھ کے زمینداروں نے وفاداری کے ساتھ جو کچھ تقاویٰ گورنمنٹ نے مناسب سمجھی اُسکو مان لیا۔ اور اُسکے مطابق اپنے کاشتکاروں کو مدد دی۔ ایچ۔ ایچ۔ ہمارا جبکہ پورے تھلے نے بڑا رچ کے ضلع میں اپنی ریاست کی فصل بیع کے تمام محاصل معاف کر دیے۔ بعض زمینداروں نے اس شرط پر تقاویٰ لینے سے انکار کیا کہ اُنکو محاصل میں بھی کمی کرنا پڑے گی۔ اور مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے۔ کہ چند نے گورنمنٹ کے شرائط منظور کرنے پر بھی اپنی رعایا سے پوری مالگذاڑی وصول کر لی۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ جو کچھ آسانیان مدین ہیں وہ منسوخ کر دی گئیں۔ یہ ہکومانا پڑ گیا کہ مالگذاڑی کی معافی اخلاقی انتظام کی پالیسی کا ایک حصہ ہے۔ جس کا ذکر لارڈ مکڈانل فیمن کمیشن میں (سلطنت ہند کے منظور شدہ فیمن لوج) ہے اُن زمینداروں کے حرکات سے جنھوں نے تقاویٰ کے منظور کرنے اور اپنے کاشتکاروں کو اس میں حصہ دینے سے انکار کیا ہے۔ گورنمنٹ اس بات پر اذسرنو مجبور ہو گی کہ اس کے متعلق آگرہ اور اودھ کا قانون ایک کر دے۔

یہ مجھ سے بھی اور اخباروں میں بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ جب گورنمنٹ زمینداروں کو

بہت مختلف تھی۔ اُس وقت صرف ہر دو لکھ کے ضلع میں اسکا اثر زیادہ تھا اور اُس کے
 بعد لکھنؤ۔ رائے بریلی۔ آناؤ۔ سینٹاپور کا نمبر تھا۔ دراصل قسمت لکھنؤ میں علاوہ کھیری کے
 کم و بیش اثر تھا۔ قسمت لکھنؤ میں سب سے بڑی تعداد امداد پانے والوں کی چار لاکھ ستر
 ہزار تھی۔ اور قسمت فیض آباد میں نو سو ہزار۔ سال گذشتہ میں سات ضلع ایسے تھے
 جن پر ہر دو لکھ سے زیادہ اثر تھا۔ اور نو ضلع ایسے تھے جن پر لکھنؤ سے زیادہ تھا جہاں
 پر محض شہر میں اس کے آثار تھے۔ گوکہ سب سے بڑی تعداد تقسیم ایک دن قسمت لکھنؤ میں
 دو لاکھ سینتالیس ہزار تک پہنچ گئی تھی جن میں سے ایک لاکھ پانچانوے ہزار ضلع سینٹاپور
 اور کھیری سے تھے۔ برعکس اس کے قسمت فیض آباد میں چار لاکھ ستاسی ہزار کی تعداد
 پہنچ گئی تھی جو کہ ۱۹۰۶ء سے پانچ گنا زیادہ تھی۔ سب سے خراب حالت اضلاع بٹراپج۔
 گونڈا۔ اور کھیری کی تھی۔ ۱۹۰۶ء میں زیادہ سے زیادہ تعداد ان تین اضلاع میں آباد
 پانے والوں کی پانچ لاکھ بیس ہزار تھی۔ ۱۹۰۶ء کے قحط میں دس ہزار ایسے لوگ تھے۔
 اور بٹراپج جہاں کہ ۱۹۰۶ء میں قریب و لاکھ اکٹھ ہزار آدمیوں نے تقاوی پائی۔
 ۱۹۰۶ء میں بالکل قحط سے بچا رہا۔ قحط کے زیادہ اثر ایسے اضلاع میں ہونے سے
 جہاں پر ۱۹۰۶ء میں بمقابلہ اور ضلعوں کے کم اثر تھا۔ شروع میں تقاوی تقسیم کرنا
 بڑی قیمتیں ہوئی تھیں۔ میان کے لوگ فوراً نہیں سمجھ سکے کہ وہ کس طرح پر اپنی مدد
 کر سکتے ہیں۔ یہ وقت کسی طور سے دور ہو گئی اور بعد ازاں لوگوں کا سلوک قابل تعریف
 رہا۔ گذشتہ قحط میں اودھ کے اخراجات ۱۹۰۶ء کے قحط سے بہت زیادہ ہوئی یعنی
 ۱۹۰۶ء میں ۱۰ لاکھ تھا اور ۱۹۰۶ء میں ۴۴ لاکھ۔ جس قدر کہ روپیہ بیج۔ مویشی۔
 اور کنواں۔ اور زمین کی تیاری اور سینچنے اور اور سامان کے لیے دیا گیا تھا۔ اُسکی

متعلق گورنمنٹ آف انڈیا کے ارادے کے انہماک کے لیے آپ ہی کے
ہال کو منتخب کیا۔ اور اعلیٰ اور ادنیٰ امیر اور غریب اور ہر شخص شاہنشاہ کے
قائم مقام کی جب وہ لکھنؤ تشریف لائے تو خیر مقدم کیا۔ اُس وقت کا فوری
جوش ضرور قابلِ تعریف تھا۔

ہم کو بہت خوشی ہے کہ وائسرائے اور کونسل آف انڈیا بیان کے خیر مقدم
سے بہت محفوظ گئے۔ اور ہاتھی کے جلوس نے شہر کے غریب باشندوں کو
اس خوشی میں حصہ لینے کا موقع دیا۔

بے جینی | ہندوستان کے برعظیم میں گذشتہ سال کے واقعات جسکی طرف ہر شخص کے
خیالات متوجہ ہیں۔ اُن کا تعلق ہندوستان کے کچھ حصوں کی داسنی سے ہے
تعلقداروں اور وفادارانِ اودھ اور باشندگانِ اودھ کی وفاداری ظہر من الشمس ہے
ستمبر ۱۹۰۷ء میں برٹش۔ انڈین۔ ایسوسی۔ ایشن نے اپنے ایڈریس میں جو
نیتی تال میں دیا تھا۔ اُس کا ذکر کیا ہے۔ اور یہ شاہنشاہ کے پاس بھی بھیج دیا
گیا تھا۔ جسکو کہ نہر مجبٹی نے قبول کر لیا۔

گذشتہ جولائی میں میں نے تعلقداروں اور عوام لکھنؤ کے سامنے ملکی
حالت کا خاکہ کھینچا تھا۔ اب مجھے ان مسئلوں کو زیادہ طول دینے کی ضرورت نہیں
ہے۔ اور جگہوں پر جو کچھ ہوا ہو۔ لیکن یہاں اسکا کچھ اثر نہیں ہے۔ ایسا ہونا آپ
لوگوں کے لیے قابلِ تعریف ہے۔ اور آپ لوگ مطمئن رہیے کہ گورنمنٹ آپ
لوگوں کے خیالات کی مداح ہے۔

اودھ میں قحط | گذشتہ سال کے قحط میں اودھ کی حالت امسال کے قحط سے

مین اس امر باعث شکایت کے دور کرنے اور اصلاح کے عمل میں لاسے مین
پوری کوشش جو میرے امکان میں ہوگی کروں گا۔

لکھنؤ کے دربار مین ہزار کی تقریر

(۱۸ جنوری ۱۹۰۹ء)

پندرہ مہینہ کا عرصہ ہوا کہ یہ دربار بیان پر مہونے والا تھا۔ لیکن اُس وقت
جو مصیبت اس صوبے پر نازل ہوئی تھی اُس نے اُس کے ملتوی کرنے پر
مجبور کیا۔ اب ہجو امید کرنا چاہیے کہ ہم اس مصیبت سے ہمیشہ کے لیے آزاد
ہو گئے۔ اسی عرصے مین بہت سے ایسے دچپٹا فعات ہوئے جو ہمارے
لیے مفید تھے۔ اور ہر پہلو سے آج کا دن اس دربار کے لیے بہت مبارک ہے
یہی رے اُن تمام اصحاب کی ہے جو دربار مین شریک ہو سکے ہین۔

آج تحیناً ایک ہزار آدمی اس جلسہ مین شریک ہین۔ اس سے قبل
اتنے حاضرین اور کسی جلسہ مین نہیں رہے ہین۔

ہم کو زیادہ خوشی اس بات کی ہے کہ ہم مین ایک کافی تعداد ہندوستانی
فوجی افسران نیشن یافتہ وغیرہم کی ہے۔ مجھے اس بات پر ناز ہے کہ ایک ایسے
مقررہ مجمع کی صدارت کا حق مجھ کو حاصل ہے۔

وینیرلے کی آمد سے اودھ اور اُسکے دارالسلطنت لکھنؤ کے باشندوں

سرفراز ہی ہوئی ہے اور برٹش انڈین۔ ایسوسی۔ ایشن کو اس بات کا خرم حاصل
ہے۔ کہ ہزارکسلنسی نے ۱۹ نومبر کو ملکی رفارم اور بامنی کے دور کرنے کے

گورنمنٹ ہمیشہ اس بات کے لیے تیار ہے کہ ملک ہند کے لوگوں کے جائزہ صلی پورے ہونے میں مدد دے۔ مگر گورنمنٹ کو رعایا کی شکایتوں اور تکلیفوں پر غور کرنے اور اصلاحوں کے جاری کرنے کی ترغیب دینے کے دو طریقے ہیں۔ جن میں سے ایک مناسب دوسرا غیر مناسب طریقہ ہے۔

غیر مناسب طریقہ تو یہ ہے کہ گورنمنٹ کے ہر کام پر اعتراض کیا جائے اور گورنمنٹ کے ہر خیال کے ساتھ برے ارادے منسوب کیے جائیں۔ اور ہر طور پر اس کو بدنام کرنے کی کوشش کی جائے۔

اور اس بات کی کوشش کے لیے کہ لوگوں کو دلوں میں گورنمنٹ کی طرف سے نفرت پیدا ہو۔ کوئی موقع ہاتھ سے نہ دیا جائے۔

یہ کارروائیاں ایسی ہیں۔ جنکی وجہ سے ہر ایسے شخص کی سہرادی جو یہ چاہتا ہے کہ امن و امان اور مال کی حفاظت قائم رہے جانی ترہیگی۔ اور جو لوگ پابندی قانون و قواعد اور قیام امن و امان کے حامی ہیں وہ اصلاح کے مخالفوں کے ساتھ شریک ہو جائیں گے۔

دوسرا اور مناسب طریقہ یہ ہے کہ جو باتیں آپ تکلیفوں کے رفع کرنے یا اصلاحوں کے جاری کیے جانے کی نسبت تجویز کریں۔ انکو آپ گورنمنٹ کے حضور میں شایستہ اور مناسب و معقول الفاظ میں پیش کریں۔

میں وعدہ کر سکتا کہ اس قسم کی عرضداشتوں پر بیان کی گورنمنٹ ہمیشہ غور و توجہ کرے گی۔ اور جب کبھی یہ ثابت ہوگا۔ کہ کوئی امر واقعی قابل شکایت ہیں۔ یا جب کبھی کسی ایسی صلاح کی تجویز پیش کی جائے گی۔ جو کارآمد اور قابل عمل ہو تو

کسی حصہ میں کی جاتی ہے۔ بلکہ بہ نسبت بعض حصوں کے زیادہ پابندی کرتے ہیں آپ سب صاحبوں کو چاہیے۔ کہ آپ حکموں کی تعمیل اور ادب اور تعلیم کے خیالات میں کمی نہ ہونے دین اور آپ میرے اس قول کو یقین کیجیے کہ وہ لوگ جو اپنی جہاں طالب علمی و کم سنی میں اُن معاملات میں دخل دیتے ہیں۔ جن سے اُن کو تعلق نہیں ہے۔ ہرگز قابلِ قدر رعایا نہیں بن سکتے۔

جو لوگ قبل از وقت زمانہ طالب علمی ہی میں ملکی معاملات میں دخل دینے لگتے ہیں۔ اُنکے مزاج میں استقلال و استحکام اور اُنکے اصول میں سختگی ہرگز نہیں پیدا ہوتی۔ آپ صاحبوں میں جو صاحبِ اولاد ہیں اپنے اثر اور اپنے رویہ کی نظیر سے اس امر میں بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ کہ ملک کے نوجوانوں کے دلوں میں لڑائی کے زمانہ میں غلط خیالات نہ جگہ پائیں۔ اور حراب عقیدے پیدا نہ ہوں۔ اور آپ کو چاہیے کہ جہاں تک آپکے امکان میں اپنے اس اثر کو کام میں لائیں اور اپنی یہ نظیر دکھلائیں۔

جیسی جیسی تعلیم کی ترقی ہوتی جائیگی۔ اور اس ترقی کے ساتھ لوگوں کے خیالات میں وسعت پیدا ہوتی جائے گی۔

یہ ضروری امر ہے کہ اس ملک کے لوگوں کے دلوں میں نئی نئی باتیں اور نئی نئی خواہشیں اور جو صلے پیدا ہوں۔

کچھ لوگ ایسے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ گورنمنٹ رعایا میں سے اُن لوگوں کے خلاف ہے۔ جو تعلیم یافتہ ہیں۔ اور ایسی ترقی کو ناپسند کرتی ہے۔ اور جو لوگ ایسا کہتے ہیں وہ آپکو ہرکاتے ہیں۔ اور جان بوجھکر ہرکاتے ہیں۔

مغز سرگروہ انکی کارروائیوں کی تردید لانیہ طور پر کرتے تو بہت نقصان جو آپ کے
 لڑکوں کو پہنچا ہے۔ نہ پہنچ سکتا۔ مجھ سے یہ کہا گیا کہ ان غلط اصول کے مجھے
 نیتجون کا اثر جو کچھ عرصے تک اس مقام کے طالب علموں کو سکھائے گئے تھے۔
 رفتہ رفتہ دور ہو رہا ہے۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ بہت کچھ زیادہ عرصہ گزرنے
 سے پہلے یہ اثر بالکل ہی جاتا رہے گا۔ لیکن ملک ہند کے بعض دوسرے حصوں
 میں آپ ابھی تک دیکھ سکتے ہیں کہ طالب علموں کو اپنے اسکول یا کالج کے استادوں
 کی نافرمانی کرنے اور گورنمنٹ کو بُرا کہنے کی ترغیب دی گئی۔ اس کا اثر طالب علموں پر
 کیسا بڑا پڑا ہے۔ وہ نوجوان جن کو ایسے خیالات کی تعلیم دی گئی ہو۔ ہرگز کسی ملک
 کی قابل قدر رعایا نہیں بن سکتے ہیں۔ کیونکہ ملک کے لیے اگر صنعت و حرفت کی
 ترقی منظور ہے۔ تو سب سے پہلے ضروری بات یہ ہے کہ اس میں امن و امان
 قائم رکھا جائے۔ اور رعایا کے دل میں یہ خیال پیدا کیا جائے۔ کہ وہ ہر طرح سے
 مامون اور محفوظ ہیں۔

آپ سب صاحبوں پر جن کی اولاد نئی نسل کے نوجوان ہیں۔ یہ فرض ہے
 کہ آپ ان باتوں کی جواب دہ رہے ہیں۔ خیر لیں اور جہاں تک آپ کے امکان میں ہو
 ان نقصان رسا خیالات کا تدارک کریں۔

ان ممالک میں باپ اور استاد کا حکم عام طور پر پانا جاتا ہے اور ان کا رعب و
 داب قائم ہے اور لوگ سمجھتے ہیں کہ لڑکوں کو گھر میں اور نیز اسکول میں ادب و قاعدہ
 کے ساتھ رہنا چاہیے۔

273163

اور لوگ اس بات کی ایسی ہی پابندی کرتے ہیں۔ جتنی کہ ملک ہند کے او

ایسی باتوں کو سُنتے رہیں۔ اگرچہ ملک ہند کے بعض حصوں میں شورش و اضطراب پھیلا رہا۔ مگر ان ممالک میں بالکل سکوت رہا۔ اور یہاں کی رعایا کا چلن اور رویہ اچھا رہا۔ میں چاہتا ہوں کہ اس موقع پر ممالک متحدہ کے باشندوں کی وفاداری کی دُور دون۔ اور اُنکے اس اعتماد اور بھروسے کا شکریہ ادا کروں۔ جو اُنھوں نے گورنمنٹ کی نسبت ظاہر کیا۔

مگر اس سال کے شروع شہر الہ آباد میں چند ایسے غیر ذمہ دار شخص ملکی معاملات پر بحث کرنے والے آپہنچے۔ جو ان ممالک سے کوئی تعلق اور غرض نہیں رکھتے تھے۔ اور جن کا مقصد صرف یہی معلوم ہوتا تھا۔ کہ آپ کے شہر کے باشندوں کے دلوں میں گورنمنٹ کی طرف سے مخالفت کے خیالات پیدا کریں مجھ کو ہرگز اس بات کا یقین نہیں کہ الہ آباد کے باشندوں نے اُن کے ساتھ بھی ہمدردی ظاہر کی۔

مگر سوال یہ ہے کہ کتنے شخص اس بات پر مستعد ہوئے کہ علانیہ طور پر اُنکی رائے اور کارروائیوں کی تردید کریں۔ میں خیال کرتا ہوں کہ بہت ہی کم شخصوں نے ایسا کیا۔ تاہم الہ آباد کے طالب علموں کے خیالات کے بگاڑنے اور اُنکے جوش کے بھڑکانے کی کوشش میں جو ذلیل کارروائی اُنھوں نے کی۔ اسکا اثر ایک ایسے شہر کے نوجوانوں پر بہت ہی خراب پڑا۔ جو نہ صرف ان ممالک کا دارالحکومت ہی ہے۔ بلکہ یونیورسٹی کا مقام بھی ہے۔

میرا بیشک یہ خیال بھی ہے کہ اگر وہ لوگ جو ان شخصوں کے طریقوں کو برا سمجھتے ہیں۔ اپنی رایوں کا اظہار کر دیتے اور اگر آپ کی قوم کے چند سنجیدہ اور

ہمیشہ یہی کوشش رہا کرتی ہے کہ رعایا کی حالت پہلے سے بہتر ہو۔ حقیقت تو یہ ہے کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ جس قدر خواہش خود رعایا کے قائم مقاموں میں گورنمنٹ کو ان مقصدوں کے پورا کرنے میں مدد دینے کی اس وقت ظاہر ہوئی ہے اُس سے زیادہ اُن میں یہ خواہش پیدا ہو اور جس قدر اُنکی توجہ عام فائدے کے کاموں میں عملی طور پر شریک ہونے کی اس وقت ظاہر ہوتی ہے۔ اُس سے زیادہ اُنکی توجہ اس طرف ہو مجھے افسوس ہے کہ اس قسمت کے ڈسٹرکٹ بورڈوں کے متعلق جو سب سے پچھلی رپورٹیں آئی ہیں۔ اُن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ممبر لوگ (بورڈ کے جلسوں میں) کم آیا کرتے ہیں اور (بورڈ کے) کام میں اچھی طرح دل نہیں لگاتے اور نہ اسکی طرف زیادہ توجہ کرتے ہیں۔ یہی کیفیت ان ممالک کی گورنمنٹ کے صدر مقام کے ڈسٹرکٹ بورڈ کی بھی ہے۔ مینیسلیپی کے کام میں لوگ زیادہ دل لگاتے ہیں۔ لیکن اس قسم کے کاموں میں بھی زیادہ ترقی کی گنجائش ہے۔ الہ آباد کے کاروبار کے معاملات میں اور بھی زیادہ سرگرمی اور مستعدی ظاہر کرنے کی گنجائش ہے۔ اور اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ ملک کے فائدے کے کاموں کی طرف توجہ کرنے کا ایسا سچا شوق بڑھے جو غیر مناسب قسم کا نہ ہو۔ فی الحال لوگ اس اصول کو اچھی طرح نہیں مانتے ہیں۔ کہ شعار رعایا کا فرض صرف یہی نہیں ہے کہ وہ گورنمنٹ کی مخالفت نہ کریں بلکہ یہ بھی فرض ہے کہ گورنمنٹ کو عملی طور پر مدد دیں۔

جس وقت بلا وجہ گورنمنٹ کو برا کہا جائے یا عمدہ دار بدنام کئے جائیں تو لوگوں کو یہ نہ چاہیے کہ بلا اظہار مخالفت یا محض بے پرواہی کے طور پر خاموشی

اور سٹرکوں اور ایسے کاموں کے لیے جو دیہات کے باشندوں کے فائدے کے
ہیں۔ قریب ۸ لاکھ روپیہ سالانہ اُس قسم سے زیادہ ملنے لگیگا جواباً ان کاموں میں
خرچ کر سکتے ہیں۔ مجھکو امید ہے کہ گورنمنٹ ہند اس تجویز پر پسندیدگی کی نظر سے لحاظ
فرمائیگی۔ اور اگرچہ یہ امید تو نہیں کی جاسکتی کہ وہ تجویز اس سختی اور مصیبت (قحط)
کے وقت میں منظور ہو جائیگی مگر میں توقع کرتا ہوں کہ کچھ عرصہ کے بعد وہ عمل میں آجائیگی
جو تجویز ایکٹ نمبر ۲۱۵۱۷ء کے زیر انتظام قصبوں کے محصولات کے اخراجات میں
تخفیف کے بارہ میں ہے۔ اسکی تکمیل کے متعلق کسی قدر زیادہ کارروائی ہو چکی ہے
اُس مدد کی وجہ سے جو گورنمنٹ نے دی ہے۔ لوکل گورنمنٹ نے یہ قرار دیا ہے
کہ یکم اپریل آئندہ سے وہ پولیس کا خرچ اپنے ذمہ لے لے جسکی تعداد قریب ۲ لاکھ
روپیہ سالانہ کے ہے اور جواب تک ایسے محصول سے ادا ہوتا رہا جو ایکٹ مذکور
کے بموجب وصول کیا جاتا ہے۔ پس تاریخ مذکور سے وہ رقم جواب تک پولیس کی
تنخواہ وغیرہ میں صرف کیجاتی ہے۔ ان قصبوں کی حفظا صحت و صفائی کی اصلاح
میں خرچ کی جاسکیگی جن سے ایکٹ مذکور متعلق ہے۔

میں خیال کرتا ہوں کہ جو طرز عمل گورنمنٹ نے ان چند امور میں اختیار کیا
ہے۔ اور جو کارروائیاں گورنمنٹ نے اس تکلیف و مصیبت (قحط) کے کم کرنے
کی غرض سے جسکا بالفعل ہکا بڑا اندیشہ ہے اور اس تباہی و بربادی کو حتی الامکان
روکنے کے لیے کی ہیں جو پبلک (مطاعون) کی وجہ سے ہوتی ہے۔ وہ سب
اس بات کے ثابت کرنے کے لیے کافی ہیں کہ بہر حال سرکار کو سب امور سے
زیادہ رعایا کے امن اور چین اور سلامتی کا خیال اور لحاظ ہے۔ اور گورنمنٹ کی

کونسل مشورہ) میں مقرر کیے جائیں۔ اور جناب گورنر جنرل بہادر کی ليجسلیٹو کونسل کے اُن ممبروں کی تعداد میں اضافہ کیا جائے۔ جو ان ممالک سے جائیں اور پراونشل ليجسلیٹو کونسل کے ممبران منتخبہ کی تعداد بڑھا کر بجائے ۶ کے ۱۳ کر دی جائے۔ کسی شخص کے لیے یہ کہنے کی گنجائش نہیں ہے کہ ان تحریروں میں حقیقت میں اور سچے دل سے اسکی کوشش نہیں کی گئی ہے کہ ان ممالک کے لوگوں کو ملک کے انتظامی کاموں میں شرکت کا بہ نسبت پہلے کے زیادہ موقع حاصل ہے۔ اس امر کے تذکرے کا بھی یہ مناسب موقع ہے کہ دو طرح سے گورنمنٹ محمولات مقامی کے اخراجات میں ایسے خرچوں کی جائز طور پر تخفیف کر سکتی ہے۔ جو اصول انتظام کے مطابق خود سرکار کے ذمہ ہونا چاہیے۔ میرا مطلب پولیس دیہی اور اُس پولیس کے اخراجات سے ہے جو ایسے قصبوں میں رکھی جاتی ہے، جنکا انتظام ایکٹ نمبر ۲۱۵۶ء کے مطابق ہوتا ہے۔ میں نے گورنمنٹ ہند سے یہ سفارش کی ہے کہ پولیس دیہی کے اخراجات سرکار کو ادا کرنا چاہیے۔ اور جو رقوم بالفعل ڈسٹرکٹ بورڈ اس کام میں خرچ کرتے ہیں۔ وہ مقامی کاموں میں خرچ کرنے کے لیے اُنکو دیے جائیں۔ ممالک متحدہ کے ڈسٹرکٹ بورڈ پولیس دیہی کے قائم رکھنے میں قریب ۳۰ لاکھ روپیہ سالانہ صرف کرتے ہیں۔ مگر بالفعل گورنمنٹ ایک لاکھ روپیہ سالانہ کی کم آمدنی والے بورڈوں کے لیے اس غرض سے دیتی ہے۔ کہ اُنکی آمدنی اخراجات کے لیے کافی ہو جائے۔ پس جو تجویز اس بارہ میں گورنمنٹ ہند کے پاس بھیجی گئی ہے اُسکا یہ نتیجہ ہوگا کہ ممالک کے ڈسٹرکٹ بورڈوں کو کارہائے تعلیم اور حفظ صحت و صفائی

مارنے کی کارروائی میں شریک ہو کر بہت کچھ بد کر سکتے ہیں۔ علاوہ اسکے مسلمانوں میں بعض جاہل لوگوں کی نسبت یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب اُنکے گھروں میں طاعون کی بیماری ہوتی ہے۔ تو وہ گھر چھوڑنے سے انکار کرتے ہیں۔ کیونکہ اُنکا عقیدہ یہ ہے کہ قرآن میں اُنکو ایسی حالت میں گھر چھوڑنے کی ممانعت ہے۔ مجھکو معلوم ہوا ہے کہ یہ خیال غلط ہے۔ لیکن جن لوگوں کا یہ عقیدہ ہے وہ سچے دل سے اُسکو مانتے ہیں۔ اگر علمائے اسلام یہ فتویٰ مشتہر کر دیں۔ کہ اُن لوگوں کا طرز عمل جو مذہبی بنا کی وجہ پر اپنے گھر خالی کر دینا نہیں چاہتے ہیں قرآن کے حکموں کے مطابق نہیں ہے تو اُنکی اس کارروائی سے اُن کے ہم مذہب لوگوں کو اور گورنمنٹ کو بھی مدد ملیگی۔

میں بہت مختصر طور پر ان تجویزوں کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ جو امپیرل یعنی گورنمنٹ ہند اور پراونشیل (یعنی اُن ممالک کی) مشیرانہ کونسلوں کے قائم کرنے اور جناب نواب گورنر جنرل بہادر کی ایجسلیٹو کونسل (یعنی کونسل واضح تین قوانین اور پراونشیل یعنی اُن ممالک کی ایجسلیٹو کونسل) یعنی کونسل واضح تین قوانین کی توسیع کے بارہ میں بالفعل زیر غور و توجہ ہیں۔ جو تجویزین کی گئی ہیں وہ صرف آزمائشی ہیں۔ اور گورنمنٹ لوگوں سے عام طور پر یہ درخواست کرتی ہے کہ وہ آزادانہ طور سے اپنی رائے اُن کے بارے میں ظاہر کریں۔ جو اصلاً جن تجویز کی گئیں ہیں۔ اُن سے مقصود یہ ہے کہ ایک پراونشیل ایڈوائزر ری کونسل یعنی اُن ممالک کی کونسل مشورہ قریب ۲۵ ممبروں کے قائم کی جائے اور اُن ممالک کی طرف سے قائم مقام ممبر امپیرل ایڈوائزر ری (یعنی ملک ہند کی

کہ سرکار اپنی ان کوششوں میں کمی کر دے جو وہ اس وبا کے دور کرنے کے لیے کر رہی ہے۔ یہی ایسا امر ہے۔ جس میں آپ سب صاحبوں کو جو رعایا کے سرگروہ ہیں۔ سرکار کو بہ نسبت اُس مدد کے جواب تک آپ سے ملی ہے زیادہ مدد دے سکتے ہیں۔ یہاں مجھے یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ جو کوشش طاعون کے دور کرنے کے متعلق تدبیروں سے سرکار کر رہی ہے۔ وہ صرف اسی غرض سے ہر رعایا کی جان بچے۔ مگر جاہل لوگ یہاں تک کہتے ہیں کہ یہ انتظامات اس غرض سے کیے جا رہے ہیں کہ رعایا میں طاعون پھیلے اور یہ کہ گورنمنٹ بجائے طاعون کے روکنے کی کوشش کے بہت سے طریقوں سے اُسکو بڑھاتی ہے اس میں کچھ شبہ نہیں ہے کہ بدینیت شخص یہ افواہیں اپنا کام نکالنے کی غرض سے پھیلا کر دیتے ہیں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ ایسا ہو کہ نیک بدینیت اشخاص یہ سمجھنے لگیں کہ یہ انکا فرض ہے کہ وہ بھی ایسی ہی مستعدی سے کام کریں۔ جیسے کہ یہ بدینیت لوگ کرتے ہیں اور یہ کہ انکو ایسے نقصان رسا منصوبوں کے بیکار اور بے اثر کر دینے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں دینا چاہیے۔ علاوہ اسکے بعض چھوٹے چھوٹے ایسے مذہبی توہمات بھی ہیں جنکے دور کرنے میں رعایا کے سرگروہ مدد دے سکتے ہیں۔ جن میں مذہب کے لوگ اور بعض ہندو چوہے مارنا۔ بلکہ دوسروں کو بھی چوہے مارنے دینا برا سمجھتے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ ان دونوں میں کون سا امر بہتر ہے۔ یعنی یہ کہ چھوے مارے جائیں۔ یا یہ کہ آدمی مرے۔ ہندوؤں کے سرگروہ چوہے مارنے کے متعلق اس بیجا وہم کے دور کرنے میں لوگوں کو نصیحت کر کے اور خود چوہوں

عزت دار طبقہ کی عورتوں کے لیے جو سلامتی یا کشیدہ یا زرد دوزی یا ایسی قسم کے اور کام کر کے اپنے خرچہ کی بالکل یا کسی قدر آپ کھیل ہونے کی عادی تھیں اور اچھے خاندان کے مردوں کے لیے جو کسی قسم کا محنت کا کام کرنے کے عادی نہیں تھے اور ایسے بگڑے ہوئے خاندانوں کے لیے جنکی قلیل آمدنی قحط کے زمانہ کی گرانی کی وجہ سے گزر کے لیے کافی نہیں ہوتی تھی۔ گھر پر کرنے کے واسطے مناسب قسم کا کام دیا گیا۔ جس سے ان لوگوں کی خودداری میں کچھ فرق نہیں آیا۔ جیسا کہ معمولی خیرات لینے کی صورت میں آتا۔ کسی طبقہ کے لوگ ان خاموش تکلیف اٹھانے والوں سے زیادہ ترس کے قابل نہیں تھے۔ کیونکہ وہ خیرات ڈھونڈھنے یا قبول کرنے کی بنسبت اس طرح بھوکون مرجانا کہ کسی کو خبر نہ ہونے پائے زیادہ پسند کرتے تھے۔

مجھے یقین ہے کہ ان کل معاملات میں گورنمنٹ ان ممالک کے فیاض طبع اور سخی باشندوں کی مدد اور اعانت پر بھروسہ کر سکتی ہے۔ اور ایسے لوگ بہت ہیں۔ عام طور پر لوگوں کا یہ خیال ہے کہ قحط اور طاعون ساتھ ساتھ نہیں ہوتے ہیں مگر مجھے افسوس ہے کہ یہ خیال صحیح نہیں معلوم ہوتا ہے۔ اتنا تو ضرور ہے کہ ماہ جولائی سے اکتوبر طاعون کی بیماری سے موتیں پچھلے سال کے مطابق کے مہینوں کے کم ہوئی ہیں۔ مگر پچھلے طاعون کے موسم میں بہت زیادہ موتیں دسبرو مسی کے مہینوں کے درمیان ہوئی تھیں۔ اور اس عرصہ میں ڈھائی لاکھ آدمیوں کے قریب طاعون سے فوت ہونے کی اطلاع ملی تھی۔ اگر اسکا احتمال بھی ہوتا کہ قحط کی وجہ سے طاعون جاتا رہے گا۔ یا کم ہو جائیگا۔ تو بھی یہ کافی وجہ اسکی نہیں ہے۔

یہ تنظیم کیا ہے کہ جس شخص کو امداد کی ضرورت ہو۔ اُس کو امداد دینے سے انکار نہ کیا جائے۔ لیکن عام رعایا کی نفع کی غرض سے جس سے سرکاری آمدنی وصول ہوتی ہے۔ گورنمنٹ کا یہ فرض ہے کہ امداد لوگوں کو صرف اُس حد تک نہ بچائے جس قدر سخت ضرورت ہو۔ اس اصول کے مطابق امداد تقسیم کرنے سے ضرور بہت سے ایسے طریقے مدد دینے کے باقی رہ جاتے ہیں جو وہ لوگ کام میں لاسکتے ہیں جو اپنے طور پر خیرات کرنا اور غریبوں کو فائدہ پہونچانا چاہتے ہوں۔ زمیندار اپنی اسیامیوں کو تقاوی دے سکتے ہیں۔ اور ان لوگوں کے ساتھ جو قرضدار ہوں نرمی اور رعایت کر سکتے ہیں۔ علاوہ اسکے زمیندار اس طرح مدد کر سکتے ہیں کہ گائون مین چاہات بنائیں۔ یا اور کام کر لیں۔ اور اگر یہ معلوم ہو کہ چارہ اتنا منگنا ہو گیا، کہ کاشتکار لوگ خریدنے کا مقدور نہیں رکھتے ہیں۔ تو زمیندار لوگ کاشتکاروں کو چارہ خریدنے میں مدد دے سکتے ہیں۔ تاکہ اُن کے سبب سے اچھے مویشی بچ جائیں۔ ایسے سب لوگ جو خوشحال ہیں ایسے محتاجوں کی جو کام نہیں کر سکتے ہیں غلہ اور نقد دیکر اور پہننے کے کپڑے اور کسبل دیکر مدد کر سکتے ہیں۔ غیر سرکاری کمیٹیوں کو گورنمنٹ کی امداد قحط کی کارروائی میں اس طرح مدد دے سکتی ہیں کہ محتاج خانوں کی نگرانی کریں۔ اور محتاج خانوں کو کھانا اور کپڑا بائیں اور اسکا تنظیم کیا کریں۔ کہ اُن کے حلقوں کے لوگوں کو ضرور امداد پہونچ جایا کرے۔ جن تک خاص گورنمنٹ کی طرف سے براہ راست امداد پہونچنا مشکل ہے۔ بین خاص طور سے یہاں پر ان قسموں کا ذکر کرتا ہوں۔ جنکا حال اُس زرو لیوشن میں جو سرائٹونی مکڈنل صاحب نے ۱۹۰۶ء کے قحط کے بعد جاری کیا تھا۔ الفاظ ذیل میں بیان کیا گیا ہے۔

قحط مقرر کیا ہے۔ انتظام قحط کے اصول فہم کوڈ (مجموعہ ضوابط قحط سالی) میں درج ہیں۔ جو ایک بڑی کتاب ہے۔ اور یہ نہایت ضروری ہے کہ سب جگہ یکسان کارروائی کرنے کی غرض سے ایک حاکم ہو۔ تاکہ اسکا اطمینان رہے۔ کہ ہر حصہ ملک میں جہاں قحط ہوا امداد ایک ہی اصول پر دی جائے۔ لفٹنٹ گورنر کے لیے یہ بات ناممکن ہے۔ کہ اُن بہت سے دوسرے فرائض کے علاوہ جو اس عہدے کی وجہ سے اُنکو انجام دینا ہوتے ہیں۔ قحط کی کارروائی کی نسبت ہمارے کی ایسی پوری نگرانی کر سکیں۔ جس سے یہ اطمینان ہو جائے کہ ہر جگہ کی کارروائی بالکل یکسان ہے۔ ایسے مکشرف قحط کے تقرر سے جنکی مستعدی اور پستی مشہور ہے اور جنکو قحط کے کام کا بڑا تجربہ ہے۔ یہ نتیجہ ہوگا کہ اس بات کا اطمینان ہو جائیگا۔ کہ ان ممالک کے ہر حصے میں ایک ہی اصول کے مطابق امداد دی جاتی ہے۔ یہ مکشرف قحط خاص لفٹنٹ گورنر کی ماتحتی میں کام کریں گے۔ اور مکشرف قحط کے تقرر سے انتظام قحط کے ہر کام کی بابت لفٹنٹ گورنر کی ذمہ داری اور توجہ میں کسی طرح کمی نہ ہوگی۔ قحط زدہ لوگوں کے ساتھ اپنی ہمدردی اور اُن لوگوں کو جو قحط زدہ لوگوں کو مدد دے رہے ہیں۔ بہت دلانے کی غرض سے میں ہمیشہ جب ہو سکیگا اُن مقامات میں جایا کروں گا۔ جہاں قحط ہوگا۔

اب میں اس مدد کی نسبت کچھ کہنا چاہتا ہوں جو عموماً ان ممالک کے لوگ اور خصوصاً زمیندار گورنمنٹ کو اس کی اس کوشش میں کہ رعایا کی تکلیف دور کی جائے دیکھتے ہیں۔ سرکاری امداد کا اصول یہ ہے کہ اس میں صرف یہ قید ہوگی۔ کہ رعایا کو جس قدر ضرورت ہو۔ اتنی ہی مدد دی جائے۔ اگرچہ گورنمنٹ نے

کہ انھیں جانوروں کے بچانے کی کوشش کریں۔ جو زیادہ اچھے اور زیادہ کا رآمد ہوں۔ یہ تو ابتدائی تدبیریں ہیں اور گورنمنٹ ایسی ہر قسم کی شروع کی کارروائیاں بھی کر رہی ہے۔ جو اس امر کا اطمینان کرنے کے لیے ضروری ہیں۔ کہ جب غلط شروع ہو جائے تو محتاج خانے کھول دیے جائیں اور ان لوگوں کے لیے جو محنت کر سکتے ہوں (قطعی تکلیف کی) آزمائش کے کام بہم پہنچائے جائیں۔ اور ان لوگوں کو جو کام کرنے کے قابل نہوں۔ انکو گھر پر مفت امداد دی جائے۔ ابھی تک سولے اس ضلع کی تحصیل میجا اور ضلع باندہ کے کسی اور جگہ یہ ضرورت نہیں ہوئی ہے۔ کہ آزمائش کے کام جاری کیے جائیں۔ چند ضلعوں میں محتاج خانے کھل چکے ہیں۔ اسکا اندیشہ ہے کہ کل قیمت لکھنؤ اور کل قیمت فیض آباد میں اور اس قیمت کے زیادہ حصہ میں اور قیمتاے اگرہر سلیکٹڈ کے بڑے حصوں کے بعد ایکچہ دیر کے بعد امداد قطعی کی کارروائی کی ضرورت ہوگی۔ ان مالک یورب کے ضلعوں کی حالت کیسے قدر زیادہ اچھی ہے۔ قیمت بنارس اور قیمت گورکھپور میں غالباً قطعی تکلیف عام طور سے نہ ہوگی۔ اگرچہ ان قیمتوں کے بعض میں کچھ امداد کی ضرورت ہو سکتی ہے۔ پہاڑی قطعوں کی بلند زمین پر فصل اچھی ہوئی ہے۔ لیکن نشیبی زمین پر خراب ہوئی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پہاڑی علاقے کے پاس روپیہ کی کمی نہیں ہے۔ اور پہلے بھی پہاڑ کے لوگ آزمائش کے کاموں پر نہیں آئے۔ لیکن پہاڑی مقاموں میں غلے کی کمی ایسی نہیں ہے جو باعث تشویش ہو۔ مگر یہ اطمینان کرنے کے لیے کہ وہاں اور غلہ پہنچ جائے کارروائی کرنے کی ضرورت ہوگی۔ میں نے کمبل صاحب سی۔ آئی۔ اے۔ کی کوٹن

جسین وہ پڑے ہیں۔ اُنھوں نے رعایا کو بہت ہی فائدہ پہنچایا ہے۔ مجھ کو یقین ہے کہ ان عہدہ داروں کے کام کی قدر رعایا نے بھی ویسی ہی کی ہے جیسی گورنمنٹ نے کی ہے۔ اُس مصیبت کے شروع زمانے میں جواب ہمارے سامنے موجود ہے گورنمنٹ کے عہدہ داروں کے کانوں میں جانے سے کانوں کے لوگوں کو اُس ہمدردی اور توجہ کا حال ظاہر ہو گیا ہے۔ جو گورنمنٹ اُنکی خیر و عافیت کے متعلق رکھتی ہے۔ اس کارروائی سے رعایا کو بہت ملگنی ہو۔ اور چونکہ بالفعل لوگوں کے واسطے بہت سا کام کرنے کے لیے ہو گیا۔ اس وجہ سے گورنمنٹ کو بھی موقع ہے کہ وہ بغیر گھبراسٹا وراثت کے اور تدبیریں کرے۔ اُس تعاوی کے علاوہ جسکامین نے ابھی ذکر کیا۔ صیغہ افیون نے بڑی رفتین فصل افیون کے لیے تقسیم کی ہیں اور کورٹ آف وارڈس اور خاص خاص تعلقداروں اور زمینداروں نے بھی کسانوں کو بہت روپیہ بطور تعاوی یا دوسری کارروائی جو کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ مالگنداری آراضی کا ایک حصہ ملتوی کر دیا ہے۔ ابھی اسکا آخری طور پر فیصلہ نہیں ہوا ہے کہ ٹھیک کس قدر رقم ملتوی کی جائیگی۔ لیکن جتنی رقم ملتوی یا معاف کر دینے کی تجویز ہے۔ وہ قریب ایک کروڑہ الاکھ روپیہ کے ہوگی۔ تیسری کارروائی یہ ہے کہ گورنمنٹ نے جنگلوں میں گھاس کے گٹھے بندھوا کر اُن مقاموں کو فروخت کے واسطے بھیجا ہے جہاں چارہ سب سے زیادہ کمیاب ہے اور یہ بھی انتظام کیا ہے کہ سرکاری جنگلوں میں بوشی چرنے کی اجازت دی جائے۔ ایسے زمانے میں جیسا اس وقت ہے کل مویشیوں کو بچالینا ممکن نہیں ہے اور یہ بہتر ہوگا کہ کسان یہ سمجھ لیں کہ اُنکے لیے یہ مفید ہوگا

کوشش کریں گے۔

جس وقت یہ بات معلوم ہوئی کہ ضلع جالندھر میں سرکار نے یہ تجویز کیا کہ رعایا کو بہت زیادہ روپیہ بطور تقاوی اس غرض سے دیا جائے کہ بیج خریدا جائے اور کھیت تیار کیے جائیں اور کچے کھیتوں کی آبپاشی کرنے کے لیے بنائے جائیں۔ اور بہت زیادہ مالگذاڑی آراضی کی ملتوی کی جائے۔ جس کی وجہ سے اسامیون کا لگان بھی ملتوی ہوگا۔ گورنمنٹ ہند نے ان ممالک کی گورنمنٹ کو ایک کروڑ ۴۸ لاکھ روپیہ کی بڑی رقم اس غرض سے سپرد کی ہے کہ رعایا کو تقاوی دی جائے۔ یہ رقم اس طریقہ سے تقسیم کی گئی ہے کہ جو زمینیں الگ الگ شخص کو دی جاتی ہیں۔ انکی ذمہ داری کانٹوں والوں پر مشترک طور پر رہتی ہے۔ ان تمام ممالک میں کل عہدہ داران ضلع یعنی کلکٹر اور جوائنٹ مجسٹریٹس سسٹنٹ کلکٹر اور جوائنٹ کلکٹر اور تحصیلوں کے کل عہدہ دار ایک زمین سے زیادہ عرصہ سے تقاوی اور جوائنٹ کلکٹر اور تحصیلوں کے کام میں مصروف ہیں۔ میں اس موقع پر علی الاعلان حکام ضلع تقسیم کرنے کے کام میں مصروف ہیں۔ میں اس موقع پر علی الاعلان حکام ضلع اور ضلع کے دیگر یوروپین و ہندوستانی عہدہ داروں سے اس تقاوی کو تقسیم اور رقوم التواء ہوں۔ کہ جس کوشش اور محنت سے وہ اس تقاوی کو تقسیم اور رقوم التواء مالگذاڑی کی تشخیص میں بدل و جان مصروف رہے ہیں۔ اسکی گورنمنٹ بہت قدر کرتی ہے۔ ماہ اکتوبر میں ڈیرون میں رہنے سے کبھی اچھی طرح آرام نہیں ملتا ہے۔ اور اس سال تو سخت گرمی ہونے کی وجہ سے دورہ کرنا اور بھی باعث تکلیف ہوا ہوگا۔ ان ممالک کے عہدہ داران ضلع اسکا یقین رکھیں کہ اس تکلیف سے جو انھوں نے اٹھائی ہے اور تندرستی میں خلل ہونے کے اس خطرے سے

یہ تو موجودہ زمانہ کا افسوسناک پہلو ہے مگر برعکس اسکے چند آثار ہمت و لائینوں نے بھی ہیں۔ یعنی رعایا نے ایسے صبر و ہمت اور استقلال سے کام لیا ہے۔ کہ ہر شخص کی زبان سے بسیاختہ تعریف نکلتی ہے۔ انھوں نے اپنی ہمت اس امید پر قائم رکھی ہے کہ بارش ہوگی اور انھوں نے یہ مصمم ارادہ کر لیا ہے کہ آئندہ فصل سے جس قدر زیادہ پیداوار حاصل کرنا ممکن ہوگا۔ وہ اس کے حاصل کرنے کے لیے کوئی دقیقہ کو شش کا اٹھانہ رکھیں گے۔ چاہے جہاں جائے۔ آپ یہ دیکھیں گے کہ سب گائون والے کھیتی کے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ آبپاشی کے چند روزہ فریے بہت زیادہ بڑھانے جائیں گے۔ اور اگر جاڑے میں بارش مناسب وقت پر ہوئی۔ تو ہم امید کرتے ہیں کہ جو بیج بویا جائیگا اس سے واقعی عمدہ فصل حاصل ہوگی۔ گو اسکا افسوس ہے کہ کاشت کار قبہ بہت کم ہوگا۔ اب تک یہ خبر کمین سے نہیں آئی کہ لوگ کمزور اور دُبلے ہو گئے ہیں۔ یا بڑے بڑے شہروں میں بھیک مانگنے والے معمولی تعداد سے زیادہ جمع ہو گئے ہیں۔ یا لوگ پریشان اور بے ٹھکانے ادھر ادھر پھیلے ہیں۔ سب کی آخر کی رپورٹوں سے معلوم ہوتا ہے کہ رعایا کی صحت اور تندرستی کی حالت معمول سے سید قدر بہتر ہے۔ بالفعل مزدور مزدوری زیادہ پاتے ہیں۔ اور انکو کام بہت ملتا ہے۔ سب باتوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس گرانی کی مصیبت کو لوگ ایسے صبر اور استقلال کے ساتھ برداشت کر لیں گے جو قابلِ تحسین ہوگا۔ گورنمنٹ کو اس سخت تکلیف کے زمانے میں رعایا کے ساتھ بہت ہی ہمدردی ہے اور خود گورنمنٹ کے ہر صیغہ کے عمدہ داروں کا یہ مصمم ارادہ ہے کہ جہاں تک ان کے اختیار میں ہے وہ دل و جان سے اس تکلیف کے کم کرنے میں

خراب ہے۔ اوکھ کی پیداوار اُس سے بھی کم ہوگی۔ کہ جسکی دو مہینے پہلے بطور معقول امید کیجاتی تھی۔ یہ امر کہ اوکھ کی پیداوار کس قدر ہوگی اُس وقت تک ٹھیک طور پر معلوم نہیں ہو سکتا ہے۔ جب تک سال آئندہ کے شروع میں اوکھ کے پرنے کا وقت نہ آئے۔ بعض ضلعوں میں چارہ ابھی سے کمیاب اور بہت گران ہے۔ اور یہ اندیشہ ہے کہ ہر جگہ ایسا ہی کمیاب اور گران ہو جائیگا پس عام طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ فصل ضائع ہوگئی اور یہ امر قابلِ تعجب نہیں ہے اسوجہ سے کہ غلہ کا ذخیرہ کم ہے۔ ان ممالک میں ہر جگہ نرخ گران کی شرح تک پہنچ گیا۔ بلکہ اُس سے بھی بڑھ گیا۔ ممالک پنجاب۔ بنگال اور برہما سے غلہ ان ممالک میں لایا گیا ہے۔ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ممالک پنجاب سے غلہ آنا بہر حال بالفعل رک گیا ہے۔ لیکن ہماری مشکلیں صرف اسی امر کے متعلق نہیں ہیں کہ فصل خریف میں کمی ہے۔ بارش کے جلد موقوف ہو جانے اور ستمبر و اکتوبر و نون مہینوں کے زیادہ تر حصوں میں پچھوا ہوا کے زیادہ چلنے کا یہ نتیجہ ہوا ہے کہ زمین کی لمبی معمول سے بہت کم ہوگئی ہے۔ اُس آراضی کے بہت بڑے حصے میں جہاں آبپاشی نہیں ہوتی ہے۔ یہ امید نہیں کی جاسکتی ہے کہ بیج اگ سکیگا۔ اور اسکا احتمال ہے کہ جس رقبہ میں فصل ریع بونی جاتی ہے وہ بہت کم ہوگا۔ اسکا اور بھی افسوس ہے کہ جن دریاؤں کا پانی ان ممالک کی نہروں میں آتا ہے۔ ان میں سے بعض دریاؤں میں اس سال پانی معمول سے کم ہے۔ اس لیے جس قدر رقبہ ملک کا اس سال سے نہر سے سیرجھا جاسکیگا۔ وہ شاید اس رقبہ سے کم ہوگا۔ جسکی آبپاشی گران کی کچھلے زمانوں میں ہوئی تھی۔

جیسے ماہ ستمبر کے دن بغیر بارش کے گزرتے گئے۔ اُس قدر ہماری پریشانی بڑھتی گئی۔ لیکن رعایا کو اُس وقت تک بھی برابر یہ امید بندھی رہی۔ کہ بارش ہوگی۔ جب ستمبر کا مہینہ ختم ہو گیا۔ اور اُس وقت تک بھی ہماری امید و نین ناکامی رہی۔ تو یہ ضرور ہوا کہ خشک سالی کے اثر سے محفوظ رہنے کے لیے احتیاط کی کارروائیاں کی جائیں۔ لیکن اُس وقت بھی ہماری یہ امید بالکل جاتی نہ رہی تھی کہ وقت پر بارش ہو جائے۔ سب سے حالت سنبھل جائیگی۔ ستمبر تو بغیر بارش کے گزرا ہی تھا۔ اُس کے بعد اکتوبر میں بھی بارش نہ ہوئی اور اب وہ وقت گزر چکا۔ جب بارش سے خریف کے اجناس کو فائدہ پہنچ سکتا۔ بلکہ اب تو بہت سا حصہ ان اجناس کا کھیتوں میں موجود بھی نہیں ہے۔ اس لیے اب ہم یہ تخمینہ کر سکتے ہیں کہ اس فصل کی پیداوار میں کس قدر کمی ہوئی۔ اگہنی کے دھان کی جسکی کاشت قریب قریب ۵۰ لاکھ ایکڑ آراضی پر تھی۔ اُسکی پیداوار بہت کم ہوئی۔ اور پچھنتی کا دھان جسکی کاشت کا رقبہ ۵۰ لاکھ ایکڑ سے زیادہ ہے۔ سولے اُس حصے کے جس کی آبپاشی ہوتی ہے۔ اور جو کل رقبہ کا صرف آٹھواں حصہ ہے بالکل جاتا رہا۔ چند ضلع میں مکا۔ جوار۔ اور باجرے کی پیداوار جو غریب لوگوں کے کھانے کے خاص غلے ہیں۔ اور جنکی مجموعی کاشت قریب قریب ۱۰ لاکھ ایکڑ زمین پر ہوتی ہے۔ اوسط درجے کی ہوئی ہے۔ رقبہ زیر کاشت کے زیادہ حصہ میں اُنکی پیداوار معمولی پیداوار کے ۲۵ فیصدی سے زیادہ نہ ہوگی۔ بلکہ بہت سے رقبوں میں اس سے بھی کم ہوگی۔ یہ عام حالات غلہ کی فصلوں کے ہیں۔ بڑے تجارتی اجناس پیاس کی جنس اُن مہامات میں جہاں آبپاشی نہیں ہوتی ہو کس قدر

لیے ملتوی کر دیا گیا۔

ان دنوں میں صرف ایک امر ایسا ہے جسکے خیال و اندیشہ سے اس ملک کے سب لوگوں کا یکساں طور پر بلا کا ظا اس امر کے کہ وہ سرکاری ملازم ہیں یا نہیں۔ امیر ہیں یا غریب۔ دل بھرا ہوا ہے۔ یعنی اندیشہ قحط۔ برسات کے موسم کی بارش جو اخیر ماہ جون سے شروع ہو کر کم سے کم شروع ماہ ستمبر تک رہا کرتی ہے۔ سال حال میں ان ممالک کے زیادہ رقبے میں ۲۰ جولائی تک شروع نہیں ہوئی اور اس پر بھی ۶ ہفتے سے کم میں بند ہو گئی۔ جو کوشش و سرگرمی زراعت پیشہ لوگوں نے کاشتکاری کے کام میں اس وقت ظاہر کی جب ایک مہینہ تک بارش کے سخت انتظار کے بعد آخر کار آسمان کے دروازے کھلے اور منہ پر سنا شروع ہوا۔ وہ نہایت تعریف و تحسین کے قابل تھی۔ ان لوگوں نے برابر ایسی سخت محنت و جانفشانی کی کہ فصل خریف ایک مہینہ کے عرصے میں قریب قریب اس قدر رقبہ میں بوئی گئی۔ جس میں معمولی حالت میں دو مہینوں میں ہوتی۔ اس سبب سے اگست کے اخیر تک ہمو کو بوجہ معقول یہ امید ہوئی کہ باوجود اس تاخیر کے جو بارش شروع ہونے میں ہوئی۔ فصل خریف کی پیداوار کی مقدار معمولی ہوگی۔ اور نیز یہ امید ہوئی کہ غالباً معمول سے کسی قدر زیادہ رقبہ میں فصل ربیع کے اجناس بوسے جاسکیں گے۔ اگرچہ فصل ربیع میں بارش بہت کثرت سے جاری رہی۔ جس سے گیہوں اور بٹے بٹے اجناس کی فصل کو توجہ اس وقت کٹی نہ تھی بہت نقصان پہونچا۔ مگر اولہ کی کاشت معمولی سے بہت زیادہ رقبہ میں ہو سکی۔ اور ماہ اگست کے اخیر میں ہر طرح یہ امید ہوئی کہ اس رقبہ میں پیداوار معمول سے بھی بہت زیادہ ہوگی جیسے

کام بھی انجام پاسکتے ہیں۔ یہ بات نہایت مناسب ہے کہ میں اُس کارروائی کو جو رعیت کی مصیبت کی سختی کم کرنے کی غرض سے گورنمنٹ نے کی ہے یا کرنا چاہتی ہے۔ جب قدر زیادہ اعلان کے ساتھ ممکن ہو بیان کر سکوں۔ اُن درباریوں میں جو آج اس ہال میں جمع ہیں۔ قریب قریب سب بڑے زمیندار اپنی قسمت کے موجود ہیں۔ اس قسمت کے رقبہ کا ایک حصہ اُن قطعات میں داخل ہے جنہیں سب سے زیادہ قحط کی تکلیف کا احتمال ہے۔ مجھے فرض ہے کہ آپ سب صاحبوں میں اُن سب کو جو زمیندار ہیں وہ باتیں اچھی طرح سمجھا دوں اور ظاہر کر دوں۔ جو اس سختی اور مصیبت کے وقت میں آپ کے اسامیوں کے متعلق آپ پر لازم اور فرض ہیں اور میں اسکا بھی انتظام کروں گا۔ کہ جو کچھ آپ کے فرائض کی نسبت میں آج اس ہال میں بیان کر رہا ہوں۔ وہ ان ممالک کی اور قسموں کے درباریوں اور بڑے زمینداروں میں بھی شایع ہو جائے۔ اسکے سوا علاوہ اُن باتوں کے جو گورنمنٹ کا حاکم اعلیٰ آپ سے اُس کارروائی کی نسبت جسکا سرانجام سرکار پر لازم ہے۔ اور خود آپ کے فرائض کی نسبت کہہ سکتا ہے۔ اس سے بھی بہت بڑا نفع ہوگا۔ کہ آپ سب کو آپس میں ملکر ان مختلف تدبیروں اور کارروائیوں کی نسبت جو آپ کر سکتے ہیں گفتگو کرنے کے موقع ملین گے۔ ان وجوہ سے مجھکو اس امر کے قرار دینے میں کہ یہ دربار ملتوی نہ کیا جائے کچھ تامل نہ ہوا۔ مگر جس تاریخ میں لکھنؤ میں دربار کرنے کا ارادہ تھا۔ وہ ایسا وقت ہوگا جبکہ انسانی قیاس و قرینے کے لحاظ سے غالباً ہماری وقتیں و پریشانیان بہ نسبت اس وقت کے زیادہ سخت اور طبرھی ہوئی ہوں گی۔ اس سبب سے وہاں کا دربار اور سال کے

ہر درباری کو ضرور دربارین شریک ہونے کا معقول موقع ملنا چاہیے۔ علاوہ اسکے
 یہ بھی نہایت قرین مصلحت ہے کہ ان ممالک کا اعلیٰ حاکم وقتاً فوقتاً مختلف قسمیوں کے
 درباریوں سے اس طرح ملاقات کرتا ہے جس طرح کہ آج آپ صاحبوں سے ملاقات
 کر رہا ہوں۔ دربار عام کی وجہ سے حاکم اعلیٰ کی ملاقات ایسے لوگوں سے ہو جاتی ہے
 جن سے ملنے کا شاید اور موقعوں پر اتفاق نہ ہوتا۔ اور حاکم اعلیٰ کو یہ معلوم ہو جاتا ہے۔
 کہ کون کون سے عام معاملات کی طرف قسمت کی رعایا کو زیادہ توجہ اور خیال ہے۔ دربار
 سے یہ بھی ایک بہت بڑا نفع ہوتا ہے۔ کہ حاکم اعلیٰ مجمع عام میں ایسے امور میں بیان
 کر سکتا ہے۔ جو وہ گورنمنٹ کے عام طریقہ عمل یا اسکے منشاء اور ارادوں کی نسبت
 ظاہر کرنا چاہتا ہو۔ بعض دستوں نے مجھ سے اپنی رائے ظاہر کی کہ اگرچہ دربار قدیم کے
 دستور کو پھر جاری کرنا مناسب ہے۔ تاہم یہ وقت موجودہ اس کے آغاز کے لیے
 مناسب نہیں ہے۔ میری رائے میں یہ دلیل آسانی سے رد کی جاسکتی ہے۔ مین
 شک نہیں کہ مصیبت کے آثار ہمارے ملک میں ظاہر ہو رہے ہیں۔ اور سب کو ایسی
 آفت کا سامنا ہے جسکی وجہ سے گورنمنٹ اور اسکے عمدہ داروں کو اپنی ساری قوتیں
 اور قابلیتیں کام میں لانے کی ضرورت ہوگی اور ان ممالک کی کل رعایا کو نہایت
 درجہ صبر اور استقلال ظاہر کرنا ہوگا۔ یہ بھی صحیح ہے کہ ایسا وقت رسمی تقریبوں کے
 لیے موزوں نہیں ہے۔ مگر میرے خیال میں دربار کی تقریب سے صرف رسمی
 تکلف یا زرق برق پوشاک کی نمائش مقصود نہیں ہوتی ہے اور صرف یہ مقصود
 نہیں ہوتا ہے کہ محسن خدمات کے صلے میں اعزاز و انعامات عطا کیے جائیں۔
 بلکہ ایسی ملاقاتیں جو آج آئیے اور میرے باہم ہو رہی ہے اور زیادہ ضروری



الہ آباد کے دربار میں ہزار کی تقریر



۱۲ نومبر ۱۹۰۷ء میو ہال الہ آباد میں دربار عام میں ہزار نے یہ تقریر فرمائی تھی

اے راجگان و دیگر درباریان قسمت الہ آباد۔
میرا یہ قصد ہے کہ ان ممالک کی قسمت کے درباریوں سے باری باری سے
کچھ عرصہ کے بعد دربار میں ملاقات کروں۔ چنانچہ اسی ارادے کے مطابق آپ
سب صاحبوں کو آج اس ہال میں اپنی ملاقات کے لیے جمع کیا ہے۔ ان ممالک
کی قسمتوں میں دربار کرنے کا دستور از سر نو قائم کرنا کئی وجوہ سے مناسب و درجین مصلحت
معلوم ہوتا ہے۔ گورنمنٹ ہر ضلع کے مغزین کی فہرست تیار رکھتی ہے جو دربار میں
شریک ہو سکنے کی عزت رکھتے ہیں۔ پس یہ موقع سی بات معلوم ہوتی ہے کہ وہ اس
اعزاز کے لیے منتخب کیے جائیں۔ مگر ان کو اس سے مستفید ہونے کا موقع نہ دیا جائے۔

مجھے امید ہے کہ آپ لوگ اثر ڈالیں گے۔ کہ ان حصص کی دیہاتی آبادی ان کے فائدہ رساں نتائج سے واقف ہو۔



نیو نیسیل بورڈ لکھنؤ کے ایڈریس کا جواب

یکم فروری ۱۹۰۷ء کی صبح کو بجکر ۴ منٹ پر سر جان یرسکاٹ ہیوٹ صاحب بہادر داخل لکھنؤ ہوئے۔ جہاں تعلقہ داران و دھور و سار و باشندگان تہر لکھنؤ نے ایک استقبال کیا۔ ہزارنجب اسپتال ٹرین سے برآمد ہوئے میٹروپولیٹن کمشنر نے استقبال کیا۔ میٹروپولیٹن سکاٹ اور دوسرے یورپین فسرین کو میٹ کیا۔ اور تعلقہ داران و دھور و سار سے ملے سنٹرل ہال میں جب تشریف لائے تو نیو نیسیل بورڈ ایڈریس میں ہوا۔ جس کے جواب میں ہزار نے فرمایا

صاحبو!

میں آپ کے شہر میں اپنی اول آمد کے موقع پر آپ کے اس مہربانی آمیز خیر مقدم کے ایڈریس اور اپنی تقرری لفٹننٹ گورنری صوبجات ہذا پر مبارکباد کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ شہر جس کے فوائد کے محافظ ہونے کا آپ لوگوں کو اعزاز حاصل ہے وہ اپنے تاریخی حال اور اپنے گرد کے لوازم سے قدرتی خوبصورتی میں تمام ہندوستان کے شہروں میں دوسرے درجہ پر ہے۔ میں خوش ہوں گا۔ اگر میرے دوران حکومت میں مجھ کو اس کا موقع ملے کہ میں آپ کی کسی ایسی اسکیم میں مدد دیکھوں۔ جس پر پورا غور کر چکے ہوں! و جس سے آپ باشندگان شہر کے آرام و عام صحت کی ترقی اور مادی خوشحالی بڑھ کر اور پاکب صلاحات عمل میں لا کر اہل شہر کی حالت بہتر بنا سکتے ہوں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مجھے امید ہے کہ میں اکثر لکھنؤ آیا کروں گا۔ اور اکثر موقع ملیں گے کہ میں آپ سے اپنے مراسم بڑھاؤں۔

اور میں کوشش کروں گا کہ اس میں اضافہ ہو گو میں کسی قسم کا وعدہ نہیں کر سکتا۔
مجھے اُن مصیبتوں میں آپ کے ساتھ ہمدردی ہے جو طاعون کے پھیلنے سے پیدا
ہوئی ہیں۔ اور مجھے افسوس ہے کہ ہنوز موجود ہیں۔ مگر میں آپ کی اس تحریک سے اتفاق
نہیں کرتا۔ کہ چند چھوٹے قصبوں میں میونسپلٹیوں قائم کر دی جائیں کہ ان سے آپ کے
ضلع میں طاعون کا پھیلنا بند ہوگا۔ اور نہ میں عام وجوہ پر اس تحریک کے موافق ہوں
کہ چھوٹی میونسپلٹیوں کی تعداد بڑھ جائے۔

مگر صاف جوا! ایک ذریعہ ہے جس سے آپ لوگ دیہاتی آبادی میں بہت کچھ کاروائی
کر سکتے ہیں۔ کہ طاعون آپ کے ضلع پر حملہ نہ کرے۔ وہ یہ ہے کہ بطور حفظ ماتقدم ٹیکے کا
رواج بڑھایا جائے۔ یہ طریقہ حفاظت بہت قیمتی ہے۔ اور اس کا ان صوبجات میں
کافی امتحان نہیں ہوا ہے۔ آپ لوگوں نے مثل اور لوگوں کے یہ سنا ہوگا کہ ٹیکہ لگانے
کا عرق بلا کافی احتیاط کے ایک جگہ پر نکل گیا تھا۔ مگر اب کافی احتیاط کر لی گئی ہے کہ
کسی قسم کی آلودگی نہ پیدا ہو۔ اور اس عرق کی تیاری کا بمبئی کی لیپورٹری میں خود معائنہ
کر کے اور اُن کیمیائی سامانوں کو دیکھ کر جن سے یہ بالکل ناممکن ہو گیا ہے کہ اُن شیشیوں
سے جنہیں تقسیم ہوتا ہے کافی مقدار سے زائد نکل سکے۔ میں آپ کو یقین دلا سکتا ہوں کہ ہر
شخص بلا خطرہ اپنے جسم میں ٹیکہ لگا سکتا ہے۔ اور یہ اطمینان کر سکتا ہے کہ ٹیکے سے اور
کوئی بیماری پیدا نہ ہوگی۔ ٹیکے سے بیشک مستقل طور پر حفاظت نہیں ہوتی۔ مگر اس میں
شک نہیں ہے کہ جہاں پر طاعون پھیلنے والا ہو تو ٹیکہ لگانے والے لوگ مزید تڑاسکے
اثر سے بچے رہتے ہیں پس ایسے مقام پر جہاں طاعون پھیل گیا ہو ممکن ہے کہ انسان
فوراً ٹیکہ لگا کر اپنی حفاظت کر سکے۔

بعد میں اپنے گرد بہت سے تغیرات کے نشانات پاتا ہوں۔ یہ تمام باتیں ظاہر کر رہی ہیں۔ کہ ملک میں جا بجا آمد و رفت بڑھتی جاتی ہے۔ اور باشندوں کی حالت میں ترقی ہوئی ہے۔ یہ ارادہ آپ کا قابل تعریف ہے کہ جیسے جیسے آپ کی مالی حالت عمدہ ہوتی جائے۔ آپ کے حوصلے بڑھتے جائیں۔ اور اپنے ضلع کی دستکاریوں کے فروغ دینے میں مدد کریں۔ اس کے متعلق جو کچھ کوشش آپ کریں گے اُس سے بھگدوں کی ہمدردی ہوگی۔ اپنے ایڈریس میں خاصکر شکر گزاری کا ذکر کیا ہے۔ کوئی شخص مجھ سے بڑھکر خوش نہ ہوگا۔ کہ ایک زمانہ ایسا آجائے کہ غیر ملک سے ایک ٹن شکر بھی اس ملک میں نہ آئے۔ غیر محتاط اور غیر پیشاری کی کاشت اور مال ضایع کرنے والے طریقہ ہائے ساخت کی وجہ سے مقامی شکر غیر ملکی شکر سے مقابلہ نہیں کر سکتی ہے۔ محکمہ زراعت اس وقت خاص تدابیر کر رہا ہے۔ کہ ان عیوب کو دور کرے۔ مجھے کلکتہ انڈسٹریل نمائش گاہ میں مشہور دنیا کی ترقی یافتہ کل تیاری شکر کے ملاحظہ کا موقع ملا۔ بہت کم سرمایہ اور کم علم انجنیری کی اسکے لیے ضرورت ہے کہ اعلیٰ درجے کی شکر طیار کجائے جو غیر ملکی شکر سے بازار و زمین بازی لیجائے۔ اسکا انتظام مشکل نہیں ہے۔ کہ معمولی صنعتی تعلیم آپ کے سکولوں میں لیجائے۔ میں دیکھتا ہوں کہ آپ شکر کیت کرتے ہیں کہ آپ کے ضلع میں پختہ سڑکیں نہیں ہیں۔ ان صوبیات کے اکثر اضلاع کے مقابلہ میں ضرور آپ کا ضلع سڑکوں کے لحاظ سے پیچھے ہے اور اُن سالانہ سے جب میں اول بار اس ضلع سے واقف ہوا۔ اس طرف ہر قدر ترقی نہیں ہوئی جس قدر میں چاہتا ہوں کہ ہو۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ اس زمانہ میں ایک پختہ سڑک دھام پورا وڑ پٹھور کے درمیان تعمیر ہوئی ہے اور یہ کہ سڑکوں کی مرمت کے لیے گزشتہ دو سال میں رقم بڑھ گئی ہے۔ میں قبول کرتا ہوں کہ اس ضلع کی رقم امداد ہنوز کم ہے

بڑھ کر کوئی وفادار اور عقیدت مند رعایا، ملک معظم نہیں ہے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں ان خاص حالات صوبہ کو ذہن نشین کیے ہوئے ہوں۔ جن سے آپ کا تعلق ہے اور میں آپ کے مرتبہ کو جیثیت امرا و مالکان آراضی ہمیشہ قائم رکھنا چاہتا ہوں۔ جس طرح میرے پیشرو اصحاب کی کوشش رہی ہے میری بھی برابر یہ کوشش رہیگی کہ آپ کے موجودہ حقوق اور اختیارات کی تائید کروں۔ مجھے خوشی ہے کہ میں نے اپنے موجودہ عہدہ کا چارج ایسے وقت لیا۔ جب صوبجات متحدہ خوشحالی کی حالت میں ہیں۔ اور میں آپ کے ساتھ اس عا میں شریک ہوتا ہوں۔ کہ سالہائے آئندہ میں زیادہ خوشحالی ہو اور مادی ترقی کا دور برابر بڑھتا جائے۔



زمینداران ضلع بجنور کے خیر مقدم کا جواب

نواب لفظٹ گورنر صاحب بہادر کی خدمت میں بمقام بجنور انجن زمینداران کی جانب سے

ایڈریس خیر مقدم پیش ہوا۔ جس کے جواب میں ہزار نے ارشاد فرمایا۔

صاحبو!۔

میں آپ کے مہربانی آمیز خیر مقدم اور آپ کے عہدہ خیالات کی نسبت شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میں یہ محسوس کر کے خوش ہوں کہ آپ میں بہت اصحاب کی رگوں نہیں اُن لوگوں کا خون ہے جنہوں نے عہدہ کے فدر میں برٹش حکومت کی عظمت کے لیے جنگ کی۔ اور آج ملک معظم کے ساتھ وفاداری کا جوش آپ میں ویسا ہی موجود ہے جو آپ کے بزرگوں میں تھا۔ آپ کے ضلع کے صدر مقام میں اپنی ملازمت کے دوران میں دو مرتبہ آیا ہوں اور ۲۲ سال کے زمانہ کے

ان صوبجات کا لفٹنٹ گورنر ہو کر آگرہ آؤں گا۔ مگر میری دلچسپی اس شہر کے ساتھ کبھی کم نہیں ہوئی۔ مجھے اس شہر کے اسپتالوں اور تعلیمی درسگاہوں کی تعداد میں اضافہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی، جنگی ترقی میں نیو سیپلٹی کو مسٹر آر تھراجرس صاحب سے جو ہندوستان میں میرے سب سے قدیم دوست ہیں۔ خاص مدد حاصل ہوئی۔ فری گنج کے قائم کرنے کے اغراض سے مجھے پوری ہمدردی ہے۔ گو میں اس وقت تیار نہیں ہوں کہ کوئی خاص وعدہ مالی مدد دینے کا کروں مگر میں یقین دلاتا ہوں کہ ہر ایک بچہ جو آپ لوگ شہر کی بھلائی کے لیے سوچیں گے۔ اسپر میں ہوشیاری اور ہمدردی سے غور کروں گا۔ اور ان تمام تجاویز میں مدد وون کا جو میرے پیشرو لفٹنٹ گورنروں نے شہر کی بھلائی کے لیے سوچی تھیں۔ مجھے امید ہے کہ میں اکثر آگرہ آؤں گا۔



تعلقداران اودھ کے خیر مقدم کا جواب

تعلقداران اودھ مجمع آگرہ نے ہزار لفٹنٹ گورنر صاحب بہادر کی خدمت میں ایڈریس آگرہ میں، جنوری ۱۹۰۱ء کو حضور کے کیمپ میں پیش کیا۔ سر جان ہیوٹ بالقاب نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا۔

تعلقداران اودھ!

میں اس ایڈریس خیر مقدم کے لیے جو آپ نے پڑھ کر مجھے سنایا ہے آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور جواب میں ایڈریس ہی کی تقلید اس کے ختصار اور اس کی ولی صداقت کے بارے میں کروں گا۔ مجھے یقین ہے کہ تعلقداران اودھ سے

آپ نے باہم اتحاد پیدا کیا ہے نہایت اچھے ہیں اور ایسے ہیں جن سے گورنمنٹ کا ہر ایک قائم مقام ہمدردی ظاہر کر سکتا ہے۔ میں خوش ہوں کہ آپ لوگ کیسا سہری و امداد کے لیے جو سترجیس لاٹوش نے اپنے زمانہ حکومت میں ظاہر کی ہے ممنون ہیں اور میں آپ کو یقین دلا سکتا ہوں کہ میں کوشش کروں گا کہ اس معاملے میں میں بھی اُنکے قدم بقدم چلوں۔ بہت سے لوگ ہیں جو خیال کرتے ہیں کہ زمینداروں کے طبقے نے اپنا اثر ملک سے کھو دیا ہے۔ مگر میری یہ رائے نہیں ہے۔ برعکس اسکے میرا خیال ہے کہ جہاں کہیں اسکا رجحان پایا جائے کہ اُس گروہ کا اثر کم ہو رہا ہے جسکے آپ قائم مقام ہیں۔ تو یہ گورنمنٹ کے لیے مناسب ہے کہ وہ اس اثر کے قائم رکھنے میں مدد دے اور جو کچھ اُسکے امکان میں ہو کوشش کرے کہ آپ لوگ جو کہ سلطنت کے ساتھ عقیدت مندانه وفاداری کا جوش رکھتے ہیں اپنے مرتبہ کا تحفظ کر سکیں اور اس غرض سے کام کریں کہ گورنمنٹ اور رعایا کے درمیان اعتبار اور عہدہ برتاؤ قائم رہے



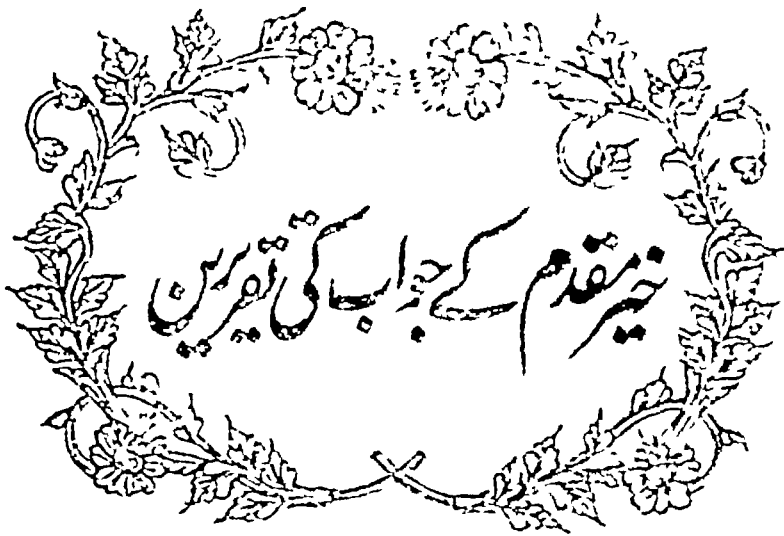
میونسپلٹی اگرہ کے خیر مقدم کا جواب

ممبران میونسپل بورڈ!۔

جس گرجوشتی کے ساتھ اپنے میرا استقبال کیا۔ میں اُسکے لیے تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ موجودہ حیثیت میں مجھ کو اگرہ آنے میں ایک خاص سہرت ہے۔ مجھ کو وہ قابل یاد کیشنبہ بخوبی یاد ہے۔ جب ۲۹ برس ہوئے میں اگرہ میں پہلے پہل آیا تھا اور وہیں ملازمت سرکاری میں کام شروع کیا۔ اور چار سال تک قیام کیا تھا۔ اُس وقت مجھ کو یہ خیال بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ میں ایک روز ان

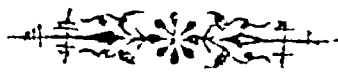
امرا آپکے لیے باعث مبارکباد ہے کہ آپکو ایک ایسا شخص عمدہ لفظنٹ گورنری کے واسطے ملا ہے۔ جس نے اس صوبہ میں اپنی ملازمت کا آغاز کیا ہے۔ مجھے بھی یہ امر بہت کچھ باعث خوشی ہے کہ میں اپنی ملازمت کو اختتام پر پہنچانے کے اسی صوبہ میں آیا۔ جس میں میں نے ملازمت کا آغاز کیا تھا۔ بیشک صوبجات متحدہ تجارتی اور حرفتی ترقی میں کسی قدر پیچھے ہیں اور انہیں وہ معدنی سامان موجود نہیں ہیں جو ان سے زیادہ خوش قسمت صوبجات میں ہیں۔ مگر زراعتی پیداوار کے خیال سے وہ بڑا درجہ رکھتے ہیں۔

جب تک ان صوبجات کی گورنمنٹ میرے ہاتھ میں رہیگی۔ میرا یہ خاص فرض ہوگا کہ زراعتی پیداوار کی ترقی میں ہر ایک ذریعہ سے جو میری طاقت میں ہو، دونوں اور آسانی پیدا کروں کہ حرفتی اشیا کے پھیلنے میں ان سے پوری امداد حاصل ہو۔ مسئلہ کہ کہاں تک یہ ممکن ہے کہ آپکی پُرانی دستکاریوں میں نئی جان پیدا کی جائے۔ ایک ایسا مسئلہ ہے جس پر گورنمنٹ ہند کا صیغہ تجارت اور حرفت متوجہ ہے۔ اور میں آپکو یقین دلا سکتا ہوں کہ میرے نئے فرائض کی انجام دہی کے صیغہ میں میری دلچسپی اس کام سے کم نہوگی۔ مجھے امید ہے کہ گورنمنٹ وہ ذرائع ہم پہنچا سکے گی جس سے دیسی حرفتوں کو مدد مل سکے۔ میرا یہ قوی یقین ہے کہ موجودہ طریقہ اور بہترین کلون کے استعمال سے یہ ممکن ہے کہ ہندوستان وہ منزلت دنیا کی انڈسٹریل پارلیمینٹ میں حاصل کر سکے جس کا وہ مستحق ہے۔ مجھے تھوڑا ہی وقت ملا ہے کہ میں آپکی کتاب دستورِ عمل انجمن پر نگاہ ڈال سکوں جو میرے سامنے پیش ہے۔ لیکن میں نے اس قدر کافی دیکھ لیا ہے کہ اغراض جن سے

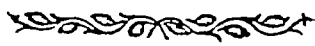


خیر مقدم کے جواب کی تقریر

زمیندارانِ صوبہ متحدہ آگرہ و اودھ کے ایڈریس کا جواب



یکم جنوری ۱۹۰۷ء کو جب حضور سر جان ہپیوٹ نے حضور
 جیمس لاٹوس سے ٹینشن الہ آباد پر چارج لیا۔ انکی خدمت میں زمینداران
 صوبہ آگرہ کی جانب سے ایڈریس خیر مقدم پیش ہوا۔ جس میں زمینداروں نے
 سر جیمس لاٹوس صاحب کی ہمدردانہ حکومت اور ان صوبجات کی تجارتی
 اور حرفتی میدان میں بھیجے گئے کامز کو ذکر کیا۔ ایڈریس کے جواب میں
 سر جان ہپیوٹ صاحب ہمارے ارشاد فرمایا ۛ



صاحبو!۔ میں آپ کا دل سے شکریہ آپکے ایڈریس خیر مقدم اور اس
 مبارکباد کے لیے ادا کرتا ہوں۔ جو آپ نے مجھ کو ان صوبجات کی ٹنٹنٹ گورنری قبول
 کرتے وقت دی۔ اور میں آپ کو یقین دلا سکتا ہوں کہ اگر جیسا آپ نے بیان کیا ہے۔ یہ

بہادر کا یہ احسان کم نہیں کہ ارشادات ہنر آئین کی تالیف سے ہم کو
فائدہ اٹھانے کا موقع دیا۔

جناب قاضی فراست حسین رئیس ووائس چیرمین آنری
سکرٹری گورکھپور ہائی اسکول کا شکریہ اس لیے فرض ہے کہ موصوف نے
کافی مالی امداد سے اعانت فرمائی۔

خادم
حکیم برہم مالک اخبار مشرق گورکھپور



شکر

یہ احسان فراموشی ہوگی کہ جن اصحاب سے ہم کو اس تالیف میں مدد ملی ہے ان کا شکریہ ادا کیے بغیر ہم ناظرین سے استدعا کریں کہ آپ اب اصل کتاب کا ورق الٹ دین اور ملاحظہ فرمائیں کہ اس کتاب میں کیسے کیسے خوشنما اور دل آویز اور دلکش اور تابناک جواہر رنیے ہیں۔ جناب مسٹر جے۔ پوپ۔ سمسن۔ صاحب بہادر کلکٹر و مجسٹریٹ کے ہم شکر گزار ہیں۔ جنھوں نے ہماری رائے سے اتفاق فرما کر ہماری حوصلہ افزائی فرمائی۔

پٹر آنر سرجان پرسکاٹ ہیڈوٹ باقالبہ کا شکریہ اس واسطے واجب ہے کہ مدد و ح نے ہماری استدعا کو منظور فرما کر اظہار مسرت فرمایا۔ جناب مولوی قمر احمد صاحب۔ بی۔ اے۔ (علیگ) کے ہم مثنوی ہیں۔ جنھوں نے باوجود کم فرصتی کے ترجمے میں بہت بڑی مدد دی۔

جناب خان بہادر مولوی قاضی سید عزیز الدین احمد صاحب

ایک ضروری عرض

اس تالیف سے یہ مقصود نہیں ہے کہ ہمارے مطبع کی تعریف ہو اور ہم کو بہت بڑا نفع پہونچے۔ یہ ضمنی باتیں ہیں۔ یہ تالیف جس اہتمام سے چھپوائی گئی ہے۔ اس کا صلہ ہم عام و خاص طبقوں سے صرف اتنا چاہتے ہیں کہ سب ملکر نہ ان کی تقریروں کی اشاعت میں کوشش کریں۔ یہ تقریریں اس قابل ہیں کہ مکتبوں اور مدرسوں میں اس کا انتخاب پڑھایا جا۔ یہ تقریریں اس قابل ہیں کہ طلباء کو انعامی کتب میں عطا کی جائیں۔ یہ تقریریں اس قابل ہیں کہ ہر لائبریری۔ ہر کتب خانے اور ہر میز پر ایک جلد موجود ہو۔ اس لیے کہ ان تقریروں میں ہمارے ملک اور ہمارے صوبے کے اکثر ضروریات اور تنظیمات پر صلاحی تنقیدیں موجود ہیں۔ ان تقریریں میں پولیٹیکل معاملات میں جو غلط فہمیاں ہوتی ہیں وہ دکھلائی گئی ہیں۔ ان تقریروں میں ثابت کیا گیا ہے کہ ملک کی ترقی کس طرح ممکن ہے۔ پس ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ ان تقریروں کی ایک جلد اس شخص کے پاس ضرور ہونی چاہیے جو اردو پڑھ سکتا ہے۔

اس خیال سے دیا ہے کہ سرجان کے حُسنِ تنظیم اور حُسنِ سلیقہ اور حُسنِ تدبیر اور اعلیٰ وسعتِ معلومات اور تجربہ کار و دانشمندانہ اَلو العزمی اس بات کی ضمانت کرتے ہیں کہ ایسے جلیل القدر عظیم الشان دربار کا اہتمام سرجان کے ہاتھ میں دیا جائے۔

اس وقت تک سرجان نے جس خاموشی اور جس متانت اور جس تدبیر سے اہتمام فرمایا ہے اُسکو دیکھ کر یہ توقع ہوتی ہے کہ سرجان اس اہم کام میں بازی لیا جائیں گے۔ اور دنیا میں ایک اَلو العزم حکمران کی فہرست میں جب آپکا نام درج ہوگا تو اُسکے ساتھ ہی ایک بڑے مدبر و منتظم کی حیثیت سے بھی آپکا نام نامی صفحہ تاریخ پر باقی رہ جائیگا۔ ہم کو امید ہے کہ ہزار اربھی ایک مدت تک ہندوستان میں رہیں گے۔ اور کیا عجب ہے کہ وہ ہندوستان ہی میں لارڈ دنا دیے جائیں۔

جس کے سننے کے لیے ہمارے صوبے کا ہر فرد بشر اور جہان جہان ہزار ہر سر حکومت ہے وہاں کے باشندوں کے کان دربار تا چوشتی کی طرف لگے ہوئے ہیں۔



صفائی اور ہم رسانی ضروریات کا جو اہتمام کیا گیا تھا اس سے سرجان کی وقت نظر اور حسن تدبیر کا راز کھلتا ہے۔

تمام صوبے کی بہت بڑی آبادی نے اس نمائش کی سیر کر لی۔ اور دیکھ لیا کہ دنیا ترقی کی راہ میں کتنی دوڑ دھوپ کر رہی ہے اور اہل ہند برطانیہ عظمیٰ کی حکومت میں کہاں تک بیدار ہوئے ہیں۔ غرض کہ نمائش اپنی اصلی صورت اور صحیح حالت میں ایک بے نظیر نمائش تھی۔ جس پر سرجان جس قدر ناز فرمائیں بجا ہے۔

دوسرا اہم اور بہت زیادہ مہتمم بالشان کام اعلیٰ حضرت شہنشاہ عالم جارج پنجم کے دربار تاجپوشی کا انتظام تھا۔ ہمیشہ یہ انتظام گورنمنٹ آف انڈیا کے زیر اہتمام ہوتا تھا۔ اس کے پہلے جو دو دربار ہوئے تھے۔ گو اپنی حالت اور اپنی نوعیت میں وہ دونوں بھی بے نظیر دربار تھے مگر ۱۹۰۶ء کا دربار تاجپوشی کوئی معمولی دربار نہیں کہا جاسکتا۔ اس لیے کہ اعلیٰ حضرت نے نفس نفیس تشریف فرما ہون گے اور دنیا کے بڑے بڑے درباروں کے ہنر آئے ہیں، یہ دربار اپنا طنطنہ اور اپنا دبہ قائم کر دیگا۔

تحقیقات جنگی کے لیے اس دربار کا اہتمام سرجان کے ہاتھوں میں

چلا رہا ہے۔ اور ہر لمحہ ہر ساعت ہماری ان امیدوں میں ایک خوشنما چمک پیدا ہو جاتی ہے کہ اب ہم منزل مقصود کے قریب ہیں۔



ہزارنر کے دو اہم کام

ہزارنر کے ان کارناموں کے بیان کے بعد آگے آباد کی نمائش کا بھی ذکر ضرور ہے۔

ہندوستان کوئی مثال اس عظیم الشان نمائش کی نہیں پیش کر سکتا جو دسمبر ۱۹۵۷ء سے فروری ۱۹۵۸ء تک قائم رہی۔ ممالک غیر کی نمائشوں کے مقابلے میں تو ہم اس نمائش کو نہیں پیش کر سکتے۔ مگر ہم بلا خوف و تردید کہتے ہیں کہ ہندوستان میں کوئی نمائش آگے آباد کی نمائش سی نہیں ہوئی۔

نمائش کے ہر شعبے اور ہر صنف کے ذکر سے کتاب کا حجم بڑھ گیا۔ صرف اس قدر کہنا کافی ہے کہ دنیا کی ہر چھوٹی بڑی صنعت و حرفت وزارت اور فنون لطیفہ کے ناظر روزگار اشیاء موجود تھے۔ اور حسن انتظام اور سلیقے کی تعریف تو بہت دشوار ہے۔ اتنے بڑے مجمع میں

ثابت کرنے کا دیا گیا اور کارروائی مقدمہ میں پورا پورا انصاف کیا گیا۔
 خوش قسمتی سے اُس صوبہ میں بجز اسکے کہ چند مقامات پر لوگوں کو بھڑکانے
 کی کوشش کی گئی۔ لیکن سر جان ہیوٹ کی زبردست گورنمنٹ نے قبل از وقت
 اُس کا سد باب کر دیا۔ کیونکہ ظلم سے نہیں۔ روسی تدابیر سے نہیں۔ بلکہ
 تالیفِ قلوب سے۔ لوگوں کی محبتی سے۔ اور عوام کی وفاداری سے۔
 گورنمنٹ نے اکثر صوبوں میں انگریزوں کو نسل بھی بنادی ہے۔ اور گو کہ اس
 صوبہ میں بھی نہیں ہے۔ لیکن یہاں کے رعایا دوست و بہادر حکمرانوں
 سے امید ہے کہ یہ توقع خالی نہ جائے گی
 اس وقت ملک پل پل اور گھنٹے گھنٹے ترقی کر رہا ہے۔ ایک چھوٹا
 دود و قومی تعلیم گاہوں کی منظوری کی درخواستیں ملک معظم قیصر شاہ کے پیش
 نگاہ ہیں۔ اُدھر ابتدائی تعلیم کا مسئلہ آئرلینڈ میں مسٹر گوکھلے کا بل کی صورت میں
 کونسل میں زیر بحث ہے۔ اُدھر صنعتی اور حرفتی ترقیوں میں قوم اور ملک کو
 خاص دلچسپی ہو رہی ہے۔ شورش پسند چین نفوس بھی اب اپنے خیالات
 کو درست کر کے ایک خاص اصول پر آ رہے ہیں۔ زمانہ زرین ہمارے
 آگے ہے۔ اور ہر وقت ہمیں بہبود اور ترقی کا خیال بڑھائے لیے

یہ ہے کہ باشندگان ملک کو حکومت و حفاظت خود اختیار کے لائق بنا کر تہذیبِ مانہ کے موافق حکومت کیجائے۔

لیکن افسوس اور سخت افسوس ہے کہ حریمِ آزادی کے متوالوں نے بجائے غور و خوض کے فوری جوش سے بہت کام لیا۔ اور حریت اور آزادی کے مبارک نام کو اپنی زبان اور وحشیانہ کارروائیوں سے ایک بدنام دھبہ لگا دیا۔

انکی خلاف تہذیب اور وحشیانہ حرکتوں کو روکنے کے لیے جیسا کہ ہر مذہب سلطنت کا فرض ہونا چاہیے سلطنتِ انگلشیہ نے بھی کوشش کی اور اسی عدل و انصاف اور رحمتی سے اسکا سد باب کیا جس کی نظیر تاریخِ عالم میں مشکل ہے۔ ابھی تھوڑے دن کا واقعہ ہے کہ شہنشاہِ جاپان کے مارٹولنے کی کوشش کی گئی تھی جس پر کتنے آدمی بگینا ہلکا کسی ثبوت و صفائی کے محض شبہ پر پھانسی پا گئے۔ خدا نخواستہ اگر ایسا کوئی واقعہ ہندوستان میں ہوتا تو تمام دنیا میں اک شور مچ جاتا۔ اور انگریزوں کا نام بُری طرح لیا جاتا۔ مگر عادل گورنمنٹ نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ ہر بڑے سے بڑے اور چھوٹے سے چھوٹے مقدمہ میں ملزم کو پورا موقع اپنی بر

کر لے۔ اسی نے ماہی بنی اور گریہا لڈی سے سلطنت و مکی دوبارہ بنی
ڈلوئی۔ اور اسی نے بقول انگلستان کے مشہور مقلن ہالینڈ کے نہم کے
اصول بادشاہت کو راسو اور والنٹیر کے ہاتھوں میں حریت و آزادی کا
زبردست آلہ دیا۔ جس کا سب سے بڑا ثبوت سلطنت فرانس ہے۔ اور موجود
زمانے میں اسی خیال نے نوجوان ترکوں کے ہاتھوں سلطان عبد الحمید خان
کو تخت سے اتروایا۔ اور اسی خیال نے ایک بہت اور خوفناک صورت اختیار
کر کے انارکسٹ اور نہلسٹ کی بنیاد ڈالی۔

پھر ہندوستان یا ہندوستانی بھی ان خیالات سے کیونکر معرہ ہو سکتے
ہیں۔ اپنی بھی اپنے بنی نوع کی طرح ویسا ہی اثر پذیر پاجا ہے تھا اور ویسا ہی پرا
یعنی جیسی جیسی زمانہ اور زمانے کے ساتھ تعلیم میں ترقی ہوتی گئی۔ حریت و
آزادی کا خیال لوگوں میں جوش مارنے لگا اور رفتہ رفتہ کانگریس اور کانفرنس
اور لیگ کے پٹال سے اسکی صدائیں صلائے عام نکلنے لگیں لیکن اگر
یہ خیال ایک جائز حد اور خاص دائرے کے اندر ترقی کرتا تو بہت مفید ہوتا۔
کیونکہ جس قوم کے ہاتھ میں اسوقت ہندوستان کی عنان حکومت ہے وہ
اول ہی اول یہ وعدہ کر چکی تھی کہ ہماری خواہش حکومت کی نہیں ہے بلکہ

اور اُسکے بدلے تجارت پیشہ اشخاص و زراعت پیشہ اصحاب پر ٹیکس لگانے کی رائے ہے۔ ہزاروں کی تقریر دربار بنارس ۱۹۰۹ء دیکھنے سے اُسکی تفصیلی بحث اور پورے فوائد معلوم ہوں گے اور یہ چلیگا کہ سر جان ہیوٹ لوکل سلف گورنمنٹ کے صلی حامی ہیں۔



ملکی بچپنی

اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ کہ انسان مدنی لطیف اور ترقی کا خیال لیے ہوئے پیدا ہوا ہے جیسا جیسا زمانہ ترقی کرتا جائیگا۔ انسان میں باخوت اور ہمدردی کا مادہ بڑھتا جائیگا۔ اور یہ مادہ خود مختار اور آزاد مگر اُسی کے ساتھ ہی بہت زیادہ دوسرے کا ہمدرد اور ملکہ کام کرنے والا بناتا رہیگا۔ اور غلامی مٹاتا اور باخوت بڑھاتا رہیگا۔ اور ساری مخلوق کو (خدا کا کنبہ) بنا دیگا۔ جیسا جیسا انسان علم میں فضل میں۔ تہذیب۔ آداب میں۔ طرز معاشرت میں ترقی کرتا ہے۔ ویسے ہی اُسکا یہ خیال کہ آزاد اور خود مختار ہے۔ ترقی کرتا جاتا ہے۔ اسی خیال نے جولیس برونٹس سے یار و فادار کے ہاتھ سے جولیس کی گردن کٹوائی۔ اسی نے جون ڈارک فرنیسیسی لڑکی سے کارہائے نمایاں

لوکل سلف گورنمنٹ

ہندوستان میں اس کا خیال انگریزی تعلیم اور حکومت کی بدولت پیدا ہوا۔ اور جیسی جیسی اسپین ترقیان ہوتی گئیں۔ یہ خیال بھی اہم صورت اختیار کرتا گیا۔ یہاں تک کہ لارڈ رین سابق وائسرائے ہند نے جنکایہ ملک ہمیشہ زیر بار احسان و ممنون رہے گا۔ حکومت خود اختیاری کا پہلا ڈول ملک میں ڈالا۔ اور مینوپل اور وڈسٹرکٹ بورڈوں کی ابتدا ہوئی۔ وقتاً فوقتاً یہ کوشش بڑھتی گئی۔ کہ مینوپل وڈسٹرکٹ بورڈ کو زیادہ اختیارات دیے جائیں۔ اور ان کے اخراجات ضلع کے غیر سرکاری محاصل وغیرہ سے نکالے جائیں۔ چنانچہ اب تک اسی تجویز پر عمل رہا ہے۔

ہزار ہر جان ہیوٹ نے اپنے زمانہ حکومت میں ان بورڈوں کو زیادہ اختیارات دینے کی کوشش کی۔ ابتدائی تعلیم۔ دیہاتی تعلیم۔ سڑک۔ موسیقی خانہ۔ حفظانِ صحت۔ شفا خانہ وغیرہ ان کے تعلق رہا۔ فی زمانہ یہ خیال بہت وسیع ہوتا گیا۔ کہ محصول جنگی تجارتی اصول سے منصرت سان ہے چنانچہ ہزار نے ایک کمیشن برسرِ گردگی مٹرجے ہوپ سمنس مجسٹریٹ و کلکٹر گورکھپور تحقیقات جنگی کے لیے متعین کیا۔ جسکی تحریک پر غالباً جنگی اٹھادیجاگی

کیے جائیں۔ اور امید ہے کہ اس سے خاطر خواہ نتائج مترتب ہوں گے۔



سرک

ہزاروں کے زمانہ حکومت میں پختہ اور خام سڑکوں کی خاص ترقی ہوئی اور ہزاروں کی ہمیشہ اور ہر دربار میں یہ کوشش رہی کہ ڈسٹرکٹ بورڈوں کو ہمیشہ سڑکوں کی طرف متوجہ فرمائیں۔ اس معاملہ میں جیسا کہ میرٹھ اور گورکھپور اور تبارک کی درباری تقریروں سے ظاہر ہوگا۔ ہزاروں کی یہ رائے ہے کہ صوبے کے ہر خاص مقام سے دوسرے مقام تک سڑکوں کا سلسلہ ہے۔ اور ڈسٹرکٹ بورڈوں کی مالی حالت اجازت دے تو وہ بھی ہلکی ہلکی چھوٹی چھوٹی پٹری کی ریلین اپنے حدود میں قائم کریں۔ جیسا کہ صوبہ بدراس کے چند ڈسٹرکٹ بورڈوں نے کیا ہے۔ یہیں کامل امید ہے کہ ہزاروں کی اس مفید اور منفعت بخش تجویز سے ہر ڈسٹرکٹ بورڈ خصوصاً قسمت میرٹھ کا ڈسٹرکٹ بورڈ ضرور فائدہ اٹھائیگا۔ اور دوسرے ڈسٹرکٹ بورڈ بھی اپنی آمدنی کا خیال کر کے ادھر متوجہ ہوں گے۔



اور زراعت ہمیشہ اصحاب کو خوشحال رکھنے کی کوشش کی جائے تاکہ ملک میں ایک نمایاں حیثیت قائم رہے۔ اسی وجہ سے ہزار نے زمینداران صوبہ آگرہ کو ہدایت کی کہ وہ اپنی انجمنیں مثل انیگلو انڈین ایسوسی ایشن تعلقہ داران اودھ کے قائم کریں۔ اور ایسا قانون بنانے کی درخواست کریں کہ انکی جائداد کی حفاظت ہو سکے۔ آپکے زمانہ حکومت میں نہ صرف اسناد و قحط کے لیے کمیشن بیٹھے۔ بلکہ اپنے اسکی کوشش کی۔ کہ ملک میں آب سانی کے وسائل میں ترقی ہو سکے۔ اور موشیوں کی خاص نگرانی کی جائے۔ اس واسطے زمانہ سابق کی نسبت بیل۔ گائے۔ گران اور کمزور ہو چلے ہیں۔ ہزار نے میرٹھ والی تقریر سے ظاہر ہو گا کہ کس طرح زمینداروں کو اسکی ہدایت کی ہے کہ موشیوں کے لیے چارہ کا معقول انتظام کیا جائے۔ اور چراگا ہوں کو آراغی میں نہ شامل کریں۔

اسی غرض کے لیے ہزار نے ایک کانفرنس بھی زیر صدارت آئرلینڈ سٹریبل میمبر بورڈ لکھنؤ میں منعقد کی۔ تاکہ اسکے متعلق مشورے

بخند چنانچہ اسی اصول پر ایک ریاستہائے صوبہ آگرہ یا س ہونے کے لیے مسودہ پیش کیا گیا ہے اور اگر اس میں جائز و نا اور لکھنؤ کی حق تلفی نہ ہوئی۔ اور اگر انکا مقول انتظام کیا گیا تو یہ قانون مفید ہو سکتا ہے۔

اور چونکہ ہزار کو منظور ہے کہ اس صوبہ میں حقیقی ترقیان ہوں۔ اس لیے
ہزار نے ہر ممکن کوشش سے ایک طبی کالج کی لکھنؤ میں بنیاد ڈالی۔ اور
انجینئرنگ کالج لڑکیوں میں ترقی کی کوشش کی جسکے لیے ہر طرح یہ صوبہ ہزار
کا ممنون رہے گا۔



صنعت و حرفت و زراعت

ان صوبوں میں صنعت و حرفت و زراعت کے لیے ہزار سر جان
پرسکات ہیوٹ نے خاص کوششیں کیں ہیں۔ جسکے احسان کی تلافی انسانی
قوت سے باہر ہے۔ آپنے نہ صرف مختلف صنعتی مدر سے ان صوبوں کے
مختلف مقامات پر قائم کئے۔ بلکہ الہ آباد صنعتی و زراعتی نمائش کے ذریعہ سے
ملک کو صنعت و زراعت کی طرف رغبت دلائی۔ اور امید ہوتی ہے کہ آگے
چلکر خاص صنعتی ترقی ملک میں ہوگی۔ اور جسکی وجہ سے سر جان ہیوٹ اور
سالہ ۱۹ء کی نمائش ہمیشہ یادگار زمانہ رہے گی۔

زراعت پیشہ اصحاب کے ہزار خاص طور سے معاون ہیں اور ہر طرح
ہزار کی یہ کوشش ہے کہ ملک کی زبردست تجارت برباد ہو نیسے بچانی کجا

مستعدی سے ہزار نکا ہاتھ بٹایا۔ اور گواب بھی پوری طرح اسکول لیونگ کی تعلیم سے عوام کی وحشت کم نہیں ہوئی ہے۔ لیکن پوری طرح امید ہے کہ جب ہر گورنمنٹ اسکول میں جو ضلع کے صدر مقام بطور نمونہ کے قائم ہوئے ہیں۔ اسکول لیونگ کی تعلیم کے ساتھ ساتھ مٹریکولیشن کی تعلیم بھی ہونے لگیگی۔ تو جوش مخالفت کم ہو جائیگا۔ اس لیے کہ سب کو پورا یقین ہو جائیگا کہ تعلیم کو روکنا نہیں بلکہ تعلیم کو کارآمد بنانا گورنمنٹ کا اصلی مقصد ہے۔ کالج کی تعلیم کے لیے سرجان ہیوٹ کی یہ خواہش ہے کہ ہر جگہ ایک محدود تعداد رکھی جائے اور معلمین میں کافی تعداد موجود ہے۔ سائنس یا فلسفہ جدیدہ کا خاص خیال اور سامان کیا جائے۔ اور عمارت مناسب اور کافی ہے۔ ہزار نکا سب سے بڑی کوشش یہی کہ حتی الوسع اسکول کے لڑکے اور کالج کے طلباء میں ربط و ضبط نہ ہے۔ اور اسکے فوائد پر ہزار ہر تقریر میں زور دیا ہے۔

غرض کہ ہر ممکن صورت سے ہزار نے اس بات کی کوشش کی کہ تعلیمی کمیشن کے مجوزہ طریقوں پر پوری طرح سے عمل کیا جائے۔ چنانچہ نئی اصول کو مد نظر رکھ کر ہزار نے قانونی تعلیم کی صدر مقام میں ہدایت کی۔

اس اسکیم پر شروع شروع میں بہت اعتراضات ہوئے اور کسی نے اُسکو تعلیم روکنے کا آگے کسی نے ملازمت دلانے کا ٹھیکہ بتایا۔ اور کوئی مخالفت میں یہاں تک کہہ گیا کہ اسے طرح طرح کی تعلیمی خرابی کے نام سے منسوب کرنے لگا۔ لیکن سر جان ہیوٹ کی کانوکیشن والی تقریر اور دوسری تقریروں کے پڑھنے سے معلوم ہوگا کہ آپ نے اس سے کیا فائدے سوچے ہیں۔ فی الواقع جہاں تک دیکھا جاتا ہے اس ملک میں بہت سے ایسے طلباء ہوتے ہیں کہ درمیانی درجوں سے نکلتے ہی فکر معاش میں پڑ جاتے ہیں لیکن اُنکی اسکول کی تعلیم اتنی عمدہ نہیں ہوتی کہ وہ اپنا کام عمدگی سے انجام دے سکیں۔ اس وجہ سے یہ خیال کہ جو لوگ اسکول چھوڑ کر تلاش معاش میں پڑ جاتے ہیں اُنکے لیے اسکول لیونگ بہت مناسب ہے۔“

ایک عمدہ خیال ہے۔ اس واسطے کہ اسمین بہت زیادہ عملی تعلیم دی جاتی ہے، البتہ ان لوگوں کے لیے جو کالج میں بغرض اعلیٰ تعلیم جا رہے ہوں۔ اسکی ضرورت ہے کہ اسمین ایسی تعلیم دی جائے جو کالج کے لیے مفید ہو۔ اس کام کو سر جان ہیوٹ نے نہایت عمدگی سے سمجھا اور خوش قسمتی سے صوبہ کے لائٹ ڈائریکٹر سر شری رام کریشن ماسٹر ویل ماسٹر ویل ماسٹر نے اس کام میں بہت

نہیں دیتے۔ تاہم یہ امید ہے کہ انریبل مسٹر گوکھلے کی اسکیم ابتدائی تعلیم کے
 ہزار ہا سر جان ہیوٹ جہاں تک مدد و مدد کی تقریر سے ظاہر ہوتا ہے کہ زبردست
 موافق ہیں۔

متوسط درجے کی انگریزی تعلیم کی نسبت مدد و مدد کی یہ رائے ہے اور
 اسی پر عمل کرنے کی کوشش کی گئی۔ مگر مسٹر کٹ اور منیو پیل بورڈ سے نکال کر
 گورنمنٹ ہر ضلع میں ایک ہائی اسکول بطور نمونے کے قائم کر دے تاکہ باشندگان
 صوبہ اسی نمونہ پر اپنی ذاتی متحدہ کوششوں سے مدد سے قائم کریں۔ اور ہزار ہا
 اسکا خاص خیال ہے کہ ایک ہیڈ ماسٹر کل لڑکوں کے عادات و اخلاق کی
 کامل نگرانی اور ذمہ داری کر سکے۔ اس لیے ہر درجے میں طلبہ کی تعداد ایک خاص
 حد تک محدود کر دی۔ تاکہ زیادتی طلبہ کی وجہ سے ایک ہیڈ ماسٹر کے ختم
 و طاقت سے کام باہر نہ ہو جائے۔ اور تعلیم میں خرابیاں نہ واقع ہوں۔
 سب سے بڑا کامیاب تغیر جو ہزار ہا نے سکینڈری تعلیم میں کیا ہے وہ
 یہ ہے کہ سکینڈری تعلیم کے اعلیٰ درجوں کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔

(۱) مسٹر کیولیشن یا وہ امتحان جسکو پاس کر کے طلبہ کالج میں داخل ہو سکیں۔

(۲) اسکول لیونگ، ٹریفکٹ جسے پاس کر کے طلبہ ملازمت میں داخل ہو سکیں۔

حد تک مخالفت کا اظہار کیا گیا۔ اور جاریجا اعتراضات ہونے لگے۔

ہمیں یہاں پر نہ اسکی ضرورت ہے اور نہ ہمارا اس موقع پر یہ فرض ہے کہ لارڈ کرزن کے اصلاحات تعلیم یا تعلیمی کمیشن پر کوئی نافذ نہ رہے لکھیں۔ اور خلاف موقع طوالت سے کام لین۔ مختصر یہ کہ بُرا ہو۔ یا بھلا۔ تعلیمی کمیشن کی رپورٹ منظور ہوئی اور اس کے مجوزہ طریقوں پر چلنا پسند کیا گیا۔ اور ہر نیورسٹی اس امر پر مجبور ہوئی کہ اسپرچلے اور اس کے مجوزہ اصول کو پیش نظر رکھے۔

سرجان ہیوٹ چونکہ خود بھی اس تعلیمی کمیشن کے ممبر تھے۔ اور اس حیثیت سے ہزار نے مختلف مدارس اور کالجوں کی حالت بہ چشم خود ملاحظہ کی تھی۔ زمانہ لفٹنگ گورنری میں اس نے الٹی تجربہ نے مدوح کو بہت مدد دی۔ اور ایک خاص حد تک یونیورسٹی کمیشن کے مجوزہ اصول عوام کو سمجھانے اور عملی صورت میں لانے میں کامیاب ہوئے۔

ہزار نے ہر ممکن صورت سے یعنی جہاں تک کہ صوبہ کی مالی حالت اجازت دے سکی۔ ڈسٹرکٹ اور میونسپل بورڈوں کی امداد کی کہ وہ ابتدائی تعلیم اور دیسی متوسط درجے کی تعلیم کا اپنے اپنے حُد میں رواج بڑھا سکیں۔ اور گوکہ قحط وغیرہ کے مصائب پوری توجہ دلانے کی اجازت

کوئی تحریک یا ایجاد ترقی پاتا ہے۔ جس طرح تاریخ عالم میں سب سے اہم وہ دن ہے کہ روم کی بنیاد رکھی گئی۔ اُسی طرح ابتدا ہر اصلاح اور کام کی مبارک ہوتی ہے۔ اور جس روز انسدادِ ملیں یا کا طریقہ معلوم ہو گیا۔ تو اس کی کوشش کرنے والوں میں سر جان پراسکاٹ ہیوٹ کا نام خاص اعزاز کے ساتھ لیا جائے گا۔



تعلیم

ہندوستان میں انگریزی تعلیم کی رائے لارڈ مکالے نے دی تھی۔ اور اُس وقت سے مغربی تعلیم کا رواج ہوا۔ لیکن فی زمانہ اس طرف ملک نے اس طرح توجہ کی کہ جسکی مثال تاریخ عالم میں ملنا دشوار ہے۔ تعلیم میں ذرا سی رکاوٹ پیدا کرنیوالی پالیسی سے بھی اقوام ملک کو اب حشت ہوتی ہے۔ اور اُس سے کھلم کھلا مخالفت کی جاتی ہے۔

چونکہ نیشنلسٹی لارڈ کمرزن کی سیاسی کارروائیوں سے ایک صوبہ کا صوبہ برہم پور ہا تھا۔ اس لیے مدوح نے جو تعلیمی کمیشن مقرر کیا۔ اور اُسکی جو رپورٹ اصلاح و تربیت اصول کے متعلق شائع ہوئی۔ اس سے بھی ایک

کے لیے ہر ممکن کوشش کریں۔ اور حکام ضلع کی کوشش کی قدر کریں۔
 سرجان ہیوٹ کی حکمت عملی کس درجہ کارگر اور موثر ہوئی۔ اُس سے ملک خصوصاً
 ہمارا صوبہ واقف ہے۔ اور انتظامات دفعیہ طاعون صوبہ متحدہ ہزاروں کے
 احسانات کی فہرست میں نمایاں رہیں گے۔



ملیریا

ملیریا جوڑی بخار کا جتنا اس صوبہ میں زور دیتا ہے اُس سے سب
 لوگ واقف ہیں۔ تقریباً آبادی کا بڑا حصہ ہر سال اس فصلی بخار اور خفیف مگر مہلک
 مرض کا شکار ہوتا ہے۔ سرجان ہیوٹ نے نہ صرف یہ کوشش کی کہ کوئین
 عوام میں زیادتی کے ساتھ تقسیم ہو۔ بلکہ اسکے وجوہ اور اسباب پر غور کرنے
 کے لیے ایک کمیشن مقرر کیا جس سے گو کہ ابھی کوئی خاص فائدہ مترتب
 نہیں ہوا۔ پھر بھی آئندہ کے لیے ایک راہ کھل گئی ہے اور امید کی جاتی ہے
 کہ ایک دن ایک نئے ضرور اس مرض کا استیصال ہو جائیگا۔

ایک انگریزی مثل ہے کہ ”روم ایک دن میں نہیں بنا۔ تمام دنیا کی
 یہ رسلے ہے کہ ایک دن یا ایک سال میں کوئی بات رواج نہیں پاتی۔ اوڑ

کرتے نظر آتے ہیں۔

شروع شروع میں جو طاعونی قرنطینے قائم کیے گئے اور آئندہ دوروں کی روک ٹوک ہوئی تو ہند کے وہی جملہ عجیب بچپنی میں پڑ گئے۔ اور چونکہ نئی بات تھی اس لیے انکی بچپنی اور بھڑک ایک خفگی اور قدرتی بات تھی۔ اسپر قرنطینہ کے چند ادنی ملازمین کی قابل اعتراض کارروائیوں نے تازیانہ کا کام کیا۔ اور ہمیں یقین ہے کہ اگر بڑش حکام پوری توجہ نہ کرتے تو حالت معاملہ بہت نازک ہو جاتی اور طاعون اور سرکار دولتمدار کا نام ساتھ ساتھ بطور الفاظ مترادف کے استعمال ہوتا۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ نہ صرف یہ الزام دور ہوا بلکہ رعایا نے نصیحت اور علاج کی آواز کو گوش ہوش سے سنا۔ اور امید ہے کہ آگے چلکر کوئی فرد بھی ایسا باقی نہ رہیگا۔ جو معاملہ طاعون میں حکام کی تحریک کو ہمدردی تصور کرے گا۔

سرجان ہیوٹ نے جن عمدہ حسن تدابیر سے طاعون کے فوائد میں نشین کر لئے ہیں اسکا پتہ آپکی گورکھپور والی تقریر اور دربار بنارس ۱۹۰۹ء کی منسلکہ چٹھی سے چلیگا۔ آپنے علاج و معالجہ کے معاملہ میں دباؤ ناپسند کرتے ہوئے یہ کوشش کی ہے کہ شفقت سے۔ پیار سے۔ نصیحت سے۔ مشور سے اظہار تجربہ سے عوام اسپر متوجہ کیے جائیں۔ وہ طاعون کے انسداد

کوئی ایسی تدبیر عمل میں لائی گئی ہے۔ ضرور مخالفت کی آگ بھڑکی جسوقت
 چھپک کا ٹیکہ ڈاکٹر فیبر نے ایجاد کیا۔ تو لندن والے انکو ڈھیلاؤن سے مارتے
 اور گھر سے باہر نکلنے نہ دیتے تھے اور کہتے تھے کہ ٹیکہ لگانے کی جگہ پرنسپلین
 نکلیں گی۔ اور ٹیکہ لینے والا سانڈ کی طرح چلائیگا۔ لیکن آگے چل کر جب اسکے
 فوائد پر لوگوں کی نظر پڑی۔ تو خاص و عام نے ڈاکٹر فیبر کو فخر ملک بنایا اور
 بہتوں نے تو خود کو مو جڈ ٹیکہ مشہور کرنے کی کوشش کی۔

ہندوستان بھی ان خصوصیات سے مستثنیٰ یا اس کلیہ سے باہر نہیں ہے
 یہاں بھی تنظیلات طاعون پر مخالفت کی آگ بھڑکی۔ اور زوروں بھڑکی۔
 کہیں کہیں طاعونی ڈاکٹروں کے ساتھ سختی کا برتاؤ ہوا۔ اور کوئی شخص اسکا
 روادار نہ تھا۔ کہ کسی کو سین میں صاف کرنے والی پڑیا چھوڑی جائے۔ کتنے
 غریب مگر سفید پوش مسافروں کی جو کسی دیہاتی کنوین پڑا شستہ پانی کرنے بیچھ
 گئے۔ ایسی خاطر مدارات صرف طاعونی ڈاکٹروں کے دھوکے میں لگیں۔
 جس پر جان تک افسوس کیا جائے کم ہے۔

مگر اب زمانہ بدل گیا اول بقول سرجان ہیوٹ کے ”جن دیاتوں سے
 ڈاکٹروں پر لاٹھیاں نکلتی تھیں۔ آج وہی ڈاکٹر صاحب کی منت سماجت

کے لیے باشندوں کو امداد و بچائے اور تالاب وغیرہ سے پانی لینے میں
 آسانیان پیدا کی جائیں۔ غرض کہ ہر صورت سے وسائل آبپاشی کو ترقی دیجائے
 اور زراعت کے لیے جدید آلات زراعتی استعمال کیے جائیں۔ مگر سر جان
 ہیون نے قحط کے انسداد کا جو سامان کیا اُس پر ہم بیان زیادہ بحث نہ کریں گے۔
 اس پر تفصیلی رائے زراعت و صنعت کے بیان میں ظاہر کریں گے اس واسطے
 کہ قحط کا تعلق زیادہ تر زراعت ہی سے ہے۔ تاہم اس موقع پر اتنا ضرور
 کہیں گے کہ ہزار کی گورنمنٹ نے قحط کی مصیبت اور پریشانی کو دیکھ کر
 حفاظت کا جو تنظیم کیا تھا۔ اُس کا بہت بڑا مفید نتیجہ نکلا۔



طاعون

۱۹۰۲ء سے طاعون کا اس صوبے میں زور رہا ہے اور گو
 لاکھوں تدبیریں اسکے متعلق کی گئیں۔ پھر بھی اب تک کوئی فائدہ مترتب نہوا۔
 رعایا بظن ہو گئی اور جہلا میں ایک نے مانے تک یہ خیال قائم رہا کہ خود گورنمنٹ
 بیماری پھیلانے میں ساعی ہے۔ واقفان علم و تاریخ اس سے آگاہ ہونگے
 کہ یہ کوئی انوکھی بات اس صوبہ یا ملک کے لیے نہ تھی۔ بلکہ جہاں کہیں

اس لیے کہ مدوح الشان کو ہمیشہ انھیں امور سے سابقہ رہا اور صوبے
میں انھیں باتوں پر گفتگو کا موقع ملا۔ اور اس میں اکثر ایسے امور ہیں جنکی صلاح
اور ترقی کی پوری کوشش ہزاروں کے عہد حکومت میں ہوئی۔



قحط

یوں تو گذشتہ پچاس سال سے قحط نے ہندوستان میں پوری طرح
سے قبضہ کر لیا ہے اور کوئی سال ایسا نہیں جاتا جس میں اسکا کچھ نہ کچھ اثر
نہ ہو جاتا ہو لیکن ممالک متحدہ میں ہزاروں کے زمانہ حکومت میں ۱۹۰۷ء
کا قحط خاص طور پر یادگار رہیگا۔ اس قحط میں چند پارٹی ضلع میرٹھ اور
ضلع گورکھپور کے سوا عام طور پر قحط کا اثر تھا۔ اور چونکہ گذشتہ قحطوں نے
ملک اور صوبے کی جان نکال لی تھی اس لیے اس قحط کا اثر بہت زیادہ
محسوس ہوا۔

قحط کے متعلق یوں تو اکثر کمیشن بیٹھے۔ کانفرنسیں ہوئیں۔ لیکن
کوئی خاص نتیجہ مترتب نہ ہوا۔ البتہ بہت سی تدبیریں سوچی گئیں کہ شمالی و
مغربی ضلع میں شاخاے نہر کثرت سے نکالی جائیں۔ چاہات پختہ

واقعات و معاملات کی صورت جن لفظوں میں دکھلائی گئی ہے انکو عام و خاص سب اپنی فہم و ادراک کے مطابق سمجھ لیتے ہیں۔

ان تقریروں کی ہمیشہ ملک میں تعریف کی گئی ہے۔ اس لیے کہ جس بحث پر ہنر آرنے کو کچھ فرمایا ہے وہ دل میں گھر کرنے والا ثابت ہوا ہے۔ ہندوستانیوں کے نکتہ خیال سے ہنر آرنے ہر تقریر اس کی اصلی ضرورت اور صحیح حالات میں ڈوب کر فرمائی ہے۔

ان تقریروں سے ہنر آرنے کا تجربہ معاملات ہندوستانی۔ وسعت معلوماً علوم جدیدہ کے ترقیات۔ اور ہندوستان کی سرسبزی اور بہبود کے وسائل و ذرائع اس حیثیت سے اظہار ہو رہا ہے کہ ہندوستان کا کوئی بڑا ماہر اور بہت زبردست تجربہ کار بھی اس سے زیادہ اپنی واقفیت عامہ کا ثبوت نہیں دے سکتا۔ ہنر آرنے کی تقریروں میں ہمیشہ کام کی باتیں ہوتی ہیں یہ ضرورت فصیح البیانی اور شیریں کلامی کی داد کبھی ہنر آرنے نے نہیں لی۔

عموماً قحط۔ طاعون۔ ملیریا۔ تعلیم۔ صنعت و حرفت۔ سڑک۔ سیاست۔ لوکل سلف گورنمنٹ یا حکومت خود مختاری۔ اصلاحات کو نسل حفظان صحت عامہ پر ہنر آرنے نے ارشاد فرمایا ہے۔

کافی اعانت فرمائی۔ اور ہندوستانیوں میں وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے میری اس تجویز سے پورا اتفاق کیا۔ جناب قاضی صاحب ایک ذی فہم نہایت صالح اور دقیقہ شناس مسلمان ہیں۔ وہ جس طرح اپنے مذہب کے پابند ہیں۔ اُسی طرح انکی دلی خواہش یہ رہی ہے کہ تمام قوموں میں اتفاق رہے۔ اور علوم و فنون کی ترقی ہو۔

قبل اسکے کہ میں ہنر آئرن بالٹا بہ کی سحر البیانی اور طلاق لسانی کی تصویریں دکھاؤں۔ یہ کہنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ مدوح الشان کی تقریریں ان کارناموں کا آئینہ ہیں۔ جنہیں ہنر آئرن نے ملک میں مہتمم بالشان بنانے کی کوشش فرمائی۔ یا ان اسکیموں کا مرقع ہیں جو ہنر آئرن نے ملک اور صوبے کے بہبود و سرسبزی کے لیے تجویز فرمائی۔

ان تقریروں میں شاعرانہ تخیلات۔ اور بلند پروازی کا کہیں تپہ نہیں ملے گا۔ نہ یہ تقریریں زور قابلیت کی بلندی ثابت کرتی ہیں۔ نہ پولیٹیکل اور ڈپلومیٹک معاملات کی بنا پر ایسے پیچیدہ اور پراسرار الفاظ ان تقریروں میں استعمال کیے گئے ہیں۔ جو اپنی ذومعنی پالیسی کا اظہار کرتے ہوں۔

ان تقریروں میں نہایت سادہ الفاظ استعمال کیے گئے ہیں اور

اس زمانے میں میں نے ہزار ایکس نو ایس صاحب بہادر
رامپور کی تقریروں کو ایک مختصر دیباچہ کے ساتھ اپنے حسن نظام سے چھپوایا
تھا۔ ایک جلد ہزار باقالبہ کی خدمت میں جناب صاحب کلکٹر بہادر کے
توسط سے بھیجی اور اپنی دلی خواہش کا اظہار کیا۔

ہزار باقالبہ نے میری استدعا منظور فرما کر اجازت ہی کہ میں غیر معمولی
اہتمام سے ہزار کی تقریریں چھاپوں اور ملک کے سامنے پیش کروں۔
میں نے نہایت کوشش اور تھکس سے ہزار کی تقریریں جمع کیں۔

کچھ تقریریں جناب صاحب سکریٹری بہادر نے بھیج دی تھیں۔ اور کچھ
تقریریں مجھے مکرم جناب خان بہادر قاضی عزیز الدین احمد صاحب ٹی
کلکٹر و جڈویشیل ممبر ریاست بھرتور کی کتاب ”ارشاد ہزار“ سے مل گئیں۔
جب ان تقریروں کا ترجمہ سٹر قمر احمد صاحب بی۔ اے علیگ
نے باوجود کم فرصتی کے میری خاطر سے کر دیا۔ اُس وقت مجھے ایک
امداد غیب سے مل گئی۔

جناب قاضی فراست حسین صاحب رئیس و ایس حیرین
مینو نیل بورڈو آنریری سکریٹری گورکھپور ہائی اسکول نے اسکی اشاعت میں

دیتی ہے۔ اور شاید یہ سبب ہے کہ برٹش عملداری میں رقابت اور جوش مغربی تعلیم کے اثر سے زیادہ پیدا ہو گیا ہے اور آزاد خیالی کا یہ خاصہ ہے کہ وہ اپنے جذبات سے انسان کو مغلوب کر دیتا ہے ویسی ریاستوں میں لوگ خاموش زندگی بسر کرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ ویسی ریاستوں میں جد و جہد صرف پارٹی فیلنگ بڑھانے سے ہوتی ہے اور برٹش عملداری میں قابلیت حاصل کرنے سے۔ اس لیے قابل اور فاضل لوگ اپنے انسانی خصائل حسنہ کو رقابت کے جوش سے نہیں بچا سکتے۔

خدا کا شکر ہے کہ ہزاروں کی زیر دست پالیسی اور مستحکم رے نے صوبہ ہمایں امن و امان قائم رکھنے کے ساتھ ساتھ تعلیم یافتہ گروہ کو ہمیشہ تیار کیا ہے کہ اتحاد اور میل جول بڑھاتے رہیں اور اسی طرح حکمران طبقے کو فہمائش کی گئی کہ ہندوستانیوں سے میل جول بڑھانے میں کمی نہ کریں۔ ان تمام کارناموں کو دیکھ کر میرے دل نے ایک اور طرح پر چاہا کہ ہزاروں کی سپاس گزاری کروں۔ اور میں نے اپنی خواہش جب جناب مسٹر جے۔ ہوپ۔ سمسن۔ صاحب بہادر محبٹرٹ و کلکٹر گورکھپور سے بیان کی تو مدوح نے بہت پسند فرمائی۔

نہیں ہے۔ اسوقت میرے خیال پر ان واقعات وحالات نے گہرا اثر ڈالا۔ جس کا ذکر میں نے اوپر کیا ہے۔ اور جب دسمبر ۱۹۰۷ء میں ہنزہ ہاٹھابہ گورکھپو تشریف لائے ولے تھے تو میں نے ایک ایسے ہر دلخیز اور امن پسند حکمران کی یادگار میں ایک اخبار جاری کرنا مناسب سمجھا۔ اور ۳۰ دسمبر ۱۹۰۷ء کو ”مشرق“ خدا کا نام لیکر ہنزہ آنر کی یادگار میں جاری کر دیا جو اب تک نہایت اطمینان کے ساتھ یورپین اور ہندوستانی طبقے میں وقت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔

اخبار مشرق کے اجرا کے بعد سے مجھے بہت زیادہ موقع ہنزہ آنر کا رناموں کے جانچنے اور دیکھنے کا ملا۔ اور یہ قدرتی بات تھی کہ جن باتوں سے ہنزہ آنر کو خاص طور پر دلچسپی تھی وہ اخبار مشرق کی پالیسی کے اندر داخل تھیں اور میرا دل بھی چاہتا تھا کہ جس طرح امن و صلح کی زندگی سا لہا سال تک ایسی ریاستوں میں کٹی ہے اسی طرح اپنے صوبے میں بھی ایام زندگانی کٹ جاتے تو اچھا تھا۔ بالعموم مشہور کیا جاتا ہے کہ جو اتفاق ایسی ریاستوں میں ہے وہ بڑش عملداری میں نہیں ہے۔ اسکی کوئی دلیل نہیں بیان کی جاتی۔ مگر صورت معاملات اس دعویٰ کی شہادت

روشن خیال اور روشنفکر ذمہ دار افسر اپنے زیر اثر افراد ملک یا زیر حکومت
رقبہ آبادی کے افلاس و ادبار اور جہالت سے خوش نہیں ہو سکتا۔

ہزار سر جان پرسکاٹ ہیوٹ کی سب سے بڑی اور سب سے زیادہ
خصوصیت یہ ہے کہ جس کام میں ہاتھ ڈالتے ہیں اُسکی تکمیل میں صرف
احکام گورنمنٹ عالیہ کی پوری پوری تعمیل نہیں فرماتے ہیں۔ بلکہ اسکیم طے شدہ کو
عملی صورت میں لانا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔

اہل الرائے یہ کہہ سکتے ہیں کہ سر جان نہ کوئی بڑے لفٹنٹ گورنر ہیں
نہ اور لفٹنٹ گورنروں سے زیادہ کوئی ماہر الامتیا ز درجہ رکھتے ہیں۔ لیکن
واقعات کی نوعیت اور ملک و رصوبہ کی متزلزل حالت نے سر جان کے
عہد حکومت کو تاریخ ہند میں ایک متم بالشان مرتبہ عطا کر دیا ہے اور اُس زمانہ
شورش کی مدبرانہ مگر سنجیدہ حکمت عملی نے کامیابی کا درجہ حاصل کر کے
دور حکومت کو ایک تابناک عہد حکمرانی ثابت کر دیا ہے۔

ایک دن بیٹھے بیٹھے بجو یہ خیال آگیا کہ ایک ایسے حکمران کے عہد
حکومت کے کارناموں کو اخبارات نے جس حد تک سراہا ہے اور صوبے
میں اس عہد حکومت کی جتنی شکر گزاری ہوئی ہے وہ کوئی معمولی بات

ہاں یہ صحیح ہے کہ ایک برٹش حکمران خود مختار نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اُسکو ایک محدود دائرے میں ہونا پڑتا ہے اور ایک خاص اصول کو مد نظر رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ پھر بھی کسی نہ کسی حد تک آزادی ضرور ہوتی ہے اور عموماً صوبے کا انتظام اُسی کی ذمہ داری بلکہ اُسی کی رے پر منحصر ہوتا ہے اور اُسکی خاص پالیسی یا حکمت عملی ایک طرز پر کام کرتی رہتی ہے۔

سرجان پرسکاٹ ہیوٹ بھی مثل اور حکمرانوں کے اس سے مستثنیٰ نہیں ہیں۔ مگر فرق اتنا ہے کہ جان اور حکمران ایک ہی دائرے کے اندر قدم پھونک پھونک کر لکھتے ہیں۔ ہزار کی ذاتی لیاقت اور سی سالہ تجربہ نے اُسکا پابند نہیں رکھا۔ فطرتی جدت طرازی اور روشن دماغی نے وہ نئی نئی تدبیریں مادی ترقیات کی نکال دیں جنکی نظیر اگر حال نہیں تو دشا ضرور ہے۔

ہمیشہ مشہور کیا گیا کہ انگلوانڈین اور سولین طبقے کے افراد ہندوستان کی ترقی پر خوش نہیں ہوتے اور ہمیشہ چلتی گاڑی میں روڑا اٹکاتے رہتے ہیں۔ لیکن سرجان ہیوٹ کے کارناموں پر جب ہم ایک نظر غائر ڈالتے ہیں اور انکی تقریروں کو پڑھتے اور ان پر غور کرتے ہیں تو یہ پتا چلتا ہے کہ غلط معیار پر یہ اصول ہندوستانیوں نے قرار دے لیا ہے۔ اس لیے کہ کوئی

ایسے موقعوں پر حکمران عنصر کا غیظ و غضب بہت بڑھ جاتا ہے مگر ہمارے
 رجم و معدلت اور عفو سے بہت زیادہ کام لیا اور ہر موقع پر اپنے صوبوں کی
 رعایا کو سمجھا دیا۔

دراگر تگہ ترقی ملک کا خیال ہے تو ان بہکار باتوں سے کنارہ کش رہو۔
 ورنہ کوئی ماوی ترقی حاصل نہیں ہو سکتی۔“

سرجان پرسکٹ پیوٹ بالقابہ کی کامیابی کا اصلی راز یہ ہے کہ گو آپ
 زبردست امپریلیٹ (شاہی لیڈر) ہیں۔ مگر سی سالہ تجربات ہند نے
 ہندوستانیوں کی طرز معاشرت۔ عادات۔ خصائل سے مدد و مدد کو پورا
 واقف کر دیا ہے اور ہر آئرا چھی طرح واقف ہیں۔ کہ ہندوستان کی ماوی ترقی
 کس طرح ممکن ہے۔ اور ان دو باتوں نے آپ کو اس زمانے میں ایک کامیاب
 حکمران ثابت کیا ہے۔ اس لیے کہ چشیت شاہی لیڈر ہونے کے
 ہندوستانیوں کے ساتھ خیالات میں یکجہتی ہوئی اور واقفیت اور رسم
 ہونے سے میل جول رہا۔ اور میل جول نے ہم آہنگی اور ہم خیالی پیدا کر دی
 اور یہ مسلم ہے کہ جب حاکم و محکوم مل جل کر کام کریں گے تو بہت زیادہ فائدے
 بھی ہوں گے۔ اور تبادولہ خیالات سے ترقیات کے دروازے کھل جائیں گے۔

لفٹننٹ گورنر ہنزہ سر جان پریسکاٹ ہیویٹ بالقابہ کے حُسن انتظام
اور حُسن تدبیر پر منحصر تھا

جن کو شمشون سے ہنزہ آنے نے ان صوبوں کو فتنہ و شر سے بچالیا ہے
اُنکے اظہار کی اس موقع پر اس لیے ضرورت نہیں ہے کہ اصل کتاب میں
ہمارے ناظرین اُن تمام مساعی جلیلہ کو ملاحظہ فرمائیں گے۔

ہنزہ آنے نے بطور ایک اعلیٰ دانشمند اور مدبر عظم کے صوبہ بونین علی قضاوی
صنعتی - زراعتی ترقیات کے وسائل و ذرائع پیدا کیے اور مچلے اور شورش پسند
دامغون کو کام کی باتوں کی طرف متوجہ کر دیا۔ اور صاف صاف ارشاد فرمایا۔
”ملک کو ایک حکمران کے نکالنے یا صرف سیاسی ہلچل سے فائدہ نہیں
پہنچ سکتا۔ بلکہ ملک کی صنعتی تعلیمی - اقتصادی حالت درست ہونے سے
فائدہ مترتب ہوتا ہے۔“

ہم نہایت افسردگی سے اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ ان صوبہ بونین
بھی شورش پھیلانے کی کشتی کشمکش ضرور کی گئی۔ مگر ہنزہ کی اعلیٰ حکمت
عملی سے قبل از وقت ہی اُسکا انسداد ہو گیا۔ اور فتنہ و شر کی آگ اپنی چنگاریوں
کو نہ انگا لے سکی۔ نہ اُسکے شعلے بلند ہو سکے۔

دوسرے صوبوں کو دیکھ کر رنگ ہل سکتے ہیں۔

ابھی ان تاویلات کے بعد یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہمارے صوبوں کی رہنمائی ایشیائی طرز حکومت سے اچھی طرح واقف ہے اور وہ حاکم و محکوم کے مابین امتیاز و اب کو اپنی فراموش نہیں کرنے پائی ہے اور وہ اس بات سے کسی قدر واقف ہے کہ آزاد حکومت اور آزادانہ طرز حکمرانی سے مختلف خیالات کے شخص اس پر کیا اثر ہوتا ہے اور اس کے نتائج سے نہایت تلخ ثمرات پیدا ہوتے ہیں۔ اور یہی سبب ہے کہ ہمارے صوبوں کے دونوں کابجوں سے ایسے تعلیم یافتہ اب تک نہیں نکلے جو سلف گورنمنٹ کی تائید میں ہم۔ اور ہسپتال سے کام لیتے۔ ہم علی گڑھ کالج اور سنٹرل ہندو کالج بنارس پر نظر کرتے ہیں اور شاید ہمارا یہ فخر بجا نہ ہو گا۔ اور اگر خدا کو منظور ہے تو ان کابجوں کے طلباء کبھی ہیکو شرمندہ نہ کریں گے۔

ان سب باتوں پر غور کرنے سے جس نتیجے پر ہم پہنچے ہیں اور جو باعث ہوا ہے کہ ہم ایک ضروری تالیف ملک کے سامنے پیش کریں وہ یہ ہے کہ ہمارے صوبوں کا اس امتحان کے زمانے سے پاک و صفا نکل آنا اور رفتہ رفتہ سے محض نظر ہٹانا صوبوں حکمران اور اعلیٰ انتظام و مدبر

(۲) یہاں کے مختلف المذہب اصحاب میں ہم خیالی اور یکجہتی نہیں ہے۔

(۳) یہاں کے باشندے حالتِ مانہ سے اچھی طرح خبر نہیں رکھتے۔

(۴) پولیٹیکل تعلیم میں یہاں کے باشندے ابھی الف۔ بے۔ پڑھ رہے ہیں۔

مگر یہ تاویلات کوئی وقعت نہیں رکھتے۔ اس لیے کہ تجربہ اور مشاہدہ

گواہی دیتا ہے کہ

(الف) ایسے کم لوگ شورش پسند نظر آئے جنہیں تعلیم کا اثر نہ تھا۔

یا جاہل تھے۔

(ب) ہر صوبے میں مختلف مذہب و مختلف آیات کے مختلف احوال

اقوام موجود ہیں۔ جنہیں صلح و ہم تنگی نام کو نہیں ہے۔

(ج) یہ بھی غلط ہے کہ یہاں کے باشندے زمانہ شناس نہیں ہیں۔

یہاں خاص طبقوں میں زمانہ شناسی اچھی خاصی موجود ہے۔

(د) یہ بھی صحیح نہیں ہے کہ ان صوبوں کے باشندوں میں پولیٹیکل بیداری

نہیں پیدا ہوئی۔ گو ہمارے صوبے کے باشندے باقاعدہ علم سیاسیات

سے واقف نہوں۔ مگر مغربی تعلیم اور مغربی طرز حکومت کی اداؤں سے وہ

خوب واقف ہیں۔ اور سیاسی معاملات میں انکو اتنی واقفیت ہے کہ وہ

جدید لغت میں اضافہ کیے جنکے معانی میں بم اور پولیٹیکل ڈکٹیان اور کشت
و خون بھی داخل ہو گئے۔

یہ صحیح ہے کہ عام طور پر بنگال ہی ان خرابیوں کا مرکز اور فتنہ و فساد
کا ذمہ دار رہا۔ لیکن دوسرے صوبے بھی اسکے اثر سے محفوظ نہ رہ سکے۔
اور ان خوفناک الفاظ کا اثر کچھ نہ کچھ ہر صوبے میں پہنچا۔

پنجاب۔ مدراس۔ بمبئی کے صوبے بہت زیادہ ملاحظہ میں مبتلا ہے
اور ہمارا شتر میں اگر بنگال نہیں تو تقریباً بنگال ہی کی سی حالت پیدا ہو گئی۔
ایک حد تک اگر ہم کسی صوبے کو اس طوفان بے تیزی سے
محموظ کماہمہ سکتے ہیں تو وہ ہمارا صوبہ متحدہ آگرہ و او دھ ہے۔

ہمارے صوبوں کا اس کشاکش اور فتنہ و شر سے بچ جانا واقعی تعجب
اور حیرت کی بات ہے اس لیے کہ وسطی صوبہ ہونے اور بنگال کے اتصال
سے یہ لازم تھا کہ ان صوبوں پر بہت زیادہ اثر پڑتا۔ مگر اسکے خلاف ان
صوبوں میں بہت کم اثر ہوا۔

اہل الرائے اس خاموشی اور سکوت کی کمی و جہین پیش کرتے ہیں۔
(۱) یہاں کے باشندے بنگال کے مقابلے میں کم تعلیم یافتہ ہیں۔

مقدمہ کتاب

273163

بیسویں صدی کا آغاز ایسا نہیں کہ جسکو تاریخ ہند کے صفحات سے کبھی کوئی محو کر سکے۔ برطانیہ عظمیٰ اور برٹش قوم کے برکات اور اعلیٰ کارناموں اور علمی ترقیات کے جوش نے بیسویں صدی میں ہمارے ملک میں علمی ترقیوں کے ذوق و شوق ملک کی اقتصادی تحریک صنعت و حرفت کے جذبات اس درجہ بڑھا دیے کہ عام و خاص سب کے ولو لے حد اعتدال سے بڑھ گئے اور منزل مقصود سے یہ اہر و بہت پیچھے رہ گئے۔ یہ بات بطور واقعہ مسلمہ کے ہے کہ اس دور میں حضور لارڈ کرزن بالقابہ کا وائسیراے کشور ہند ہو کر تشریف لانا خام کاروں اور نا تجربہ کار افراد ملک کے لیے باعث برا بھلائی نہ تھی۔

ہوا اور جو پولیسکل آگ دھیمی دھیمی سلگے ہی تھی وہ دفعتاً بھڑک اٹھی۔

تقسیم بنگال نے سودیشی اور بایکریٹ کے نام ہندوستان کے

ارشادات

یہ مجموعہ

عالیجناب سر جان پرسکاٹ ہیوٹ نواب لفظنٹ گورنر
بہادر صوبہ متحدہ اگرہاود کی ان تمام تقریریں اور اسلیچون کا ترجمہ ہے
جو حضور ممدوح نے ابتدائے حکومت سے دسمبر ۱۹۰۷ء تک وقتاً
وقتاً فرمائیں۔

اس خیال سے کہ ان تقریریں میں فیوضات استفادات کے
بیش قیمت تابناک جواہر موجود ہیں۔ جس سے تمام ملک کو فائدہ
ہو سکتا ہے۔

خاکسار عقیدت شعار حکیم برہم نے
اپنے

مطبع حکیم برہم کو رکھپو میں چھپوایا

یہ خیالات ایک انگریز نامہ نگار کے ہیں۔ اب دیکھنا ہے کہ ممالک غیر کے مدبر اور معزز سر جان ہیوٹ کی بابت کیا رائے رکھتے ہیں۔ ولیعہد جرمن نے اپنے مشرقی سیر و سیاحت کے حالات ایک کتاب کی صورت میں ترتیب دیئے ہیں اس روزنامہ میں ولیعہد بہادر سر جان ہیوٹ کی بابت فرماتے ہیں۔

”نہایت طبائع و نکتہ رس۔ نہایت زبردست اور مستقل مزاج اور حکومت ہند میں سب سے زیادہ دلچسپ اور با مذاق شخص ہیں۔“

ہاں جب تک سرکار انگلشیہ کا پایہ تخت دہلی ہے اور جب تک اس عروس البلاد میں تاجپوشی شہنشاہ جاری ہے خلد اللہ ملکہ اور ملکہ میری دام اقبالہا کے زمزمے زمین و آسمان میں گونجتے رہیں گے اس وقت تک جب کوئی سیاح آثار جاہ و جلال انگلشیہ کے ماضی حال اور مستقبل کی سیر کو آئیگا تو غور رہے کہ وہ سر جان ہیوٹ کا نام زبان پر لائیگا۔ اور اس کے ساتھ دہلی میں استحکام سلطنت انگلشیہ کا سنگ بنیاد رکھنے کا مضمون بھی اس کی سمجھ میں آئیگا اور اس لئے وہ جوش عقیدت مندی اور اظہار اعتراف کے وقت سر جان ہیوٹ کا نام لیکر ضرور ان کی کامیابی کے لئے دست بدعا ہوگا۔

شاد باشی و کامران باشی

زندہ باشی و جاودان باشی

یکم اگست ۱۹۱۲ء

گورکھپور

خادم حکیم بہار

معاملات سے اپنے کو نمایان رکھا۔ ایسی زبردست شخصیت پائی ہے کہ جب کسی بات کا عزم یا مجرم کر لیا اُس سے پھر ہٹنے کا نام نہیں لیا۔ بڑی بات یہ ہے کہ آپ کے دماغ میں تو تازہ آفرینش خیال اور عنایت ہمیشہ کام کرتی رہتی ہے۔ دہلی کے اُبڑے ہوئے میدان اور شکستہ کروفر کے آثار میں کھڑے ہو کر خواب دربار قیصری کو اصل حال کا نقشہ بنا دینا ایک معمولی بات نہیں ہے۔ سر جان کی سفید موڑ ہوا گاڑی خطہ دربار کے ہر گوشہ پر لمحہ بہ لمحہ دوڑتی پھرتی تھی۔ ہر انتظامی معاملہ کو کیٹیج اور ماتحت کیٹیج کے زمرہ میں طے کر کے موزون اور ذمہ دار افسروں کے تحت میں دینا۔ جزئیات تک کی تحقیقات اور ذاتی نگرانی کرنا اور ایک لائٹنا ہی سلسلہ کار و بار اور خط کتابت کا پابندی سے جاری رکھنا کوئی معمولی امر نہیں ہے علی الصباح ۴ بجے سے ۷ بجے تک جملہ کاغذات کی پوٹ کی پوٹ لکھ پڑھ کے تہہ کر دی جاتی تھی۔ اس کے بعد مختلف کاموں کی نگرانی اور معائنہ کی باری آ جاتی تھی۔ انسان کی بڑی عظمت اس میں ہے کہ اُس کے ہمعصر اور ساتھ کام کرنے والے اس کے انداز اور برتاؤ سے مطمئن اور خوش رہیں۔ سر جان ہیوٹ نے اس لحاظ سے اپنے ساتھیوں کو بہت خوش رکھا اور بڑی ہم آہنگی اور یکجہتی کے ساتھ انتظامات دربار انجام پائے۔ سر لوئیس ڈین نے بادشاہی میلہ کا انتظام کیا۔ سر ہنری میک موہن نے معاملات خارجہ اور آداب و مراسم درباری کا انصرام کیا۔ لیکن ہر شخص دربار کیٹیج کے صدر نشین سر جان ہیوٹ کی تعریف میں یکساں رطب اللسان تھا۔ ہر حال میں اس حُسن انتظام کی روح روان سر جان ہیوٹ کو کہنا چاہیے۔ نمائش الہ آباد اور دربار دہلی ان کے انتظامی قابلیتوں کے تاریخی کارنامے ہیں۔“

بعد آپ کمیشن صنعت و حرفت اور کمیشن تعلیم (برمانہ لارڈ کرزن) کے ممبر ہوئے۔ اور جب آپ نے ممالک متحدہ آگرہ و اودہ کی زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لی اُس وقت آپ کو صوبہ بنگال۔ ممالک متوسط اور مختلف شعبہ ہائے علم و عمل کا تجربہ ہو چکا تھا۔ ان تجربات کا ایسا بدیہی ظہور ۱۹۱۰ء کی نمائش گاہ الہ آباد اور ۱۹۱۱ء کے دربار دہلی میں ہوا کہ آپ کی انتظامی قابلیت۔ آپ کی وسعت و ماعی اور مذاق گوناگون کا قدر قدم پر ثبوت ملا۔ اور ہر شخص اس کا معترف پایا گیا۔ مختلف شعبہ ہائے نمائش اور مختلف مدارس دربار کو تقسیم عمل اور تجزیہ انتظام سے کئی حصوں پر تقسیم کرنا۔ اور پھر ہر حصہ کی نگرانی ایسی کرنی جیسے اس محکمہ اور صیغہ کی نگرانی کوئی باخبر جماعت کر سکتی ہو۔ یہ کمال سر جان ہیوٹ کا تھا۔ ہم اس موقع پر مارنگ پوسٹ کے ایک دلچسپ نوٹ کا ترجمہ یہ ہیں:

دربار کے روح رواں سر جان ہیوٹ

”سلطنت کے امور شاہانہ کی انجام دہی کے وقت خاص کر ایسے موقع پر جیسا کہ دہلی میں پیش آیا ایک شاندار شخص کی ضرورت تسلیم کی جاتی ہے جو جملہ انتظامات کی روح رواں ہو کرتا ہے۔ ۱۹۱۱ء کے دربار کے روح رواں سر جان ہیوٹ جی۔ سی آئی۔ اے تھے۔ دربار کے انتظام کے واسطے ایک ایسے شخص کی موجودگی ضروری تھی جو گورنمنٹ میں با اثر ہو جس کی رائے وزن دار ہو۔ مردم شناس ہو۔ اور سب سے بڑھ کر ایک رسا دماغ رکھتا ہو اور خیالات اور جذبات کا پتلا ہو۔ بہ نفع سر جان ہیوٹ نے ان خصوصیتوں کو بدرجہ کمال حرف بہ حرف ظاہر کیا۔ لفٹنٹ گورنری کے زمانہ میں تمام ہندوستان کے حاکموں میں اپنا اعلیٰ رتبہ رکھا اور اپنے صوبہ کو جملہ شور و شون سے پاک و صفا رکھا۔ محکمہ تجارت کے ممبر ہونے کی حیثیت سے اپنی رائے اور عبور

سرجان ہیوٹ کی زندگی کے ضروری اشارات

ہم جس کی تقریر یا جس کا کلام سنتے ہیں اُس کے متعلق بالطلع یہ سوال کرتے ہیں کہ یہ کون شخص ہے۔ یہ کہاں کا رہنے والا اور اس کے حالات کیا ہیں۔ اس لیے اس سوال کے جواب میں یہاں صرف چند ضروری اشارات لکھے جاتے ہیں تاکہ ہم مقرر ذی شان سے تعارف معنوی پیدا کریں اور اُن کی تقریروں کا پورا پورا لطف اٹھا سکیں۔ سرجان پرسکاٹ ہیوٹ ۲۵ اگست ۱۸۵۲ء کو بائیس سالہ واقع کینٹ (انگلستان) میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد ریورنڈ جان ہیوٹ اور سرجان ہیوٹ ریورنڈ جان ہیوٹ کے بڑے لڑکے ہیں۔ آپ کی والدہ انا لوئسیا لیسٹر *Anna Louisa Lytster* کپتان *Captain Hamman* کی صاحبزادی تھیں۔ سرجان پرسکاٹ ہیوٹ نے ونچسٹر اور بیللیل کالج کسفورڈ میں پڑھا۔ اور ۱۸۷۷ء میں سیول سروس کا امتحان پاس کر کے بنگال سیول سروس میں شامل ہو گئے۔ ۱۸۸۶ء تک ممالک متحدہ آگرہ واودہ میں برسرِ عہدہ رہے۔ ۱۸۸۶ء میں گورنمنٹ ہند کے ہوم ڈیپارٹمنٹ میں انڈر سکرٹری مقرر ہوئے۔ ۱۸۸۸ء سے ۱۸۹۰ء تک وائسرائے ہند کے پرائیویٹ سکرٹری کا کام انجام دیتے رہے۔ دسمبر ۱۸۹۰ء میں گورنمنٹ ہند کے ہوم ڈیپارٹمنٹ کے ڈپٹی سکرٹری مقرر ہو گئے۔ پھر ممالک صوبہ متحدہ آگرہ واودہ کے مختلف مقامات میں کلکٹر و مجسٹریٹ رہے۔ یہاں تک کہ ۱۸۹۳ء میں آپ افیون کے شاہی کمیشن کے ممبر منتخب ہوئے۔ اور ۱۸۹۸ء میں گورنمنٹ ہند کے ہوم ڈیپارٹمنٹ کے سکرٹری ہو گئے۔ اس کے

صفحہ	مضمون
۳۵۳ لغایت ۳۵۵	ہزارہ کی تقریر گورکھ پور مینوسپل بورڈ و ڈسٹرکٹ بورڈ کے ایڈریس کے جواب میں۔
۳۵۵ لغایت ۳۵۷	متھرا میں ہزارہ کی تقریر۔
۳۵۷ لغایت ۳۵۹	ہزارہ کی تقریر جاٹ ڈیپوٹیشن کے ایڈریس کے جواب میں۔
۳۵۹ لغایت ۳۶۰	ملکہ معظمہ کے سنگی مجسمہ کی رسم افتتاح میں ہزارہ کی تقریر۔
۳۶۱ لغایت ۳۶۲	میرٹھ میں ہزارہ کی تقریر۔
۳۶۲ لغایت ۳۶۷	ہزارہ کی چار تقریریں مظفرنگر میں۔
ہزارہ کی آخری تقریریں	
۳۶۹ لغایت ۳۷۲	میرٹھ میں ڈسٹرکٹ بورڈ و مینوسپل بورڈ کے جواب میں۔
۳۷۲ لغایت ۳۸۲	ڈسٹرکٹ کالج لکھنؤ کے افتتاح میں ہزارہ کی تقریر۔
۳۸۲ لغایت ۴۲۱	کونسل صوبہ متحدہ میں بجٹ پر ہزارہ کی تقریر۔
۴۲۱ لغایت ۴۲۶	ہزارہ کی تقریر بلدوانی میں۔
۴۲۶ لغایت ۴۳۴	ہزارہ کی تقریر ندوۃ العلماء لکھنؤ میں۔

صفحہ	مضمون
۲۳۴ لغایت ۲۳۵	ہزار کی تقریر چھتری مہا سبھا ڈیپنیشن کے ایڈریس کے جواب میں۔
۲۳۶ لغایت ۲۳۷	لکھنؤ میں ہزار کی تقریر ہندو لڑکوں کے جلسہ انعامات میں۔
۲۳۸ لغایت ۲۳۹	ہزار کی تقریر اگرہ کالج میں افتتاح بورڈنگ ہوس کے وقت۔
۲۴۰ لغایت ۲۴۱	ہزار کی تقریر سین آباد لکھنؤ عربی اسکول کے جلسہ انعامات میں
۲۴۲ لغایت ۲۴۳	ہزار کی تقریر ہجیرن کالج علیگڑھ میں۔
۲۴۴ لغایت ۲۴۵	ہزار کی تقریر نورجہ میں۔
۲۴۶ لغایت ۲۴۷	صنعت و حرفت کی کانفرنس میں ہزار کی آخری تقریر۔
۲۴۸ لغایت ۲۴۹	ہزار کی تقریر اگرہ میں۔
۲۵۰ لغایت ۲۵۱	ہزار کی تقریر لکھنؤ میں خط سب ۱۹۰۸ء کے موقع پر۔
۲۵۲ لغایت ۲۵۳	ہزار کی تقریر نائٹس الہ آباد کے موقع پر۔
۲۵۴ لغایت ۲۵۵	ہزار کی تقریر افتتاح نائٹس الہ آباد میں۔
معاملات سیاسی پر ہزار کی تقریر	
۲۵۶ لغایت ۲۵۷	ہزار کی تقریر تعلقداران اوہ کے جواب میں۔
۲۵۸ لغایت ۲۵۹	ہزار کی تقریر صوبہ اگرہ کے زمینداروں کے جواب میں۔
متفرق تقریریں	
۲۶۰ لغایت ۲۶۱	عالیجناب ہزار انس نواب صاحب درام پور کی دعوت میں ہزار کی تقریر۔

صفحہ	مضمون
۱۰۶ لغایت ۱۲۱	میرٹھ کے دربار میں ہزارن کی تقریر۔
۱۲۱ لغایت ۱۵۳	بنارس کے دربار میں ہزارن کی تقریر۔
۱۵۳ لغایت ۱۸۴	الہ آباد کے دوسرے دربار میں ہزارن کی تقریر۔
بجٹ کی تقریریں	
۱۸۵ لغایت ۱۹۲	گورنمنٹ ہوس میں ہزارن کی تقریر۔
۱۹۲ لغایت ۲۱۱	بجٹ ۱۹۰۸ء کے موقع پر ہزارن کی تقریر۔
۲۱۱ لغایت ۲۱۸	۱۱۔ ۱۹۱۰ء کے بجٹ پر ہزارن کی تقریر۔
۲۱۸ لغایت ۲۲۱	۱۰۔ ۱۹۰۹ء کے بجٹ پر ہزارن کی تقریر۔
۲۲۱ لغایت ۲۲۲	۱۲۔ ۱۹۱۱ء کے بجٹ پر ہزارن کی تقریر۔
تعلیم عامہ پر ہزارن کی تقریر	
۲۲۳ لغایت ۲۲۵	ہزارن کی تقریر راجپوت مہاسبھا آگرہ کے ایڈریس کے جواب میں۔
۲۲۵ لغایت ۲۲۷	ہزارن کی تقریر طلیگڈہ کالج کے ٹرسٹیوں کے ایڈریس کے جواب میں۔
۲۲۷ لغایت ۲۲۸	ہزارن کی تقریر بریلی مینو پل بورڈ و ممبران کالج کمیٹی کے جواب میں۔
۲۲۹ لغایت ۲۳۱	ہزارن کی تقریر سنٹرل ہندو کالج بنارس کے ایڈریس کے جواب میں۔
۲۳۱	ہزارن کی تقریر پرچارنی سبھا بنارس کے ایڈریس کے جواب میں۔
۲۳۱ لغایت ۲۳۴	ہزارن کی تقریر سنسکرت کالج بنارس کے افتتاح لائبریری کے وقت۔

شہرست مضامین ارشادات

صفحہ

مضمون

سرجان ہیپوٹ کی زندگی کے ضروری اشارات

مقدمہ کتاب

ایک ضروری عرض

شکریہ

۲۔ لغایتہ۔ ۳۵

۳۶

۳۶۔ لغایتہ۔ ۳۸

خیر مقدم کے جواب کی تقریریں

زمینداران صوبہ متحدہ آگرہ واودہ کے ایڈریس کا جواب۔

مینو سلیٹی آگرہ کے خیر مقدم کا جواب۔

تعلقہ داران اوودہ کے خیر مقدم کا جواب۔

زمینداران ضلع بجنور کے خیر مقدم کا جواب۔

مینو سلیٹی بجنور کے ایڈریس کا جواب

۳۹۔ لغایتہ۔ ۴۱

۴۱۔ لغایتہ۔ ۴۲

۴۳

۴۳۔ لغایتہ۔ ۴۴

۴۴

درباری تقریریں

الہ آباد کے دربارین ہزار کی تقریر۔

لکھنؤ کے دربارین ہزار کی تقریر۔

آگرہ کے دربارین ہزار کی تقریر۔

۴۶۔ لغایتہ۔ ۴۹

۴۹۔ لغایتہ۔ ۵۰

۵۰۔ لغایتہ۔ ۵۱

ارشادات

یعنی

ہزار سر جان پر سکاٹ ہیوٹ نواب لفٹنٹ گورنر ہند
ممالک متحدہ آگرہ واو دھ کی مختلف اسپیشون کا ترجمہ اور مجموعہ

جس کو

خاکسار حکیم برہم پور پرائیٹ ٹیڈ "مشرق" نے مرتب کر کے

بغرض اشاعت

اپنے

مطبع حکیم برہم واقع گورکھ پور میں چھپوایا

